اردو

نور الهدى وظلمات الضلال

في ضوء الكتاب والسنة

تأليف فضيلة الشيخ/ د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني حفظه الله تعالى

ہدایت کا نور

اور

ضلالت کی تاریکیاں

اردو ترجمہ بقلم:

ابو عبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

مترجم سے رابطہ کے لئے:

Mobile: +91-9773026335 • Tel.: +91-22-25355252
E-Mail: inayatullahmadani@yahoo.com

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد:

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته، حتى ينشر في هذا الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيرا.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أخوك ومحبك في الله

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

فإن الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله هندي الجنسية معروف لدي منذ دهر طويل بسلامة المنهج والمعتقد، وقد كان داعية (رسمي) في مكتب الجاليات والدعوة والإرشاد بمدينة عنيزة بالمملكة العربية السعودية، ثم انتقل للدراسة في الجامعة الإسلامية كلية الحديث الشريف وتخرج بتقدير ممتاز، ولمعرفتي بسلامة منهجه أذنت له بترجمة أي كتاب من كتبي يرغب في ترجمته، وقد ترجم لي إلى الآن خمسة عشر كتابا، راجعنا منها أربعة عشر كتابا فوجدناها مترجمة ترجمة سليمة على منهج أهل السنة والجماعة.

وأوصي من يرى تزكيتي هذه أن يجعل الشيخ عنايت الله محل الثقة فإنه كذلك، سواء كان ذلك في الترجمة أو غيرها من الأعمال، لأمانته وصدقه، وسلامة معتقده، هكذا أحسبه والله حسيبه ولا أزكي على الله أحدا، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

قاله وكتبه الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته حتى ينشر في ذلك الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيرا.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

أخوك وصديقك في الله

١٤٣١/٥/١١هـ

پیش لفظ

الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون، والصلاة والسلام على النبي المصطفى الذي أرسله الله شاهداً ومبشراً ونذيراً وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً بارہ مقامات پر مختلف انداز و اسلوب میں نور اور ظلمات کو اکٹھا ذکر کیا ہے، چنانچہ کہیں لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لانے کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات إلى النور﴾ [البقرة: ۲۵۷]۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی اور کارساز ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿يهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات إلى النور بإذنه﴾ [المائدة: ۱۶]۔

اس (قرآن مجید) کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضا مندی کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں سجھاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من الظلمات إلى النور﴾ [الأحزاب: ۴۳]۔

وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

اور کہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الر، كتاب أنزلناه إليك لتخرج الناس من الظلمات إلى النور بإذن ربهم إلى صراط العزيز الحميد﴾ [إبراهيم: ۱]۔

الرا یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى النور وإن الله بكم لرءوف رحيم﴾ [الحدید: ۹]۔

وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿رسولاً يتلو عليكم آيات الله مبينات ليخرج الذين آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات إلى النور﴾ [الطلاق: ۱۱]۔

رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔

اور ایک جگہ موسیٰ علیہ السلام کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ولقد أرسلنا موسى بآياتنا أن أخرج قومك من الظلمات إلى النور﴾ [ابراہیم: ۵]۔

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال۔

اور کہیں نور و ظلمات، ہدایت و ضلالت، کفر و ایمان اور حق و باطل کے مابین موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وجعل الظلمات والنور﴾ [الانعام: ۱]۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں اور نور بنایا۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الانعام: ۱۲۲]۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿قل هل يستوي الأعمى والبصير أم هل تستوي الظلمات والنور﴾ [الرعد:۱۶]۔

کہدیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتا ہے؟ یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہوسکتی ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وما يستوي الأعمى والبصير ، ولا الظلمات ولا النور﴾ [فاطر:۱۹-۲۰]۔

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔

اور ایک جگہ روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لانے والے طاغوتوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿والذين كفروا أولياءهم الطاغوت يخرجونهم من النور إلى الظلمات﴾ [البقرۃ:۲۵۷]۔

اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔

نیز اللہ عزوجل نے قرآن کریم کو تاریکیوں سے روشنی میں لانے کا ذریعہ بتایا ہے، ارشاد ہے:

﴿الر كتاب أنزلناه إليك لتخرج الناس من الظلمات إلى النور﴾ [ابراہیم:۱]۔

الر یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"...وإنما تارك فيكم شيئين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به"(۱)۔

...اور میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں بنالو۔

یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ اور اپنی کتاب کو "نور" کہا ہے اور ان میں تاریک دلوں اور روحوں میں ایمان و یقین کے چراغ روشن کرنے کی قوت و صلاحیت ودیعت فرمائی ہے لیکن حقیقی مصدر و منبع خود اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس کی ذات سراپا نور ہے، اس کا حجاب نور ہے، وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام "النور" ہے، چنانچہ جسے اللہ کا نور نصیب ہوا وہ ہدایت یاب ہوگیا اور جو اللہ کے نور سے محروم ہوا اضلالت

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۴/۱۸۷۳، رقم الحدیث ۲۴۰۸)۔

وگمراہی اس کا مقدر بن گئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور﴾ [النور: ۴۰]۔

اور جسے اللہ تعالیٰ ہی نور عطا نہ کرے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إن الله عز وجل خلق خلقه في ظلمة فألقى عليهم من نوره فمن أصابه من ذلك النور اهتدى، ومن أخطأه ضل، فلذلك أقول: جف القلم على علم الله" (۱)۔

اللہ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور ان پر اپنا نور ڈالا، جسے اس نور کا حصہ حاصل ہوا وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جسے حاصل نہ ہوا وہ گمراہ ہو گیا، اسی لئے میں کہتا ہوں اللہ کے علم پر قلم خشک ہو گیا۔

مذکورہ تمام آیات واحادیث میں نور سے مراد توحید، اخلاص، اسلام، ایمان، سنت، تقویٰ، علم، یقین، اطاعت، حق اور ہدایت کا نور ہے اور اسی طرح ظلمات (تاریکیوں) سے مراد شرک، کفر، نفاق، بدعت، جہالت، فسق، معاصی، باطل اور ضلالت وگمراہی کی تاریکیاں ہیں۔

رئیس المفسرین علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین آیت کریمہ:

﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى النور﴾ [الحدید: ۹]۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندہ محمد ﷺ پر واضح آیتیں، مستحکم حجت وثبوت، روشن دلائل اور قطعی براہین نازل فرماتا ہے اور ان میں سے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے تاکہ رسول ﷺ اور آپ پر نازل کردہ کتاب وحکمت کو تسلیم کر کے لوگوں کو ضلالت وگمراہی، کفر وشرک، جہالت اور باہم متعارض آراء کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان، توحید اور علم وہدایت کی روشنی کی طرف لائے۔ یہ (درحقیقت) اپنے بندوں پر اللہ کی رحمت اور اس کا احسان ہے، چنانچہ ہر طرح کا شکر جملہ اور اچھی ثناء اسی کے لئے ہے، نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار" (۲)۔

علامہ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ اس مثل کی ایک دوسری آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء أن القلوب بين إصبعي الرحمن، حدیث: (۲۱۴۲)، وقال: "هذا حديث حسن صحيح غريب"، وصححه الألباني في صحيح الترمذي، وأخرجه أحمد (۲/۱۷۶)، وابن أبي عاصم في السنة (۱/۱۵۹)، وصححه الألباني في ظلال الجنة (۱/۱۵۹)، وحسن إسناده شعيب الأرنؤوط في تحقيق المسند (۱۱/۳۹۷)۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری (۲۳/۱۴۰)، وأیسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر للجزائری (۵/۱۳۰)، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (۸/۱۳۰)، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی (ص ۸۰۸)۔

''کفر، بدعت'' نافرمانی، جہالت اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان، سنت، اطاعت، علم اور ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے'' (۱)۔

واضح رہے کہ دنیا میں ان معنوی انوار سے سعادتمندوں کو اللہ عزوجل ان کے ایمان و عمل صالح کے بقدر آخرت میں حسی اور ظاہری انوار سے نوازے گا جن کی روشنی میں وہ قبر، حشر اور پل صراط کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بآسانی چلیں گے، ارشاد باری ہے:

﴿یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورھم یسعی بین أیدیھم وبأیمانھم یقولون ربنا أتمم لنا نورنا واغفر لنا إنک علی کل شیء قدیر﴾ (التحریم:۸)۔

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور مومنوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور داہنی دوڑ رہا ہوگا، یہ دعا میں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا (۲) اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح اور کسی کا اس سے کم اپنی قوت و ضعف کے اعتبار سے چراغ کی طرح اور اس سے قریب قریب اور کسی کو دنیا میں اس کے نور ایمان کے مطابق پیر کے انگوٹھے پر روشنی عطا کی جائے گی جو کبھی روشن ہوگی اور کبھی گل ہو جائے گی واضح رہے کہ یہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے آخرت میں ظاہر کرے گا جو کھلی نگاہوں سے نظر آئے گا، اس سے کوئی دوسرا شخص روشنی نہ حاصل کر سکے گا (بلکہ) ہر شخص اپنی خاص روشنی میں چلے گا، اگر اس کے پاس روشنی ہوگی تو اپنی روشنی میں چلے گا اور اگر اس کے پاس سرے سے روشنی نہ ہوگی تو دوسرے کی روشنی اسے کوئی فائدہ نہ دے گی'' (۳)۔

اسی طرح جو لوگ اس دنیا میں اللہ کے معنوی انوار سے محروم ہوئے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گھرے رہے وہ قبر، حشر اور پل صراط کی گھپ تاریکیوں میں بھی رب ذوالجلال کے حسی انوار سے محروم رہیں گے، جبکہ انہیں اس ہولناک موقع پر روشنی کی سخت ضرورت ہوگی، اللہ عزوجل نے اس صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) تفسیر دکتور: بہاء الدین فی کتاب: نظم الدرر للبقاعی (۱/۱۸۸)۔

(۲) دیکھئے: صحیح البخاری (۲/۱۰۹۷) وصحیح مسلم (۱/۱۷۵) وغیرہما۔

(۳) مفتاح دار السعادۃ (۲/۹۰)۔

﴿یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین آمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نوراً فضرب بینهم بسور له باب باطنه فیه الرحمة وظاهره من قبله العذاب، ینادونهم ألم نکن معکم قالوا بلی ولکنکم فتنتم أنفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الأمانی حتی جاء أمر الله وغرکم بالله الغرور﴾ [الحدید: ۱۳،۱۴]۔

(اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور وہاں روشنی تلاش کرو۔ پھر ان مومنین کے اور ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصے میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکہ میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکہ میں ہی رکھا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہمیں اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں اپنے معنوی وحسی انوار سے سرفراز مسعودوں میں شامل فرمائے (آمین)۔

زیر نظر کتاب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید بن علی قحطانی حفظہ اللہ کی ایک مایہ ناز تصنیف ہے جسے آں موصوف نے کتاب وسنت اور مختلف کے ایک موسوعہ مراجع ومصادر کی مدد سے بڑی عرق ریزی سے مرتب کیا ہے اور نور وظلمات کے مذکورہ مفہوم کی روشنی میں مسائل مباحث میں توحید اخلاص اسلام ایمان سنت اور تقویٰ کے نور اور ان کے بالمقابل شرک ریاکاری کفر نفاق بدعت اور معاصی کی تاریکیاں بیان فرمائی ہیں اور حسب عادت موضوع کے تمام جزویات کو کتاب وسنت اور اقوال سلف کے دلائل سے آراستہ کیا ہے۔

کتاب کی اہمیت کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ ایمانیات کے باب میں اتنی شرح وبسط کے ساتھ اردو زبان میں کوئی کتاب مجھ طالب علم کی کوتاہ نظر کے مطابق ابتک موجود نہیں ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ کتاب اپنے موضوع پر اردو حلقہ میں ایک اضافہ ثابت ہوگی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو ان کی ان کوششوں پر جزائے خیر سے نوازے آمین۔

واضح رہے کہ اس کتاب کے ساتوں مباحث مؤلف کے مقدمہ کے ساتھ الگ الگ رسالوں کی شکل میں بھی شائع ہوئے ہیں اور راقم کے قلم سے ان کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے اب اللہ کی توفیق سے یہ کتاب اصل کتاب کی طرح دو جلدوں کے درمیان یکجا شائع ہو رہی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو بھی اصل کتاب کی طرح نفع بخش

بنائے اور شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

راقم کی یہ بارہویں علمی کاوش ہے جو اللہ کی توفیق سے زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے میں سب سے پہلے اپنے اللہ ذوالجلال کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی توفیق اور مدد سے کتاب کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی و تربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور اسے ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی طرح اپنی اہلیہ اہل خانہ تلامذہ اساتذہ کرام اور جملہ معاونین کا شکر ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

بعد ازاں فاضل برادران شیخ ابو المکرم بن عبد الجلیل رحمہ اللہ [1] اور شیخ عبد الہادی عبد الخالق مدنی حفظہ اللہ (واضح و مترجم کتب توحید الجمالیات بالاحساء) کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنی قیمتی مصروفیات کے باوجود انتہائی شرح صدر کے ساتھ کتاب پر نظر ثانی کی اور صحیح فرمائی اور حسب ضرورت مفید مشوروں سے نوازا، فجزاہما اللہ خیر الجزاء۔

یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہے کہ کتاب کے سات مباحث میں سے پانچ پر نظر ثانی شیخ ابو المکرم رحمہ اللہ نے کی ہے اور (اول و آخر) دو مباحث پر نظر ثانی شیخ عبد الہادی مدنی حفظہ اللہ نے، سرورق پر شیخ ابو المکرم رحمہ اللہ کا نام تقدیماً لکھا گیا ہے، میں دونوں احباب کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ اردو داں حلقہ کو فائدہ پہنچائے نیز اس کے مؤلف، مترجم، مصحح، ناشر اور جملہ معاونین کو اخلاص قول و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

مدینہ طیبہ — (ابو عبد اللہ) کفایت اللہ بن حنیف اللہ سنابلی

۶/ شوال یوم سوموار — برائے رابطہ: ۰۵۰۸۶۷۴۸۵۹

---

(۱) فاضل برادر محترم شیخ ابو المکرم عبد الجلیل رحمہ اللہ ۲۰ جولائی ۱۹۶۵ء کو ریاض (سعودی عرب) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم ریاض میں حاصل کی، پھر جامعہ علوم اسلامیہ بنارس (ہند) سے فضیلۃ الشیخ کی سند حاصل کی، ایک عرصہ تک ریاض میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، آپ کی علمی و دعوتی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے، آپ کی متعدد کتابیں اور رسائل زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں، ۱۴۲۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کی علمی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنائے۔ (آمین) (مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَة

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد:

''ہدایت کے نور اور ضلالت کی تاریکیوں'' کے بیان میں یہ ایک رسالہ ہے جس کے اندر میں نے مختصر طور پر اسلام، ایمان، توحید، اخلاص، سنت اور تقویٰ کے نور کی وضاحت کی ہے، اسی طرح کفر، شرک، نفاق، اخروی عمل سے دنیا طلبی، بدعت اور معاصی کی تاریکیوں کو بیان کیا ہے، اور یہ تمام چیزیں قرآن کریم وسنت مطہرہ کے دلائل وبراہین سے مزین وآراستہ ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے محمد ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لائیں (۱)، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الر كتاب أنزلناه إليك لتخرج الناس من الظلمات إلى النور بإذن ربهم إلى صراط العزيز الحميد﴾ (۲)۔

الر یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اس لئے اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی (یعنی) غالب لائق تعریف (اللہ) کے راستہ کی طرف لائیں۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری، ۱۷/۱۱۱۔

(۲) سورۃ ابراہیم: ۱۔

میں نے اس بحث کو سات مباحث میں تقسیم کیا ہے، ہر بحث کے تحت چند مطالب اور ہر مطلب کے تحت چند مسالک ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا بحث: نور و ظلمات کتاب وسنت کے آئینہ میں۔

دوسرا بحث: توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں۔

تیسرا بحث: اخلاص کا نور اور اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں۔

چوتھا بحث: اسلام کا نور اور کفر کی تاریکیاں۔

پانچواں بحث: ایمان کا نور اور نفاق کی تاریکیاں۔

چھٹا بحث: سنت کا نور اور بدعت کی تاریکیاں۔

ساتواں بحث: تقویٰ کا نور اور گناہوں کی تاریکیاں۔

میں اللہ عظیم و برتر، عرش کریم کے رب سے اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس معمولی اور تھوڑے عمل کو مبارک اور اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے اور اس کے ذریعہ مجھے اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے نفع پہنچائے بیشک وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہی لائق و زیبا ہیں، کامل و اکمل درود و سلام نازل ہوں پوری انسانیت کے سردار ہمارے نبی محمد ﷺ پر آپ کے تمام آل و اصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

مؤلف

بروز چہار شنبہ مطابق ۱۴۱۹/۳/۲۸ھ

پہلا مبحث:

نور وظلمات کتاب وسنت کے آئینہ میں

پہلا مطلب: نور وظلمات قرآن کریم کے آئینہ میں

اللہ کی کتاب (قرآن کریم) میں نور وظلمت کا ذکر بہت ساری آیات میں آیا ہے جس میں نور کے حصول کی خاطر کوشش اور اللہ سے اس کا سوال کرنے کی ترغیب نیز تاریکیوں سے دور رہنے اور ان سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿مثلهم كمثل الذي استوقد ناراً فلما أضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم في ظلمات لا يبصرون، صم بكم عمي فهم لا يرجعون﴾ (۱)۔

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پس جب آس پاس کی چیزیں روشن ہو گئیں تو اللہ نے ان کے نور کو ختم کر دیا اور انھیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے، گونگے، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔

حضرات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مقاتل، ضحاک اور سدی رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نفاق میں ان منافقوں کی مثال

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۷-۱۸۔

اس شخص جیسی ہے جو کسی تاریک رات میں کسی صحراء میں آگ روشن کرے، اس سے حرارت حاصل کرے اور اسے اپنے اردگرد کی چیزیں نظر آنے لگیں، اور (بچنے) جس چیز سے وہ خائف تھا وہ خوف اس سے جاتا رہے اور ابھی اسی حال میں ہو کہ یکایک اس کی آگ گل ہو جائے اور وہ تاریکی میں حیران وپریشان مراسمہ پڑا رہ جائے، چنانچہ اسی طرح منافقین بھی ہیں کہ کلمۂ ایمان (شہادتین) کے اقرار سے ان کے مال واولاد محفوظ ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ شادی بیاہ اور وراثت کے معاملات طے پائے، اموال غنیمت میں ان کے ساتھ حصہ بنایا، یہ ان کا نور ہے، اور جب یہ منافقین مریں گے تو پھر دوبارہ اسی تاریکی اور خوف وہراس سے دوچار ہوں گے (۱)۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں "آیت کریمہ کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو قتادہ اور ضحاک نے کی ہے، اور جو علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے" (۲)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ان منافقین نے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان ظاہر کیا، جس کے سبب دنیا میں ان کی جان ومال کی حفاظت اور ان کی نسل کی امن وسلامتی کا فیصلہ کیا گیا، بعینہ اسی طرح جس طرح آگ روشن کرنے والا آگ سے روشنی حاصل کرنے، یہاں تک کہ جب اس کی روشنی سے فائدہ اٹھالے اور اپنے اردگرد کی چیزیں دیکھ لے تو اس کی آگ بجھ جائے اور اس کی روشنی جاتی رہے، اور حسب سابق دوبارہ تاریکی اور حیرانی میں مبتلا ہو جائے، چنانچہ اللہ عزوجل قیامت کے روز ان کی روشنی مکمل کر دے گا اور وہ مومنوں سے تھہرنے (انتظار کرنے) کا مطالبہ کریں گے تاکہ ان کے نور سے روشنی حاصل کر سکیں، تو ان سے کہا جائے گا: اپنے پیچھے کی طرف پلٹو اور روشنی تلاش کرو (۳)، چنانچہ وہ آخرت میں قبر کی تاریکی، کفر کی تاریکی، نفاق کی تاریکی اور قسم قسم کے گناہوں کی

---

(۱) تفسیر البغوی، ۱/۵۳۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱/۳۲۴، اور ان کے قول کے لئے دیکھئے ص ۳۲۳ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) دیکھئے جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱/۳۲۶، وایضاً معالم التنزیل للبغوی، ۱/۳۳۔

تاریکیوں سے دوچار ہوں گے (۱)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے تھے اور پھر ایمان کے بعد کفر کیا تھا، چنانچہ رقمطراز ہیں: "اس مثال کی تقدیر (وضاحت) یوں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے (اپنانے) اور بصیرت کے بعد اندھے پن کا شکار ہو جانے میں ان کی تشبیہ اس شخص سے دی ہے جو آگ روشن کرے اور جب اس کے اردگرد روشنی پھیل جائے اور وہ اس سے فائدہ اٹھالے اور اپنے دائیں بائیں کی چیزیں دیکھ لے اور اس سے خوش ہو جائے اور ابھی وہ اسی حالت میں ہو کہ یکایک اس کی آگ گل ہو جائے اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہو جائے نہ اسے نظر آئے اور نہ ہی وہ راستہ پا سکے اس پر مستزاد یہ کہ وہ بہرا ہو سن نہ سکے گونگا ہو بول نہ سکے اندھا ہو جسے روشنی کے باوجود بھی نظر نہ آئے جس کے سبب وہ اپنی پہلی جگہ لوٹ بھی نہ سکتا ہو چنانچہ ہدایت کے عوض ضلالت اور راہ راست کے بدلے گمراہی اختیار کرنے میں یہ منافقین بھی اسی طرح ہیں، اور اس مثال سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے تھے پھر (دوبارہ) کفر اختیار کر لیا تھا" (۲)۔

نیز (امام ابن کثیر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: "امام ابن جریر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہاں جن کی مثال بیان کی گئی ہے وہ کبھی بھی ایمان سے بہرہ ور نہ ہوئے تھے اور انھوں نے اس پر (درج ذیل) فرمان باری سے استدلال کیا ہے:

﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾ (۳)۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

جبکہ درست بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان کے حالت نفاق اور کفر کی خبر دی جا رہی ہے، اور اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی ہے کہ وہ اس سے قبل بھی ایمان سے بہرہ ور ہوئے ہوں اور پھر محروم کر دیے

---

(۱) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۳۸۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم ۱/۵۱۔

(۳) سورۃ البقرۃ ۸۔

گئے ہوں، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہو، امام ابن جریر رحمہ اللہ کو یہ آیت کریمہ مختصر نہ تھی:

﴿ذلک بانهم آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون﴾ (۱)۔

یہ اس لئے کہ یہ ایمان لائے، پھر کفر کیا، چنانچہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، تو وہ سمجھنے کے لائق ہی نہ رہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کی بات ختم ہوئی (۲)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان کی حالت کے مطابق ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی ہو یعنی وہ شخص گھپ اندھیرے میں ہو اور آگ کی ضرورت شدید تر ہو، چنانچہ وہ کسی اور سے آگ روشن کرائے، خود اس کے پاس تیار بھی نہ ہو تاکہ اس سے خارج ہو، چنانچہ جب آگ سے اس کے آس پاس کی جگہ روشن ہو جائے اور وہ اپنی جائے قیام اور اس کی خوفناکیوں اور خطرناکیوں کو دیکھ لے اور اس سے مامون ومحفوظ ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھا لے اس سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے اور وہ یہ محسوس کر لے کہ حالات اس کے قابو اور بس میں ہیں اور ابھی وہ اسی حال میں ہو کہ اچانک اللہ تعالیٰ اس کی روشنی غائب کر دے اور اس سے اس کا نور زائل ہو جائے، اور اسی کے ساتھ اس کی خوشی ومسرت بھی جاتی رہے اور وہ بڑی سخت تاریکی میں جلانے والی آگ کے پاس پڑا رہ جائے، ایسی آگ جس کی چمک اور روشنی جا چکی ہو محض جلانے کا وصف ہی باقی رہ جائے، اور نتیجہ یہ ہو کہ وہ رات کی تاریکی، بدلی کی تاریکی، بارش کی تاریکی اور روشنی کے بعد آنے والی تاریکی جیسی متعدد تاریکیوں میں جا پڑے، تو ایسے شخص کی کیا حالت ہوگی؟؟

چنانچہ اسی طرح یہ منافقین بھی ہیں کہ انھوں نے موسموں سے ایمان کی روشنی مانگی جبکہ خود ان کا یہ وصف نہ تھا اور وقتی طور پر اس سے روشنی حاصل کی، فائدہ اٹھایا، جس کے نتیجے میں ان کے خون معاف کر دیے گئے، ان کے اموال کی حفاظت ہو گئی، اور دنیا میں بھی ایک قسم کا امن حاصل ہوا، اور ابھی اسی حالت میں تھے کہ یکایک موت نے ان پر حملہ کیا اور ان سے اس نور سے فائدہ اٹھانا سلب کر لیا، اور وہ ہر طرح کے فکر وغم اور

---

(۱) سورۃ المنافقون: ۳۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم: ۱/۱۴۔

عذاب سے دوچار ہوئے، اور انہیں قبر کی تاریکی، کفر کی تاریکی، نفاق کی تاریکی اور قسم قسم کے گناہوں کی تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑا اور (یہی نہیں بلکہ) اس کے بعد جہنم کی تاریکی کا سامنا کرنا پڑا جو کہ انتہائی بدترین جائے سکونت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ﴿صم﴾ یعنی خیر وبھلائی کی سماعت سے بہرے ﴿بکم﴾ بھلائی کی بات کہنے سے گونگے اور ﴿عمي﴾ یعنی حق کے مشاہدہ سے اندھے ہیں، ﴿فهم لا يرجعون﴾ لہٰذا وہ پلٹ نہیں سکتے کیونکہ انہوں نے حق کی معرفت کے بعد حق کو ترک کر دیا اور پس پشت ڈال دیا ہے، اس لئے وہ اس کی طرف نہیں پلٹ سکتے، برعکس اس کے جس نے جہالت کی بنیاد پر حق کو ترک کر دیا ہو اسے اس کی سمجھ ہی نہ ہو تو ایسا شخص ان کی بہ نسبت حق کی قبولیت سے قریب تر ہوتا ہے"(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دشمن منافقوں کو ان لوگوں سے تشبیہ دی ہے جنہوں نے آگ روشن کی ہو جس سے وہ روشنی حاصل کریں اور فائدہ اٹھائیں، اور جب آگ روشن ہو جائے تو وہ اس کی روشنی میں اپنے نفع ونقصان کی چیزیں دیکھ لیں اور چونکہ وہ مسافر تھے جو راستہ کھو بیٹھے تھے اور اس غرض سے آگ روشن کی تھی کہ راستہ دیکھ سکیں اس لئے حیرانی اور راستہ کھونے کے بعد راستہ بھی دیکھ لیں، چنانچہ جب آگ سے ان کی روشنی کا سامان ہو جائے اور وہ راستہ دیکھ لیں تو یہ روشنیاں گل ہو جائیں اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھٹکتے رہ جائیں اور ان کے لئے ہدایت وراہیابی کے تینوں دروازے بند ہو جائیں؛ کیونکہ ہدایت بندے کے اندر تین راہوں سے داخل ہوتی ہے، ایک جسے وہ اپنے کان سے سنتا ہے، دوسرے جسے وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور تیسرے جسے وہ اپنے دل سے سمجھتا ہے، اور جب ان لوگوں پر ہدایت کے سارے دروازے بند ہو چکے ہیں تو ان کے دل نہ کچھ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے حق میں نفع بخش چیزیں سمجھ سکتے ہیں"(۲)۔

نیز امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کو اپنے رسول کو اپنے دین کو اور اپنی ہدایت کو نور قرار دیا ہے، اور اللہ عزوجل کے ناموں میں ایک نام بھی "النور" ہے اور نماز بھی

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۳۰۔

(۲) مفتاح دار السعادۃ لابن القیم ۱/۲۳۔

نور ہے، چنانچہ اللہ عزوجل کے اس نور کو سلب کر لینے سے یہ سارے انوار ختم ہو جائیں گے"(۱)۔

نیز آپ نے بیان فرمایا ہے کہ: "رسولوں کی اطاعت سے خروج (اعراض) کرنے والے اس قسم کی تاریکیوں میں بھٹکیں گے، طبع کی تاریکی، جہالت کی تاریکی، خواہش نفس کی تاریکی، قول کی تاریکی، عمل کی تاریکی، داخل ہونے کی تاریکی، نکلنے کی تاریکی، قبر کی تاریکی، قیامت کی تاریکی، اور دار قرار (جہنم) کی تاریکی، چنانچہ تاریکی انہیں تینوں مراحل (دنیا، برزخ اور آخرت) میں لازم (گھیرے ہوئے) ہوگی، جبکہ رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کے متبعین اس قسم کی روشنیوں میں وادیش دیں گے، اور اس امت (محمدیہ) اور اس کے نبی (محمد ﷺ) کے لئے ایسا نور ہوگا جو اس کے علاوہ کسی اور امت کے لئے نہ ہوگا اور اس امت کے نبی (محمد ﷺ) کے لئے ایسا نور ہوگا جو آپ کے علاوہ کسی اور نبی کے لئے نہ ہوگا"(۲)۔

(۲) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أو كصيب من السماء فيه ظلمات ورعد وبرق يجعلون أصابعهم في آذانهم من الصواعق حذر الموت والله محيط بالكافرين، يكاد البرق يخطف أبصارهم كلما أضاء لهم مشوا فيه وإذا أظلم عليهم قاموا ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم إن الله على كل شيء قدير﴾ (۳)۔

یا آسمانی بارش کی طرح جس میں تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہو، یہ موت سے ڈر کر کڑاکے کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے، جب ان کے لئے روشنی کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو بیکار کر دے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

---

(۱) حوالہ سابق، ۱/۳۵، نیز دیکھئے ۲/۳۲۔

(۲) حوالہ سابق، ۱/۳۳۔

(۳) سورۃ البقرۃ، ۱۹، ۲۰۔

یہ ایک دوسری مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے بیان فرمائی ہے، مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو "آگ روشن کرنے والے" سے ان کی تشبیہ دیں اور چاہیں تو "اہل صیب" یعنی بارش والوں سے ان کی تشبیہ دیں۔

"صیب" کے معنی آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے ہیں، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ (آیت کریمہ کی ابتدا میں) "أو" (یا) بمعنی واو یعنی اور کے ہیں، مقصود یہ ہے کہ (آگ روشن کرنے والے) اور بارش (دونوں) سے ان کی تشبیہ دیں، ﴿فیہ ظلمات﴾ (جس میں تاریکیاں ہوں) یعنی شب کی تاریکی بدلی کی تاریکی اور بارش کی تاریکی ﴿ورعد﴾ (گرج) بادل سے سنائی دینے والی آواز کو کہتے ہیں، ﴿وبرق﴾ (اور بجلی چمک) "برق" بادل کے ساتھ نظر آنے والی تیز چمک اور روشنی کو کہتے ہیں، ﴿کلما أضاء لھم﴾ یعنی جب جب ان تاریکیوں میں بجلی چمکتی ہے ﴿مشوا فیہ﴾ تو وہ اس کے سہارے چلتے ہیں ﴿وإذا أظلم علیھم قاموا﴾ اور جب ان پر تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں یعنی جب ان پر حیران ہو کر ٹھہر جاتے ہیں (۱)۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفر ونفاق میں ان کی مثال کچھ ایسے لوگوں سے دی ہے جو تاریک شب میں کسی چٹیل میدان میں ہوں، ساتھ ہی بارش سے بھی دوچار ہوں جس میں تاریکیاں ہوں، جس کا وصف یہ ہے کہ ایسی صورت میں چلنے والے کے لئے چلنا ممکن نہیں، اور اس میں "صواعق" (سخت قسم کی آواز، بادل کی کڑک) ہوں جس کا وصف یہ ہے کہ اس کی ہولناکی اور خوفناک آواز سننے والے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں، اور "برق" (بجلی) ہو جس کا وصف یہ ہے کہ اندیشہ ہے کہ ان کی نگاہوں کو اچک لے اور تیز چمک سے انہیں بے نور کر دے، یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور اس کے ساتھ کافروں اور منافقوں کے سلوک وبرتاؤ کے سلسلہ میں بیان فرمائی ہے، چنانچہ "بارش" قرآن کریم ہے، کیونکہ جس طرح بارش جسموں کی زندگی ہے اسی طرح قرآن کریم دلوں کی زندگی (روح) ہے، اور

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری (۱/۳۳۹ و ۳۴۰)، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۱/۲۳۳ و ۲۳۴)، تفسیر القرآن للطبری (۱/۳۴۱ و ۳۴۲)، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (۱/۵۳)، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی (ص ۱۰)۔

تاریکیوں سے مراد کفر وشرک (کی ظلمتیں) ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے، اور "رعد" بادل کی کڑک سے مراد وعیدیں اور جہنم کا ذکر وغیرہ ہیں جن سے بندوں کو ڈرایا گیا ہے، اور "برق" بجلی سے مراد قرآن کریم میں بیان کردہ ہدایت وبیان، نیک وعدے اور جنت کا ذکر وغیرہ ہیں، چنانچہ منافقین قرآن کریم کی تلاوت کے وقت (اس کی طرف) دل کے میلان کے خوف سے اپنے کانوں کو بند کرلیا کرتے تھے، کیونکہ ایمان ان کے نزدیک کفر ہے اور کفر موت ہے، ﴿یکاد البرق یخطف أبصارهم﴾ یعنی اندیشہ ہے کہ بجلی ان کے دلوں کو روشن کردے (۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ آیت کریمہ کی تفسیر ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "چنانچہ یہی منافقین کی حالت ہے کہ جب وہ قرآن اس کے اوامر ونواہی اس کے وعدے اس کے منع کردہ امور اور اس کی وعید سنتے ہیں تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اس کے امر ونہی اور وعد ووعید سے اعراض کرتے ہیں، چنانچہ انکی وعیدیں اسے خوف میں مبتلا کردیتی ہیں اور اس کے وعدے اسے مجبور کر رکھ دیتے ہیں، لہٰذا وہ اس سے حسب الامکان حد درجہ اعراض کرتے ہیں، اور اسی طرح اسے ناپسند کرتے ہیں جس طرح بارش والا شخص بادل کی گرج اور کڑک کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتا ہے، بارش والے کو تو بسا اوقات سلامتی حاصل ہو بھی جاتی ہے لیکن منافقین کے لئے سلامتی کہاں؟ اللہ عزوجل اپنے علم وقدرت کے ذریعہ انہیں گھیرے میں لئے ہوئے ہے، وہ اس سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی اسے عاجز کرسکتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف ان کے اعمال محفوظ کر رہا ہے اور انہیں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا، اور چونکہ وہ بہرے پن، گونگے پن اور معنوی اندھے پن سے دوچار ہیں اور ان کے لئے ایمان کی راہیں مسدود ہیں، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم﴾ یعنی اگر اللہ چاہے تو ان کی حس سماعت وبصارت چھین لے اس سے انہیں دنیوی عقاب (سزا) سے ڈرانا اور تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ وہ ڈریں اور اپنے بعض شر ونفاق سے اجتناب کریں ﴿إن الله على كل شيء قدير﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا کوئی بھی چیز اسے عاجز نہیں کرسکتی، اور اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ جب وہ

(۱) تفسیر البغوی (۱/۶۴)۔

کوئی چیز چھا جاتا ہے تو بادل کی روک ٹوک اور معارض کے گزر جاتا ہے" (۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے منافقوں کے لئے بیان کردہ آگ کی مثال ذکر کرنے کے بعد بڑی عمدہ گفتگو فرمائی ہے چنانچہ رقمطراز ہیں "پھر (اللہ) نے پانی کی مثال کے ذریعہ ان کا حال بیان فرمایا چنانچہ "اصحاب صیب" یعنی بارش والوں سے ان کی تشبیہ دی (صیب کے معنی آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے ہیں) جس میں تاریکیاں، کڑک اور بجلی ہو، چنانچہ ان کی عقل وبصیرت کی کمزوری کے سبب قرآن کریم کی زجر آمیز آیتیں، اس کے وعدہ وعید، اس کی دھمکیاں، اس کے اوامر ونواہی اور تیز قسم کی چیزوں کے مثل اس کا خطاب سخت ہو گیا، اس لئے ان کی حالت اس شخص کی سی ہے جو اس بارش سے دوچار ہو جس میں تاریکی، کڑک اور بجلی ہو، تو وہ اپنی کمزوری اور خوف کے سبب سخت قسم کی چیخ کے ڈر سے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے" (۲)۔

(۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات إلی النور والذین کفروا أولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور إلی الظلمات أولئک أصحاب النار ھم فیھا خالدون﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی (دوست) ہے انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لاتے ہیں یہ جہنمی لوگ ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل مومنوں کا معاون ومددگار ہے اپنی نصرت وتوفیق کے ذریعہ ان کی دیکھ ریکھ کرتا ہے اور انہیں کفر، شرک اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان، توحید اور ہدایت کی روشنی کی

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۱۴۔

(۲) امثال القرآن، ص ۱۸، نیز دیکھئے الاشتراک والتجوز فی الاسماء بین علوم القرآن والتفسیر، ۱/۱۹۸، اس میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۵۷۔

طرف لاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو کفر کی مثال قرار دیا ہے، کیونکہ تاریکیاں آنکھوں کو چیزوں کے ادراک واثبات سے مانع ہوتی ہیں، اسی طرح کفر بھی دلوں کی بصارت کو ایمان کے حقائق کے ادراک اور اس کی صحت کے اسباب کی معرفت سے مانع ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کا ولی انہیں ایمان کی حقیقت اس کی راہوں اس کی دلیلوں کا دکھانے والا ہدایت دینے اور پھر ان سے کفر کے اسباب اور دل کی بصیرت پر پڑنے والے دبیز پردوں کی تاریکیاں ختم کر کے ان کے شکوک وشبہات زائل کرنے والے دلائل وبراہین کی توفیق دینے والا ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت کا انکار کر کے اس کا کفر کیا ان کے دکھ درکھ کرنے والے معاون ومددگار "طاغوت" یعنی وہ شرکاء اور بت ہیں جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں، وہ انہیں ایمان کے نور سے نکال کر کفر اور اس کے شکوک وشبہات کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، وجودوں کی بصارت اور ایمان کی روشنی اس کی دلیلوں کے حقائق اور اس کی راہوں کے مشاہدہ کے درمیان حائل ہوتے ہیں (۱)۔

(۴) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الناس قد جاءکم برهان من ربکم وأنزلنا إلیکم نوراً مبیناً، فأما الذین آمنوا بالله واعتصموا به فسیدخلهم فی رحمة منه وفضل ویهدیهم إلیه صراطاً مستقیماً﴾ (۲)۔

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے کھلی دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے لئے روشن نور اتارا ہے، تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے اپنالیا وہ عنقریب انہیں اپنی جانب سے فضل ورحمت میں داخل کرے گا، اور اپنی طرف صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا۔

اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے عذر کو ختم کرنے والی دلیل وبرہان اور شبہات کو زائل کرنے والی حجت آچکی ہے، اور وہ محمد ﷺ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے حجت کے

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۱/۱۸۶، ۳/۱۶۵، ۶/۲۳۳، ۱۰/۱۲۳، وأیضاً للاحکام القرآن للقرطبی ۳/۲۸۲۔

(۲) سورۃ النساء ۱۷۴، ۱۷۵۔

طور پر مبعوث فرما کر لوگوں کے لئے کوئی عذر وبہانہ باقی نہ چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایک واضح تابناک روشنی "قرآن کریم" بھی نازل فرمایا جو دوٹوک حجت اور ان راہوں کی نشاندہی کرتا ہے جو ان پر چلنے اور ان کی عیاشی کرنوں سے روشنی حاصل کرنے والوں کو اللہ کے عذاب اور اس کے دردناک عذاب سے نجات دہندہ امور کی رہنمائی کرتی ہیں(۱)۔

اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں پر نازل کردہ (دیگر) کتابوں میں بھی نور بتایا ہے ارشاد ہے:

﴿إنا أنزلنا التوراة فيها هدى ونور﴾ (۲)۔

بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل من أنزل الكتاب الذي جاء به موسى نوراً وهدى للناس﴾ (۳)۔

آپ پوچھئے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جس کتاب کو لوگوں کے لئے ہدایت اور نور کی حیثیت سے لیکر آئے اسے کس نے اتارا۔

نیز عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وآتيناه الإنجيل فيه هدى ونور﴾ (۴)۔

اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔

(تاہم) اللہ عزوجل نے قرآن کریم کو اتار کر ان تمام روشنیوں کو ختم کر دیا؛ چنانچہ وہ سب سے عظیم نور ہے ارشاد باری ہے:

﴿وأنزلنا إليك الكتاب بالحق مصدقاً لما بين يديه من الكتاب ومهيمناً عليه فاحكم بينهم بما أنزل الله﴾ (۵)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان ۹/۱۰۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۱/۶۰۰۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۴۴۔

(۳) سورۃ الانعام: ۹۱۔

(۴) سورۃ المائدۃ: ۴۶۔

(۵) سورۃ المائدۃ: ۴۸۔

اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ذریعہ کتاب اتاری جو اپنے سے اگلی کتاب کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ ہے، لہٰذا ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ فرمان کے ذریعہ فیصلہ کیجئے۔

(۵) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين﴾ (۱)۔

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کھلی کتاب آئی ہے۔

نور سے مراد محمد ﷺ ہیں جن کے ذریعہ اللہ نے حق روشن فرمایا، دین اسلام کو غلبہ وسربلندی عطا فرمائی اور شرک کی بیخ کنی کی، چنانچہ جو ان سے روشنی حاصل کرے وہ اس کے لئے نور ہیں اور حق کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً، وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً﴾ (۲)۔

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

آپ کے حق روشن کرنے میں آپ کا یہودیوں کے لئے ان بہت ساری چیزوں کو واضح کرنا بھی شامل ہے جنہیں وہ کتاب میں چھپاتے تھے۔

اور فرمان باری: ﴿وكتاب مبين﴾ "اور روشن کتاب" سے مراد وہ کتاب ہے جس میں ان چیزوں کا بیان ہے جس کے بارے میں ان میں باہم اختلاف تھا، جیسے اللہ کی توحید، اس کے حلال وحرام اور اس کے دین کے احکام، اور وہ (روشن کتاب) قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے جو لوگوں کے لئے ان کے دین کے متعلق ضروری امور کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ انہیں حق وباطل کا علم ہو جائے (۳)۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۱۵۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۴۵، ۴۶۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۰/۱۴۳۔

﴿يهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات إلى النور بإذنه ويهديهم إلى صراط مستقيم﴾ (۱)۔

جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضاء رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں سجھاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔

﴿سبل السلام﴾ یعنی سلامتی کی راہیں، اور "السلام" اللہ عزوجل ہے اور اللہ کی وہ راہ جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے مشروع قرار دیا ہے انہیں اس کی دعوت دی اور اسے اپنے رسولوں کو دیکر مبعوث فرمایا ہے، وہ "اسلام" ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کا کوئی عمل قبول نہ فرمائے گا اور "انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے نور وضوء تک کی طرف لاتا ہے (۲)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کفر، بدعت، نافرمانی، جہالت اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان، سنت، اطاعت، علم اور یاد دہانی کی روشنی کی طرف لاتا ہے" (۳)۔

(۶) اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون﴾ (۴)۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کو لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا، پھر بھی کافر لوگ (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "ظلمات ونور" سے کیا مراد ہے اس سلسلہ

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۱۶۔

(۲) مرجع سابق ۱۰/۱۴۵۔

(۳) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص: ۱۸۸۔

(۴) سورۃ الانعام: ۱۔

میں علماء کرام کا اختلاف ہے، سدی، قتادہ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ہے، جبکہ حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کفر وایمان ہے، میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ لفظ دونوں معانی کو شامل ہے"(۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر اپنی ذات کی حمد وثنا فرمائی ہے جو کہ اس کی کمال قدرت، وسیع علم ورحمت، اٹل عام حکمت، تخلیق وتدبیر میں اس کی انفرادیت اور نور وظلمات کی تخلیق پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ (نور وظلمت) ظاہری وحسی جیسے رات ودن، آفتاب وماہتاب اور معنوی جیسے جہالت، شک، شرک، نافرمانی اور غفلت کی تاریکیوں جبکہ علم، ایمان، یقین اور اطاعت کی روشنی (دونوں) کو شامل ہے، یہ ساری چیزیں اس بات پر قطعی دلالت کناں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اس کے لئے دین کو خالص کئے جانے کا مستحق ہے"(۲)۔

(۵) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال اچھے معلوم ہوا کرتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مومن کے لئے بیان فرمائی ہے جو مردہ یعنی ضلالت وگمراہی میں حیران وپریشان تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ذریعہ اس کے دل میں زندگی کی روح پھونکی اور اسے اپنی ہدایت عطا فرمائی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت واتباع کی توفیق بخشی (۴)، چنانچہ یہ مومن علم وایمان اور

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن ۶/ ۳۸۱۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۲۲۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

(۴) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۲/ ۱۹۲۔

ہدایت کی روح کے فقدان اللہ کی توحید اور اس کے دین کے احکام سے لاعلمی اور اللہ کے لئے ان چیزوں پر عمل نہ کرنے کے سبب ہو اس کی نجات کا ضامن ہو مردہ دل تھا، تو اللہ تعالیٰ نے جس روح کے ذریعہ اس کے جسم کو زندہ کیا ہے اسکے علاوہ ایک (دوسری) روح کے ذریعہ اسے زندگی عطا فرمائی اور وہ اسے اسلام کی ہدایت اللہ اور اس کی توحید اسکی محبت اور بغیر کسی بھی شریک کے تنہا اس کی عبادت کی معرفت کی روح ہے، نیز اسے ایک نور عطا فرمایا جسکے ساتھ وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے وہ قرآن اور اسلام کا نور ہے، تو کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو جہالت، کفر، شرک، شک، گمراہی و اغراض اور نافرمانیوں کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو، اس سے نکل نہ پا رہا ہو، اس پر راستے گڈمڈ اور ہدایت کی راہیں اوجھل ہو گئی ہوں، اور نتیجہ وہ غم وفکر، حزن وملال اور بدبختی سے دوچار ہو؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عقلوں کو ان چیزوں کی تنبیہ فرمائی ہے جن کا انہیں علم وادراک ہو سکتا ہو، وہ یہ کہ دونوں (قسموں کے لوگ) اسی طرح کبھی برابر نہیں ہو سکتے جس طرح لیل ونہار، روشنی وتاریکی اور زندے ومردے برابر نہیں ہو سکتے، گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ (ایسی صورت میں) کوئی معمولی عقل والا بھی ایسی حالت میں رہنے اور تاریکیوں میں یونہی حیران وپریشان بھٹکنے پر کیسے آمادہ ہوتا ہے؟ پھر اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ یعنی کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں، چنانچہ شیطان ہمیشہ ان کے اعمال کو ان کے دلوں میں مزین وآراستہ کرتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے اسے اچھا اور حق سمجھا، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چیز ان کے دلوں میں عقیدہ اور پختہ لازمی وصف کی شکل اختیار کر گئی (۱)۔

(۸) ارشاد باری ہے:

﴿يريدون أن يطفئوا نور الله بأفواههم ويأبى الله إلا أن يتم نوره ولو كره الكافرون﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن لطبری ۱۱/۸۸، ومدارج السالکین لابن القیم ۳/۲۵۸، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۱/۱۰۲، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان لسعدی ص ۳۳۰۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۳۲۔

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں۔

اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے ساتھ جو مشرکین ہیں "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں" اور اللہ کا نور اس کا وہ دین ہے جسے اس نے محمد ﷺ کو دیکر مبعوث فرمایا ہے اور اللہ نے اسے "نور" کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ جہالت اور باطل ادیان و مذاہب کی تاریکیوں میں اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ وہ (اسلام) حق کے علم و معرفت اور اس پر عمل کا نام ہے اور اس نور میں اللہ کی توحید پر دلالت کناں دلائل بھی داخل ہیں، کیونکہ دلائل و براہین بھی نور ہیں اس لئے کہ ان میں بیان و وضاحت پائی جاتی ہے، چنانچہ یہ یہود و نصاریٰ اور ان کے ہم پیالے و ہم نوالے مشرکین چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو محض اپنے باطل اقوال، بحث و مباحثہ اور افترا پردازی کے ذریعہ گل کر دیں، ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی آفتاب کی ضیا بار کرنوں یا مہتاب کی روشنی کو اپنی پھونک سے بجھانا چاہے، جس کی کوئی صورت ہی نہیں، نہ تو انہیں اپنا مقصود حاصل ہوا اور نہ ہی ان کی عقلیں ناکارگی اور بودے پن سے ہی محفوظ رہیں (۱)۔

ارشاد باری ہے:

﴿ومن أظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى إلى الإسلام والله لا يهدي القوم الظالمين، يريدون ليطفئوا نور الله بأفواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون﴾ (۲)۔

اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ (افتراء) باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا

---

(۱) دیکھئے جامع البیان عن تاویل آی القرآن (۱۲/۲۳۱، ۲۳۲، ۲۱۲) والجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۸/۱۱۲)، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (۲/۳۵۳) وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۲۸۵ وغیرہ۔

(۲) سورۃ الصف: ۷۔

دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔

(۹) ارشاد باری ہے:

﴿قل هل يستوي الأعمى والبصير أم هل تستوي الظلمات والنور﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہے؟۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اندھا اور بینا سے مراد کافر اور مومن ہیں اور تاریکیوں اور روشنی سے مراد ہدایت وگمراہی ہے'' (۲)۔

(۱۰) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كتاب أنزلناه إليك لتخرج الناس من الظلمات إلى النور﴾ (۳)۔

اس کتاب کو ہم نے آپ کی جانب اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

قتادہ فرماتے ہیں: ''تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں'' یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف لائیں'' (۴)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تاکہ آپ لوگوں کو جہالت، کفر، بداخلاقی اور قسم قسم کے گناہ ومعاصی سے نکال کر علم، ایمان اور اچھے اخلاق کی طرف لائیں'' (۵)۔

(۱۱) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولقد أرسلنا موسى بآياتنا أن أخرج قومك من الظلمات إلى النور وذكرهم بأيام الله إن في ذلك لآيات لكل صبار شكور﴾ (۶)۔

---

(۱) سورۃ الرعد: ۱۶۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/۱۲، ۱۳۰۷۔

(۳) سورۃ ابراہیم: ۱۔

(۴) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/۱۲، ۱۳۰۷۔

(۵) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۴۴۸۔

(۶) سورۃ ابراہیم: ۵۔

(یاد رکھو جب کہ) ہم نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلائیں، بیشک اس میں ہر صبر وشکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

یعنی انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف بلائیں (۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی جہالت کفر اور اس کی فروع (شاخوں) سے نکال کر علم ایمان اور اس کے تابع امور کی طرف لائیں" (۲)۔

(۴) ارشاد باری ہے:

﴿اللہ نور السماوات والأرض مثل نورہ کمشکاۃ فیھا مصباح المصباح في زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دري یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضيء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یھدي اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الأمثال للناس واللہ بکل شيء علیم﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے لوگوں (کے سمجھانے) کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ﴿اللہ نور السماوات والأرض﴾ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۳/۱۹۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان لابن للسعدی ص ۳۱۹۔

(۳) سورۃ النور: ۳۵۔

۱- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں کا ہدایت دہندہ ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین یعنی ان میں موجود ستاروں، سورج اور چاند (وغیرہ) کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حقیقی بات یہ ہے کہ ان تمام حیثیتوں سے اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے"(۲)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا ہے، وہ اللہ کے نور ہی کے سبب حق کی راہ پاتے ہیں اور اس کی ہدایت کے ذریعہ گمراہی سے نجات پاتے ہیں، وہ (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں اور زمین کو نورانیت عطا کرنے والا اور ان میں موجود ستاروں، سورج اور چاند کے ذریعہ معاملہ کی تدبیر کرنے والا ہے، وہ بذات خود نور ہے، اس نے اپنی ذات کو نور کے نام سے موسوم کیا ہے اور اپنی کتاب (قرآن کریم) اپنے رسول (محمد ﷺ) اور اپنے دین (اسلام) کو نور قرار دیا ہے اور نور ہی کے حجاب سے اپنے بندوں سے اوٹ میں ہے نیز اپنے اولیاء (محبوب بندوں) کی رہائش گاہوں کو چمکتا ہوا نور بنایا ہے(۳)۔

علامہ عبدالرحمن معلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا حسی ومعنوی طور پر نور ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے اور اس کا حجاب (بھی) ایسا نور ہے کہ اگر وہ (اسے کھول دے تو اس کی چمک کی ضیاپاشی اس کی مخلوقات میں سے نگاہ تک کی ساری مخلوقات کو جلا کر خاکستر کر دیں گی، اسی (اللہ کے نور) کی بدولت عرش وکرسی، آفتاب وماہتاب اور روشنی کو نور عطا ہوا ہے اور اسی سے جنت کو روشنی ملی ہے، اسی طرح معنوی نور کا مصدر ومنبع بھی اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے، چنانچہ اس کی کتاب نور ہے، اس کی شریعت نور ہے، اس کے رسولوں اور مومن بندوں کے دلوں میں ایمان ومعرفت نور ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا نور

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۷۰۷، وانظر: المغنی، ۳/ ۳۲۵، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۱/ ۲۳۸، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۰، وابطال التنجیس علی ابن حزم لابن القیم، ۲/ ۴۳۔

(۲) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ لابن القیم، ۲/ ۳۹۔

(۳) دیکھئے: سورۃ سابق، ۲/ ۳۴۔

نہ ہوتا تو یہ بہت تاریکیاں ہوتیں اور اسی لئے ہر وہ جگہ جہاں اللہ کے نور کا فقدان ہے وہاں تیرگی (تاریکی) چھائی ہوئی ہے" (۱)۔

اللہ عزوجل کی طرف نور کی نسبت دو طرح سے کی جاتی ہے:

ایک صفت کی نسبت موصوف کی طرف اور دوسرے مفعول کی اضافت فاعل کی طرف۔

پہلے کی مثال جیسے اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿واشرقت الأرض بنور ربها﴾ (۲)۔

اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔

چنانچہ اللہ کے نور سے زمین کی یہ روشنی قیامت کے روز ہوگی جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ فرمانے کے لئے جلوہ افروز ہوگا (۳)۔

اللہ تعالیٰ کے لئے نور کی صفت اور فعل کے اثبات نیز کہ اللہ عزوجل آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کا نور اور انہیں نورانیت عطا کرنے والا ہے کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے متعدد احادیث ثابت ہیں:

۱- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ رات میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو فرماتے:

"اللهم لك الحمد أنت نور السماوات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد أنت قيم السماوات والأرض ومن فيهن ..." الحدیث (۴)۔

اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں تو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کا

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص: ۵۱۱۔

(۲) سورۃ الزمر: ۶۹۔

(۳) دیکھئے: مجموع الفتوی لابن تیمیہ: ۱۲/۵۰۳۔

(۴) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب التہجد باللیل، ۱/۵۳۲، حدیث (۱۱۲۰) و صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، حدیث (۷۶۹)۔

نور ہے' اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں' تو آسمانوں' زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کا سنبھالنے والا ہے... حدیث طویل ہے۔

۲- ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان پانچ باتیں ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے' اور فرمایا:

"إن الله عز وجل لا ينام ولا ينبغي له أن ينام، يخفض القسط ويرفعه، يرفع إليه عمل الليل قبل عمل النهار، وعمل النهار قبل عمل الليل، حجابه النور، لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه" (۱)۔

بیشک اللہ عزوجل نہیں سوتا' اور نہ ہی سونا اس کے شایان شان ہی ہے' وہ میزان عدل کو پست و بلند کرتا ہے' اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے' اس کا حجاب نور ہے' اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی ضوفشانیاں اس کی ملاحظے نگاہ تک کی ساری مخلوقات کو جلا کر رکھ دیں گی۔

چنانچہ اللہ عزوجل کو نیند نہیں آتی ہے' وہ اس سے منزہ اور پاک ہے' ارشاد باری ہے:

﴿الله لا إله إلا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة ولا نوم﴾ (۲)۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں' وہ زندہ تھامنے والا ہے' اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔

"سنة" کے معنی اونگھ کے ہیں' وہ (اللہ) عزوجل میزان کو جھکاتا اور بلند کرتا رہتا ہے' اور (حدیث میں) میزان کو "قسط" یعنی انصاف اس لئے کہا گیا ہے کہ "قسط" کے معنی عدل وانصاف کے ہیں اور میزان سے ہی انصاف قائم ہوتا ہے' مقصود یہ ہے کہ میزان میں جو بندوں کے بلند اعمال اور پست روزیاں وزن کی جاتی ہیں (ان کے سمیت) اللہ تعالیٰ میزان کو بلند اور پست کرتا رہتا ہے' اور کہا گیا ہے کہ "قسط" سے مراد وہ روزی ہے جو ہر مخلوق کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ اسے پست کر کے کم کر دیتا ہے اور بلند

---

(۱) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب في قوله ﷺ "إن الله لا ينام" (۱/۱۶۱' حدیث ۱۷۹)۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۵۵۔

کر کے کتاب وہ کر دیتا ہے، واللہ اعلم (۱)۔

نیز اللہ کی طرف رات کا عمل اس (رات) کے بعد آنے والے دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل اس (دن) کے بعد آنے والی رات کے عمل سے پہلے اٹھایا (پیش کیا) جاتا ہے، کیونکہ نگراں فرشتے رات ختم ہونے کے بعد اس (رات) کے اعمال لیکر دن کے شروع میں (آسمان کی طرف) چڑھتے ہیں اور دن ختم ہونے کے بعد اس کے اعمال لیکر رات کے شروع میں چڑھتے ہیں، واللہ اعلم (۲)۔

اور اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے، یعنی وہ حجاب جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے درمیان حائل اور اسے ڈھانپے ہوئے ہے وہ نور ہے اور اس کے چہرے کی چمک اس کا نور وجلال ہے، اگر اللہ تعالیٰ نور کے نام سے موسوم اس حجاب کو ہٹا دے اور اپنی مخلوق کے سامنے جلوہ افروز ہو جائے تو اس کے چہرے کی چمک اور تابانی اس کی ساری مخلوق کو جلا کر رکھ دیں گی، کیونکہ اس کی نگاہ تمام کائنات کو گھیرے ہے (۳)۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نور انی اراہ" وہ ایک نور تھا، میں اسے کہاں دیکھ سکتا ہوں! اور ایک روایت میں ہے: "رأیت نورا" میں نے محض نور دیکھا ہے (۴)۔

معنی یہ ہے کہ اس کا حجاب نور ہے تو اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں (۵)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "... میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ انھوں نے فرمایا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ نور تھا، یا اللہ عزوجل کے دیدار کے درمیان نور حائل ہو گیا تو میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں" (۶)۔

---

(۱) دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۱۶۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق ۳/۱۷۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق ۳/۱۸۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ ﷺ "نور انی اراہ" ۱/۱۶۱ حدیث (۱۷۸)۔

(۵) شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۱۵۔

(۶) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ ۱/۱۷۔

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿مثل نورہ﴾ میں ''ہ'' ضمیر کی تفسیر میں کئی باتیں کہی گئی ہیں:

۱- اللہ کے نور کی مثال۔ یعنی مومن کے دل میں اللہ کی ہدایت کی مثال۔

۲- مومن کے نور، جو اس کے دل میں قرآن اور ایمان کی شکل میں ہے اس کی مثال۔

۳- محمد ﷺ کے نور کی مثال۔

۴- قرآن کریم کے نور کی مثال (۱)۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ ضمیر ''ہاء'' اللہ عزوجل کی طرف لوٹتی ہے اور معنیٰ یہ ہے بندہ کے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نور کی مثال، اور اللہ کے بندوں میں سے اس کے نور کے سب سے عظیم حصہ اور نصیبہ والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں، چنانچہ اس صورت میں ضمیر ''ہاء'' مذکور یعنی مصدر کلام کی طرف لوٹنے کے ساتھ ساتھ (سابقہ) تینوں تقدیرات کو شامل ہے اور یہ تفسیر لفظی ومعنوی دونوں طور پر مکمل ہے، اس نور کی اضافت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب کی جائے گی کیونکہ وہ نور کا محل ہے اور مومن کی طرف کی جائے گی کیونکہ وہ اسے قبول کرنے والا ہے، چنانچہ نور کی نسبت اس کے عطا کرنے اور قبول کرنے والے دونوں کی طرف کی جائے گی، اس نور کے دینے والے، قبول کرنے والے، اس کا محل، اس پر آمادہ کرنے والے اور مادہ سب ہیں، اور آیت کریمہ تفصیلی طور پر ان تمام چیزوں کے بیان پر مشتمل ہے، چنانچہ فاعل اللہ تعالیٰ ہے جو نور دینے والا اور جسے چاہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے، اور قبول کرنے والا بندۂ مومن ہے، قبولیت کا محل اس کا دل ہے، اس پر آمادہ کرنے والی شے اس کی ہمت اور عزم وارادہ ہے، اور مادہ بندہ کا قول وعمل ہے'' (۲)۔

ارشاد باری ﴿کمشکاۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ﴾ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱- ''مشکاۃ'' ہر اس طاق کو کہتے ہیں جس میں شگاف (راستہ) نہ ہو، یہ مثال اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے لئے بیان فرمائی ہے، چراغ آپ کا دل ہے اور شیشہ کی قندیل آپ کا سینہ مبارک ہے۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۷۷-۱۹۱، وتفسیر البغوی ۳/ ۳۴۵، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۲/ ۲۹۱، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۳/ ۲۹۰۔

(۲) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ، ۲/ ۴۹-۵۰۔

۲- "مشکاۃ" مومن کا سینہ ہے اور چراغ قرآن کریم اور ایمان ہے، اور شیشہ مومن کا دل ہے۔

۳- یہ مومن کی مثال ہے، البتہ چراغ اور جو کچھ اس میں ہے وہ مومن کے دل کی مثال ہے اور مشکاۃ (طاق) اس کے بدن کے مثال ہے اور "نور پر نور" سے مراد اس کا ایمان وعمل ہے۔

۴- یہ مومن کے دل میں قرآن کی مثال ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ "ان (مذکورہ) اقوال میں سے درستگی سے قریب ترین قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے یہ کہا ہے کہ یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں قرآن کی مثال ہے، چنانچہ فرمایا کہ: مومنوں کے دلوں میں اللہ کے نور کی مثال جس کے ذریعہ اس نے اپنے بندوں کے لئے ان کی طرف نازل کردہ ہدایت کا راستہ روشن کیا اور وہ اس پر ایمان لائے اور اس میں نازل کردہ باتوں کی تصدیق کی، طاق کی مانند ہے، اور مشکاۃ (طاق) نبی میں ہونے والی شیشہ کی مثال ہے، کیونکہ وہ دیواروں میں ہونے والے اس طاق کے مشابہ ہوتا ہے جس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا اور اس ستون کو "طاق" محض اس لئے قرار دیا ہے کہ اس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا، وہ اندر سے خالی اور اوپر سے کھلا ہوتا ہے چنانچہ وہ دیوار میں ہونے والے اس طاق کی مانند ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا۔

فرمان باری تعالیٰ ﴿فیھا مصباح﴾ میں مصباح کے معنی چراغ کے ہیں اور چراغ کو مثال کے طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ مومن کے دل میں قرآن اور روشن آیات ہوا کرتی ہیں۔

فرمان باری ﴿المصباح في زجاجة﴾ یعنی جس طاق میں چراغ ہے وہ طاق شیشہ کی قندیل میں ہے، وہ قرآن کے مثل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ قرآن جو مومن کے دل میں ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے دل کو منور کیا ہے وہ سینہ میں ہے، پھر اللہ عزوجل نے اللہ کے ساتھ کفر اور شک سے پاک وصاف ہونے، نور قرآنی اور اپنے رب کی روشن آیات سے منور ہونے اور ان آیات سے نصیحت وموعظت حاصل کرنے میں سینہ کو روشن ستارے کے مانند قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا ﴿الزجاجة﴾ شیشہ کی قندیل، یہ مومن کا سینہ ہے جس میں اس کا دل ہوتا ہے گویا کہ وہ روشن چمکتے ستارے کے مانند ہے"(۱)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن ۱۹/۸۴، مقدمہ تصرف کے ساتھ۔

فرمان باری ﴿یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ﴾

اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱- شرقی مغربی ہے صبح میں آفتاب اسی پر طلوع ہوتا ہے اور اسی پر غروب ہوتا ہے، چنانچہ صبح وشام اس پر سورج کی حرارت پڑتی ہے اور یہ اس کی نشوونما کے لئے بہتر ہے۔

۲- یہ درختوں کے درمیان ایک درخت ہے نہ شرقی جانب ہے اور نہ ہی مغربی جانب۔

۳- یہ ایک درخت ہے جو دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان میں سے مناسب ترین قول ان لوگوں کا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ یہ شرقی مغربی ہے، نیز فرمایا کہ: اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ شرقی نہیں ہے کہ اس پر سورج کی دھوپ صرف شام کے وقت پڑے صبح نہ پڑے، بلکہ سورج اس پر طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی، چنانچہ وہ شرقی مغربی ہے"(۱)۔

فرمان باری ﴿نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الأمثال للناس واللہ بکل شیء علیم﴾۔

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ کی جانب سے نور ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کی طرف نازل فرمایا ہے جس سے وہ روشنی حاصل کرتے ہیں ﴿علی نور﴾ "نور پر" یعنی ان دلائل اور بیان کے بعد جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قرآن کی آمد سے قبل بیان فرمائے تھے، جو اللہ کی وحدانیت کی حقیقت پر دلالت کناں ہیں، چنانچہ یہ ان کے لئے نزول قرآن سے قبل اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ بیان اور نور پر اللہ کی جانب سے مزید (دوہری) روشنی اور بیان ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے نور کی اتباع کے توفیق عطا فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں اور تشبیہات بیان کرتا ہے جیسا کہ اللہ نے ان

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۹/۱۸۔ نیز دیکھئے: الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۲/۲۹۱، وتفسیر البغوی، ۳/۳۷۴، وتیسیر الکریم الرحمن، ۱/۳۸۱، وفتح القدیر للشوکانی، ۳/۴۰۱، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۲۸۱، وروح المعانی للآلوسی، ۱۸/۱۱۔ وللتفصیل یراجع: التحریر والتنویر، ۱۸/۱۱۔ وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۸۱۔

کے لئے بندۂ مومن کے دل میں اس قرآن کریم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی ہے جو طاق میں ہو، اور یہ آیت کریمہ سراپا مثال ہی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ علم کی بنیاد پر مثالیں بیان فرماتا ہے(۱)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ﴿نور علی نور﴾ کی تفسیر میں فرمایا: "یہ بندہ کا ایمان اور اس کا عمل ہے" چنانچہ وہ پانچ طرح کی روشنیوں میں گھرا ہوتا ہے: اس کا کلام نور ہے، اس کا عمل نور ہے، اس کا مدخل نور ہے، اس کا مخرج نور ہے اور اس کا انجام کار بھی قیامت کے روز نور یعنی جنت ہوگا"(۲)۔

علامہ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر پر گفتگو فرمائی ہے (فرماتے ہیں:) ﴿مثل نورہ﴾ اس کے نور کی مثال جس کی طرف وہ رہنمائی فرماتا ہے وہ مومن کے دل میں ایمان اور قرآن کا نور ہے، ﴿کمشکاۃ﴾ اس طاق کی مانند ہے ﴿فیھا مصباح﴾ جس میں چراغ ہو کیونکہ طاق چراغ کی روشنی کو اکٹھا کئے ہوتا ہے منتشر نہیں ہونے دیتا، ﴿المصباح في زجاجة الزجاجة﴾ چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے اور "شیشہ" اپنی صفائی اور حسن میں ﴿کانھا کوکب دری﴾ روشن ستارہ کی مانند ہے یعنی موتی کی طرح روشن ہے ﴿یوقد﴾ وہ چراغ جو اس شیشہ کی قندیل میں ہے ﴿من شجرة مبارکة زیتونة﴾ ایک بابرکت زیتون کے درخت سے جلایا جاتا ہے یعنی زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جس کی آگ انتہائی روشن ہوتی ہے ﴿لا شرقیة﴾ وہ نہ صرف مشرقی ہے کہ دن کے آخری پہر میں اسے سورج کی دھوپ نہ لگے ﴿ولا غربیة﴾ اور نہ ہی صرف مغربی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں دھوپ نہ لگے، اور جب دونوں صورتوں کی نفی ہوگئی تو وہ زمین کے درمیانی حصہ میں قرار پایا جیسے (ملک) شام کا زیتون کہ دن کے اول وآخر دونوں حصوں میں اسے دھوپ لگتی ہے، چنانچہ وہ بہت ہی عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اور اس کا تیل انتہائی صاف ستھرا ہوتا ہے: اسی لئے فرمایا ﴿یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار﴾ خود ہی روشنی دینے لگے اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے، اور جب آگ بھی لگا دی جائے تو وہ خوب خوب روشنی دے گا، ﴿نور علی

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۱۸/۱۸۸۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۳/۲۹۱، نیز دیکھئے: تفسیر البغوی ۳/۳۳۷۔

﴿نور﴾ نور پر نور ہے، یعنی آگ کا نور اور بتی کا نور، اللہ عزوجل کی بیان کردہ اس مثال کی توجیہ اور مومن کی حالت اور اس کے دل میں اللہ کے نور کی تطبیق (یوں ہے کہ) بندہ مومن کی فطرت جس پر اس کی پیدائش ہوئی ہے صاف وشفاف تیل کی مانند ہے، چنانچہ اس کی فطرت صاف اور الٰہی تعلیمات اور مشروع عمل کے لئے آمادہ اور تیار ہے، چنانچہ جب اس تک علم اور ایمان پہنچتا ہے تو آگ کے چراغ کی بتی (فتیلہ) کو جلانے کی طرح وہ نور اس دل میں روشن ہو جاتا ہے، دراں حالیکہ اس کا دل قصد وارادہ صاف اور اللہ کے بارے میں سوء فہم سے پاک ہوتا ہے، چنانچہ جب اس تک ایمان پہنچتا ہے تو وہ خوب خوب روشنی پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ آلائشوں سے پاک وصاف ہوتا ہے، جیسے اسی طرح جس طرح شیشہ کی قندیل صاف ستھری ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے فطرت کا نور، ایمان کا نور، علم کا نور، معرفت کی ستھرائی اور اس کے نور پر نور سب اکٹھا ہو جاتے ہیں، اور جب یہ اللہ کا نور ہے جو ہر کس وناکس کے لئے درست نہیں ہے تو فرمایا ﴿یھدی اللہ لنورہ من یشاء﴾ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے، جس کی صفائی وطہارت کا اسے علم ہوتا ہے نیز یہ کہ وہ اسے پاکر مزید بڑھے گا اور پروان پائے گا، ﴿ویضرب اللہ الأمثال للناس﴾ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ (اللہ کے مقصود کو) سمجھ سکیں، (یہ) محض اللہ کی جانب سے ان پر نرمی اور احسان کے طور پر نور اس لئے تاکہ حق باطل سے واضح ہو جائے، کیونکہ مثالیں معقول مفاہیم کو محسوسات سے قریب کر دیتی ہیں اور بندے انہیں واضح طور پر سمجھ لیتے ہیں، ﴿واللہ بکل شیء علیم﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے، چنانچہ اس کا علم تمام چیزوں کو محیط ہے، لہٰذا آپ لوگ بیان کریں کہ اس کا مثالوں کو بیان کرنا اس (ذات) کے مثالیں بیان کرنے کی طرح ہے جو چیزوں کی حقائق اور ان کی تفصیلات کا علم رکھتا ہے، نیز یہ کہ یہ مثالیں بندوں کی مصلحت کے لئے ہیں، لہٰذا تمہاری مشغولیت ان میں غور وتدبر کرنے اور انہیں سمجھنے میں ہونی چاہئے نہ کہ ان پر اعتراض اور ان سے معارضہ واختلاف میں، دراں حالیکہ تمہیں علم نہیں"(۱)۔

اس آیت کریمہ میں شروع سے اخیر تک بڑے عظیم فوائد اور حکمت پر مبنی نہایت بلیغ مثالیں ہیں، اسی لئے

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۷۸۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یہ عجیب تشبیہ جس پر آیت کریمہ مشتمل ہے اس میں بڑے اسرار ورموز اور معانی ہیں، اور اللہ نے اپنے بندے کو جو نور عطا فرمایا ہے جس سے سرفراز متقیوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور ان کے دل مسرت وشادمانی سے کھلیں گے، اسی کے ذریعہ اپنے بندۂ مومن پر اپنی نعمت کی تکمیل کا اظہار ہے، اور تشبیہ میں "اہل معانی" کے دو طریقے ہیں:

۱- تشبیہ مرکب کا طریقہ: یہ طریقہ ماخذ کے اعتبار سے قریب تر اور محفوظ ہے، وہ یہ ہے کہ جملہ کو مجموعی طور پر مومن کے نور سے تشبیہ دیدی جائے، مشبہ کے اجزاء میں سے ہر جزو کی تفصیل اور اسے مشبہ بہ کے جزو سے موازنہ کرلے سے تعرض نہ کیا جائے، قرآن کریم کی عام مثالیں اسی قبیل سے ہیں، چنانچہ مشکاۃ (طاق) کی صفت میں غور کریں کہ یہ طاق ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا تاکہ روشنی کو اکٹھا کئے رکھے، اور اس طاق میں چراغ رکھا گیا ہے، اور وہ چراغ شیشہ کی ایسی قندیل کے اندر ہے جو اپنی صفائی اور خوبصورتی میں چمکتے ہوئے روشن ستارے کی مانند ہے، اور اس کا مادہ سب سے زیادہ صاف شفاف اور خوب تیز جلنے والے اس درخت کے تیل کا ہے جو نہ مشرقی ہے اور نہ ہی مغربی، کہ اسے سورج کی دھوپ دن کے دونوں حصوں میں سے کسی ایک حصہ (ہی) میں لگے، بلکہ اسے سورج کی دھوپ اپنی مناسب ومعتدل انداز میں لگتی ہے، چنانچہ اس درخت کے تیل کی روشنی کی تیزی، صفائی اور حسن کے سبب قریب ہے کہ وہ آگ لگائے بغیر خود ہی روشنی دینے لگے۔

چنانچہ یہ مرکب مجموعہ اللہ کے اس نور کی مثال ہے جسے اس نے اپنے بندہ کے دل میں رکھا ہے اور اسے اس کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔

۲- تشبیہ مفصل کا طریقہ: چنانچہ کہا گیا ہے کہ "مشکاۃ" مومن کا سینہ ہے اور "شیشہ" اس کا دل ہے اور اس کے دل کو شیشہ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اس میں باریکی، صفائی اور حلاوت ہوتی ہے، اور مومن کا دل بھی اسی طرح ہوتا ہے، اس میں بھی (مذکورہ) تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی رحمت اور نرمی کے سبب رحم کرتا ہے، احسان کرتا ہے، محبت کرتا ہے اور مخلوق پر شفقت کرتا ہے، اور اس کی صفائی کے سبب علوم وحقائق کی صورتیں اس میں اپنی اصلی شکل وصورت میں نظر آتی ہیں اور صفائی کے اعتبار سے وہ میل کچیل

اور گندگی سے دور رہتا ہے اور اپنی صلابت وشدت کے سبب اللہ کے معاملہ میں شدت اور اللہ کی ذات کے سلسلہ میں تحقیق کا رویہ اپناتا ہے اور اللہ کے دشمنوں پر فولاد ہو جاتا ہے نیز اللہ عزوجل کے واسطے حق انجام دیتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دلوں کو برتنوں کی مانند بنایا ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: "دل اللہ کی زمین میں اس کے برتن ہیں، اور اس کے نزدیک محبوب ترین برتن وہ ہیں جو سب سے باریک، سب سے سخت اور سب سے صاف ستھرے ہوں" (۱)۔ اور "چراغ" بندے کے دل میں اللہ کا نور ہے اور "بابرکت درخت" ہدایت اور دین حق پر مشتمل وحی الٰہی کا درخت ہے، یہ چراغ کا مادہ ہے جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے، اور "نور پر نور" صحیح فطرت اور صحیح ادراک کا نور نیز وحی اور کتاب کا نور ہے، چنانچہ دونوں نور ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں تو بندہ کا نور دو والا ہو جاتا ہے، اسی لئے بندہ دل (وحی) میں جو اثر ہے اسے سنتے سے قبل ہی حق وحکمت کی بات کرنے لگتا ہے، پھر جس طرح اس کے دل میں جاگزیں ہوتا ہے اور وہ اسے ہوتا ہے اس طرح وہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے، چنانچہ اس کے پاس عقل، شریعت، فطرت اور وحی سب اکٹھا ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس کی عقل، اس کی فطرت اور اس کا ذوق اسے یہ دکھاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتیں حق ہیں، اس کے نزدیک عقل ونقل میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ہوتا، بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے ہیں، تو یہ "نور پر نور" ہونے کی علامت ہے، برعکس اس شخص کے جس کے دل میں باطل شبہات اور قاعدہ خیالات کی وجہ سے جوش وطغیانی برپا ہوں (۲)۔

---

(۱) ابن القیم رحمہ اللہ نے یہ طریق ابو امامہ مرفوعاً ذکر کیا ہے:

"إن لله تعالى آنية وأحب آنيته إليه ما رق منها وصفا وإن الله في الأرض قلوب عباده الصالحين".

یقیناً زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے برتن ہیں، اور اللہ کا سب سے محبوب برتن وہ ہے جو نرم اور صاف ستھرا ہو، اور زمین میں اللہ کا برتن اس کے نیک بندوں کے دل ہیں۔

دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیہ (۲/۴۹۳)، حدیث (۸۲۷)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند پر کلام کرنے کے بعد اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۴/۲۲۳، حدیث: ۱۶۹۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) اجتماع الجیوش الإسلامیہ (۲/۴۹۵) ابن القیم کے تصرف کے ساتھ۔

(۱۳) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے ضائع اور رائیگاں ہونے کے سلسلہ میں دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا أعمالهم كسراب بقيعة يحسبه الظمآن ماءً حتى إذا جاءه لم يجده شيئاً ووجد الله عنده فوفاه حسابه والله سريع الحساب، أو كظلمات في بحر لجي يغشاه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعض إذا أخرج يده لم يكد يراها ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور﴾ (۱)۔

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔ یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں، الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پڑے ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی قریب ہے کہ نہ دیکھ سکے، اور (بات یہ ہے کہ) جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

چنانچہ پہلی مثال اللہ عزوجل نے ان کافروں کے اعمال کے لئے بیان فرمائی ہے جنہوں نے اللہ کی توحید کا انکار کیا اور قرآن اور اس کی لائی ہوئی باتوں کی تکذیب کی، ان کے کئے ہوئے اعمال کی مثال اس چمکتے ہوئے ریت کی سی ہے جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص (دور سے) پانی سمجھتا ہے اور جب اپنی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں وہاں پہنچتا ہے تو اس ریت کو کچھ نہیں پاتا ہے، (بعینہ) اسی طرح اللہ کا کفر کرنے والے بھی اپنے کئے ہوئے اعمال کے سلسلہ میں دھوکے (خوش فہمی) میں مبتلا ہیں سوچتے ہیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ کے یہاں اس کے عذاب سے نجات دلائیں گے، جیسا کہ پیاسا شخص سراب (چمکتی ریت) کو پانی سمجھتا ہے تو اس کا گمان اس کی پیاس بجھا کر اسے سیراب کر دے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچ گا

(۱) سورۃ النور ۲۴/۳۹۔

اور اپنے اس عمل کا ضرور متمنی ہوگا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اسے اللہ کے نزدیک نفع پہنچائے گا تو اسے کچھ بھی نفع بخش نہ پائے گا کیونکہ اس نے یہ عمل اللہ کے ساتھ کفر کی حالت میں انجام دیا تھا اور یہ کافر اپنی ہلاکت (موت) کے وقت اللہ کو گھات میں پائے گا تو وہ اسے اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ قیامت کے روز دے گا اور اسے ان اعمال کی وہ جزا دے گا جس کا اللہ کی جانب سے وہ مستحق ہوگا۔

دوسری مثال (بھی) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے بطلان کے بارے میں بیان فرمائی ہے کہ (ان کے اعمال) کی مثال اتھاہ پانی والے گہرے سمندر کی تاریکیوں کے مانند ہے جس کے اوپر موج ہو اور اس موج کے اوپر دوسری موج ہو جو اسے ڈھانپے ہوئے ہو اور اس دوسری موج کے اوپر بادل ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو کافروں کے اعمال کی مثال اور نہایت گہرے سمندر کو کافروں کے دل کی مثال قرار دیا ہے کہ جن کے عمل کی مثال اندھیروں کی طرح ہے جسے اللہ کے بارے میں لاعلمی و جہالت گھیرے ہوئے ہو، کیونکہ اللہ نے اس کے دل پر مہر لگادی ہے، لہٰذا وہ اللہ کے بارے میں سمجھ نہیں سکتا اور اس کے کان پر مہر لگادی ہے لہٰذا وہ اللہ کے مواعظ سن نہیں سکتا، اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے لہٰذا وہ اللہ کے حق کا مشاہدہ نہیں کرسکتا، چنانچہ یہ تمام چیزیں تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں(۱)۔

یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کی طرح ہے جس میں اللہ نے فرمایا:

﴿أفرأيت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون﴾ (۲)۔

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے، تو کیا یہ نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۹۵-۱۹۶، ودقائق القرآن لابن القیم، ص ۴۲۲، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۷۔

(۲) سورۃ الجاثیہ: ۲۳۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "چنانچہ کافروں کے دلوں پر تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں، اس طبیعت کی تاریکی جس میں کوئی بھلائی نہیں اور اس پر کفر کی تاریکی اور اس کے اوپر جہالت کی تاریکی اور اس کے اوپر مذکورہ ساری چیزوں سے سرزد ہونے والے اعمال کی تاریکی، لہٰذا وہ اندھیرے میں حیران وپریشان پڑے ہیں، اپنی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور صراط مستقیم سے پیچھے ہٹ رہے ہیں، نیز ضلالت کی راہوں میں بھٹک رہے ہیں اور یہ (سب) اس لئے کہ اللہ عزوجل نے انہیں اپنے نور سے محروم کرکے یونہی ذلیل و نامراد چھوڑ دیا ہے"(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ﴿الله نور السماوات والأرض﴾ سے ﴿ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور﴾ تک تمام آیات کی تفسیر کرنے کے بعد بڑی عمدہ بات ذکر فرمائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

"غور کریں کہ یہ آیتیں کس طرح بنی آدم کے تمام طبقوں پر بڑے ہی منظم اور کامل وکامل انداز میں مشتمل اور محیط ہیں، کیونکہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

۱- اہل ہدایت وبصیرت جنہوں نے جانا کہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی جانب سے جو کچھ لیکر آئے ہیں حق اسی میں ہے اور یہ کہ اس کے خلاف تمام چیزیں وہ شبہات ہیں جو عقل وسماعت میں کم فہم لوگوں پر مشتبہ ہوتے ہیں... یہی ہدایت اور دین حق سے سرفراز مند نفع بخش علم اور نیک عمل والے لوگ ہیں۔

۲- اہل جہالت اور ظلم، ان کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وہ لوگ جو اس زعم وگمان میں ہیں کہ وہ علم وہدایت پر ہیں، حالانکہ وہ جہل مرکب والے لوگ ہیں جو حق سے ناعلم اور ناآشنا ہیں اور حق والی حق سے دشمنی اور باطل والی باطل کی نصرت ومحبت پر لگے ہوئے ہیں، نیز یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز (صحیح) پر ہیں!!!

﴿ألا إنهم هم الكاذبون﴾۔

سن لو بیشک یہی جھوٹے لوگ ہیں۔

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۹۔

(ب) تاریکیوں والے لوگ، یہ جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں، اس طور پر کہ جہالت نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، یہ مویشیوں کی طرح یا ان سے بھی (زیادہ) گمراہ ہیں، چنانچہ ان کی بے بصیرتی اور جہالت پر مبنی اعمال کی مثال تاریکیوں کی طرح ہے، جہالت کی تاریکی، کفر کی تاریکی، ظلم اور خواہش نفس کی اجاج کی تاریکی، شک وشبہ کی تاریکی اور حق سے اعراض کی تاریکی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور دین حق دیکر محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس سے اعراض کرنے والا پانچ قسم کی تاریکیوں میں گھرا ہوتا ہے، اس کی گفتگو تاریک ہوتی ہے، اس کا عمل تاریک ہوتا ہے، اس کا مدخل تاریک ہوتا ہے، اس کا مخرج تاریک ہوتا ہے اور اس کا انجام کار تاریک ہوتا ہے، چنانچہ اس کا دل سیاہ ہے، اس کا چہرہ سیاہ ہے، اس کی بات سیاہ ہے اور اس کی حالت سیاہ ہے(۱)۔

پھر آپ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

جو ہدایت دیکر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

۱- جنہوں نے اس ہدایت کو ظاہری وباطنی طور پر قبول کیا، یہ دو قسم کے لوگ ہیں:

پہلی قسم: اہل فقہ وفہم اور اہل تعلیم، یہ وہ ائمہ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب سے اللہ کے مراد ومقصود کو سمجھا اور اسے امت تک پہنچایا اور اسی کتاب کے اسرار ورموز اور خزانے نکالے، تو ان کی مثال اس پاکیزہ زمین کی طرح ہے جو پانی جذب کرلے اور خوب خشک ہو، گھاس اگائے، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور ان کے مویشی اس میں چریں اور لوگ اس گھاس کو نقد دوا اور اپنی مصلحت کی تمام چیزوں میں استعمال کریں۔

دوسری قسم: جنہوں نے اسے یاد کیا اور اس کے الفاظ امت تک پہنچائے، چنانچہ انہوں نے ان کے لئے نصوص تو محفوظ کرلئے لیکن وہ شارح کے مقصود میں اہل فقہ واستنباط نہیں ہیں بلکہ سنی ہوئی چیزوں کو یاد کرنے اور انہیں ادا کرنے (پہنچانے) والے لوگ ہیں، ان کی مثال اس زمین کی سی ہے جو لوگوں کے لئے پانی روکے رکھے اور لوگ وہاں آکر اس سے سیراب ہوں، اپنے جانوروں کو سیراب کریں اور اس سے کاشت کریں۔

---

(۱) دیکھئے: التحریر الجوھر فی الاستدلال بالسنۃ والمصطلح والتحریر، ۱/۵۳-۵۸۔

۲۔۔۔جنھوں نے اسے ظاہری و باطنی طور پر ٹھکرا دیا اور اس کا کفر کیا اور اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جنھوں نے اسے جانا اور اس کی صحت وصداقت اور حقانیت کا یقین کیا، لیکن حسد، کبر وغرور، سرداری اور ریاست کی محبت اور قوم کی سربرآوردگی نے انھیں اس کے انکار اور علم ویقین کے بعد اسے ٹھکرانے پر آمادہ کر دیا۔

دوسری قسم: اس (مذکورہ قسم والوں) کے متبعین وپیروکار لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار اور بڑے لوگ ہیں وہ جو کچھ مانتے یا ٹھکراتے ہیں اس میں وہ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں، وہ ہمارے لئے اسوہ ہیں، ہم اپنی ذات کی خاطر کر کے ان سے اعراض نہیں کر سکتے، اگر وہ حق ہوتا تو وہ اس کی پیروی اور اس کی قبولیت کے ہم سے زیادہ لائق ومستحق ہوتے، ایسے لوگ چوپایوں اور جانوروں کے مثل ہیں، ان کا چرواہا انھیں ہانک کر جہاں بھی لے جاتا ہے وہ اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں (۱)۔

۳۔۔۔جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کو ظاہری طور پر قبول کیا، لیکن باطنی طور پر اس کا کفر وانکار کیا، ایسے لوگ منافق ہیں، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس نے دیکھا بھالا اندیشہ کی، جانا اور پھر ناوانی کی، اقرار کیا پھر انکار کیا، ایمان لایا پھر کفر کیا، یہ منافقین کے رؤوسا، ان کے سردار اور سربرآوردہ لوگ ہیں، ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ روشن کرے اور پھر اس کے بعد تیرگی کا شکار ہو جائے۔

دوسری قسم: کم بصیرت لوگ جن کی نگاہوں کو بجلی کی چمک نے کمزور کر دیا ہے، اندیشہ ہے کہ بصیرت کی کمزوری اور بجلی کی قوت کے سبب بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے جائے (مکمل بے نور کر دے)، گرج کی آواز نے ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے چنانچہ یہ گرج کی تیز آوازوں کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں، بنابریں وہ قرآن کی سماعت اور ایمان سے قریب نہیں آتے بلکہ اس سے دور

---

(۱) اللہ عزوجل نے جو ان کا وصف بیان کیا ہے اس کے لئے ملاحظہ ہو: سورۃ البقرۃ: ۹۹، ۱۴۴، سورۃ الاحزاب: ۶۶، ۶۷، سورۃ الروم: ۲۹، ۳۰، سورۃ محمد: ۱۶۔

بھاگتے ہیں، ان کی حالت اس شخص کی طرح ہے جو سخت گرج اور کڑک سنتا ہے تو ڈر کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتا ہے۔

۴- جو اپنی قوم میں اپنا ایمان چھپاتے ہیں انہیں ان کے سامنے ظاہر کرنے کی قوت نہیں ہے، ایسے لوگوں میں سے آل فرعون کا مومن ہے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، اسی طرح ان میں سے وہ نجاشی بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے جس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، کیونکہ وہ حبشہ کے نصرانیوں (عیسائیوں) کا بادشاہ تھا اور مخفی طور پر مومن تھا، اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے لوگ (۱)۔

(۱۴) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من الظلمات إلى النور وكان بالمؤمنين رحيما﴾ (۲)۔

وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لئے دعاء رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرتا ہے اور تمہاری مدح وستائش کرتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں اور اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمت، تمہاری مدح وثنا اور فرشتوں کی دعاؤں کے سبب تمہیں جہالت، گمراہی، کفر اور گناہ ومعاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت، ایمان، یقین اور علم وعمل کی روشنی کی طرف لاتا ہے (۳)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کا معنی ہدایت پر ثابت قدمی اور استقامت ہے کیونکہ خطاب کے وقت وہ ہدایت پر ہی تھے" (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ لابن القیم ۱/۱۸۱ وما بعدہ، سے تصرف کے ساتھ۔

(۲) سورۃ الاحزاب ۴۳۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۲۰/۱۱۹ وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۳/۴۳۶ وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۶۱۹۔

(۴) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۴/۱۹۳۔

(۱۵) ارشاد باری ہے:

﴿وما يستوي الأعمى والبصير ، ولا الظلمات ولا النور ، ولا الظل ولا الحرور ، وما يستوي الأحياء ولا الأموات إن الله يسمع من يشاء وما أنت بمسمع من في القبور﴾ (۱)۔

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

یہ مثالیں اللہ تعالیٰ نے مومن وایمان اور کافر وکفر کے لئے بیان فرمائی ہیں، جس طرح یہ مذکورہ (حسی طور پر) مختلف ومتضاد چیزیں برابر نہیں ہو سکتیں اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ معنوی طور پر مختلف ومتضاد چیزیں بدرجۂ اولیٰ برابر نہیں ہو سکتیں، چنانچہ کافر ومومن، جاہل وعالم اور گمراہ وہدایت یاب برابر نہیں ہو سکتے اور نہ جنتی وجہنمی برابر ہو سکتے ہیں نہ ہی مردہ دل وزندہ دل برابر ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان چیزوں کے درمیان ایسا تفاوت اور فرق ہے جسے اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، چنانچہ جب مراتب ودرجات معلوم ہو گئے اور چیزوں کی تمیز وشناخت ہو گئی اور کس چیز کے حصول میں تنافس مناسب ہے اور کس میں نہیں واضح ہو گیا، تو (اب) عقلمند کو چاہئے کہ اپنی ذات کے لئے اس چیز کا انتخاب کرے جو (اچھے) کے لائق ہو (۲)۔

یہ تفسیر سلف صالحین سے بھی آئی ہے، چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمان باری ﴿وما يستوي الأعمى والبصير﴾ کی تفسیر میں فرمایا: "یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اطاعت شعاروں اور گناہ گاروں کے لئے بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اندھا، تاریکیاں اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی مردے برابر ہو سکتے ہیں، یہ گناہ گاروں کی

---

(۱) سورۃ فاطر: ۱۹-۲۲۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۰/۲۵۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۴/۱۳۶، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۵۱۰، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۳۳۔

مثال ہے، اور بینا اور روشنی، سایہ اور گرمی برابر نہیں ہو سکتے، یہ اطاعت گزاروں کی مثال ہے"(۱)۔

اور قتادہ فرماتے ہیں: "...(آیت کریمہ میں) بعض مخلوق کو بعض پر فضیلت و برتری دی گئی ہے، رہا مومن تو وہ زندہ اثر، زندہ نگاہ و زندہ نیت اور زندہ عمل پختہ ہے اور رہا کافر تو وہ مردہ نگاہ، مردہ دل اور مردہ عمل پختہ ہے"(۲)۔

لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ اللہ کے دین سے اندھا اور جس نے اللہ کے دین کو دیکھا، اسے جانا اور اس پر عمل کیا دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

نیز اللہ نے تاریکی والوں کے سلسلہ میں فرمایا:

﴿والذين كذبوا بآياتنا صم وبكم في الظلمات من يشأ الله يضلله ومن يشأ يجعله على صراط مستقيم﴾ (۴)۔

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں اللہ جس کو چاہے بے راہ کر دے اور وہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔

چنانچہ وہ حق کی سماعت سے بہرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں لہٰذا وہ باطل ہی بول سکتے ہیں (اور) جہالت، کفر، شرک، ظلم، سرکشی، امراض اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور یہ اللہ نے نہیں

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۲۰/۳۵۸۔

(۲) مرجع سابق ۲۰/۳۵۸۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

(۴) سورۃ الانعام: ۳۹۔

گمراہ کر رکھا ہے، کیونکہ وہی (اللہ عزوجل) اپنے فضل واحسان، حکمت اور عدل کے تقاضہ کے مطابق تمام ہدایت وگمراہی کا مالک ومختار ہے(۱)۔

(۲) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله أولئك في ضلال مبين﴾ (۲)۔

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے اور ہلاکی ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے سخت ہو گئے ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا جس کے دل اور سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت، اپنی وحدانیت کے اقرار، اپنی ربوبیت کے یقین، اپنی اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کر دینے کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اللہ کی جانب سے ایک نور اور اپنے دل میں حق کے منور ہونے کے سبب وہ (جس ایمان ویقین اور فہم) پر بھی ہے علم اور بصیرت پر گامزن ہے، چنانچہ وہ اس کے حکم کا پیرو اور جس چیز سے اللہ نے اسے منع فرمایا ہے اس سے باز آنے والا ہے، اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھلا ہوا ہے لہٰذا وہ اللہ کے کلام کے حصول اور اس پر عمل آوری کے لئے بڑے ہی شرح صدر اور نفوذ کی آنکھوں سے کشادہ اور وا ہے (ایسا شخص کیا) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے سخت کر دیا ہو، چنانچہ اسے اپنے ذکر سے خالی کر دیا ہو اور حق کی سماعت، ہدایت کی پیروی اور درستی عمل سے تنگ کر دیا ہو، چنانچہ وہ اللہ کی کتاب کے لئے نرم ہو، نہ اللہ کی آیات سے نصیحت حاصل کرے اور نہ ہی اللہ کی یاد سے مطمئن ہو بلکہ وہ اپنے رب سے اعراض کر کے اس کے علاوہ کی طرف متوجہ ہوا ایسے شخص کے لئے سخت قسم کی تباہی اور برائی ہی برائی ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے جامع البیان عن تاویل آی القرآن الطبری، ۱۱/ ۳۵۰، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان السعدی، ص ۴۱۸۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲۲۔

(۳) دیکھئے جامع البیان عن تاویل آی القرآن الطبری، ۲۱/ ۲۷۶، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۵/ ۲۳۶، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۶/ ۵۱، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان السعدی، ص ۴۱۸۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لا يؤمنون﴾ (۱)۔

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستے پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

(۱۷) اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وكذلك أوحينا إليك روحاً من أمرنا ما كنت تدري ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نوراً نهدي به من نشاء من عبادنا وإنك لتهدي إلى صراط مستقيم، صراط الله الذي له ما في السماوات وما في الأرض ألا إلى الله تصير الأمور﴾ (۲)۔

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے' آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا' اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں' ہدایت دیتے ہیں' بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ہے' آگاہ رہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ گزشتہ انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرتا تھا اسی طرح اس نے محمد ﷺ کی طرف اس قرآن کی وحی فرمائی ہے اور اسے روح کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ روح سے جسم کو زندگی ملتی ہے اور

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

(۲) سورۃ الشوریٰ: ۵۲، ۵۳۔

قرآن کریم سے دلوں اور روحوں نیز دین ودنیا کی مصلحتوں (بھلائیوں) کو زندگی ملتی ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ بھلائی اور بے پایاں علم ہے، اور نزول قرآن سے قبل محمد ﷺ نہیں جانتے تھے کہ ان کے لئے قرآن میں مشروع کردہ تفصیلی طور پر ایمان کے شرائع اور احکامات کیا ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نور بنایا جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا اور ہدایت عطا فرماتا ہے، چنانچہ وہ کفر، شبہات، گمراہی، بدعات، شرک، شہوات اور ہلاکت انگیز نفسانی خواہشات کی تاریکیوں میں اس قرآن کریم سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور اسکے ذریعہ حقائق کی معرفت حاصل کرتے ہیں نیز اس سے صراط مستقیم کی راہ پاتے ہیں (۱) جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما في الصدور وهدی ورحمة للمؤمنین﴾ (۲)۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔

چنانچہ یہ قرآن کریم اللہ کی نافرمانی کو واجب کرنے والے اعمال کے بارے میں نصیحت کرتا ہے جو کہ اللہ کے عذاب کے مقتضی ہیں، اور ان اعمال کے اثرات ومقاصد بیان کرکے ان سے متنبہ کرتا ہے، وہ شریعت کی عدم تابعداری کے سبب سینوں میں موجود شہوت کی بیماریوں نیز علم یقینی میں خلل پیدا کرنے والے شبہات کی بیماریوں کی شفا ہے، کیونکہ اس میں ایسی نصیحتیں، ترغیب وترہیب نیز نیک وعدے اور دھمکیاں ہیں جو بندے کے لئے خیر کی طرف لپکنے اور شر وبرائی سے بچنے اور خائف رہنے کے موجب ہیں (۳)، نیز اللہ کا

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری (۱۰/۱۷۵، ۱۱/۵۷۵) وأحکام القرآن للجصاص (۳/۴۳۷) وتفسیر القرطبی (۱۰/۳۵۳، ۵۲۵) وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (۲/۱۳۲) وتفسیر القرآن الحکیم (۸/۱۲۳) وتاج العروس (۱۱/۱۸۰) والمصباح المنیر (۲/۸۷۶) والصواعق المرسلة في الرد علی الجهمیة والمعطلة (۲/۱۸۰، ۱۸۱

ارشاد ہے:

﴿ونـنـزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين إلا خسارا﴾ (۱)۔

یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی ترقی نہیں ہوتی۔

چنانچہ قرآن کریم، اس پر ایمان لانے اور اس کی آیتوں کی تصدیق کرنے والوں نیز اس پر عمل کرنے والوں کے لئے شفا اور رحمت پر مشتمل ہے، رہے وہ لوگ جو اس کی تصدیق نہ کرکے یا اس پر عمل نہ کرکے ظلم کرنے والے ہیں تو اس کی آیتوں سے ان کے خسار و اور گھاٹے میں اضافہ ہی ہوگا، کیونکہ اس کے ذریعہ ان پر حجت قائم ہوگی، چنانچہ قرآن کریم جس شفا پر مشتمل ہے وہ شبہات، جہالت، فاسد خیالات، برے انحراف اور گھٹیا مقاصد وغیرہ سے دلوں کی شفا کو عام ہے، کیونکہ وہ ایسے یقینی علم پر مشتمل ہے جس سے ہر شبہ اور جہالت دور ہو جاتی ہے، اور ایسے وعظ و نصیحت پر مشتمل ہے جس سے حکم الٰہی کے خلاف ہر چاہت (شہوت) زائل ہو جاتی ہے نیز ہر طرح کے آلام و امراض سے جسموں کی شفا کو بھی عام ہے، چنانچہ جب بندہ اس پر عمل پیرا ہوگا تو رحمت ابدی سعادت اور دنیوی و اخروی اجر و ثواب سے کامیاب و کامران ہوگا (۲) جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء والذين لا يؤمنون في آذانهم وقر وهو عليهم عمى أولئك ينادون من مكان بعيد﴾ (۳)۔

آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھاپن ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۸۲۔

(۲) التیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۴۱۶۔

(۳) سورۃ فصلت: ۴۴۔

جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔

قرآن کریم انہیں ہدایت کی راہ اور صراط مستقیم کی رہنمائی کرتا ہے اور ایسے نفع بخش علوم سکھاتا ہے جس سے مکمل ہدایت حاصل ہوتی ہے، وہ ان کے لئے دلوں کی بیماریوں سے شفا ہے، کیونکہ وہ انہیں برے اخلاق سے توبیخ کرتا اور اس توبہ نصوح (خالص توبہ) کی رغبت دلاتا ہے جو ان کے گناہوں کو دھوتا اور دلوں کو شفا عطا کرتا ہے، رہے وہ لوگ جو قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو ان کے کانوں میں قرآن کی سماعت سے بہرا پن اور امراض ہے اور وہ ان کے لئے اندھے پن اور تاریکی کا سبب ہے، اس لئے انہیں اس سے ہدایت نظر نہیں آتی اور وہ راہ یاب نہیں ہوتے، بلکہ اس سے مزید ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے، کیونکہ جب انھوں نے حق کو ٹھکرا دیا تو ان کے اندھے پن اور گمراہی میں مزید اضافہ ہو گیا، اور انہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ نہیں سنتے جیسے اس شخص کی طرح جسے بلایا جائے اور آواز دی جائے دراں حالیکہ وہ دور ہو تو وہ نہ ہی بلانے والے کی آواز سنے اور نہ ہی آواز لگانے والے کی جانب متوجہ ہو، مقصود یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ اس کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتے، نہ اس کی روشنی سے دیکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے کسی خیر وبھلائی کا استفادہ ہی کر پاتے ہیں، کیونکہ انھوں نے اپنے کفر واعراض کے سبب خود ہی اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے بند کر لئے ہیں(۱)۔

آیت کریمہ کے شروع میں اللہ کے ارشاد ﴿وکذلک أوحینا إلیک روحا من أمرنا﴾ کے سلسلہ میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا میلان یہ ہے کہ اس میں "روح" سے مراد قرآن کریم ہے، نیز حافظ ابن کثیر اور علامہ سعدی رحمہما اللہ کے نزدیک قطعی بات یہی ہے: اور کہا گیا ہے کہ یہاں "روح" سے مراد نبوت ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد "رحمت" ہے نیز کہا گیا ہے کہ اس سے مراد "وحی" ہے(۲)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی ہم نے اس روح کو ایک ایسا نور

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان لابن السعدی، ص ۷۲۹۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/۵۷۸، وتفسیر القرطبی، ۱۵/۱۳۱، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۵/۱۳۰، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/۱۴۲۔

بنایا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت عطا کرتے ہیں، چنانچہ اللہ نے اپنی وحی کو روح قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ دلوں اور روحوں کو زندگی ملتی ہے جو کہ حقیقی زندگی ہے، جو اس سے محروم ہے وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے، نعمتوں کے گھر جنت میں ابدی دائمی زندگی، اسی روح کے سبب دل کی زندگی کا ثمرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کی طرف وحی کی ہے، چنانچہ جو اس کے ذریعہ اس دنیا میں زندگی نہ پا سکا وہ جہنم رسیدوں میں سے ہوگا، جس میں نہ مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔ دنیوی برزخی اور جزاء کے ان تینوں گھروں میں سب سے عظیم زندگی والا وہ شخص ہے جسے اس "روح" سے عطا ہونے والی زندگی سے سب سے عظیم حصہ عطا ہوا ہو، اور اللہ نے اسے (قرآن کو) "نور" قرار دیا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو روشنی اور خوشحالی حاصل ہوتی ہے اور روح کا کمال انہی دونوں اوصاف سے ہے، زندگی اور نور، اور ان دونوں تک رسائی رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کے ہاتھوں ہی پر اور وہ جو چیز لیکر مبعوث ہوئے ہیں اس سے ہدایت پانے اور ان کے طاق سے نفع بخش اور نیک علم کے حصول ہی سے ممکن ہے، ورنہ روح مردہ اور تاریک ہوگی، چنانچہ اگر بندوں کی طرف (بالخصوص اور فضیلت کے ذریعہ اشارہ کیا جاتا ہے تو اس کا راز اور سرچشمہ اس روح سے زندگی اور روشنی کا حصول ہے جس کی اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی طرف وحی کی ہے اور اسے نور بنایا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، لہٰذا علم کثرت نقل، بحث، گفتگو اور کلام ہی کا نام نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ ایک نور ہے جس کے ذریعہ صحیح اور بے بنیاد، حق و باطل اور اسی طرح طاق نبوت سے نکلی چیزوں اور لوگوں کے آراء و افکار کے درمیان فرق و امتیاز کیا جاتا ہے"(۱)۔

اللہ عزوجل نے اس عظیم نور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿فآمنوا بالله ورسوله والنور الذي أنزلنا والله بما تعملون خبير﴾ (۲)۔

سو تم اللہ پر اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے

---

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ ۱/۸۸۔

(۲) سورۃ التغابن: ۸۔

ہر شئی سے باخبر ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم میں جو احکامات، شرائع اور خبریں ہیں وہ ایسے انوار ہیں جن کے ذریعہ جہالت کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور اسی لئے اللہ نے اس کا نام نور رکھا ہے(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والوں، آپ کی مدد کرنے والوں اور آپ کے ساتھ نازل کردہ نور کی اتباع کرنے والوں کے لئے فلاح وکامرانی لکھ دی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذي أنزل معه أولئك هم المفلحون﴾ (۲)۔

سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

لیکن اس واضح بیان اور روشن نور کے باوجود مشرکین اور یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی تو اللہ عزوجل نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے صبر کی تلقین فرمائی (۳) ارشاد ہے:

﴿فإن كذبوك فقد كذب رسل من قبلك جاءوا بالبينات والزبر والكتاب المنير﴾ (۴)۔

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے وہ رسول جھٹلائے گئے ہیں جو روشن دلیلیں لیکر آئے اور صحیفے اور منور کتاب لے کر آئے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۲۳/۱۱۹، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۸/۱۳۲، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۸۰۳۔

(۲) سورۃ الاعراف ۱۵۷۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۱۸/۷۵۰، ۷۵۱، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۳/۳۰۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۳/۳۳۰، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۱۰۹۔

(۴) سورۃ آل عمران ۱۸۴۔

﴿وإن يكذبوك فقد كذب الذين من قبلهم جاءتهم رسلهم بالبينات وبالزبر وبالكتاب المنير﴾ (۱)۔

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انھوں نے بھی جھٹلایا تھا ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ صحیح علم، ہدایت اور ایسی روشن کتاب کے بغیر جو حق کو کھول کھول کر واضح طور پر بیان کرنے والی ہو محض باطل کے ذریعہ جھگڑنے (بحث وتکرار) والوں کی مذمت فرمائی ہے، چنانچہ ہدایت نہ رہنمائی کرنے والی عقل ہو نہ ہدایت یافتہ پیشوا اور رہبر اور نہ ہی کوئی عقلی یا نقلی دلیل وبرہان، ارشاد باری ہے:

﴿ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى ولا كتاب منير﴾ (۲)۔

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں۔

(۱۸) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى النور وإن الله بكم لرءوف رحيم﴾ (۳)۔

وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندہ محمد ﷺ پر واضح آیتیں، مستحکم حجت وبحث، روشن دلائل اور قطعی براہین نازل فرماتا ہے، اور ان میں سے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے، تاکہ رسول ﷺ اور آپ پر نازل کردہ کتاب وحکمت کو بھیج کر لوگوں کو ضلالت وگمراہی، کفر وشرک، جہالت اور باہم متعارض آراء کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وتوحید اور علم وہدایت کی روشنی کی طرف لائے۔ یہ (درحقیقت) اپنے بندوں پر اللہ کی رحمت

---

(۱) سورۃ فاطر: ۲۵۔

(۲) سورۃ الحج: ۸، وسورۃ لقمان: ۲۰، نیز دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۶۱۴، ۶۹۸۔

(۳) سورۃ الحدید: ۹۔

اور اس کا احسان ہے، چنانچہ ہر طرح کا شکر، حمد اور اچھی ثنا اسی کے لئے ہے، نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار(۱)، اور اسی طرح ہے جس طرح اللہ نے فرمایا:

﴿فاتقوا الله يا أولي الألباب الذين آمنوا قد أنزل الله إليكم ذكرا، رسولا يتلو عليكم آيات الله مبينات ليخرج الذين آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات إلى النور﴾ (۲)۔

پس اللہ سے ڈرو اے عقلمند ایمان والو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری ہے۔ (یعنی) رسول ﷺ جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔

(۱۹) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يوم ترى المؤمنين والمؤمنات يسعى نورهم بين أيديهم وبأيمانهم بشراكم اليوم جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ذلك هو الفوز العظيم، يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نورا فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب، ينادونهم ألم نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم أنفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم الأماني حتى جاء أمر الله وغركم بالله الغرور، فاليوم لا يؤخذ منكم فدية ولا من الذين كفروا مأواكم النار هي مولاكم وبئس المصير﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری (۱/۳۳۱، ۱/۳۳۲، ۱/۳۳۳، ۱/۳۳۴)، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۱/۱۷۵)، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (۱/۳۰)، وتفسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی (ص ۸ وغیرہ)۔

(۲) سورۃ الطلاق (۱۰-۱۱)۔

(۳) سورۃ الحدید (۱۲-۱۵)۔

(قیامت کے) دن آپ دیکھیں گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے، یہی عظیم کامیابی ہے۔ اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو، پھر ان مومنین کے اور ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکہ میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکہ میں ہی رکھا۔ الغرض آج تم سے نہ فدیہ (اور نہ بدلہ) قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے، تم (سب) کا ٹھکانا دوزخ ہے وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ﴿یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورھم بین أیدیھم وبأیمانھم﴾ کی تفسیر میں ضحاک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کی (نور) ہدایت ان کے سامنے دوڑ رہی ہوگی اور ان کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے (۱)۔

اور کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ میں "باء" قسم کے معنی میں ہے، یعنی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوگا، یمین کے معنی میں ہے، یعنی دائیں جانب ہوگا (۲) اور اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں کو ان کے اعمال کے بقدر نور عطا فرمائے گا جس سے وہ پل صراط پر چلیں گے اور دھوکہ دینے کی غرض سے

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۲۳/۱۷۹، ۱۸۰ امام ابن جریر نے یہ اثر اسی جگہ اختیار فرمایا ہے۔

(۲) البحر المحیط فی التفسیر لابی حیان ۸/۲۳۵۔

منافقین کو بھی نور دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿يخادعون الله وهو خادعهم﴾ (١)۔

وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ اللہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ انہیں نور اس لئے عطا کیا جائے گا کہ یہ سب کے سب اہل دعوت ہیں سوائے کافر کے، اور پھر نفاق کے سبب منافق سے نور سلب کر لیا جائے گا جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، اور کہا گیا ہے کہ منافقوں کو نور نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ مومنوں کے نور سے روشنی حاصل کریں گے، پھر دریں اثناء کہ وہ چل رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ہوا اور تاریکی بھیج دے گا جس سے منافقوں کا نور گل ہو جائے گا تو مومنوں کو بھی خوف ہوگا کہ کہیں منافقوں کی طرح ان کا نور بھی سلب نہ ہو جائے چنانچہ وہ اللہ سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کا نور مکمل فرما دے، اس بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه نورهم يسعى بين أيديهم وبأيمانهم يقولون ربنا أتمم لنا نورنا واغفر لنا إنك على كل شيء قدير﴾ (٢)۔

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور مومنوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا، یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

چنانچہ جب منافق تاریکی میں رہ جائیں گے اور انہیں اپنے قدم بھی نظر نہ آئیں گے تو وہ مومنوں سے کہیں گے ﴿انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نوراً﴾ (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو) (٣)۔

---

(١) سورۃ النساء: ١٤٢۔

(٢) سورۃ التحریم: ٨۔

(٣) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری [illegible]، وتفسیر البغوی [illegible]، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی [illegible]، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر [illegible]، واجتماع الجیوش الاسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ لابن القیم [illegible]، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص [illegible]۔

اس نور کے سلسلہ میں بہت سی احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں، ان میں چند حسب ذیل ہیں:

۱- جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ان سے "ورود" کے بارے میں دریافت کیا گیا، اس (حدیث) میں دیدار الٰہی کا بھی ذکر ہے، انھوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان (جنتیوں) کے سامنے ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا، فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ انہیں لے کر چلے گا وہ اللہ کے پیچھے چلیں گے، اور ان میں سے ہر شخص کو- خواہ وہ مومن ہو یا منافق- نور عطا کیا جائے گا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے پل پر آنکھ کے اور خار ہوں گے جو اللہ کی مشیت کے مطابق جسے چاہیں گے پکڑ لیں، پھر منافقوں کا نور گل کر دیا جائے گا، اور مومن نجات پائیں گے اور (سب سے پہلے) جنتیوں کا جو گروہ نجات پائے گا ان کے چہرے چودہویں شب کے چاند کے مانند روشن ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے وہ آسمان کے ستاروں کے مثل روشن ہوں گے..."(۱)۔

۲- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمان باری ﴿یسعی نورھم بین أیدیھم﴾ (ان کی روشنی ان کے آگے دوڑ رہی ہوگی) کے بارے میں مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: "انہیں ان کے اعمال کے بقدر نور عطا کیا جائے گا، چنانچہ ان میں سے کسی کو پہاڑ کے مثل نور دیا جائے گا، کسی کو کھجور کے درخت کے مثل اور کسی کو کمتر سے آدمی کے برابر نور عطا کیا جائے گا، ان میں سب سے کمتر نور والا وہ شخص ہوگا جس کا نور اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہو جائے گا"(۲)۔

۳- نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تاریکیوں میں کثرت سے (نماز یا دیگر عبادات کے لئے) مسجدوں کی آمد ورفت قیامت کے دن مکمل نور عطا کئے جانے کا سبب ہوگا، چنانچہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"بشر المشائین فی الظلم إلی المساجد بالنور التام یوم القیامة"(۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربھم، ۱/۱۷۸، حدیث (۱۹۰)۔

(۲) اسے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں روایت کیا ہے ۲۳/۱۷۹، اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ شرط بخاری پر صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے امام بخاری کی شرط پر ہونے کی موافقت فرمائی ہے، ۲/۴۷۸۔

(۳) سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی التشدید فی ذلک، ۱/۱۵۶، حدیث (۵۶۱)، جامع ترمذی، کتاب الصلاۃ ==

تاریکیوں میں کثرت سے مساجد جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور (عطا کئے جانے) کی بشارت دیدیجئے۔

۴- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إن الله ليضيء للذين يتخللون إلى المساجد في الظلم بنور ساطع يوم القيامة"(۱)۔

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تاریکیوں میں مسجدیں آتے جاتے ہیں قیامت کے روز تابناک روشنی عطا فرمائے گا۔

امام طیبی، مناوی اور مبارکپوری رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روشنی تاریکیوں میں مسجدیں جانے والوں کو قیامت کے دن ان کے تمام جوانب سے گھیرے ہوئے ہوں گی، چونکہ انھوں نے رات کی تاریکی میں مسجد جانے کی مشقت اٹھائی تھی اس لئے انہیں (بدلہ کے طور پر) یہ نور عطا کیا جائے گا جس سے انہیں روشنی ملے گی اور وہ انہیں پل صراط پر گھیرے ہوئے ہوں گی، "روشنی" کو "تام" یعنی مکمل کے وصف سے متصف کرنے اور قیامت کے دن کی تخصیص کرنے سے مومنوں کے چہروں کی طرف، ان کے قول: ﴿ربنا اتمم لنا نورنا﴾ (اے اللہ ہمیں مکمل نور عطا فرما) کی طرف نیز منافقین کے قصہ اور ان کے مومنوں سے ﴿انظرونا نقتبس من نوركم﴾ (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں) کہنے کی طرف اشارہ ہے، اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ جو اس موقع کو غنیمت سمجھے گا یعنی دنیا میں

---

(۱) ابن ابی شیبہ وبزار وابن خزیمہ (الترغیب ۱/۳۵۵ حدیث ۴۲۳) امام ترمذی نے فرمایا ہے: "یہ صحیح" مسند صحابہ کرام میں سے حرف روایت ہے" احسن (ابن ابی شیبہ نے اسے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، دیکھئے المطالب العالیہ بزوائد الثمانیۃ لابن حجر العسقلانی ۱/۲۵۶، حدیث ۷۰۸ بتحقیق د/ سعد آل حمید) وحسنہ حاکم (۱/۲۱۳) امام منذری رحمہ اللہ نے سنن ابوداؤد وابن خزیمہ کی روایت کے بارے میں فرمایا ہے: "اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں" دیکھئے: الترغیب ۱/۱۹۹) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ کی تحقیق میں فرمایا ہے: "یہ حدیث اپنے بکثرت شواہد کی بنیاد پر صحیح ہے" علاوہ اس سے زیادہ صحابہ کرام کی جماعت سے مروی ہیں، صحیح سنن ابوداؤد حدیث (۵۶۰) کے تحت میں نے ان کی تخریج کی ہے"۔

(۲) المعجم الاوسط للطبرانی (۲/۲۳ حدیث ۲۸۰) [مجمع البحرین فی زوائد المعجمین] حافظ ہیثمی نے (الترغیب ۱/۲۹۰) میں فرمایا ہے: "اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بہ حسن روایت کیا ہے" اور امام منذری نے صحیح الترغیب میں کہا ہے کہ: "اس کی سند حسن ہے" ۱/۳۰۰۔

تاریکیوں میں مساجد جانا، وضو میں اور اہل ایمان صدیقین شہداء اور نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں (۱) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پل صراط پر گزرنے کی سرعت نور کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ جس کا نور بڑا ہوگا پل صراط پر اس کا گزرنا بھی تیز تر ہوگا، پل صراط تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، کچھ لوگ اس پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، کچھ بجلی کی طرح گزریں گے، کچھ ہوا کے مانند اور کچھ اس پر سے پرندے کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑے کے مشی اور اونٹ سوار کی طرح گزریں گے (۲) اور کچھ رینگیں گے (۳)، یہاں تک کہ اخیر میں وہ شخص آئے گا جو گھسٹ کر گزرے گا (۴)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ روشنیاں پل صراط پر اعمال کے اعتبار سے تقسیم کی جائیں گی، چنانچہ بندہ کو وہاں اس کے نور ایمان ویقین اور اخلاص کی قوت اور دنیوی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع وپیروی کے اعتبار سے نور عطا کیا جائیگا، چنانچہ فرماتے ہیں: "چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا (۵) اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح اور کسی کا اس سے کم اپنی قوت وضعف کے اعتبار سے چراغ کی طرح اور اس سے قریب قریب اور کسی کو دنیا میں اس کے نور ایمان کے مطابق پیر کے انگوٹھے پر روشنی عطا کی جائے گی جو کبھی روشن ہوگی اور کبھی گل ہو جائے گی، یعنی یہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے آخرت میں ظاہر کرے گا جو کبھی لگاہوں سے نظر آئے گا اس سے کوئی دوسرا شخص روشنی نہ حاصل کر سکے گا (بلکہ) ہر شخص اپنی خاص روشنی میں چلے گا، اگر اس کے

---

(۱) دیکھئے شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۱۳۲، ۱۳۳، وفتح الباری شرح الجامع الصحیح للبخاری ۳/۲۱، ۲۲، وتحفۃ الاحوذی ۷/۱۱۳، وتحفۃ الاحوذی ۷/۱۳۔

(۲) یہ پورا مضمون صحیح مسلم میں وارد ہے، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ ۱/۱۹۹، حدیث (۱۸۳)، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا" صحیح مسلم، ۱/۱۹۹، حدیث (۱۸۳)، وصحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: "وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ" [سورۃ القیامۃ ۲۲، ۲۳] ۱۳/۴۲۸، حدیث (۷۴۳۹)۔

(۳) صحیح مسلم کی ایک روایت سے ماخوذ ہے ۱/۱۸۰، حدیث (۱۹۵)۔

(۴) صحیح بخاری کی ایک روایت سے ماخوذ ہے حدیث (۷۴۳۹)، نیز دیکھئے صحابہ کرام کا فہم قرآن ص ۹۵۰، ۹۵۱۔

(۵) دیکھئے مسند احمد ۲/۲۰۷، ۲۲۱، وشرح مسند احمد للشیخ احمد شاکر حدیث (۶۶۲۵، ۶۶۲۶)۔

پاس روشنی ہوگی تو اپنی روشنی میں چلے گا اور اگر اس کے پاس سرے سے روشنی نہ ہوگی تو دوسرے کی روشنی اسے کوئی فائدہ نہ دے گی، اور منافق کو چونکہ دنیا میں ظاہری روشنی حاصل ہوتی ہے جو ناپائیدار اور باطن سے غیر متصل ہوتی ہے اور اس کے پاس ایمان کا مادہ بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے اسے آخرت میں بھی یا مادہ ظاہری نور عطا ہوگا اور پھر اس کی شدید ضرورت کے وقت گل کر دیا جائے گا"(۱)۔

نیز آپ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کا پل صراط پر چلنا دنیا میں ان کے غیر میں سبقت کرنے کے اعتبار سے ہوگا؛ چنانچہ فرماتے ہیں "ان کے پل صراط پر چلنے کی سست رفتاری اور تیز رفتاری دنیا میں اللہ کی صراط مستقیم پر سستی وتیزی کے اعتبار سے ہوگی، جو یہاں تیز رفتار ہوگا وہ وہاں بھی تیز رفتار ہوگا اور جو یہاں سست رفتار ہوگا وہ وہاں بھی سست رفتار ہوگا اور جو یہاں صراط مستقیم پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوگا وہ وہاں بھی ثابت قدم ہوگا، اور جسے یہاں شہوات وشبہات اور گمراہ کن بدعات کے آنکڑوں نے اچک لیا ہوگا اسے وہاں بھی نار سعدان (ایک کانٹے دار پودا) نما آنکڑے اچک لیں گے اور وہاں (آخرت میں) آنکڑوں کی تاثیر یہاں (دنیا میں) شہوات وشبہات اور بدعات کے آنکڑوں کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ دنیا میں آنکڑوں کی تاثیر کے اعتبار سے کوئی مسلمان نجات یافتہ ہوگا، کوئی خراش زدہ اور کوئی نار جہنم میں آنکڑوں سے گرے گرے کیا ہوا ہوگا، ﴿جزاء وفاقا﴾ (بدلہ برابر برابر ہوگا)، ﴿وما ربک بظلام للعبید﴾ (تمہارا رب بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں)(۲)۔

(۲۰) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله و آمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نورا تمشون به ویغفر لکم والله غفور رحیم﴾(۳)۔

اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ

---

(۱) مجموع الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیہ، جمع وترتیب: ابن القاسم، ۴/۹۸۔

(۲) مواہب الرحمن، ۱۸/۸۲، ۸۷۔

(۳) سورۃ الحدید: ۲۸۔

دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تقوی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے تین باتوں کی ضمانت لی ہے:

۱- انہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا کرنا، ایک حصہ دنیا میں اور ایک آخرت میں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے آخرت کے حصہ کو دوگنا کردے گا لہٰذا دو دو حصے ہو جائے گا۔

۲- انہیں نور عطا فرمائے گا جس سے وہ تاریکیوں میں چلیں گے۔

۳- ان کے گناہوں کی مغفرت، یہ نرمی اور آسانی کی ابتداء ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تقوی کو ہر آسانی کا سبب اور تقوی کے ترک کو ہر پریشانی کا سبب قرار دیا ہے(۱)۔

آیت کریمہ کے اس خطاب کے سلسلہ میں مفسرین کے دو اقوال ہیں:

۱- کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ مومنین اہل کتاب پر محمول ہے، انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا، ایک اپنے انبیاء پر ایمان لانے کا اور دوسرا محمد ﷺ پر ایمان لانے کا، چنانچہ انہیں اس بنا پر دوہرا اجر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أولئك يؤتون أجرهم مرتين بما صبروا ويدرءون بالحسنة السيئة ومما رزقناهم ينفقون﴾ (۲)۔

یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلہ دوہرا اجر دیئے جائیں گے، یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب میں سے جو اپنے نبی پر ایمان لائے گا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لائے گا اسے دوہرا اجر دیا جائے گا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ثلاثة يؤتون أجرهم مرتين: رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه وأدرك النبي ﷺ فآمن

---

(۱) التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج لوہبۃ الزحیلی، ۱۸/۲۲۴۔

(۲) سورۃ القصص: ۵۴۔

به، واتبعه وصدقه، فله أجران، وعبد مملوك أدى حق الله تعالى وحق سيده فله أجران، ورجل كانت له أمة فعلمها فأحسن تعليمها ثم أدبها فأحسن أدبها، ثم أعتقها وتزوجها فله أجران"(۱)۔

تین لوگوں کو دوہرا اجر دیا جائے گا: ایک اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر نبی کریم ﷺ کو پایا تو ان پر ایمان لایا، آپ کی اتباع اور تصدیق کی، تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے، دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کیا اس کے لئے دوہرا اجر ہے، اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی تھی جسے اس نے اچھی طرح کھلایا پلایا پھر اسے اچھی طرح ادب سکھایا اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

۲- کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس امت کے حق میں ہے، جیسا کہ سعید بن جبیر نے ذکر کیا ہے کہ اہل کتاب نے فخر کیا کہ انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس امت (امت محمدیہ) کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی (۲)۔

اس قول کی تائید نبی کریم ﷺ سے مروی ابوموسیٰ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"مثل المسلمين واليهود والنصارى كمثل رجل استأجر قوما يعملون له يوماً إلى الليل على أجر معلوم، فعملوا له نصف النهار، فقالوا: لا حاجة لنا إلى أجرك الذي شرطت لنا وما عملنا باطل، فقال لهم: لا تفعلوا أكملوا بقية عملكم واخذوا أجركم كاملاً، فأبوا وتركوا، واستأجر آخرين بعدهم فقال: أكملوا بقية يومكم هذا ولكم الذي شرطت لهم من الأجر، فعملوا حتى إذا كان حين صلاة العصر قالوا: لك ما

---

(۱) متفق علیہ حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب العلم، باب فضل من أسلم من أهل الكتابين (۱/۱۹۸ حدیث نمبر ۹۷) وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبينا محمد ﷺ (۱/۱۳۴ حدیث نمبر ۱۵۴) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

(۲) امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں روایت کیا ہے (۲۳/۱۰۹)۔

عملنا باطل، وذلك الأجر الذي جعلت لنا فيه، فقال لهم: أكملوا بقية عملكم فإنما بقي من النهار شيء يسير، فأبوا، فاستأجر قوماً أن يعملوا له بقية يومهم، فعملوا بقية يومهم حتى غابت الشمس، واستكملوا أجر الفريقين كليهما، فذلك مثلهم ومثل ما قبلوا من هذا النور"(۱)۔

مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ لوگوں کو متعین مزدوری کے عوض دن بھر کے لئے کام پر رکھا، ان لوگوں نے آدھے دن تک کام کیا پھر کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی طے کردہ مزدوری کی ضرورت نہیں اور جو کام ہم نے کیا ہے وہ باطل ہے، (ہماری محنت اکارت گئی) تو اس نے ان سے کہا ایسا نہ کرو بلکہ اپنا کام مکمل کر کے اپنی پوری مزدوری لے لو، لیکن انھوں نے انکار کیا اور کام چھوڑ دیا، اس شخص نے ان کے بعد دوسرے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا اور ان سے کہا دن کے بقیہ حصہ کا کام مکمل کرو اور تمہارے لئے وہی مزدوری ہے جو میں نے ان (پہلے مزدوروں) کے لئے طے کی تھی، چنانچہ انھوں نے کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا جو کام کیا ہے وہ باطل ہے (ہماری محنت بیکار گئی) اور ہمارے لئے آپ کی طے کردہ مزدوری آپ ہی کے لئے ہے (ہمیں وہ مزدوری نہیں چاہئے) تو اس شخص نے ان سے کہا: اپنا بقیہ کام مکمل کرلو کیونکہ دن کا تھوڑا حصہ ہی باقی ہے، انھوں نے نہ مانا، چنانچہ اس شخص نے باقی ماندہ کام کے لئے دوسرے لوگوں کو اجرت پر رکھا، انھوں نے بقیہ کام کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور دونوں فریقوں کی مکمل مزدوری حاصل کرلی، چنانچہ یہ ان کی اور اس نور کی مثال ہے جسے انھوں نے قبول کیا۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس بات کا احتمال بھی ہے کہ یہ امر عام ہو جس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب بھی شامل ہوں، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور تقویٰ کا حکم دیا ہے جس میں ظاہر و باطن اور اصول و فروع سمیت پورا دین داخل ہے، اور یہ کہ اگر وہ اس امر عظیم کی تابعداری کریں تو اللہ انہیں "اپنی رحمت کے دو حصے" عطا فرمائے گا، جن کی تعداد اور کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے،

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ من العصر الی اللیل (۳/۱۹) حدیث (۲۲۶۸)۔

ایمان کا اجر، تقویٰ کا اجر، اوامر کی بجا آوری کا اجر، منہیات سے اجتناب کا اجر، یا یہ کہ حشر (کے میدان سے) کے بعد دوسرے مسلسل (اجر) دیا جانا مراد ہے"(۱)۔

اور فرمان باری ﴿ویجعل لکم نورا تمشون به﴾۔

اس میں کئی اقوال ہیں:

۱- کہا گیا ہے کہ یہاں نور سے مراد "قرآن کریم" ہے۔

۲- کہا گیا ہے کہ اس سے مراد "ہدایت" ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان میں سے درست ترین قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے ایک نور عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ چلیں گے، اور قرآن کریم نبی کریم ﷺ کی اتباع کے ساتھ ان لوگوں کے لئے نور اور ہدایت ہے جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں، کیونکہ جو ان پر ایمان لائے گا ہدایت یاب ہوگا"(۲)۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی "ہدایت" جس کے ذریعہ وہ بے بصیرتی اور جہالت کے بعد علم وبصیرت حاصل کریں گے اور اللہ انہیں بخش دے گا، چنانچہ اللہ نے انہیں نور اور مغفرت سے فضیلت عطا فرمائی ہے... اور یہ آیت کریمہ(۳) اس آیت کی طرح ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا إن تتقوا الله یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم والله ذو الفضل العظیم﴾(۴)۔

اے مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ویجعل لکم نورا تمشون به﴾ یعنی تمہیں علم ہدایت اور نور عطا

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان لابن السعدی، ص ۸۰۷۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۲۳/۲۱۳۔

(۳) تفسیر القرآن العظیم ۴/۳۱۸۔

(۴) سورۃ الانفال: ۲۹۔

فرمائے گا، جس کے ذریعہ تم جہالت کی تاریکیوں میں چلو گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا ﴿واللہ ذو الفضل العظیم﴾ (اللہ بہت بڑے فضل والا ہے) چنانچہ فضل عظیم کے مالک (اللہ عزوجل) کے فضل پر اس ثواب کی کثرت کوئی عجب نہیں جس کا فضل آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کو عام ہے کوئی مخلوق اس کے فضل سے چشم زدن اور ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں ہوتی" (۱)۔

فرمان باری ﴿تمشون بہ﴾۔

کہا گیا ہے کہ تم اسے (نور کو) لیکر لوگوں میں چلو گے، انہیں اسلام کی دعوت دو گے (۲)، اور کہا گیا ہے کہ تم اسے لیکر پل صراط پر چلو گے (۳)، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ان دونوں اقوال کو اکٹھا کر دیا ہے، فرماتے ہیں: "اور اللہ کے فرمان ﴿تمشون بہ﴾ میں اس بات کی خبر ہے کہ ان کا تصرف اور نقل وحرکت جس سے انہیں نفع ہوگا وہ نور ہی کے ذریعہ ہوگا، اور یہ کہ ان کا نور کے بغیر چلنا ان کے لئے کوئی سود مند نہیں بلکہ اس کا نقصان فائدہ سے زیادہ ہے، اور اس بات کا بیان ہے کہ نور والے ہی چلیں گے اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ مجبور اور ناکارے ہیں، چنانچہ ان کے دل کی کوئی حرکت ہے نہ ان کے احوال واقوال کی اور نہ ہی تاریکیوں کی طرف ان کے قدم چلتے ہیں، اسی طرح جب روشنی والوں کے قدم چلیں گے تو ان کے قدم پل صراط پر چلنے سے عاجز ہوں گے، اور اللہ کے فرمان ﴿تمشون بہ﴾ میں ایک انوکھا نکتہ یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح ان روشنیوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان دنیا میں چلتے تھے اسی طرح اپنی روشنیوں سے پل صراط پر بھی چلیں گے، اور جس کے پاس روشنی نہ ہوگی اسے پل صراط پر ایک قدم بھی چلنے کی طاقت نہ ہوگی، لہذا وہ شدید ضرورت کے باوجود چل نہ سکے گا" (۴)۔

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۸۳۔

(۲) اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن للشنقیطی، بتصرف ۷/۵۲۔

(۳) تفسیر البغوی ۴/۳۰۰۔

(۴) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ لابن القیم ۲/۴۳۔

دوسرا مطلب: نور وظلمات سنت نبویہ میں

احادیث نبویہ میں نور، اس کے حصول کی ترغیب، اللہ عزوجل سے اس کے سوال کرنے کا ذکر آیا ہے اسی طرح تاریکیوں اور ان کے اسباب کا ذکر بھی آیا ہے، اس سلسلہ میں چند احادیث و آثار حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

"اللهم اجعل في قلبي نوراً، وفي لساني نوراً، وفي سمعي نوراً، وفي بصري نوراً، ومن فوقي نوراً، ومن تحتي نوراً، وعن يميني نوراً، وعن شمالي نوراً، ومن أمامي نوراً، ومن خلفي نوراً، واجعل في نفسي نوراً، وأعظم لي نوراً، وعظم لي نوراً، واجعل لي نوراً، واجعلني نوراً، اللهم أعطني نوراً، واجعل في عصبي نوراً، وفي لحمي نوراً، وفي دمي نوراً، وفي شعري نوراً، وفي بشري نوراً"(۱)۔

اے اللہ میرے دل میں، میری زبان میں، میرے کان میں، میری آنکھ میں، میرے اوپر سے، میرے نیچے سے، میرے دائیں سے، میرے بائیں سے، میرے آگے سے، میرے پیچھے سے نور بنا دے، میری ذات میں نور بنا دے، میرے نور کو بڑا اور باعظمت بنا دے، میرے لئے نور بنا دے، مجھے نور بنا دے، مجھے نور عطا فرما، اور میرے اعصاب میں، میرے گوشت میں، میرے خون میں، میرے بال میں اور میری جلد میں نور بنا دے۔

امام ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آپ ﷺ کی مراد حق کی روشنی اور اس کا بیان و وضاحت ہے، گویا کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! میرے ان اعضاء کو حق میں استعمال فرما اور میرے تصرفات اور نقل وحرکت کو درستی اور خیر کی راہ پر قائم رکھ"(۲)۔

---

(۱) متفق علیہ روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل، ح: ۶۳۱۶، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ۱/۵۲۵، حدیث: ۷۶۳۔

(۲) النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، لابن الاثیر، باب النون مع الواو، ۵/۱۲۵۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اعضاء جسم، تصرفات، نقل وحرکت، حالات اور عمومی طور پر چھ معنوں میں نور کا سوال کیا ہے تاکہ ان میں سے کوئی چیز بھی نوری کا انکار نہ ہو" (۱)۔

اس کی مزید وضاحت امام قرطبی رحمہ اللہ کے بیان سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں: "اسے ظاہر پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں آپ ﷺ کے سوال کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آپ کے ہر ہر عضو میں نور بھر دے، جس سے ان تاریکیوں میں آپ اور آپ کے متبعین یا آپ کے متبعین میں سے اللہ جسے چاہے وہ روشنی حاصل کرے، یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ روشنیاں علم وہدایت سے استعارہ ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه﴾ (۲)۔

کیا وہ شخص جس کے سینہ کو اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے۔

﴿أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا جس کو لئے ہوئے وہ آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔

یعنی علم اور ہدایت" آگے فرماتے ہیں: "نور کے معنی میں تحقیقی بات یہ ہے کہ جو چیز اس کی طرف منسوب کی جائے وہ اس کا مظہر ہے، اور وہ اپنے اظہار سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ سورج کی روشنی دیکھی جانے والی چیزوں کا مظہر ہے، دل کی روشنی معلومات کا صحیح علم کھولتی ہے، اور جوارح کا نور ان پر ظاہر ہونے والی نیکیاں ہیں" گویا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان اعضاء پر ہمیشہ پیش اطاعت کے اعمال ظاہر ہونے کی

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم ۶/۹۰، ۹۱ وکذا، یُنظر: فتح الباری لابن حجر ۱۱/۱۱۸۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲۲۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

دعا فرمائی ہے، واللہ اعلم (۱)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "ہر ایک عضو کے لئے نور طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اطاعت ومعرفت کے انوار سے مزین وآراستہ اور جہالت وگناہ کی تاریکی سے عاری ہوجائے، کیونکہ شیاطین ہر شش جانب کو وسوسوں سے گھیرے ہوئے ہوتے ہیں تو ان سے چھٹکارا ان شش جہات کو روشن کرنے والے انوار سے ہوسکتا ہے، اور یہ سارے انوار ہدایت، بیان اور حق کی روشنی سے عبارت ہیں اور ان انوار کے مطالع کی رہنمائی اللہ عزوجل کے فرمان سے ہوتی ہے (۲)

﴿اللہ نور السماوات والأرض﴾ تا ﴿نور علی نور یھدي اللہ لنورہ من یشاء﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا ۔۔۔ نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(۴) ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الطھور شطر الإیمان، والحمد للہ تملأ المیزان، وسبحان اللہ والحمد للہ تملآن أو تملأ ما بین السماوات والأرض، والصلاۃ نور... "الحدیث (۴)۔

پاکی آدھا ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد دونوں آسمانوں اور زمین کو بھر دیتے ہیں یا سبحان اللہ آسمانوں اور زمین کو بھر دیتا ہے اور نماز نور ہے ۔۔۔ الحدیث۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان: "الصلاۃ نور" (نماز نور ہے)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اس کا معنی یہ ہے کہ جو نماز کو اس کی صحت وکمال کی جملہ شرطوں کے ساتھ ادا کرے گا وہ اس کے دل کو روشن کردے گی، بایں طور کہ اس میں مکاشفات اور علوم

---

(۱) المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم: ۱/۳۹۵۔

(۲) شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح: ۳/۸۳۱، وفتح الباری لابن حجر: ۱۱/۱۱۸۔

(۳) سورۃ النور: ۳۵۔

(۴) صحیح مسلم: کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء: ۱/۲۰۳، حدیث: (۲۲۳)۔

ومعارف کے انوار روشن ہوں گے حتی کہ اس کی کما حقہ رعایت کرنے والے کا معاملہ یہاں تک جا پہنچے گا کہ وہ کہے:

"وجعلت قرة عيني في الصلاة"(۱)۔

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کر دی گئی ہے۔

اور یہ نماز قیامت کے روز کی تاریکیوں میں اپنی رعایت کرنے والے کا راستہ روشن کرے گی، نیز قیامت کے دن نمازی کے چہرے کو روشن کرے گی؛ چنانچہ اس کا چہرہ اور اعضاء وجوارح روشن اور پرنور ہوں گے(۲)۔

امام نووی فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کا فرمان: "نماز نور ہے" تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور فواحش ومنکرات سے روکے گی اور روشنی کی طرف رہنمائی کرے گی جیسا کہ نور سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ نماز کا اجر قیامت کے دن نمازی کے لئے روشنی کی شکل میں ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ: نماز معارف کے انوار روشن کرنے، دل کے انشراح اور حقائق کے مکاشفات کا سبب ہے کیونکہ دل اسی سے واسطہ اور ظاہری وباطنی طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واستعينوا بالصبر والصلاة﴾(۳)۔

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ: نماز قیامت کے دن (نمازی) کے چہرے پر ظاہری نور ہوگی اور دنیا میں بھی اس چہرے پر روشنی اور بھال ہوگی برخلاف اس شخص کے جو نماز نہیں پڑھتا، واللہ اعلم"(۴)۔

---

(۱) مسند احمد ۳/ ۱۲۸، ۱۹۹، ۲۸۵، سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء ۷/ ۶۱۔

(۲) انظر مثلا الحدیث الذی فی صحیح مسلم ۱/ ۲۰۳۔

(۳) سورة البقرة: ۴۵۔

(۴) شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/ ۱۰۳۔

ہیں (مولف) کہتا ہوں کہ یہ تو مذکورہ تمام چیزوں کو شامل ہے، واللہ اعلم۔

(۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: "ایک وقت کی بات ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آواز (۱) سنی تو اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا، اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا، تو انہوں (جبریل) نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آج ہی زمین پر اترا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں اترا، اس (اترنے والے) نے سلام کیا اور کہا: آپ ان دونوں روشنیوں سے خوش ہو جایئے جو آپ کو عطا ہوئے ہیں" آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہ ہوئے، (وہ ہیں:) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات، آپ ان دونوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو ضرور عطا ہوگا" (۲)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "فرشتہ کا یہ کہنا کہ آپ دو روشنیوں سے خوش ہو جایئے" یعنی دو عظیم اور روشن چیزوں سے خوش ہو جایئے، جن کے ذریعہ آپ ان کے پڑھنے والوں کو روشنی عطا کریں گے، اس وصف سے سورۂ فاتحہ کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ سورۂ فاتحہ اجمالی طور پر ایمان، اسلام اور احسان کے معانی پر مشتمل ہے، اور یہ چیزیں مجموعی طور پر دینی قواعد کے اصول اور علوم ومعارف کی کنجیوں کو شامل ہیں، اور سورۂ بقرہ کو اس وصف کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی مدح وثنا اور ان آیات کی حسن اتباع، ان کے معانی کو تسلیم کرنے، اللہ سے رونے اور گڑگڑانے اور تمام امور میں اللہ کی طرف رجوع ہونے کے ذکر کے ذریعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وستائش پر مشتمل ہے اور ان کے جاننے کے بعد جو اس میں ان کی دعا کی قبولیت کا بیان ہے، کہ پھر اللہ نے ان سے تخفیف کردی، انہیں بخش دیا اور وہ نصرت ومدد سے ہمکنار ہوئے، اور اس میں ان کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں جن کی جستجو باعث طوالت ہے" (۳)۔

---

(۱) اور دروازہ کھولنے کی آواز کے مثل۔ شرح الجوہری علی صحیح مسلم، ۱/۳۳۹۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ، ۱/۵۵۴، حدیث (۸۰۶)۔

(۳) دیکھئے: تفہیم المسائل بما اتفق بین البخاری ومسلم، ۱/۱۳۳۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"إن هذه القبور مملوءة ظلمة على أهلها، وإن الله عز وجل ينورها لهم بصلاتي عليهم"(۱)۔

یہ قبریں اپنے اندر مدفون لوگوں پر تاریکیوں سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز کے سبب ان میں روشنی کرتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کا فرمان "یہ قبریں اپنے اندر مدفون لوگوں پر تاریکیوں سے بھری ہوئی ہیں" الخ" اسلوب حکیم کی طرح ہے، یعنی میت پر نماز جنازہ ادا کرنے میں اس کی حقارت یا رفعت شان بتانا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ نماز جنازہ اس کے لئے سفارش کے طور پر ہے تاکہ اللہ اس کی قبر کو روشن کردے۔"(۲)۔

(۵) ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی آنکھ بند کرتے ہوئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی (درج ذیل) دعا مروی ہے:

"اللهم اغفر لأبي سلمة، وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين، واغفر لنا وله يا رب العالمين، وافسح له في قبره ونور له فيه"(۳)۔

اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور ان کے بعد ان کے پسماندگان میں ان کا جانشین بنا، اور اے رب العالمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر میں کشادگی فرما اور اس میں ان کے لئے روشنی اور نور عطا فرما۔

ابو سلمہ کے لئے یہ بڑی عظیم دعا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بلندیٔ درجات کی دعا فرمائی، یعنی ان کا درجہ بلند فرما، انہیں ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنہیں تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے اور ان کے بعد ان

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر، ۲/ ۶۵۹، حدیث (۹۵۶)۔

(۲) شرح البیهقی علی حدیث الصلاة ۲/ ۵۵، نیز دیکھئے: عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني ۸/ ۱۷۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب في إغماض الميت والدعاء لما، ۱/ ۶۳۴، حدیث (۹۲۰)۔

کے پسماندگان جنہیں ان کے اہل واولاد کا جانشین ہونا چاہئے ان کے معاملات وصالح کی حفاظت فرمائی اور انہیں اپنے علاوہ کے حوالہ نہ فرمایا کیونکہ وہ ان کے پسماندگان (یعنی بعد میں باقی) ہیں، اور "غابرین" سے مراد بقیہ لوگ ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فأنجيناه وأهله إلا امرأته كانت من الغابرين﴾ (۱)۔

سو ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ انہیں لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔

یعنی عذاب میں باقی ماندہ لوگوں میں سے تھی، اور "غبر" کا لفظ اضداد میں سے ہے باقی رہنے کے معنی میں آتا ہے اور جانے کے بھی (۲)۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان "وافسح له في قبره ونور له فيه"۔

یعنی ان کی قبر میں کشادگی کردے اور اس کی تاریکی دور فرما" (۳)۔

(۶) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مکہ ومدینہ کے درمیان مقام خم نامی ایک چشمہ پر ہمارے درمیان خطیب کی حیثیت سے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا کی اور پھر ہمیں وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا:

"أما بعد، ألا أيها الناس إنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، [هو حبل الله المتين من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على الضلالة] فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به" (۴)۔

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۸۳۔

(۲) دیکھئے: المعجم لما استعجم للبکری، کتاب مسلم بشرح النووی، ۲/۳۷۔ ۳۸، وشرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح ۱۰/۳۷۔

(۳) دیکھئے: مرعاۃ المفاتیح لشرح مشکوۃ المصابیح للقاری ۸/۴۷۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۴/۱۸۷۳، حدیث (۲۴۰۸)۔

حمد وثنا کے بعد، لوگو سنو! میں ایک انسان ہوں، ہو سکتا ہے اللہ کا قاصد (ملک الموت) آئے، اور میں اس کی بات پر لبیک کہہ دوں، اور میں تمہارے درمیان دو بھاری بنیادیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے احترام پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔۔۔ الحدیث۔

امام نووی رحمہ اللہ فرمان نبوی "هو حبل الله" (وہ اللہ کی رسی ہے) کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: "کہا گیا ہے کہ اللہ کی رسی سے مراد اس کا عہد وپیمان ہے، اور کہا گیا ہے کہ اللہ کی رضا وجنت تک پہنچانے والا ذریعہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کا وہ نور ہے جس کے ذریعہ وہ ہدایت عطا فرماتا ہے"(۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی کتاب پر عمل کرنا اس کی رحمت، رضا، ہدایت اور اس کی توفیق تک پہنچاتا ہے، واللہ المستعان۔

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے فتنہ قبر اور سوالوں پر مسلمانوں کے جواب کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

"ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعاً في سبعين، ثم ينور له فيه"(۲)۔

پھر اس کی قبر میں ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی وسعت کر دی جائے گی، پھر اس میں روشنی کر دی جائے گی۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی قبر وسیع کر کے ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی کر دی جائے گی اور پھر اس وسیع قبر میں روشنی کر دی جائے گی (۳)۔

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۵/۱۹۱۔

(۲) جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ۲/۱۲۷، حدیث (۱۰۷۱)، وابن ابی عاصم، کتاب السنۃ، ۱/۳۲۹، حدیث (۸۶۴)، وعلامہ البانی نے صحیح سنن ترمذی (۲/۳۶۹) اور مشکوۃ المصابیح (حدیث: ۱۳۳۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) دیکھئے: تحفۃ الاحوذی بشرح جامع ترمذی، ۸/۹۸۳۔

(۸) عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع کیا ہے، اور فرمایا ہے:

"إنه نور المسلم"(۱)۔

یہ مسلمان کا نور ہے۔

(۹) کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من شاب شيبة في الإسلام كانت له نوراً يوم القيامة"(۲)۔

جس کے بال (بڑھاپے کے سبب) اسلام (کی حالت) میں سفید ہو گئے، وہ قیامت کے روز اس کے لئے روشنی ہوں گے۔

(۱۰) عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من شاب شيبة في سبيل الله كانت له نوراً يوم القيامة"(۳)۔

جس کے بال (بڑھاپے کے سبب) اللہ کی راہ میں سفید ہو گئے، وہ قیامت کے روز اس کے لئے روشنی ہوں گے۔

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء في الرخص في نتف الشيب، ۵/۱۲۵، حدیث: (۲۸۲۱) ابوداؤد، کتاب الادب، باب نتف الشيب، ۲/۱۲۶، حدیث (۴۲۰۲)، مسند احمد بن حنبل، ۲/۱۷۸، ۲۰۴، ۲۱۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی (۲/۳۴۹) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث ۱۴۲۳) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) جامع ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء في فضل من شاب شيبة في سبيل الله، ۴/۱۷۰، حدیث (۱۶۳۴)، سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب الرخصة في نتف الشيب، ۶/۱۵، حدیث (۳۱۱۸)، صحیح ابن حبان، بروایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۷/۱۵۱، حدیث (۲۹۸۳)، ابن ماجہ، بروایت عبداللہ بن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہی الفاظ کے ساتھ، کتاب الزہد، باب فضل الجہاد، ۲/۸۵، حدیث (۴۲۰۲)، مسند احمد، ۲/۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۷، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۳/۲۹۸، حدیث ۱۴۲۳) اور صحیح سنن ترمذی (۲/۳۴۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) جامع ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء في فضل من شاب شيبة في سبيل الله، ۴/۱۷۰، حدیث (۱۶۳۵)، امام ترمذی نے کہا: "یہ حدیث حسن صحیح ہے" اسی طرح ابن حبان نے بروایت ابوہریرہ صحیح سنن نسائی، ۶/۱۵، حدیث (۳۱۱۹)۔

(۱) عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الشيب نور المؤمن، لا يشيب رجل شيبة في الإسلام إلا كانت له بكل شيبة حسنة، ورفع بها درجة"(۱)۔

سفید بال مومن کا نور ہے جس کسی شخص کے بال اسلام میں سفید ہوتے ہیں اسے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی ملتی ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"لا تنتفوا الشيب؛ فإنه نور يوم القيامة، ومن شاب شيبة في الإسلام، كتب له بها حسنة، وحط عنه بها خطيئة، ورفع له بها درجة"(۲)۔

سفید بال نہ اکھیڑو، کیونکہ وہ قیامت کے روز روشنی ہوگا، اور جس شخص کے بال اسلام میں سفید ہو گئے، اس کے لئے اس کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی، ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک درجہ بلند ہوگا۔

اس معنی کی بیشمار حدیثیں ہیں، جو دس سے زائد صحابہ کرام سے مروی ہیں، مذکورہ پانچ حدیثیں سفید بالوں کی فضیلت بیان کرتی ہیں اور یہ کہ انہیں نہ اکھیڑا جائے، کیونکہ وہ مسلمان کا نور اور وقار ہیں، اور وقار انسان کو غرور وتکبر سے روکتا ہے اور اسے اطاعت اور توبہ کی طرف مائل کرتا ہے، اس کی نفسانی خواہشات سرد پڑ جاتی ہیں، چنانچہ وہ اس کا نور بن جاتا ہے جو حشر کی تاریکیوں میں اس کے آگے آگے چلے گا یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کردے گا(۳)، چنانچہ سفید بال بذات خود نور ہو جائے گا جس سے وہ شخص ہدایت

---

(۱) شعب الایمان للبیہقی، ۵/۵۰، حدیث (۵۸۴۸)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح الجامع الصغیر (حدیث ۱۳۳۳) میں حسن قرار دیا ہے، نیز امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنی الفاظ سے روایت کیا ہے، کتاب الترجل، باب فی نتف الشیب، ۴/۱۵۵، حدیث (۴۲۰۲)۔

(۲) مجمع ابن حبان، ۱/۱۵۲، حدیث (۱۸۹۵)، اس کی سند کو علامہ شعیب ارناؤط نے حسن کہا ہے، نیز علامہ البانی نے صحیح الجامع الصغیر (۳/۱۷۸، حدیث ۳۳۳۳) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۳) دیکھئے شرح الطیبی بر مشکاۃ المصابیح، ۹/۳۰۳۷۔

یاب ہوگا، اور قیامت کے روز اس کے سامنے دوڑے گا' اور بال کی سفیدی گرچہ بندہ کی اپنی کمائی نہیں ہوتی، لیکن اگر اس کا سبب جہاد یا خوف الٰہی ہو تو اسے اس کے قائم مقام سمجھا جائے گا، چنانچہ داڑھی، مونچھ، حلقہ (نچلے ہونٹ اور داڑھ کے درمیانی بال) اور ابرو کے سفید بالوں کو اکھیڑنا مکروہ ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حرام کہا جائے تو بھی بعید (مبالغہ) نہ ہوگا (۱)۔

اور جو اس سفیدی کو سیاہی سے تبدیل کرے گا (کالا خضاب لگائے گا) اسے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگا، الا یہ کہ وہ توبہ کرلے یا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے (۲)۔

یہ سفید بال اعمال صالحہ کی روشنی کا بھی سبب ہے، چنانچہ وہ مسلمان کی قبر میں روشنی ہوگا اور حشر کی تاریکیوں میں اس کے سامنے دوڑے گا (۳)۔

یہ فضیلت ایک سفید بال سے بھی حاصل ہوتی ہے وہ (ایک بال) روشنی اور موقف کی تاریکیوں اور ہولناکیوں سے نجات دلانے والا ہوگا (۴)۔

ان احادیث میں وارد یہ فضیلت مسلمان کو سفید بال کے نہ اکھیڑنے کی رغبت دلاتی ہے، اور اکھیڑنے سے زیادہ ملعین اسے سیاہی سے تبدیل کرنا ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے روکا اور منع فرمائی ہے۔

چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوقحافہ کو فتح مکہ کے روز لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ کی مانند سفید تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد" (۵)۔

اسے کسی چیز سے بدل لو اور سیاہی سے اجتناب کرو۔

---

(۱) دیکھئے: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، ۶/۱۵۶، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، ۵/۲۹۶۔

(۲) دیکھئے: عون المعبود، ۱۰/۱۵۶۔

(۳) دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح للقاری، ۸/۲۳۵۔

(۴) دیکھئے: تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی للمبارکفوری، ۵/۲۹۶۔

(۵) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ أو حمرۃ وتحریمہ بالسواد، ۳/۱۶۶۳، حدیث: ۲۱۰۲۔

"ثغامہ" ایک سفید پودا ہے جس کا پھول اور پھل دونوں سفید ہوتا ہے، بالوں کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے جو برف یا نمک کی طرح سفید ہوتا ہے(۱)۔

فرمان نبوی "اسے کسی چیز سے بدل لو" سفیدی سے بدلنے کا حکم ہے، یہی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت نے بھی کہا ہے، لیکن کسی نے اس کے وجوب کی بات نہیں کہی ہے بلکہ یہ مستحب ہے(۲)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لوگوں کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب نہیں لگایا صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ سے صحیح سندوں کی بنیاد پر ثابت ہے کہ آپ نے مہندی اور (زرد (پیلے رنگ) کا خضاب لگایا ہے"(۳)۔

شاید امام قرطبی رحمہ اللہ کا اشارہ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی (درج ذیل) حدیث کی طرف ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

"أتيت أنا وأبي النبي ﷺ وكان قد لطخ لحيته بالحناء"(۴)۔

یعنی میں اور میرے ابا جان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (دیکھا کہ) آپ اپنی داڑھی مبارک کو حنا (مہندی) سے رنگے ہوئے تھے۔

نیز انہی سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں:

"أتيت النبي ﷺ ورأيته قد لطخ لحيته بالصفرة"(۵)۔

---

(۱) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی ۵/۳۱۸۔

(۲) حوالہ سابق ۵/۳۱۸۔ میں (راقم الحروف) نے علامہ عبید اللہ بن عبد الرحمن بن محمد رحمہ اللہ کو صفحہ ۸۱/۸/۱۴۱۸ھ کو سنن ترمذی کی حدیث (۳۰۵۵) کی تشریح کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: "خضاب سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں"۔

(۳) حوالہ سابق ۵/۳۱۸۔

(۴) سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب الخضاب بالحناء والکتم ۸/۱۳۶، حدیث (۵۰۸۳)، وابوداود، کتاب الترجل، باب فی الخضاب ۴/۸۶، حدیث (۴۲۰۹) وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح، سنن ترمذی (۴/۱۰۴۳) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۵) سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب الخضاب بالحناء والکتم ۸/۱۳۶، حدیث (۵۰۸۴)، وابوداود، کتاب الترجل، باب فی الخضاب ۴/۸۶، حدیث (۴۲۰۸)، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح، سنن ترمذی (۴/۱۰۴۳) اور صحیح ابن خزیمہ (۱/۷۶، ۷۷، حدیث: ۱۴۶، ۱۴۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی مبارک کو زرد رنگ سے رنگے ہوئے ہیں۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا، تو میں نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمن! آپ اپنی داڑھی کو خلوق (ایک قسم کی خوشبو جس کا رنگ زرد کے قریب ہوتا ہے) سے رنگتے ہیں!! انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی داڑھی کو زرد کرتے تھے، اور اس سے زیادہ کوئی رنگ آپ کو محبوب نہ تھا" (۱)۔

یہ تو رہے نبی کریم ﷺ کے عملی دلائل، آپ کی قولی حدیثوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن أحسن ما غيرتم به الشيب: الحناء والكتم" (۲)۔

سب سے بہتر چیز جس سے تم اپنے بالوں کی سفیدی بدلو گے حنا (مہندی) اور کتم (ایک پودا جس سے سیاہی مائل سرخ رنگ پیدا ہوتا ہے) ہیں۔

(۱۰۱) اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا جس نے اپنے بالوں میں مہندی لگا رکھی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ما أحسن هذا؟" کیا خوب ہے یہ! فرماتے ہیں کہ ایک دوسرا شخص گزرا جو اپنے بالوں کو مہندی اور کتم دونوں سے رنگے تھا، تو آپ نے فرمایا: "هذا أحسن من هذا" یہ اس (پہلے) سے بھی بہتر ہے، بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک تیسرے شخص کا گزر ہوا، جس نے اپنے بالوں میں زرد خضاب لگا رکھا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الخضاب، ۱۰/۲۷۰، حدیث (۵۸۹۵)، اور امام بخاری نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/۱۰۳۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح نسائی، کتاب الزینۃ، باب الخضاب بالحناء والکتم، ۸/۱۳۹، حدیث (۵۰۷۶)، نیز روایت عبداللہ بن یزید الخطمی حدیث (۵۰۷۷، ۵۰۷۸، ۵۰۷۹)، اور ابوداؤد، کتاب الترجل، باب "في الخضاب" ۴/۸۵، حدیث (۴۲۰۵)۔

"هذا أحسن من هذا كله" یہ اُن تمام سے بہتر ہے (۱)۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ سفتی (۲) جوتے پہنتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو ورس (ایک خوشبودار پودا جس کا رنگ سرخ کے قریب ہوتا ہے) اور زعفران (ایک خوشبودار پودا جس کا رنگ گیرو ا ہوتا ہے) سے زرد کرتے تھے" اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے (۳)۔

میں (راقم الحروف) نے علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ:

"زردی استعمال کرنے کا ذکر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیحین میں بھی وارد ہے اور داڑھی یا سر کے بال زعفران کے استعمال سے مستثنیٰ ہیں" (۴)۔

نیز یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "مہندی یا (زرد رنگ یا مہندی اور کتم کا خضاب لگانا سنت ہے" (۵)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جہاں تک خالص مہندی اور مہندی اور کتم کا خضاب لگانے کی بات ہے تو اس میں اختلاف کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس بارے میں حدیثیں صحیح ہیں البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس میں مسئلہ دو حالتوں پر محمول ہے:

۱- ملک (یا شہر) کی عادت، چنانچہ جس شخص کے یہاں کا (ماحول) خضاب نہ لگانا ہو اس کا ماحول کے خلاف عمل کرنا ایک قبیح اور ناپسندیدہ شہرت ہے۔

---

(۱) سنن ابوداود، کتاب الترجل، باب ما جاء في الخضاب، ۴/۹۶، حدیث (۴۲۱۰) علامہ البانی نے علامۃ الدماج کی تحقیق میں کہا ہے: "اس کی سند صحیح ہے" ۲/۱۲۶۶۔

(۲) سفتی "سبت" کی طرف منسوب ہے جس کے معنی دباغت دی ہوئی اور یاں اندرونی ہوئی جلد کے ہیں، اندلس والے ایک خصوصی عمل کو کہتے ہیں جس سے جلد کی دھلائی اور دباغت ہو جاتی ہے آپ ﷺ اسی کی جلد سے بنا ہوا جوتا پہنا کرتے تھے۔ (مترجم)

(۳) سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب تعطیل الحجیج بالورس والزعفران، ۸/۱۸۹، حدیث (۵۲۳۳) وابوداود، کتاب الترجل، باب ما جاء في الخضاب، ۴/۹۶، حدیث (۴۲۱۰) علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/۱۰۶۵، حدیث: ۴۹۳۳) اور صحیح سنن ابوداود (۲/۷۹۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) یہ بات میں نے علامہ موصوف سے سورہ [illegible] میں سنا تھا اور وہ اس بات کو ان کی مسموعات میں سے شمار کرتے تھے، نیز سنن نسائی کی حدیث (۵۰۴۳) کی شرح کرتے ہوئے بھی یہ بات کہی ہے۔

(۵) یہ بات بھی میں نے علامہ موصوف سے سورہ [illegible] میں سنا تھا، نیز سنن نسائی کی حدیث (۵۰۸۵) کی شرح کرتے ہوئے بھی یہ بات کہی ہے۔

۴- بالوں کی سفیدی میں لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا، چنانچہ بعض صاف ستھرے سفید بال خضاب شدہ بالوں سے خوبصورت لگتے ہیں، اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، لہٰذا جسے خضاب برا لگے وہ اس سے اجتناب کرے اور جسے اچھا لگے وہ استعمال کرے، اور خضاب کے دو فائدے ہیں:

پہلا فائدہ: گرد وغبار اور دھوئیں وغیرہ سے بالوں کی حفاظت۔

دوسرا فائدہ: اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی مخالفت (۱)، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم" (۲)۔

یہود ونصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے ہیں، لہٰذا ان کی مخالفت کرو۔

مزید فرماتے ہیں: "لیکن یہ بالوں کا رنگنا سیاہی کے علاوہ سے ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"واجتنبوا السواد" یعنی سیاہی سے اجتناب کرو" (۳)۔

نیز فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کے فرمان "واجتنبوا السواد" یعنی سیاہی سے اجتناب کرو، کالے خضاب سے اجتناب کرنے کا حکم ہے، اور ایک جماعت نے اسے ناپسند کیا ہے، ان میں سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمہ اللہ بھی ہیں، اس حدیث سے ظاہر بھی یہی ہوتا ہے، اس (کالے سے اجتناب) کی علت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ عورتوں سے حیا اپنانے کے قبیل سے ہے، اور یہ کہ وہ چہرے میں سیاہی ہے، لہٰذا ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ جہنمیوں کے حلیے سے مشابہت رکھتا ہے" (۴)۔

پھر آپ (امام قرطبی رحمہ اللہ) نے سلف صالحین کی ایک بڑی جماعت کا ذکر کیا ہے جو اپنے بالوں کو سیاہی سے رنگا کرتے تھے، اور فرمایا ہے کہ "میں نہیں جانتا کہ ابوقحافہ کی حدیث کے تئیں ان کا کیا عذر ہو سکتا ہے؟ لہٰذا ان کا کم سے کم درجہ کراہت ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے" (۵)۔

---

(۱) المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم ۵/۳۹۰۔

(۲) متفق علیہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ۴/۱۷۵ حدیث (۳۴۶۲) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب فی مخالفۃ الیہود فی الصبغ ۳/۱۶۶۳ حدیث (۲۱۰۳)۔

(۳) المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم ۵/۳۹۰۔

(۴) حوالہ سابق ۵/۳۹۱۔

(۵) حوالہ سابق ۵/۳۹۲۔

میں (راقم) کہتا ہوں کہ جہاں تک سلف رحمہم اللہ جو سیاہی کا استعمال کیا کرتے تھے ان کے عذر کی بات ہے تو وہ اس بات پر محمول ہے کہ انہیں سیاہی سے رنگنے کے بارے میں صریح ممانعت کی حدیث نہیں پہنچی تھی، واللہ اعلم۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد وعورت کے لئے بالوں کو زرد یا سرخ سے رنگنا مستحب ہے اور صحیح ترین قول کے مطابق کالا خضاب لگانا حرام ہے"(۱)۔

سیاہ خضاب کی حرمت کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کے اختیار کردہ رائے کی تائید عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یکون قوم یخضبون في آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام، لا یریحون رائحة الجنة"(۲)۔

آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کبوتر کے سینہ کی مانند کالا خضاب لگائیں گے، ایسے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔

میں (راقم) نے سماحۃ الامام علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "اس حدیث کی سند جید (عمدہ) ہے اور یہ حدیث بالوں کو سیاہی سے بدلنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ یہ وعید ہے"(۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم بشرح نووی ۱۴/۳۳۵۔

(۲) سنن ابوداود، کتاب الترجل، باب ما جاء في الخضاب بالسواد (۸/۱۳۸، حدیث ۴۲۱۲) وسنن نسائی کتاب الزینة، باب النهي عن الخضاب بالسواد (۸/۱۳۸، حدیث ۵۰۷۵) وسندہ صحیح، ۱/۲۴۷، وقال الشیخ محمد ناصر الدین البانی في صحیح الترغیب (۲/۳۹۹) میں فرمایا ہے: "اس حدیث کی سند قوی ہے" نیز علامہ البانی نے اس کی سند کو بنا پر اصول محدثین صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیخین (امام بخاری ومسلم) کی شرط پر ہے، ص ۹۲۔

(۳) یہ بات میں نے ان سے آن ٹیپ سے سنی ہے جو ۱۴۱۸/۸/۲۱ھ کو ریاض اور بعد ازاں مغرب پر ٹیلیفون کی توسط سے ہوئی تھی، اس حدیث کی سند کو نسائی کی حدیث (۵۰۷۵) کی شرح کرتے ہوئے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

اور فرمان نبوی ﷺ: "کحواصل الحمام" کا مطلب ہے، یعنی کبوتر کے سینہ کی مانند عام طور پر، کیونکہ بعض کبوتروں کے سینے سیاہ نہیں ہوتے (۱)۔

کالے خضاب کی قباحت پر بعض سلف جو کالا خضاب لگایا کرتے تھے، ان کا درج ذیل قول بھی دلالت کرتا ہے:

سود أعلاها وتأبى أصولها ولا خير في الأعلى إذا فسد الأصل (۲)

ہم بالوں کے اوپری حصہ کو سیاہ کرتے ہیں، جبکہ ان کی جڑیں یونہی رہتی ہیں، اور جب اصل (جڑ) ہی خراب ہو تو اوپری حصہ میں کوئی بھلائی نہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صحیح بات یہ ہے کہ اس باب کی حدیثوں میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بالوں کی سفیدی کے بدلنے کے تعلق سے جن باتوں سے منع فرمایا ہے وہ دو چیزیں ہیں:

ایک اسے اکھیڑنا اور دوسرے اس میں کالا خضاب لگانا۔

اور جن چیزوں کی اجازت دی ہے وہ اسے رنگنا اور کالے خضاب کے علاوہ جیسے مہندی اور کتم وغیرہ سے اسے بدلنا ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل رہا ہے۔۔۔ رہا کالا خضاب تو اسے اہل علم کی ایک جماعت نے ناپسند کیا ہے، اور سابقہ دلائل کی روشنی میں بلاشبہ یہی درست بھی ہے، امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا آپ کالا خضاب ناپسند کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم ایسے ان مسائل میں سے جن پر انھوں نے قسم کھائی ہے۔۔۔ اور اس مسئلہ میں کچھ لوگوں نے رخصت دی ہے، ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متبعین ہیں، اور حسن، حسین، سعد بن ابی وقاص، عبیداللہ بن جعفر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے، لیکن ان حضرات سے اس کا ثبوت محل نظر ہے، اور (بالفرض) اگر ثابت بھی ہو تو رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل کسی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں، آپ ﷺ کی سنت سب سے زیادہ مستحق اتباع ہے،

---

(۱) دیکھئے شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح ۸/۲۹۳۳ ومرقاۃ المفاتیح لملا علی القاری ۸/۳۲۰۔

(۲) شرح مشکل الآثار للطحاوی ۱۰/۳۱۲۔

گرچہ مخالفت کرنے والے اس کی مخالفت کریں"(۱)۔

سفید بالوں اور ان کی تبدیلی کے بارے میں وارد احادیث کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) سفید بال دنیا وآخرت میں مومن کا نور ہے۔

(۲) سفید بالوں کے اکھیڑنے کی ممانعت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

(۳) سفید بالوں سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) سفید بالوں سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(۵) سفید بالوں سے گناہ مٹائے جاتے ہیں۔

(۶) بالوں میں کالا خضاب استعمال کرنے کی حرمت۔

(۷) سفید بالوں کو مہندی، یا زرد رنگ یا مہندی اور کتم کے ذریعہ رنگنا سنت مؤکدہ ہے۔

(۸) مہندی کا رنگ سرخ اور مہندی اور کتم کا رنگ سیاہی وسرخی کے مابین ہوتا ہے۔

(۹) سلف صالحین میں سے جنھوں نے بالوں میں کالے خضاب کا استعمال کیا ان کے پاس کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں۔

(۱۰) رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مقابل کسی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں خواہ کوئی بھی ہو۔

(۱۱) بالوں کی سفیدی کے درازی عمر کے علاوہ بھی کئی اسباب ہیں۔

چنانچہ بسا اوقات خوف الٰہی یا دوسرے کسی سبب سے بھی بال جلدی سفید ہو جاتے ہیں، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے بال سفید ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا:

"شيبتني هود، والواقعة، والمرسلات، وعم يتساءلون، وإذا الشمس كورت"(۲)۔

---

(۱) تہذیب ابن القیم، مطبوع مع معالم السنن للخطابی، ۲/۲۰۴، نیز دیکھئے: خضاب الاباب لشرح مشکوۃ المصابیح للشیخ محمد اسحاق، ۱/۲۱۵-۲۲۰، ۲۲۱-۲۲۸۔

(۲) جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الواقعۃ، ۵/۴۰۷، حدیث (۳۲۹۷) ان الفاظ کے ساتھ اس کی تحسین فرمائی ہے، نیز علامہ البانی نے اسے مختصر شمائل الترمذی، ص ۲۱۰، حدیث ۲۱۳ میں صحیح قرار دیا ہے۔

سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون (نبأ) اور سورۂ اذا الشمس کورت (تکویر) نے مجھے بوڑھا کر دیا (میرے بال سفید کر دیے)۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے بال سفید ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

"شيبتني هود وأخواتها"(۱)

سورۂ ہود اور اس کی بہنوں (ہم موضوع سورتوں) نے میرے بال سفید کر دیے۔

اللہ عزوجل کی ذرہ ذرہ کا توفیق دینا بندہ ہے۔

(۱۳) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: "میں تمنا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ باحیات رہیں یہاں تک کہ ہمیں پیچھے چھوڑیں۔ آپ کا مقصود ہے کہ آپ ﷺ ان میں سب سے آخر میں وفات پائے۔ لیکن اگر محمد ﷺ کی وفات بھی ہو جائے تو اللہ نے تمہارے درمیان ایک نور رکھا ہے جس سے تم ہدایت یاب ہو گے جس سے اللہ نے محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمایا تھا"(۲)۔

عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں "نور" سے مراد قرآن عظیم ہے کیونکہ اس میں ہدایت اور نور ہے، چنانچہ جو اس پر عمل کرے گا وہ صراط مستقیم اور روشن حق پر گامزن ہو گا(۳)۔

(۱۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله عز وجل خلق خلقه في ظلمة فألقى عليهم من نوره، فمن أصابه من ذلك النور اهتدى، ومن أخطأه ضل، فلذلك أقول: جف القلم على علم الله"(۴)۔

---

(۱) اس کو ابن ابی الدنیا اور علامہ البانی نے حسن لغیرہ کہا ہے (دیکھیے الترغیب، حدیث: ۳۴۳) ہیثمی نے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الأنبیاء، باب ۵۴، حدیث: ۳۴۵۶۔

(۳) دیکھیے: ابن ابی الدنیا، ذم الغیبۃ، ۱۳۸/۱، ۱۳۹، حدیث: ۱۸۱، ۱۸۲، ابن ابی الدنیا، الصمت، ۱۸۱/۱، ۱۸۲۔

(۴) جامع ترمذی، کتاب القدر، باب ۱۷، حدیث: ۲۱۴۶۔ ترمذی نے کہا ہے کہ "یہ حدیث حسن ہے" مسند احمد، ۲/۱۷۶، ۱۹۶، ۲۰۴، ۲۱۰، حاکم نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور صحیح قرار دیا ہے (۱/۱۲۷) ذہبی نے بھی ان کی موافقت فرمائی ہے (۱/۳۰) ابن ابی عاصم نے اس کی تخریج کی ہے (السنۃ، ۱/۱۴۷، حدیث: ۳۰۲) البانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور ان پر اپنا نور ڈالا، جسے اس نور کا حصہ حاصل ہوا وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جسے حاصل نہ ہوا وہ گمراہ ہو گیا، اسی لئے میں کہتا ہوں: اللہ کے علم پر قلم خشک ہو گیا۔

یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا اور ان پر اپنے نور کا کچھ حصہ ڈالا، جسے اس نور کا کچھ حصہ حاصل ہوا وہ جنت کی طرف راہ یاب ہوا اور جس سے وہ نور خطا کر گیا اس تک نہ پہنچا وہ گمراہ ہوا اور راہ حق سے منحرف ہو گیا کیونکہ ہدایت یابی اور گمراہی اللہ کے علم کے مطابق جاری ہوئی ہے اور اللہ نے ازل میں اس کا فیصلہ فرما دیا ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہیں، قلم خشک ہو جانا اسی کی تعبیر ہے، اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں جس ایمان و اطاعت اور کفر و معصیت کا فیصلہ ہو چکا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونے کے سبب میں کہتا ہوں کہ قلم خشک ہو چکا ہے (۱)۔

(۱۵) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس سے تاریک رات میں نکلے، یکایک ان دونوں کے سامنے ایک روشنی ظاہر ہوئی (اور ساتھ ساتھ چلتی رہی) یہاں تک کہ جب وہ دونوں جدا ہوئے تو روشنی بھی جدا ہو کر ان دونوں کے ساتھ ہو گئی۔

اور معمر رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ ثابت سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "اسید بن حضیر اور ایک انصاری شخص" اور حماد فرماتے ہیں کہ میں ثابت نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے خبر دی ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے پاس تھے" (۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "معمر کی روایت کو امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اپنی سند سے موصول ذکر کیا ہے، اور انہی کی سند سے امام اسماعیلی نے بایں الفاظ روایت کیا ہے: "اسید بن حضیر اور ایک انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گئے تک گفتگو کرتے رہے اور رات انتہائی تاریک تھی، پھر دونوں نکلے درآں حالیکہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، یکایک ان میں سے ایک کی لاٹھی میں

---

(۱) تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ۷/۱۸۱۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب منقبۃ أسید بن حضیر وعباد بن بشر رضی اللہ عنہما ۱۲/۴۷۰ مع الفتح (۳۸۰۵)۔

روشنی ہوگئی اور دونوں اس روشنی میں چلتے رہے یہاں تک کہ جب دونوں جدا ہوئے تو دوسرے کی لاٹھی میں بھی روشنی ہوگئی، اس طرح دونوں اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتے رہے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچے"۔

اور حماد بن سلمہ کی روایت کو امام احمد اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ان الفاظ سے موصول ذکر کیا ہے:

"اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھے، چنانچہ جب دونوں نکلے تو دونوں میں سے ایک کی لاٹھی میں روشنی ہوگئی اور دونوں اس روشنی میں چلتے رہے، اور جب دونوں نے جدا ہو کر اپنی اپنی راہ لی تو دوسرے کی لاٹھی میں بھی روشنی ہوگئی" (۱)۔

یہ اولیاء کرام کی کرامات کے قبیل سے ہے کیونکہ نیکوکار حضرات کو جب کوئی خلاف عادت امر پیش آتا ہے تو وہ کرامت کہلاتا ہے، اور اگر کسی فاسق کو پیش آجائے تو وہ شیطانی عمل (شعبدہ) ہے، اور اگر کسی مجہول اور گمنام شخص کو پیش آجائے تو اس کا معاملہ کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔

یہ نور جو ان دونوں صحابہ کرام کو پیش آیا ایمان اور تقویٰ کے نور پر مبنی ہے، جس سے ان کا باطن منور ہوا تھا، اور اللہ نے دونوں میں سے ہر ایک کی لاٹھی میں روشنی پیدا کر دی جس سے ان کا ظاہر روشن ہوگیا، یہ فضیلت ہر مومن کو حاصل ہو یہ ضروری نہیں، بلکہ یہ مسئلہ اللہ عزوجل کے سپرد (اس کی مشیت پر مبنی) ہے۔

(۱۶) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين" (۲)۔

جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھے گا اس کے دو جمعہ کے مابین روشنی رہے گی۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أضاء له من النور" کے معنی ہیں کہ اس کے دل میں یا قبر میں یا حشر کے روز سب سے بڑے مجمع میں نور روشن ہوگا۔ "مابين الجمعتين" یعنی دو شعوں کے درمیان کے وقت کی مقدار، اور اسی طرح ہر جمعہ میں ہوگا جس میں وہ (اس) سورہ کی تلاوت کرے گا" (۳)۔

---

(۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۷/۱۲۵۔

(۲) سنن بیہقی، ۳/۲۴۹، مستدرک حاکم، اور بیہقی کی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، ۲/۳۶۸، سنن دارمی، (سہو قلم) فضائل القرآن، باب فی فضل سورۃ الکہف، ۲/۴۳۶، حدیث (۳۴۰۶)، ۱۷۔ البانی رحمہ اللہ نے قوی طرق کی بنیاد پر صحیح الترغیب، ۳/۹۴، حدیث/۶۹۹ میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین، ۲/۴۷۸۔

امام بخاری فرماتے ہیں: "اضاء له" (فعل) لازم اور "ما بين الجمعتين" ظرف بھی ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں دونوں جملوں کے مابین بذات خود روشنی کا ہونا مبالغہ کے طور پر ہوگا، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ فعل متعدی ہو اور ظرف مفعول بہ" (۱)۔

(۲) امام مالک رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "اے بیٹے! علماء کی صحبت اختیار کرو اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے اسی طرح زندگی عطا کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو آسمان کی موسلا دھار بارش سے زندہ کرتا ہے" (۲)۔

چنانچہ لقمان حکیم کے قول "علماء کی صحبت اختیار کرو اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرو" سے زیادتی قرب مقصود ہے، اور "کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے زندگی عطا کرتا ہے" یہ علم کا حصول عمل کی پختگی اور قول وفعل میں درستی کا نام ہے، یعنی دین میں تفقہ پر مشتمل علم، بصیرت کے نفاذ کے ساتھ اللہ کی معرفت، عمل کے لئے حق کی تلاش وجستجو اور باطل سے اعراض" (۳)۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے دلوں کو ایسے ہی زندہ کرتا ہے جس طرح بارش سے زمین کو، اس سے علم نافع اور عمل صالح کی فضیلت اجاگر ہوتی ہے، علم وعمل کی اسی فضیلت کی بنا پر محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"کچھ لوگ طلب علم اور علماء کی صحبت کو ترک کر کے (نفلی) نماز اور روزے میں لگ گئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی جلد خشک ہو کر ہڈی سے چپک گئی، پھر انھوں نے سنت کی مخالفت کی اور ہلاک ہو گئے اور مسلمانوں کا ناحق خون بہایا، اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، جو کوئی جہالت کی بنیاد پر کوئی عمل کرتا ہے اس کی برائی اچھائی سے زیادہ ہی ہوتی ہے" (۴)۔

---

(۱) شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۱۷۵۔

(۲) موطأ امام مالک، ۲/۱۰۰۴۔

(۳) دیکھئے شرح الزرقانی علی موطأ امام مالک، ۴/۵۵۳، وفتح الله ذي الطول والعزة قول الشيخ سعيد بن علي بن وهف القحطاني ص ۱۸۔

(۴) اسے ابن عبدالبر نے اپنی سند سے الاستذکار میں روایت کیا ہے، ۲/۳۳۱، سند صحیح (۱۷۰۷)۔

(۱۸) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"تعرض الفتن على القلوب كالحصير عوداً عوداً، فأي قلب أشربها نكت فيها نكتة سوداء، وأي قلب أنكرها نكت فيه نكتة بيضاء، حتى تصير على قلبين: على أبيض مثل الصفا لا تضره فتنة ما دامت السماوات والأرض، والآخر أسود مربادّاً كالكوز مجخياً، لا يعرف معروفاً ولا ينكر منكراً إلا ما أشرب من هواه"(۱)۔

فتنے دلوں کو چٹائی کی ایک ایک تیلی کی مانند لاحق ہوں گے، چنانچہ جو دل اسے جذب کرلے گا اس پر سیاہ نکتے پڑ جائیں گے اور جو اسے انکار کردے گا اس پر ایک سفید نکتہ پڑ جائے گا یہاں تک کہ دو طرح کے دل ہوجائیں گے، ایک سفید چکنے پتھر کی مانند جسے جب تک زمین وآسمان قائم رہیں گے کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا اور دوسرا سیاہ میلے الٹے پیالہ کی مانند جو نہ کبھی بھلائی کو بھلائی سمجھے گا اور نہ برائی پر نکیر کرے گا سوائے اس کے جو باطل خواہشات اس نے جذب کئے ہیں۔

عربوں کی زبان میں "فتنہ" دراصل آزمائش، امتحان اور جانچ پڑتال کا نام ہے، پھر عام گفتگو میں ہر اس امر کو فتنہ کہا جانے لگا جس کا انجام کار برا ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے: "فتن الرجل" آدمی فتنہ میں پڑ گیا، جب وہ فتنہ میں جا واقع ہو اور اچھی حالت سے بری حالت میں تبدیل ہوجائے۔

فرمان نبوی ﷺ "تعرض الفتن على القلوب كالحصير عوداً عوداً" کا معنی یہ ہے کہ فتنے دلوں کی سطح پر ایسے ہی لگ جائیں گے جیسے چٹائی بنانے والے کے پہلو میں لگ جاتی ہے اور سخت دباؤ کے سبب اس کے جسم میں اثر انداز ہوجاتی ہے، اور پھر تھوڑا تھوڑا اور یا درد سے یارہ لاحق ہوں گے، چنانچہ جو دل بھی فتنہ کو جذب کرے گا اس میں مکمل طور پر داخل اور پیوست ہوجائے گا اور پانی کی طرح چمٹ جائے گا، اس پر ایک سیاہ نکتہ لگ جائے گا اور پھر جب فتنہ سر ابھارے گا تو یہ دل اسے اسی طرح جذب کرے گا جس طرح اسفنج پانی کو جذب کرلیتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہ اور الٹے ہوئے پیالہ کی مانند ہوجائے گا اور "کوز" پینے کے اس برتن

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریباً وسیعود غریباً، ۱/۱۲۹، حدیث (۱۴۴)۔

کو کہتے ہیں جس کا اوپری حصہ کشادہ ہو بشرطیکہ اس میں ٹوپی اور دستانہ ہو، اور اگر دستانہ نہ ہو تو اسے "اکواب" کہا جاتا ہے"(۱)۔

چنانچہ جب دل پلٹ جائے گا تو اس پر معروف منکر گڈمڈ ہو جائیں گے اور بسا اوقات بیماری اس پر غالب پالے گی تو وہ معروف کو منکر اور منکر کو معروف، سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت، حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھے گا اور اس بنا پر وہ اپنی خواہشات نفس کو نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر حکم اور فیصل مانے گا اور اس کا تابع فرمان اور پیروکار ہوگا۔ اور دوسرا دل سفید ہوگا اس میں ایمان کا نور اور اس کے دیئے روشن ہوں گے، جب اس پر فتنہ لاحق ہوگا تو وہ اس کا انکار کرے گا اور ٹھکرا دے گا جس سے اس کے نور، روشنی اور قوت میں مزید اضافہ ہو جائے گا، ایمان کی گرہوں پر اس کی اسی گرفت، شدت اور خلل سے سلامتی کے سبب اسے اس چکنے پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر کوئی چیز نہیں لگتی، چنانچہ اس دل پر فتنے لاحق نہ ہوں گے نہ ہی اس پر ان کا کوئی اثر ہوگا برخلاف سیاہ مٹیالے دل کے، "مرباد: اس رنگ کو کہتے ہیں جو سفیدی، سیاہی اور گدلے پن کے مابین راکھ کے رنگ کے مشابہ ہوتا ہے"(۲)، یہ سیاہ اور بانا ہوا دل ہے جس میں کوئی بھلائی یا حکمت اثر انداز نہیں ہوتی ہے، اسی لئے اس کی تشبیہ اس الٹے پیالہ سے دی گئی ہے جس میں پانی نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے دل میں ہر گناہ کے سبب تاریکی چھا گئی ہے اور وہ فتنوں کی آغوش میں چلا گیا ہے نیز اس سے اسلام کا نور زائل ہو چکا ہے، اور دل آبخورے کی مانند ہے کہ جب وہ پلٹ جاتا ہے تو اس میں موجود شے ڈھل جاتی ہے اور اس کے بعد پھر کوئی شے اس میں داخل نہیں ہو سکتی (۳)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فتنے جو دلوں کو لاحق ہوتے ہیں وہ دراصل دلوں کی بیماری کے اسباب ہیں، یہ شہوات، شبہات، ضلالت وگمراہی اور گناہوں کے فتنے ہیں، اور بدعات علم وجہالت کے فتنے ہیں، پہلا قصد وارادہ کی خرابی کا موجب ہے اور دوسرا علم وعقیدہ کی خرابی کا موجب ہے"(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: مشارق الانوار النبویۃ من صحاح الاخبار ۱/۲۰۳۔

(۲) دیکھئے: مشارق الانوار النبویۃ من صحاح الاخبار ۱/۲۰۳۔

(۳) دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم ۲/۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، واغاثۃ اللہفان من مصاید الشیطان لابن القیم ۱/۱۲۔

(۴) مدارج السالکین ۱/۱۵۰۔

نیز فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دلوں کی قسمیں بیان فرمائی ہیں، جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا(۱): ''دلوں کی چار قسمیں ہیں:

۱- قلب اجرد: جس میں روشن چراغ ہوتا ہے، یہ مومن کا دل ہے۔

۲- قلب اغلف: یہ کافر کا دل ہے۔

۳- قلب منکوس: یہ منافق کا دل ہے جو جانتا ہے پھر انکار کر دیتا ہے۔

۴- وہ دل جس میں دو مادے ہوتے ہیں: ایمان اور نفاق، چنانچہ اس میں ایمان کی مثال اس شجر کی سی ہے جو پاکیزہ پانی سے سیراب ہوتا ہو، اور نفاق کی مثال اس زخم کی سی جس میں خون و پیپ بھرا ہو، ان دونوں میں سے جو چیز اس پر غالب ہوگی وہ غالب اور زیادہ ہوگی'' (۲)۔

چنانچہ ''قلب اجرد'' وہ دل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ سے مجرد اور خالی ہو، ایسا دل حق کے علاوہ (یا طل) سے خالی اور محفوظ ہوتا ہے، اس میں جگمگاتا چراغ ہوتا ہے جو ایمان کا دیا اور اس کی روشنی ہوتا ہے، الغرض یہ دل باطل کے شبہات اور ضلالت وگمراہی کے خواہشات سے عاری اور ایمان وعمل کے نور سے منور ہوتا ہے۔

اور ''قلب اغلف'' کافر کا دل ہے کیونکہ کفر اس کا غلاف ہوتا ہے اور اس کے رگ وریشہ میں رچا بسا ہوتا ہے لہٰذا اس تک علم وایمان کی روشنی نہیں پہنچتی، جب اس سے توحید خالص اور نبی کریم ﷺ کی خالص اتباع کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اور ''قلب منکوس'' منافق کا دل ہے، یہ سب سے برا اور خبیث ترین دل ہے، کیونکہ وہ باطل کو حق سمجھتا ہے اور باطل پرستوں سے دوستی اور محبت رکھتا ہے اور حق کو باطل سمجھتا ہے اور حق پرستوں سے دشمنی رکھتا ہے

---

(۱) اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ لابن حجر العسقلانی ۱/۱۸۔

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ذکر کیا ہے اور ابوداود الطیالسی کی طرف منسوب کیا ہے نیز اس کی مثل ذکر کی ہے جو فرمایا ہے کہ یہ مرفوعاً بھی مروی ہے اور مرفوعاً مسند احمد میں ہے، کتاب الایمان لابن تیمیہ ص ۱۸۸، میں (مولف کتاب) کہتا ہوں کہ یہ مسند احمد (۳/۱۸) میں ہے، علامہ البانی فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ مرفوع کی مثل صحیح ہے، لیکن یہ موقوف ہے'' دیکھئے الایمان لابن تیمیہ ص ۲۸۸۔

اور اس کے باوجود وہ کفر چھپاتا ہے اور ایمان ظاہر کرتا ہے۔

اور "وہ دل جس کے دو بادے ہوتے ہیں" وہ دل ہے جس میں حق راسخ نہ ہوا ہو اور اس میں حق کا چراغ روشن نہ ہو پایں طور کہ وہ اس حق کے لئے خالص نہ ہو چکے، مگر اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے، چنانچہ وہ کبھی ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہوا اور کبھی کفر کی بہ نسبت ایمان سے زیادہ قریب ہو، اور حکم غالب کا ہوگا اور وہی معتبر ہوگا(۱)۔

(۱۹) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"طوبى للغرباء" فقيل: من الغرباء يا رسول الله؟ قال: "أناس صالحون في أناس سوء كثير، من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم" قال: وكنا عند رسول الله ﷺ يوماً آخر حين طلعت الشمس فقال رسول الله ﷺ: "سيأتي أناس من أمتي يوم القيامة نورهم كضوء الشمس" فقلنا: من أولئك يا رسول الله ﷺ؟ فقال: "فقراء المهاجرين والذين تتقى بهم المكاره، يموت أحدهم وحاجته في صدره، يحشرون من أقطار الأرض"(۲)۔

اجنبیوں کے لئے خوش خبری ہے، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول اجنبی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: بہت سارے برے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے، فرماتے ہیں کہ: ہم ایک دوسرے روز طلوع آفتاب کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قیامت کے روز آئیں گے جو سورج کی طرح روشن اور تابناک ہوں گے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: فقراء مہاجرین اور وہ جن کے ذریعہ ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا ہے، ان میں سے کسی کی

---

(۱) دیکھئے: الفتح الرحمن فی مصائد الشیطان، ۱/۱۸، ۱۹۔

(۲) مسند احمد، ۲/۱۷۷، علامہ البانی نے اسے حسن کی بنیاد پر سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۴/۱۵۳، حدیث: ۱۶۱۹) میں صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ شیخ احمد شاکر نے مسند احمد کی ترتیب اور تخریج میں صحیح قرار دیا ہے، ۱۰/۱۳۵ و ۱۳۶، حدیث (۶۶۵۰) و ۱۲/۲۹، حدیث (۷۰۰۴) و ۱۲/۹، حدیث (۷۰۷۶)۔

وفات ہوتی ہے اور اس کی ضرورت اس کے سینہ ہی میں رہتی ہے، یہ لوگ روئے زمین کے گوشہ گوشہ سے اٹھائے جائیں گے۔

یہ نور عام مسلمانوں کو قیامت کے روز حاصل ہونے والے نور سے بڑا ہوگا، اسی لئے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے قیامت کے روز مومنوں کے نور کا تذکرہ کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ وہ ان کے ایمان یقین اور اخلاص کی قوت کے اعتبار سے ہوگا فرماتے ہیں: "چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح..."(۱)۔

(۴۰) ایک یہودی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: جس دن زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اور آسمان کو بھی اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"هم في الظلمة دون الجسر"(۲)۔

وہ تاریکی میں پل صراط پر ہوں گے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الجسر" - جیم پر زبر اور زبر کے ساتھ - اس چیز کو کہتے ہیں جس پر عبور کیا جائے، یہاں پل صراط مراد ہے، اور "دون" کے معنی اوپر کے ہیں، جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں "علی الصراط"(۳) (یعنی پل صراط پر) کے الفاظ ہیں۔

جن احادیث سے زمین کی تبدیلی کے وقت لوگوں کے پل صراط پر ہونے کا پتہ چلتا ہے وہ قریب قریب الفاظ میں وارد ہیں، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ عزوجل کے فرمان:

﴿يوم تبدل الأرض غير الأرض والسماوات﴾۔

جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا۔

---

(۱) الاعلام بما في الجنة من الأنام للعلامہ ابن القیم الجوزیہ ص ۸۶۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الحیض، باب صفۃ نعیم اہل الجنۃ واہلہا حدیث نمبر ۱۵۲/۱، ۳۱۵ بعد۔

(۳) [القسم بہ اشکل] ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب مسلم ۱/۳۵۴ بعد، نیز دیکھئے اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للابی ۱۵۶/۲۔

کے بارے میں دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا:

"علی الصراط"(۱)۔

یعنی پل صراط پر ہوں گے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ترمذی کی روایت میں "علی جسر جهنم" کے الفاظ ہیں (یعنی جہنم کے پل پر ہوں گے) اور مسند احمد میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں "علی متن جهنم" کے الفاظ ہیں (یعنی جہنم کی پشت یعنی اوپری حصہ پر ہوں گے)"(۲)۔

ظاہری دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ اس زمین کو بدل کر دوسری زمین لائی جائے گی (۳)۔

اور تبدیل شدہ زمین کی صفت کے بارے میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے کہ وہ سرخی مائل سفید زمین ہوگی، چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يحشر الناس يوم القيامة على أرض بيضاء عفراء، كقرصة النقي، ليس فيها علم لأحد"(۴)۔

قیامت کے دن لوگ صاف ستھرے خالص آٹے کی روٹی کی مانند سرخی مائل سفید زمین پر جمع کئے جائیں گے جس میں کسی کی کوئی علامت نہ ہوگی۔

"الأرض العفراء" ایسی سفید زمین کو کہتے ہیں جو خالص سفید نہیں بلکہ سرخی مائل ہو، اور آپ ﷺ کے فرمان "القرصة النقي" میں قرصۃ کے معنی روٹی کے ہیں، اور نقی اس آٹے کو کہتے ہیں جو خوش اور

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب في البعث والنشور وصفة الأرض يوم القيامة، ۴/۲۱۵۰، حدیث (۲۷۹۱)، اور آپ کے مزید دلائل حدیث (۴۹۸) کی ہے۔

(۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۱۱/۳۷۶، اور صحیح ترمذی کی روایت (۳۱۲۱) میں ہے۔

(۳) دیکھئے: لباب التفسیر من ابن کثیر، تفسیر سورۂ ابراہیم، ۴/۱۵۳۔

(۴) متفق علیہ، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یقبض اللہ الأرض یوم القیامۃ، ۴/۲۳۸، حدیث (۶۵۲۱)، وصحیح مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب في البعث والنشور وصفة الأرض يوم القيامة، ۴/۲۱۵۰، حدیث (۲۷۹۰)۔

ملاوٹ سے پاک (چھنا ہوا اور خالص) ہو، اور آپ کے فرمان: "لیس فیها علم لأحد" کے معنی ہیں کہ اس میں کسی کی کوئی علامت نہ ہوگی، نہ کوئی رہائش گاہ نہ عمارت اور نہ کوئی نشان ہوگا اور نہ ہی راستوں کے نشانات میں سے کوئی چیز ہوگی، جیسے پہاڑ اور بوسے (نمایاں) چٹان وغیرہ، اور اس سے دنیا کی زمین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ فنا ہو جائے گی (۱)۔

(۲) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة، واتقوا الشح، فإن الشح أهلك من كان قبلكم، حملهم على أن سفكوا دماءهم، واستحلوا محارمهم" (۲)۔

ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکی ہوگا اور بخل سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک وبرباد کر دیا، انہیں اپنا خون بہانے اور محارم کو حلال سمجھنے پر آمادہ کر دیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حدیث کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن یہ سزا دی جائے گی کہ وہ تہ بہ تہ تاریکیوں میں ہوگا، جس دن مومنین اپنی روشنی میں ہوں گے جو ان کے سامنے اور دائیں جانب سے دوڑے گی، جس وقت منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے:

﴿انظرونا نقتبس من نوركم﴾۔

ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔

تو ان سے جواباً کہا جائے گا:

﴿ارجعوا وراءكم فالتمسوا نورا﴾" (۳)۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: شرح نووی علی صحیح مسلم، ۱۷/۲۱۵، ۲۱۶، وفتح الباری لابن حجر، ۱۱/۳۷۵۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، ۴/۱۹۹۶، حدیث (۲۵۷۸)، وصحیح بخاری، کتاب المظالم، باب اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات یوم القیامة، واتقوا الشح، حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بلفظ: "الظلم ظلمات یوم القیامة"، ۳/۱۳۰، حدیث (۲۴۴۷)۔

(۳) ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، ۱/۱۳۰، اور آیت کریمہ سورۃ الحدید (۱۳) کی ہے، نیز دیکھئے: شرح نووی علی صحیح مسلم، ۲/۲۴۰، واکمال اکمال المعلم بشرح صحیح مسلم للابی، ۱/۳۳۸۔

تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: "ظلم دو گناہوں پر مشتمل ہے: ایک ناحق غیر کا مال ہڑپ کرنا، اور دوسرا رب سبحانہ وتعالیٰ سے اس کی مخالفت کا اعلان کرنا، اور ظلم کی معصیت سب سے سنگین ہے، کیونکہ عام طور پر ظلم کمزور شخص پر ہی ہوتا ہے جسے بدلہ کی طاقت نہیں ہوتی، اور ظلم دل کی ظلمت سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر دل ہدایت کے نور سے منور ہو تو عبرت وموعظت سے آشنا رہتا ہے، چنانچہ جب متقی حضرات تقویٰ کے سبب حاصل شدہ اپنے نور کی روشنی میں دیکھیں گے تو ظالم کو ظلم کی تاریکی اپنے گھیرے میں لے لے گی اور اس کا ظلم اسے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچائے گا" (۱)۔

اور فرمان نبوی "اتقوا الشح، فإن الشح أهلك من كان قبلكم"۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ "شح" بخل سے شدید تر اور ہاتھ روکنے (نہ دینے) میں بخل سے بڑھ کر ہے، اور کہا گیا ہے کہ "شح" لالچ کے ساتھ بخالت کا نام ہے، اور کہا گیا ہے کہ "شح" اس چیز کی لالچ کا نام ہے جو اپنے پاس نہ ہو جبکہ "بخل" اپنے پاس موجود مال سے نہ نکالنے کا نام ہے (۲)۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ظلم کی تین قسمیں ہیں:

۱- شرک کا ظلم۔ ۲- گناہوں کا ظلم۔ ۳- نفس کا ظلم۔

اور اس سے واضح الفاظ میں دو قسمیں ہیں: ایک بندے کا اپنے نفس پر ظلم کرنا، اور اس کی دو قسمیں ہیں: شرک کا ظلم اور گناہوں کا ظلم، اور دوسرا بندے کا کسی دوسرے پر ظلم کرنا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا، اور راہ راست کی رہنمائی کرنے والا ہے۔

---

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری (۵/۱۰۰)۔

(۲) دیکھیں: المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی (۶/۵۷۵)، شرح نووی علی صحیح مسلم (۱۶/۱۲۵)، اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم (۸/۸۳۳)۔

دوسرا مبحث:

توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں

پہلا مطلب: توحید کا نور

پہلا مسلک: توحید کا مفہوم:

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تنہا لائق عبادت ہونے، عظمت وجلال اور صفات کمال میں واحد اور بے مثال ہونے اور اسماء حسنیٰ میں منفرد اور تا دم روزگار ہونے کا علم رکھنے اور پختہ اعتقاد کے ساتھ اعتراف کرنے کا نام توحید مطلق ہے(۱)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ (۲)۔

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء اپنی صفات اور افعال میں تنہا اور اکیلا ہے، چنانچہ نہ تو اس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہم نام ہے اور نہ اس کے اور نہ ہی کوئی اس کے مثل ہے اور نہ مشابہ اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی خالق اور مدبر ہے اور جب بات ایسی

---

(۱) دیکھئے: القول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی ص ۱۸۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۶۳۔

ہے تو وہی اس بات کا حقیقی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ کیا جائے"(۱)۔

دوسرا مسلک: توحید کے اثبات میں روشن دلائل:

توحید کے اثبات پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں روشن براہین اور واضح دلائل بے شمار ہیں لیکن ان میں سے چند دلائل بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴾ (۲)۔

اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے، میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا، اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی رساں قوت والا مضبوط ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری توحید کا اقرار کریں (۳)۔

(۲) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ﴾ (۴)۔

اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ میری عبادت کرو، اور طاغوت سے اجتناب کرو، تو ان میں سے کچھ لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ لوگوں پر گمراہی ثابت ہوگئی۔

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان لسعدی ص ۲۰۔

(۲) سورۃ الذاریات ۵۶: ۵۸۔

(۳) ایضاح البیان فی مقاصد القرآن للشنقیطی ص ۱۱۔

(۴) سورۃ النحل ۳۶۔

ان آیات میں اللہ عزوجل اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اس کی حجت تمام امتوں پر قائم ہو چکی ہے، اور کوئی بھی اگلی یا پچھلی امت نہیں ہے مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے، اور وہ سارے انبیاء ورسل ایک دعوت اور ایک دین پر متفق ہیں، اور وہ ہے تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں، پھر انبیاء کی دعوت کو تسلیم کرنے کے اعتبار سے امتیں دو حصوں میں تقسیم ہو گئیں ایک وہ جن کو اللہ نے ہدایت عطا فرمائی، چنانچہ ان امتوں نے رسولوں کی اتباع کی، اور دوسرے وہ جن پر گمراہی ثابت ہو گئی، چنانچہ انھوں نے راہ ہلاکت کی پیروی کی (۱)۔

(۳) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (۲)۔

اور ہم نے آپ ﷺ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے قبل تمام رسولوں کی رسالت کا نچوڑ اور خلاصہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دینا اور اس بات کی وضاحت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے اور اس کے علاوہ کی عبادت باطل ہے (۳) اسی لئے اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ﴾ (۴)۔

اور آپ ہمارے ان رسولوں سے پوچھئے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۴۹۳۔

(۲) سورۃ الانبیاء: ۲۵۔

(۳) جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری ۱۸/ ۲۴۷، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۷۰۱۔

(۴) سورۃ الزخرف: ۴۵۔

(۴) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (۱)۔

اور تمہارے رب نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان (حسن سلوک) کرو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے توحید کا فیصلہ کرتے ہوئے، وصیت کرتے ہوئے، حکم دیتے ہوئے اور تاکیدی طور پر لازم کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَضَىٰ رَبُّكَ﴾ اور تمہارے رب نے دینی طور پر فیصلہ کر دیا ہے اور شرعاً لازم کر دیا ہے کہ ﴿أَلَّا تَعْبُدُوا﴾ تم زمین اور آسمان میں رہنے والوں میں سے خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ کسی کی عبادت نہ کرو ﴿إِلَّا إِيَّاهُ﴾ سوائے اسی (اللہ) کے، کیونکہ وہ تنہا، اکیلا، منفرد اور بے نیاز ہے (۲)۔

(۵) تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اپنی امتوں سے کہتے رہے کہ:

﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ (۳)۔

اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، کیونکہ وہی خالق، رازق اور تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے، اور اس کے سوا جو بھی ہے وہ مخلوق اور محتاج ہے، اسے کسی معاملہ کا کوئی اختیار نہیں (۴)۔

(۶) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (۵)۔

اور انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۲۳۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری: ۱۵/۱۳۳ و تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۳/۳۲۱، و تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام الرحمان للسعدی ص: ۴۷۶۔

(۳) سورۃ الاعراف: ۵۹۔

(۴) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص: ۲۵۸۔

(۵) سورۃ البینۃ: ۵۔

کر کے۔

(۷) اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ (۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔

اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے کہہ دیں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور اس میں میں جن چیزوں سے دوچار ہوں، اور ان تمام میں اللہ جو کچھ بھی مجھ پر جاری کرے اور جو کچھ بھی میرے نوشتہ تقدیر میں مقدر کرے سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک عبادت نہیں، جیسا کہ اس کی ربوبیت اور اس کی تدبیر میں اس کا کوئی ساجھی و شریک نہیں، اسی بات کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے، اور میں اس امت میں اپنے رب کا سب سے پہلا اقراری یقین کرنے والا اور تابع فرمان ہوں (۲)۔

(۸) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "یا معاذ هل تدري ما حق الله على عباده؟" اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کا زیادہ علم رکھتے ہیں" تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "حق الله على عباده أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئا" اللہ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں، پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا: "يا معاذ هل تدري ما حق العباد على الله إذا فعلوه" اے

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۶۲/۱۶۳۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۱۲/۱۰۳، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص: ۲۴۵۔

معاذ! کیا تم جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جب وہ ایسا کر لیں؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں" تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "حق العباد علی اللہ أن لا یعذب من لا یشرک بہ شیئاً" بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرے(۱)۔

یہ عظیم حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عبادتیں مشروع قرار دی ہیں، اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ کسی کو شریک نہ کریں، نیز بندوں کا حق اللہ عزوجل پر یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جس ثواب کے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے وہ ان کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے، اور یہ وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول حق اور سچے وعدہ کے موجب ثابت ہوا ہے جس میں نہ تو خبر کے جھوٹ ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ ہی وعدہ خلافی کا کوئی اندیشہ، بلکہ یہ وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر از روئے فضل وکرم اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات پر اپنے مومن بندوں کے لئے ایک حق اسی طرح واجب کر لیا ہے جس طرح اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے، اسے کسی مخلوق نے اللہ پر لازم نہیں کیا ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات پر قیاس کیا جا سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور عدل کے فیصلہ سے اپنی ذات پر رحمت لکھ لی ہے اور اپنے آپ پر ظلم کو حرام کر لیا ہے(۲)۔

(۹) نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

"... فإن اللہ حرم علی النار من قال: لا إلہ إلا اللہ، یبتغي بذلك وجہ اللہ"(۳)۔

---

(۱) متفق علیہ: بخاری، کتاب الجہاد، باب اسم الفرس والحمار، ۶/۲۷۸۶، حدیث نمبر (۲۷۰۰)، ومسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً، ۱/۵۸، حدیث نمبر (۳۰)، بہ کے الفاظ بخاری کے ہیں، حدیث نمبر (۲۸۵۶) و(۷۳۷۳)۔

(۲) دیکھئے: المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی، ۱/۲۰۳، وشرح النووی علی مسلم، ۱/۳۰۵، ومجموع فتاوی ابن عثیمین، ۱/۱۲۳۔

(۳) متفق علیہ: بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، ۱/۱۱۵، حدیث نمبر (۴۲۵)، ومسلم، کتاب المساجد، ۱/۴۵۶، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ بعذر، ۱/۴۵۵، حدیث نمبر (۳۳)۔

..... بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام قرار دیا ہے جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو اور اس سے اللہ کی رضا چاہتا ہو۔

تیسرا مسلک: توحید کی قسمیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور معبودیت کا مختار ہے، چنانچہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے لئے ساری عبادتیں کرنا اور پورے دین کو اللہ کے لئے خالص کر دینا ہی توحید الوہیت ہے، اور یہی کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا معنی ومفہوم ہے، اور یہ توحید توحید کی تمام قسموں (۱) کو شامل اور مستلزم ہے، کیونکہ توحید کی دو قسمیں ہیں:

۱- توحید خبری علمی اعتقادی (۲)۔

یہ توحید معرفت اور اثبات ہے، اور یہی توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات بھی ہے، یہ ذات باری تعالیٰ، اس کی صفات، اس کے افعال، اس کے اسماء، اس کے اپنی مخلوق کے مطابق اپنے بندوں سے اپنی کتابوں کے ذریعہ کلام کرنے کی حقیقت کے اثبات کا نام ہے، اور اس کی قضاء وقدر اور اس کی حکمت کے علوم کو ثابت کرنے اور اس کی ذات کو ان تمام عیوب ونقائص سے منزہ ومقدس کرنے کا نام ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

۲- توحید طلبی قصدی ارادی۔

یہ طلب اور قصد میں توحید ہے، اور اسی کا نام توحید الوہیت یا عبادت ہے (۳)۔

تفصیلی طور پر توحید کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہو جاتی ہیں:

---

(۱) دیکھئے تیسیر العزیز الحمید للشیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص ۳۸، والقول السدید للسعدی ص ۷ اور دیباچہ حقیقۃ التوحید للشیخ صالح الفوزان ص ۲۰۔

(۲) دیکھئے مدارج السالکین لابن القیم ۱/۴۴۹۔

(۳) دیکھئے دقائق التفسیر ۱/۲۱ اور مدارج الاصول علی الدلائل للحکمی ۱/۹۸، وشرح العقیدۃ الواسطیۃ لمحمد خلیل ہراس ص ۱۰۔

پہلی قسم: توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے جو تنہا تخلیق، بادشاہت، روزی اور تدبیر کائنات کا مالک ہے جس نے اپنی تمام مخلوقات کی پرورش نعمتوں سے کی ہے، اور اپنی مخلوق کے چیدہ و برگزیدہ افراد یعنی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے سچے پیروکاروں کی پرورش صحیح عقائد، اچھے اخلاق، نفع بخش علوم اور اعمال صالحہ کے ذریعہ کی ہے۔ اور دلوں اور روحوں کی یہ نفع بخش تربیت دنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی کے لئے ہے۔

دوسری قسم: توحید اسماء و صفات:

توحید اسماء و صفات اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر پہلو سے مطلق کمال سے متصف ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے جن اسماء و صفات کو اپنے لئے ثابت کیا ہے یا جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے لئے ثابت کیا ہے انہیں ان کے معانی اور ان سے متعلق کتاب و سنت میں وارد احکام سمیت اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کے شایان شان اس طرح ثابت کیا جائے کہ نہ کسی صفت کی نفی لازم آئے، نہ اس کا معنی معطل ہو، نہ اس میں تحریف کی جائے، نہ مخلوق کی صفت سے تشبیہ دی جائے، اور نہ ہی اس کی کیفیت بیان کی جائے، اور ان تمام نقائص و عیوب کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جن کی اللہ نے اپنی ذات سے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی ذات سے نفی کی ہو، اور ہر اس چیز کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جو اللہ کے کمال کے منافی ہو۔

توحید ربوبیت اور توحید اسماء و صفات کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کی ہے، جیسے سورۂ حدید کے ابتداء میں، سورۂ طٰہٰ میں، سورۂ حشر کے اخیر میں، سورۂ آل عمران کے اخیر میں اور مکمل سورۂ اخلاص میں وغیرہ (۱)۔

تیسری قسم: توحید الوہیت (توحید عبادت):

توحید الوہیت کو توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے، توحید عبادت علم و عمل اور اعتراف کے ساتھ اس بات کے

---

(۱) دیکھئے: فتح المجید، ص: ۱۷، والقول السدید ص ۱۶، والتوحید لعبد الرحمن السعدی، ص ۱۳-۱۴، ومعارج القبول ۱/۹۹۔

پختہ عقیدہ کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبادت کا حقدار ہے، اور تمام عبادتوں کا تنہا مستحق اللہ تعالیٰ کو سمجھنا، نیز اللہ تعالیٰ کے لئے پورے دین کو خالص کر دینا، توحید الوہیت توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات دونوں کو شامل و مستلزم ہے، کیونکہ الوہیت ہی وہ صفت ہے جو تمام اوصاف کمال اور اوصاف ربوبیت وعظمت کو عام ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی اور لائق پرستش ہے، اس لئے کہ وہی جلال وعظمت کی خوبیوں کا مالک ہے، اور اس لئے بھی کہ اسی نے اپنی مخلوقات پر ہر طرح کے انعامات واحسانات نچھاور رکھے ہیں۔

چنانچہ اوصاف کمال میں اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور صفت ربوبیت میں اس کی انفرادیت سے لازم آتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہ ہو۔

توحید الوہیت ہی شروع سے اخیر تک تمام رسولوں کی دعوت کا مقصود اصیل تھا، اور توحید کی اس قسم کا بیان سورۂ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ میں اور درج ذیل فرمان باری تعالیٰ میں ہوا ہے:

﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾ (۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)! اس انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں، اور نہ اللہ کو چھوڑ کر ہم میں کا بعض بعض کو رب بنائے، اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

اسی طرح سورۂ ہود کے شروع واخیر میں، اور سورۂ غافر کے شروع، درمیان اور اخیر میں، اور سورۂ اعراف کے شروع اور اخیر میں، اور قرآن کریم کی اکثر سورتوں میں توحید الوہیت کا بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم کی ہر سورت میں توحید کی قسموں کا بیان ہوا ہے، قرآن کریم از اول تا آخر توحید کی قسموں ہی

(۱) سورۂ آل عمران ۶۴۔

کے بیان پر مشتمل ہے، کیونکہ قرآن کریم یا تو اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے اسماء وصفات، اس کے افعال اور اس کے اقوال کی خبر دیتا ہے، اور یہی توحید علمی خبری اعتقادی یعنی "توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات" ہے، اور یا تو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے اور دیگر معبودان باطلہ سے رشتہ توڑنے کی دعوت دیتا ہے اور یہی توحید ارادی طلبی یعنی "توحید الوہیت" ہے، اور یا تو قرآن کریم اوامر دینی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے وجوب کے بیان پر مشتمل ہے، اور یہ ساری چیزیں توحید کے حقوق اور ثمرہ میں شامل ہیں، اور یا تو قرآن کریم اہل توحید کے اعزاز واکرام اور انھیں دنیا میں عطا ہونے والی نصرت وتائید اور آخرت میں عطا ہونے والی عزت افزائی کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کا ثمرہ ہے، اور یا تو قرآن کریم اہل شرک اور انھیں دنیا میں دی جانے والی سزاؤں اور آخرت میں ہونے والے عذاب کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کے حکم سے خارج ہونے والے کا انجام ہے، الغرض قرآن کریم مکمل طور پر توحید، اس کے حقوق اور اس کے ثمرات اور شرک اور اہل شرک اور ان کے انجام کے بیان پر مشتمل ہے(۱)۔

چوتھا مسلک: توحید کے فوائد اور ثمرات:

توحید کے بڑے عظیم فضائل، لائق تعریف ثمرات اور بہترین نتائج ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- دنیا وآخرت کی بھلائی توحید کے فضائل وثمرات میں سے ہے۔

۲- توحید دنیا وآخرت کی مصیبتوں اور بلاؤں سے نجات کا سب سے عظیم سبب ہے، اللہ تعالیٰ توحید کے ذریعہ دنیا وآخرت کی مصیبتیں ٹالتا ہے اور نعمتیں اور بھلائیاں کھولتا ہے۔

۳- توحید خالص سے دنیا وآخرت میں مکمل امن وسلامتی پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم (۱/۴۵)، وما بعدہا، کتاب التوحید، ص: ۱۸، والقول السدید، ص: ۲، وتیسیر العزیز الحمید، ص: ۵۸۔

(۲) سورۃ الانعام: ۸۲۔

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر گامزن ہیں۔

۴۔ صاحب توحید (موحد یا توحید پرست) مکمل ہدایت اور ہر اچھی چیز کی توفیق سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ توحید کے ذریعہ گناہوں کی مغفرت فرماتا اور خطاؤں کو معاف کرتا ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

"یا ابن آدم إنك لو أتیتني بقراب الأرض خطایا ثم لقیتني لا تشرك بي شیئاً لأتیتك بقرابها مغفرة" (۱)۔

اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ لے کر آئے اور پھر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا ہو، تو میں تیرے پاس زمین (کی وسعتوں) بھر بخشش لے کر آؤں گا۔

۶۔ توحید کی بدولت موحد کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرماتا ہے، چنانچہ عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من شهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریك له، وأن محمداً عبده ورسوله، وأن عیسیٰ عبد الله ورسوله وكلمته ألقاها إلى مریم وروح منه، وأن الجنة حق، والنار حق، أدخله الله الجنة على ما كان من العمل" (۲)۔

جس نے اس بات کی گواہی دی کہ کوئی حقیقی معبود نہیں سوائے اللہ واحد کے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے

---

(۱) ترمذی، کتاب الدعوات، باب فضل التوبة والاستغفار، ۵/۵۴۸، حدیث نمبر (۳۵۴۰)۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترمذی (۳/۱۶۱) اور سلسلة الأحادیث الصحیحة (حدیث نمبر: ۱۲۷، ۱۲۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالیٰ: یا أهل الكتاب لا تغلوا في دینكم، ۶/۴۸، حدیث نمبر (۳۴۳۵)، ومسلم، كتاب الإیمان، باب الدلیل على أن من مات على التوحید دخل الجنة، ۱/۵۷، حدیث نمبر (۴۸)۔

رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور یہ کہ جہنم حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا خواہ جیسا بھی عمل ہو۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من مات لا یشرك بالله شیئاً دخل الجنة" (۱)۔

جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۷- توحید جب دل میں راسخ اور پیوست ہو جاتی ہے تو موحد کو جہنم میں داخل ہونے سے بالکلیہ روک دیتی ہے، چنانچہ عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"... فإن الله حرم على النار من قال: لا إله إلا الله، يبتغي بذلك وجه الله" (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جو کہے "لا الہ الا اللہ" اور وہ اس سے اللہ کی رضا کا خواہاں ہو۔ (یعنی خلوص نیت سے کہے)

۸- اگر بندے کے دل میں رائی کے اونی دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو وہ اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے سے مانع ہوگا (۳)۔

۹- اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کا سب سے عظیم سبب توحید ہی ہے، اور نیز رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پانے والا سب سے خوش بخت شخص وہ ہے جس نے خلوص دل یا خلوص نیت سے "لا الہ الا اللہ" پڑھا ہو (۴)۔

---

(۱) مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرك بالله شیئا دخل الجنة، ۱/۹۴، حدیث نمبر (۹۳)۔

(۲) بخاری، کتاب الصلاة، باب المساجد في البیوت، ۱/۱۷۲، حدیث نمبر (۴۲۵)، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة، ۱/۴۵۴-۴۵۵، حدیث نمبر (۳۳)۔

(۳) دیکھئے صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا، حدیث نمبر (۷۴۱۰)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، ۱/۱۷۲، حدیث نمبر (۱۸۳)۔

(۴) بخاری، کتاب العلم، باب الحرص على الحدیث، ۱/۳۸، حدیث نمبر (۹۹)۔

۱۰- تمام ظاہری و باطنی اعمال و اقوال کی قبولیت، کمال اور ان پر اجر و ثواب کا مرتب ہونا توحید پر موقوف ہے، چنانچہ جس قدر اللہ کے لئے توحید اور خلوص و للہیت قوی اور مضبوط تر ہوگا اسی قدر یہ اعمال و اقوال بھی مکمل اور تام ہوں گے۔

۱۱- توحید بندے پر نیکیوں کی انجام دہی اور برائیوں کے ترک کو سہل اور آسان بنا دیتی ہے اور اسے مصائب میں تسلی بخشتی ہے، چنانچہ موحد پر جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی توحید میں مخلص ہو نیکیوں کی انجام دہی آسان ہوتی ہے، کیونکہ اسے اپنے رب کی رضا اور ثواب کی امید ہوتی ہے، اسی طرح اس کے لئے ان معاصی اور گناہوں کو ترک کرنا آسان ہوتا ہے جنھیں انجام دینے کے لئے اس کا نفس آمادہ ہوتا ہے، کیونکہ اسے اللہ کی ناراضگی اور سزا کا خوف ہوتا ہے۔

۱۲- توحید جب دل میں مکمل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ موحد کے لئے ایمان کو محبوب بنا دیتا ہے اور اسے اس کے دل میں مزین و آراستہ کر دیتا ہے، اور اس کے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسندیدہ اور مبغوض کر دیتا ہے اور اسے ہدایت یافتہ لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما دیتا ہے۔

۱۳- توحید بندے کے لئے ناپسندیدہ چیزیں ہلکی اور سہل بنا دیتی ہے اور اس پر آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں کو آسان کر دیتی ہے، چنانچہ بندہ اپنے دل میں توحید کے کمال و رسوخ کے اعتبار سے تکالیف و مصائب کو شرح صدر، اطمینان قلب اور اللہ کی کونی تقدیروں پر تسلیم و رضا کا ثبوت دیتے ہوئے قبول کرتا ہے، توحید انشراح صدر کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے۔

۱۴- توحید بندے کو مخلوق کی غلامی، ان سے لو لگانے، ان سے ڈرنے اور امید وابستہ کرنے اور ان کی خاطر عمل کرنے کی قید و بند سے آزاد کرتی ہے۔

اور یہی حقیقی عزت اور عظیم شرف ہے، اور اسی سے بندہ اللہ کا عبادت گزار ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ کسی سے امید کرتا ہے نہ اس کے علاوہ کسی سے خوف کھاتا ہے، اور اسی سے اس کی فلاح و کامیابی کی تکمیل ہوتی ہے۔

۱۵- توحید جب بندے کے دل میں مکمل ہو جاتی ہے اور مکمل اخلاص و للہیت کے ساتھ دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو بندے کا تھوڑا عمل بھی زیادہ ہو جاتا ہے، اور اس کے نیک اعمال و اقوال بلا حساب گناہ درگزر ہو

جاتے ہیں۔

۱۶۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے موحدین کے لئے دنیا میں فتح وکامرانی، نصرت وتائید، عزت وشرف، ہدایت یابی، نیکیوں کی توفیق، اصلاح احوال اور اعمال واقوال میں استقامت وراستی کی ضمانت لی ہے۔

۱۷۔ اللہ عزوجل مومنین وموحدین کو دنیا وآخرت کے شرور وفتن سے بچاؤ اور دفاع کرتا ہے اور ان پر پاکیزہ زندگی، اپنی ذات سے حصول اطمینان اور اپنی یاد سے محبت وانسیت کے حصول کا احسان فرماتا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان باتوں کے شواہد (دلائل) کتاب وسنت میں بکثرت ہیں جو معروف ہیں، واللہ اعلم" (۱)۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "اور دلوں کو سرور اور لذت تامہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی پسندیدہ چیزوں کے ذریعہ اس سے قریب ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے، اور اللہ کی محبت اللہ کے علاوہ ہر محبوب سے اعراض کر کے ہی مکمل ہو سکتی ہے، اور یہی کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی حقیقت ہے (۲)۔

---

(۱) القول السدید فی مقاصد التوحید، ص: ۱۰۔

(۲) مجموع الفتاوی، ۱۸/۳۲۔

دوسرا مطلب: شرک کی تاریکیاں

پہلا مسلک: شرک کا مفہوم:

"شرک" اور "شرکت" دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، اور کبھی دونوں مشترک اور متشارک ہوتے ہیں اور کبھی دونوں الفاظ ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں، اور "اشرك بالله" کا مفہوم ہے اللہ کے ساتھ کفر کیا لہٰذا وہ مشرک یا مشرکی قرار پایا اور دونوں الفاظ سے اسم "شرك" ہی آتا ہے اور "وعساني شركهم" کا مفہوم ہے ہم نے تمہارے نسب میں شریک ہونے کی خواہش کی (۱)۔

اور "أشرك بالله" کا معنی ہے اللہ کی بادشاہت یا اس کی عبادت میں اس کا شریک بنایا لہٰذا "شرک" کا معنی یہ ہے کہ آپ اللہ کا کوئی شریک ٹھہرائیں جب کہ اس نے آپ کو پیدا کیا ہے، شرک سب سے بڑا گناہ ہے، نیز شرک اعمال کو ضائع و برباد کرنے والا اور ثواب سے محروم کرنے والا ہے، چنانچہ جس کسی نے محبت یا تعظیم میں اللہ کے علاوہ کو اللہ کے برابر قرار دیا یا ملت ابراہیمی کے مخالف نقوش اور مبادی کی پیروی کی وہ مشرک ہے (۲)۔

شرک کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ شرک اکبر: جو انسان کو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

۲۔ شرک اصغر: جو انسان کو ملت سے خارج نہیں کرتا (۳)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ شرک اکبر کی ایسی تعریف جو اپنے تمام اقسام و افراد کو جامع ہو یہ

---

(۱) دیکھئے القاموس المحیط، باب کتاب فصل الشین، ص ۳۳۰۔

(۲) الاجوبۃ المفیدۃ عن کلمات حسنۃ یرددہا عبد الرحمن الدوسری، ص ۱۱۔

(۳) دیکھئے تیسیر العزیز الحمید، از مؤلف کتاب، ص ۱۱۔

ہے کہ بندہ عبادت کا کوئی حصہ یا عبادت کی کوئی قسم غیر اللہ کے لئے انجام دے۔ چنانچہ ہر عقیدہ یا قول یا عمل جس کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ شارع نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، اسے اللہ وحدہ لاشریک کے لئے انجام دینا توحید، ایمان اور اخلاص ہے اور اسے غیر اللہ کے لئے پھیر دینا کفر و شرک ہے۔

یہ شرک اکبر کا ایسا ضابطہ ہے جس سے کوئی چیز خارج نہیں ہو سکتی اور رہی شرک اصغر کی تعریف تو شرک اصغر ہر اس وسیلہ اور ذریعہ کو کہتے ہیں جس سے شرک اکبر تک پہنچا جائے، جیسے وہ ارادے، اقوال اور افعال جو عبادت کے مرتبہ تک نہ پہنچیں (۱)۔

دوسرا مسلک: ابطال شرک کے روشن دلائل:

شرک کے ابطال اور مشرکین کی مذمت میں واضح اور قطعی دلائل بے شمار ہیں، ان میں سے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ہر وہ شخص جس نے کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ، یا جن کو پکارا، یا اس کے لئے کسی بھی قسم کی کوئی عبادت کی تو اس نے اللہ کو چھوڑ کر اسے معبود بنا لیا (۲) اور یہی وہ شرک اکبر ہے جس کے سلسلہ میں ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (۳)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

۲- ان قطعی دلائل و براہین میں سے جن کی وضاحت ایسے شخص کے لئے مناسب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا لئے اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان بھی ہے:

---

(۱) دیکھئے: القول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی، ص ۳۱، ۳۲، ۳۳۔

(۲) دیکھئے: شرح کتاب التوحید، ص ۲۳۔

(۳) سورۃ النساء: ۴۸۔

﴿أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ (۱)۔

کیا ان لوگوں نے زمین سے جنہیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کرتے ہیں، اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں، وہ اپنے کاموں کے لئے جواب دہ نہیں ہے اور وہ سب (اللہ کے آگے) جواب دہ ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر نکیر فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ زمین سے دیگر معبود بنا لئے، خواہ وہ پتھر ہوں یا لکڑی یا ان کے علاوہ دیگر مخلوقات ہوں جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، تو کیا یہ لوگ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور انہیں اٹھا سکتے ہیں؟؟۔

جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، انہیں اس بات کی کوئی قدرت نہیں، اور اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ دیگر معبود عبادت کے حق دار ہوتے تو یقیناً زمین و آسمان فنا ہو جاتے، اور زمین و آسمان کی مخلوقات بھی تباہ و برباد ہو جاتیں، کیونکہ ایک سے زیادہ معبودوں کا ہونا آپس میں ایک دوسرے کو منع کرنے، آپس میں جھگڑنے اور باہم اختلاف کرنے کا متقاضی ہے، اور اسی وجہ سے ہلاکت و تباہی پیدا ہوگی۔

چنانچہ اگر دو معبودوں کا وجود فرض کر لیا جائے اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز کو پیدا کرنا چاہے اور دوسرا نہ چاہے، یا ایک کوئی چیز دینا چاہے جبکہ دوسرا نہ چاہے، یا دونوں میں سے ایک کسی جسم کو ہلانا چاہے اور دوسرا روکنا چاہے، تو ایسی صورت میں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور زندگی برباد ہو جائے گی، کیونکہ:

۱۔ دونوں معبودوں کی چاہت کا ایک وقت پایا جانا محال ہے، اور یہ انتہائی باطل شے ہے، کیونکہ اگر دونوں کی چاہتیں ایک وقت پائی جائیں تو اس سے دو متضاد چیزوں کا اکٹھا ہونا لازم آئے گا، نیز یہ لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز ایک وقت زندہ بھی ہو مردہ بھی ہو، متحرک بھی ہو ساکن بھی ہو۔

۲۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک کی بھی چاہت حاصل نہ ہو تو اس سے ہر دو معبودوں کا عاجز و درماندہ ہونا

(۱) سورۃ انبیاء: ۲۱-۲۲۔

لازم آئے گا اور دور ماندگی ربوبیت کے منافی ہے۔

☆ اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کی چاہت پائی جائے اور وہی نافذ ہو، دوسرے کی نہیں، تو جس کی چاہت پائی جائے گی وہی قدرت والا معبود مانا جائے گا اور دوسرا عاجز، کمزور اور بے بس قرار پائے گا۔

☆ اور تمام معاملات میں دونوں کا ایک ہی چاہت پر متفق ہونا غیر ممکن ہے، اور اس وقت متعین ہو جاتا ہے کہ طاقتور اور اپنے معاملے پر غالب وہی ذات ہے، تنہا جس کی چاہت پائی جا رہی ہے، اسے نہ کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے، نہ آڑے آنے والا، نہ جھگڑنے والا، نہ مخالف اور نہ ہی کوئی شریک ہے، اور وہ اللہ عزوجل ہے جو پیدا کرنے والا تنہا معبود ہے جس کے سوا نہ کوئی معبود برحق ہے اور نہ کوئی رب اور پالنہار، اور اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے دلیل تمانع کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ، عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (۱)۔

اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا ہے، اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لے لے کر بھاگتا، اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا، اللہ کی ذات پاک اور بے نیاز ہے ان تمام اوصاف سے جن سے یہ متصف کرتے ہیں، وہ غیب و حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بلند و بالا ہے۔

عالم علوی و سفلی کا استحکام اور از وقت خلقت اس کا نظم و نسق اور بعض کا بعض سے ربط اتنا گہرا اور مکمل ہے، ارشاد باری ہے:

﴿مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ﴾ (۲)۔

آپ الرحمن کی تخلیق میں کوئی بے سلیقگی اور کمی نہ دیکھیں گے۔

---

(۱) سورۃ المؤمنون: ۹۱، ۹۲۔

(۲) سورۃ الملک: ۳۔

اور ہر چیز مسخر اور مخلوقات کی مصلحتوں کے لئے حکمت کے ساتھ پابند کی ہوئی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کا مدبر ایک ہے، اس کا رب ایک ہے، اس کا معبود ایک ہے، جس کے سوا نہ تو کوئی معبود ہے اور نہ کوئی خالق (۱)۔

۳- تمام عقلاء کے نزدیک یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کے علاوہ جن معبودان کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ تمام وجوہ سے کمزور، عاجز اور بے بس ہیں، نیز یہ معبودان اپنے لئے یا اپنے علاوہ کسی اور کے لئے کسی بھی نفع یا نقصان، زندگی یا موت، دینے یا نہ دینے، ہدایت کرنے، عزت یا ذلت دینے کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ان صفات میں سے کسی صفت سے متصف ہیں جن سے معبود حقیقی (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) متصف ہے، تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور جس کے یہ اوصاف ہوں اس سے کیسے امید لگائی جا سکتی ہے یا ڈرا جا سکتا ہے؟ اور ایسے معبود سے کیسے سوال کیا جا سکتا ہے جو نہ سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی چیز کا علم ہے؟ (۲)۔

اللہ عزوجل کے علاوہ جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے ان کی عاجزی و درماندگی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اچھی طرح بیان فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (۳)۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل [illegible] فتح القدیر للشوکانی [illegible] تیسیر الکریم الرحمن للسعدی [illegible] [illegible]۔

(۲) دیکھئے تفسیر ابن کثیر [illegible] و اضواء البیان للشنقیطی [illegible]۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۷۶۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ، وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ، وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ، إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ، إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ، وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ، وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴾ (۱)۔

کیا وہ ایسے کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے گئے ہیں، اور ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود کی بھی مدد نہیں کر سکتے، اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے، تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم انہیں پکارو یا خاموش رہو، بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، اگر تم سچے ہو تو انہیں پکارو اور پھر وہ تمہارا کہنا پورا کر دیں!! کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں، آپ کہہ دیجئے تم اپنے سارے شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو، اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، یقیناً میرا مددگار (دوست) اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، اور تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں، اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کے لئے بلاؤ تو وہ اس کو نہ سنیں گے، اور ان کو آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں

(۱) سورۂ اعراف: ۱۹۱-۱۹۸۔

حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں رکھتے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾ (۱)۔

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان و نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت و حیات کے اور نہ دوبارہ زندہ اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔

اور یہ معبودان باطل ان صفات کے ساتھ ساتھ سچے عابدوں سے تکلیف کے ہٹانے کے مالک ہیں اور نہ ہی اسے دوسروں کی طرف پھیرنے کے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ (۲)۔

کہہ دیجئے اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو، لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

۴- یہ چیز یقینی طور پر معلوم ہے کہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جن انبیاء یا صالحین یا فرشتوں یا صلحاء جنوں کی عبادت کرتے ہیں وہ ان سے بیزار ہو کر خود عمل صالح اور اپنے رب سے قریب ہونے میں مسابقت کے ذریعہ اللہ کی طرف تقرب کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیسے کی جا سکتی ہے؟ (۳)۔

ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۳۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۵۶۔

(۳) دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۳/۱۱۸) و تیسیر العزیز الحمید (ص ۱۹۰)۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾ (۱)۔

جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں، بے شک تیرے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہئے۔

۵- اللہ تبارک وتعالیٰ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان میں تمام پہلوسے دعاء کی عدم قدرت اور عاجزی کے تمام اسباب موجود ہیں، کیونکہ یہ لوگ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کی مقدار کے بھی مالک نہیں، نہ مستقل طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور نہ ہی ان معبودان باطلہ میں سے اللہ کا کوئی اس کی پشتیبانت اور تدبیر میں معاون اور مددگار ہے، اور نہ ہی سفارش اس کے پاس کچھ نفع دے سکتی ہے سوائے اس کے جس کے لئے اللہ کی اجازت ہو (۲)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ، وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ﴾ (۳)۔

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کا تمہیں گمان ہے ان سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اقتدار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، سفارش بھی اسکے پاس کچھ نفع نہیں دے سکتی سوائے ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۵۶۔

(۲) دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۳/ ۱۳۰) وتفسیر سعدی (ص: ۴۱۲) بتصرف۔

(۳) سورۃ سبا: ۲۲، ۲۳۔

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ (۱)۔

یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہت ہے، اور اس کے سوا جنہیں تم پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، اور آپ کو کوئی بھی اللہ تعالیٰ جیسا خبردار خبر نہ دے گا۔

۶- ارشاد باری ہے:

﴿ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۚ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ (۲)۔

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۷- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ فاطر: ۱۳، ۱۴۔

(۲) سورۃ الزمر: ۳۸۔

(۳) سورۃ یونس: ۱۰۶، ۱۰۷۔

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت نہ کر جو تجھے نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو ایسی صورت میں تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

اور یہ ہر مخلوق کا وصف ہے کہ نہ تو وہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اور حقیقت نفع و نقصان پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے، اور جس شخص نے ایسے کو پکارا جو نہ تکلیف پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے، تو اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا، اور جب نبی کریم ﷺ غیر اللہ کو پکار کر مشرکین اور ظالموں میں سے ہو سکتے ہیں تو آپ کے علاوہ کی کیا حیثیت ہے!!(۱)۔

چنانچہ جو نفع و نقصان کا مالک ہے صرف وہی تنہا عبادت کا حقدار ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (۲)۔

اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر اللہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

۸- اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ، وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے تیسیر العزیز الحمید فی شرح کلمات التوحید ص ۱۳۱۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۷۔

(۳) سورۃ الاحقاف: ۵، ۶۔

اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں، بلکہ ان کی پکار سے محض غافل اور بے خبر ہوں، اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے صاف انکار کر جائیں گے۔

کیا ان لوگوں سے زیادہ گمراہ اور کوئی ہے جو ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو دنیا میں اپنی اقامت کی مدت تک ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، وہ ان سے ذرہ کے بقدر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے، وہ نہ تو ان کی پکار کو سن سکتے ہیں اور نہ ان کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں، یہ تو ان کی دنیوی حالت ہے، اور نہ آخرت میں تو وہ ان کے شرک کا صریح انکار کر دیں گے اور ان کے دشمن ہو جائیں گے، ان کا بعض بعض کو لعنت کرے گا اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کرے گا(۱)۔

۹۔ معقول حقائق کو محسوس شکل میں ظاہر کرنے کے لئے مثالوں کا بیان کرنا واضح اور قوی ترین اسالیب میں سے ہے، اور یہ انتہائی عظیم شیء ہے جس سے بت پرستوں کی ان کے عقیدہ اور عبادت و تعظیم میں ان کے خالق و مخلوق کو مساوی قرار دینے کے ابطال کے لئے ان کی تردید کی جا سکتی ہے، چونکہ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں اس لئے میں مندرجہ ذیل صرف تین مثالوں پر اکتفا کروں گا جن سے مقصود واضح ہو جائے گا:

(الف) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾ (۲)۔

اے لوگو ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سنو اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے وہ وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ کبھی اگر ان سے کوئی چیز

---

(۱) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ص ۳۳۰۔

(۲) سورۃ الحج: ۷۳ و ۷۴۔

لے بھاگے تو یہ تو اسے اس سے چھین بھی نہیں سکتے، بڑا کمزور ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہ کی، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔

ہر بندے کے لئے ضروری ہے کہ اس مثال کو سنے اور کما حقہ اس میں غور و تدبر کرے، کیونکہ یہ مثال اس کے دل سے شر و فساد کے جراثیم کو کاٹ کر رکھ دے گی، جب وہ معبودان باطلہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں ہے اگرچہ سارے کے سارے اس کے پیدا کرنے کے لئے جمع ہو جائیں، تو اس سے بڑی چیز کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے مثلاً خوشبو وغیرہ تو اس سے بدلہ لینے کی بھی انہیں قدرت نہیں ہے کہ وہ اسے اس سے چھین لیں، یعنی نہ تو انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی قدرت ہے جو کہ سب سے کمزور مخلوق ہے، اور نہ ہی اس سے بدلہ لینے اور چھینی ہوئی چیز کے واپس لینے کی طاقت ہے، الغرض ان معبودان باطلہ سے عاجز و درماندہ اور کمزور کوئی چیز نہیں ہے تو کیسے ایک متعقل شخص اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کو اچھا سمجھتا ہے؟۔

یہ مثال شرک کے بطلان اور مشرکین کی تجہیل میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بلیغ ترین مثالوں میں سے ہے(۱)۔

(ب) شرک کے بطلان، مشرکین کے خسارہ اور انہیں اپنے مقصود کے برعکس حاصل ہونے کے سلسلہ کی ایک بہترین اور واضح الدلالت مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: امثال القرآن لابن القیم، ص ۳۵، والامثال فی القرآن الکریم، ص ۳۹۸-۴۰۰، وتفسیر البغوی ۳/۴۹۸، وتفسیر ابن کثیر ۳/۴۹۳، وفتح القدیر للشوکانی ۴/۲۰۶، وتفسیر السعدی، ص ۶۲۹۔

(۲) سورۃ العنکبوت: ۴۱-۴۳۔

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے کمزور اور بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے کاش وہ جانتے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

یہ مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے بیان فرمایا ہے جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ عزت، قوت اور نفع کا خواہاں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ یہ لوگ ضعیف اور کمزور ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر انہیں کارساز بنا لیا ہے وہ ان سے بھی کمزور ہیں اور ان کی مثال اپنی کمزوری اور کارساز بنانے سے جو ان کا مقصد ہے اس میں اس مکڑی کی سی ہے جو سب سے کمزور جانور ہے، جو ایک گھر بنا لیتی ہے جو سب سے کمزور گھر ہوتا ہے، چنانچہ اس کے گھر بنا لینے سے اس کی کمزوری میں اضافہ ہی ہوتا ہے، اسی طرح جس نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا لیا وہ ضعیف اور کمزور ہیں اور انہیں کارساز بنانے سے ان کی کمزوری اور بے بسی میں اضافہ ہی ہوگا(۱)۔

(ج) ان بلیغ ترین مثالوں میں جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ شرک کی چادر تاریک رہتی ہے اور وہ اپنے معاملے میں حیران و ششدر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (۲)۔

اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک وہ شخص جس میں باہم ضد رکھنے والے شریک ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرک اور موحد کے لئے بیان فرمائی ہے، چنانچہ مشرک چونکہ مختلف

---

(۱) دیکھئے تفسیر الطبری (۲۰/ ۹۸، ۹۹) امثال القرآن لابن القیم ص ۲۲، ۲۳ و تیسیر العزیز للحلیبی ص ۲۰۴۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲۹۔

معبودوں کی پرستش کرتا ہے اس لئے اس کی تشبیہ اس غلام سے دی گئی ہے جو آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے والی ایک جماعت کی ملکیت میں ہو، جو بد اخلاق اور اس سے خدمت لینے کے اس قدر حریص ہوں کہ ان تمام لوگوں کو راضی کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو اور اس طور پر وہ ایک طرح کے عذاب اور کڑھن میں ہو۔

اور موحد چونکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جو صرف ایک آقا کی ملکیت میں ہو، وہ صرف اسی کا ہو، اسے اس کے مقاصد کا علم ہو اور وہ اسے راضی کرنے کا گر جانتا ہو، تو ایسا غلام شریکوں کے باہمی کشاکش اور اختلاف سے امن وسکون میں ہوتا ہے، بلکہ وہ خالص اپنے آقا کا ہوتا ہے جس میں کسی کا کوئی تنازعہ نہیں، ساتھ ہی اس کا مالک اس کے ساتھ رحم وکرم، شفقت اور حسن اخلاق سے پیش آتا ہے اور اس کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے، تو کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟؟ جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے!!! (۱)۔

۱۰- تنہا عبادت کا مستحق صرف وہی ہو سکتا ہے جو ہر چیز پر قدرت اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہو، مکمل سلطنت و غلبہ اور ہر چیز کی نگہبانی کا مالک ہو، ہر چیز کا جسے علم ہو اور دنیا وآخرت اور نفع وضرر کا جو مالک ہو، دینا اور نہ دینا جس کے ہاتھ میں ہو، جس کی یہ شان ہو وہ اس لائق ہے کہ یاد رکھا جائے تو بھلایا نہ جائے، اور شکر کیا جائے تو ناشکری نہ کی جائے، اور اطاعت کی جائے تو نافرمانی نہ کی جائے، اور اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے (۲)۔

اور کمال مطلق کے اوصاف صرف اور صرف اللہ عزوجل کے لئے ہیں جن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، لیکن ان میں سے چند اوصاف کمال درج ذیل ہیں:

---

(۱) دیکھئے تفسیر البغوی ۴/۷۱، نیز دیکھئے ۴/۲۷۵، والتفسیر القیم لابن القیم ص: ۴۲۳، وفتح القدیر للشوکانی ۴/۴۶۱، وتفسیر السعدی [illegible]، وتفسیر القرطبی [illegible]۔

(۲) دیکھئے تفسیر البغوی [illegible]، نیز دیکھئے [illegible]، وتفسیر السعدی [illegible]، وتفسیر ابن کثیر [illegible] ۳/۱۸۷۔

۱۔ الوہیت میں منفرد:

عبادت کی مستحق تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی ذات ہے جو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی، جو قیوم ہے یعنی ذات خود قائم ہے اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور مخلوق ہر ہر چیز میں اس کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کی کمال زندگی اور کمال قیومیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات اس کے بندے ہیں اور اس کے تصرف اور بادشاہت کے ماتحت ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا﴾ (۱)۔

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ سب کے سب اللہ کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں، ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کمال بادشاہت اور عظمت و کبریائی کی ایک دلیل ہے کہ اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا، چنانچہ تمام اہل وجاہت اور سفارشی اللہ کے غلام اور بندے ہیں، وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی اجازت ہو جائے، اور اللہ کی اجازت اسی کے لیے ہوگی جس سے وہ راضی ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط ہے، اس کے علم کے ادنیٰ حصہ پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا سوائے اس کے جس کی اس نے ان کو اطلاع دیدی ہے، اور اس کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے، اور اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کی حفاظت کیے ہوئے ہے، اور ان دونوں کی حفاظت اس کے لیے دشوار نہیں، بلکہ انتہائی سہل اور نہایت آسان ہے، وہ ہر چیز پر غالب اور اپنی ذات سے اپنی تمام مخلوقات پر بلند ہے، اور اپنی عظمت و صفات سے عالی و برتر ہے، وہ بلند ہے جو تمام مخلوقات پر غالب ہے اور تمام موجودات اس کے تابع ہیں، وہ عظیم، عظمت و کبریائی کی صفات کا جامع ہے، ان عظیم صفات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

---

(۱) سورۃ مریم: ۹۳-۹۵۔

﴿ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ (۱)۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

۲- وہ ایسا معبود ہے جس کی بادشاہت کے سامنے ہر چیز جھکی ہوئی ہے، ساری مخلوقات خواہ وہ جمادات ہوں، حیوانات ہوں، انسان ہوں، جن ہوں، فرشتے ہوں اسی کے تابع فرمان ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴾ (۲)۔

تمام آسمانوں والے اور زمین والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تابع فرمان ہیں، خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

۳- وہ ایسا معبود ہے جس کے ہاتھ میں نفع و نقصان کا اختیار ہے، چنانچہ اگر ساری مخلوق کسی ایک مخلوق کو نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو اسے اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جتنا اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری مخلوق کسی مخلوق کو کچھ نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائے اور اللہ نہ چاہے تو اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۵۵۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۸۳۔

﴿ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾ (۱)۔

اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے پہنچا دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴾ (۲)۔

وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اسے اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔

۵- اس کے علم کا ہر چیز کو محیط ہونا تمام امور غیب کو شامل ہے، اسے اس چیز کا علم ہے جو ہو چکا ہے اور جو ہوگا، اور جو نہیں ہوا اگر ہوتا تو کیسا ہوتا (۳)، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴾ (۴)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴾ (۵)۔

اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں، اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

---

(۱) سورۃ یونس: ۱۰۷۔

(۲) سورۃ یٰسین: ۸۲۔

(۳) دیکھئے تفسیر ابن کثیر، ۱/۳۹۸، ۳۹۹، ۴/۳۹۹، ۴۰۰۔

(۴) سورۃ آل عمران: ۵۔

(۵) سورۃ یونس: ۶۱۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (۱)۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (۲)۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان صفات اور ان کے علاوہ کمال و عظمت کے دیگر اوصاف کو جانے گا وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کرے گا، کیونکہ وہی عبادت کا مستحق اور برحق معبود ہے۔

تیسرا مسلک: شفاعت:

اولاً: شفاعت کا لغوی مفہوم:

کہا جاتا ہے: "شفع الشيء" یعنی کسی چیز میں ایک چیز اور ملا کر طاق کو جفت بنا دیا (۳)۔

اصطلاحی تعریف: کسی دوسرے کو نفع پہنچانے یا اس سے نقصان کو دفع کرنے کے لئے سفارش کرنا (شفاعت کہلاتا ہے) (۴)۔

---

(۱) سورۃ الانعام: ۵۹۔

(۲) سورۃ انفال: ۷۵۔

(۳) دیکھئے: القاموس المحیط، باب العین، فصل الشین، ص: ۹۲۲، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، ۲/ ۳۱۵، والمعجم الوسیط، ۱/ ۴۸۸۔

(۴) دیکھئے: شرح لمعۃ الاعتقاد، تحقیق محمد بن صالح العثیمین، ص: ۸۰۔

جو شخص غیر اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے اور اس کی شفاعت کا طالب ہوتا ہے اسے دعوت دینے میں قولی حکمت یہ ہے کہ اسے یہ سمجھایا جائے کہ شفاعت صرف اللہ کی ملکیت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ تمام شفاعتوں کا مختار (مالک) اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ثانیاً: غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کی درج ذیل اقوال حکمت سے تردید کی جائے گی:

۱۔ مخلوق خالق کی طرح نہیں ہے، چنانچہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ انبیاء، صالحین، فرشتے اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات کی اللہ کے یہاں بڑی وجاہت ہے اور ان کا بڑا اونچا مقام ہے لہٰذا اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے جیسا کہ شاہان وسلاطین تک پہنچنے کے لئے اہل وجاہت اور وزراء کی قربت حاصل کی جاتی ہے تاکہ انہیں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا جاسکے، تو یہ بات انتہائی باطل اور لغو ہے کیونکہ ایسا کہہ کر اس نے اللہ عظیم و برتر شہنشاہ کو دنیا کے حقیر بادشاہوں کے مشابہ قرار دیا، جو اپنی بادشاہت کی تکمیل اور اپنی طاقت وقوت کی تمہید کے لئے وزراء اور اہل وجاہت کے محتاج ہوتے ہیں، کیونکہ بادشاہوں اور عام لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بنیاد پر ہوا کرتے ہیں:۔

پہلی وجہ: بادشاہوں کو لوگوں کے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے جن کا انہیں علم نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ: چونکہ بادشاہ اپنی رعایا کی تدبیر سے عاجز ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے مددگاروں اور وزیروں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

تیسری وجہ: بادشاہ اپنی رعایا کو نفع پہنچانا یا ان کے ساتھ احسان کرنا نہیں چاہتا، تو جب انہیں ایسا کوئی شخص ملتا ہے جو بادشاہ کو وعظ ونصیحت کرے، تو اپنی رعایا کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بادشاہ کی ہمت اور اس کا ارادہ حرکت کرتا ہے۔

---

(۱) سورۃ الزمر ۴۴۔

لیکن اللہ عزوجل اپنی کسی مخلوق کی طرح نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ اپنے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، اور اپنے بندوں پر ایک ماں کے اپنے بچے پر رحم کرنے سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ دنیوی بادشاہوں کے پاس سفارش کرنے والے کبھی تو مستقل ملکیت ہوتی ہے اور کبھی وہ ان کا ساجھی و شریک ہوتا ہے اور کبھی ان کا معاون و مددگار، چنانچہ دنیا کے بادشاہ مندرجہ ذیل تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے ان کی سفارش قبول کرتے ہیں:

(الف) کبھی تو انہیں خود اس سفارشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ب) کبھی انہیں اس کا خوف ہوتا ہے۔

(ج) اور کبھی انہیں اپنے ساتھ لگے ہوئے اس کے احسان کا اسے بدلہ دینا ہوتا ہے۔

چنانچہ بندوں کی ایک دوسرے کے لئے سفارشیں اسی قبیل سے ہیں، جو بھی کسی کی سفارش قبول کرتا ہے وہ یا تو کسی چاہت کی وجہ سے قبول کرتا ہے، یا کسی چیز کے ڈر سے، اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ نہ کسی سے کسی چیز کی امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے، اور نہ ہی کسی چیز کا محتاج اور ضرورت مند ہے(۱)۔

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ کے ساتھ تمام قسم کے تعلقات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے اور اس کا بطلان واضح طور پر بیان کر دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (۲)۔

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار نہیں، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار

---

(۱) دیکھئے فتاویٰ ابن تیمیہ ۱/۱۲۹-۱۳۰۔

(۲) سورہ سبا ۲۲-۲۳۔

ہے، سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی سوائے ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا، اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔

اس آیت کریمہ نے مشرکین کے لئے شرک تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بڑی اچھی طرح اور مضبوطی سے بند کر دیا ہے، کیونکہ عبادت کرنے والا معبود سے تعلق محض اس لئے قائم کرتا ہے کہ اسے اس سے نفع کی امید ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ معبود اُن اسباب کا مالک ہو جن سے عابد فائدہ اٹھا سکے، یا ان اسباب کے مالک کا شریک، یا مددگار، یا وزیر، یا اس کا معاون ہو، یا صاحب جاہ و منزلت ہو تا کہ اس کے پاس سفارش کر سکے، اور جب یہ چاروں چیزیں نہ پائی جائیں تو شرک کے اسباب و ذرائع بھی ختم ہو گئے (۱)۔

۲- شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ثبت شفاعت: ثبت شفاعت وہ شفاعت ہے جو اللہ عزوجل سے طلب کی جاتی ہے، اور اس کی دو شرطیں ہیں:

☆ پہلی شرط: سفارشی کو اللہ کی جانب سے سفارش کرنے کی اجازت ہو، ارشاد باری ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (۲)۔

کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔

☆ دوسری شرط: سفارشی سے اور جس کے لئے سفارش کی جا رہی ہے اس سے اللہ کی رضا مندی، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر القیم لابن قیم ص ۲۸۸۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۵۵۔

(۳) سورۃ الانبیاء: ۲۸۔

اور وہ سفارش نہیں کر سکتے سوائے اس کے لئے جس سے اللہ راضی ہو جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴾ (۱)۔

اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن اجازت دیدے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے۔

(ب) منفی شفاعت: منفی شفاعت وہ ہے جو غیر اللہ سے ایسی چیزوں میں طلب کی جاتی ہے جس کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور اللہ کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شفاعت نیز کافروں کے لئے شفاعت (بھی اسی منفی شفاعت میں شامل ہے) ارشاد ہے:

﴿ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴾ (۲)۔

سفارشیوں کی سفارش انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

البتہ اس سے نبی کریم ﷺ کی وہ سفارش مستثنیٰ ہے جو آپ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کے لئے فرمائیں گے (۳)۔

۳- غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کے خلاف نص اور اجماع سے دلیل قائم کرنا، چنانچہ نہ تو نبی کریم ﷺ نے اور نہ آپ سے پہلے کے انبیاء نے لوگوں کے لئے یہ مشروع کیا کہ وہ فرشتوں یا انبیاء یا صالحین کو پکاریں اور ان سے سفارش طلب کریں۔ اور نہ صحابۂ کرام اور ان کے سچے تابعین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایسا کیا، اور نہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی نے اسے پسند کیا، نہ ائمہ اربعہ نے، نہ ہی ان کے علاوہ کسی امام نے، نہ کسی ایسے مجتہد نے جس کے قول پر دین میں اعتماد کیا جاتا ہو، نہ کسی ایسے شخص نے

---

(۱) سورۂ طٰہٰ: ۱۰۹۔

(۲) سورۃ المدثر: ۴۸۔

(۳) دیکھئے بخاری مع الفتح: مناقب الانصار، باب قصۃ أبی طالب، ۷/۱۹۳، حدیث نمبر (۳۸۸۳)، ومسلم: کتاب الایمان، باب أھون أھل النار عذابا، ۱/۱۹۵، حدیث نمبر (۲۱۰)۔

جس کی بات کا اعتبار مسائل میں اعتبار ہو۔تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہی لائق ہیں(۱)۔

چوتھا مسلک: بھرپور نعمتوں سے نوازنے والا ہی عبادت کا مستحق ہے:

مشرکین کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی نگاہوں اور دلوں کو اللہ کی ظاہری وباطنی، اور دینی ودنیوی عظیم نعمتوں کی طرف پھیرا جائے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر تمام نعمتیں نچھاور کر دی ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾ (۲)۔

اور تم پر جو بھی نعمتیں ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔

اور یہ دنیا اور دنیا کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے اور ان کے ذریعہ بندوں پر اپنا احسان جتایا ہے، اور یہ کہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اللہ نے جن نعمتوں کے ذریعہ بندوں پر احسان جتایا ہے وہ درج ذیل ہیں:

☆ اولاً: اجمالی طور پر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (۳)۔

وہ اللہ کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا فرمائیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۱/۵۹، ۳/۲، تفسیر رازی کبیر، ۳/۱۵۱، ۲/۱۳۹، فتح القدیر ۱/۹۰، ۴/۲۴۰، تفسیر سعدی ۱/۹۸، ۶/۱۹۱، ۲۱۰/۷، واضواء البیان للشنقیطی ۳/۲۴۵-۲۵۳۔

(۲) سورۃ النحل: ۵۳۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۹۔

(۴) سورۃ لقمان: ۲۰۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (۱)۔

اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے تابع کر دیا ہے، یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

یہ احسان تمام ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نعمتوں کو شامل ہے، چنانچہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اس انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں، اور یہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات سورج، چاند، ستارے، سیارے، پہاڑ، سمندر، نہریں، ہر قسم کے حیوانات، درختوں اور پھلوں، معادن اور ان کے علاوہ بنی آدم کے مصالح کو اور عبرت، فائدہ، اور لطف اندوزی کی ضرورتوں کے مصالح کو شامل ہے۔

اور یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تنہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کسی کے لئے عبادت، ذلت و انکساری، اور حقیقی محبت لائق و سزاوار نہیں، اور یہ اللہ عزوجل کے حق ہونے اور اس کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کے باطل ہونے کے وہ عقلی دلائل ہیں جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں (۲)۔

ارشاد ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الجاثیہ: ۱۳۔

(۲) دیکھئے: البخاری، ۱/۳۰۵۹/۲، ۲۰۵۹/۲، ۲۰۵۹/۲، ۲

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔

☆ ثانیاً تفصیلی طور پر:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَ ءَاتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (۱)۔

اللہ عزوجل وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور آسمانوں سے پانی برسا کر اس کے ذریعے تمہاری روزی کے لئے پھل نکالے ہیں، اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں، اور اس نے نہریں اور تہریں تمہارے بس میں کر دی ہیں، اسی نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر چل رہے ہیں، اور رات دن کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی ہوئی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے، یقیناً انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ، وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ، وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ، أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ، وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ

(۱) سورۂ ابراہیم: ۳۲-۳۴۔

لَا تُحْصُوْهَا إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۱)۔

اور وہی وہ ذات ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم اس سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے لئے زیورات نکال سکو، اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں، اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم اس کی شکر گذاری بھی کرو، اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں لے کر ہلے نہ، اور نہریں اور راہیں بنا دیں، تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو، اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں، اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں، تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا وہ ذات جو ان نعمتوں کو اور ان عجیب مخلوقات کو پیدا کرتی ہے اس جیسی ہو سکتی ہے جو ان میں سے کچھ نہیں پیدا کر سکتی؟؟۔

یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ بندوں میں سے کوئی فرد بھی اپنے کسی عضو یا کسی حاسہ کی ایجاد و تخلیق کی نعمت کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، چہ جائے کہ اپنے جسم کی ساری نعمتوں اور ہر وقت و ہر لمحہ عطا ہونے والی مختلف انواع و اقسام کی نعمتوں کا شمار کر سکے؟ (۲)۔

کسی عقلمند کے لئے اس کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ صرف اس اللہ کی عبادت کرے جس نے اپنے بندوں پر یہ نعمتیں نچھاور کی ہیں، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کرے، کیونکہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اس کی ذات پاک ہے۔

---

(۱) سورۂ نحل: ۱۲-۱۸، نیز دیکھئے سورۂ نمل: (۶۰-۶۴)۔

(۲) دیکھئے: تیسیر اللطیف المنان: ص ۴۳۰، ۴۳۱، واضواء البیان للشنقیطی: ۳/ ۱۵۳۔

پانچواں مسلک: شرک کے اسباب و وسائل:

نبی کریم ﷺ نے (اپنی امت کو) ان تمام چیزوں سے ڈرایا ہے جو شرک تک پہنچاتی ہوں، یا اس میں جا واقع ہونے کا سبب ہوں، اور انہیں کھول کر واضح طور پر بیان بھی کر دیا ہے؛ ان میں سے چند وسائل و ذرائع مختصراً درج ذیل ہیں:

۱: صالحین کے بارے میں غلو:

یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کا ذریعہ ہے، چنانچہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمین پر اتارے جانے کے بعد سے لوگ اسلام پر گامزن تھے، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"كَانَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوحٍ عَشَرَةُ قُرُونٍ كُلُّهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ"(۱)۔

آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گذری ہیں یہ سب کے سب اسلام (توحید) پر گامزن تھے۔

اس کے بعد لوگ نیک لوگوں سے تعلق قائم کرنے لگے اور آہستہ آہستہ زمین میں شرک داخل ہوا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے روکیں (۲)۔

نوح علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ (۳)۔

---

(۱) مستدرک حاکم، کتاب التاریخ (۲/۵۴۶) فرماتے ہیں: "یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے لیکن امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے" امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، اور امام ابن کثیر نے اسے البدایہ والنہایہ (۱/۱۰۱) میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: "اسے امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے" دیکھئے: فتح الباری، ۶/۴۷۲۔

(۲) دیکھئے: البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ۱/۱۰۶۔

(۳) سورۃ نوح: ۲۳۔

اور انھوں نے کہا اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ہی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔

یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے ماننے والوں کو یہ بات سمجھائی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کر لو، اور انہیں انہی کے ناموں سے موسوم کرو، تو انہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب یہ لوگ (مجسمے نصب کرنے والے) بھی مر گئے اور علم بھلا دیا گیا تو ان کی پرستش ہونے لگی (۱)۔

اس شرک کا سبب صالحین کی شان میں غلو کرنا ہے، کیونکہ شیطان صالحین کی شان میں غلو اور قبر پرستی کی دعوت دیتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں یہ ڈالتا ہے کہ ان قبروں پر عمارت کی تعمیر اور ان سے چمٹ کر بیٹھنا ان قبر والے انبیاء و صالحین سے محبت کی دلیل ہے، نیز یہ کہ ان قبروں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے، پھر انہیں اس درجہ سے ہٹا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے تک لے جاتا ہے، جب کہ اللہ کی شان اس سے عظیم تر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کے واسطے سے اس سے سوال کیا جائے، پھر جب ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے تو انہیں صاحب قبر کو پکارنے، اس کی عبادت کرنے، اللہ کو چھوڑ کر اس سے شفاعت طلب کرنے اور اس کی قبر کو بت بنانے کی طرف لے جاتا ہے، جس پر پردے لٹکائے جائیں، اس کے گرد طواف کیا جائے، اسے چھوا جائے اور اس کا بوسہ لیا جائے اور اس کے پاس جانور ذبح کئے جائیں، اور پھر انہیں چوتھے درجے یعنی لوگوں کو اس کی عبادت کرنے اور اسے میلہ گاہ بنانے کی دعوت دینے کی طرف پھیرتا ہے، اور پھر انہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جو ان چیزوں سے منع کرتا ہے وہ ان اونچے مقام و مرتبہ والے انبیاء و صالحین کی تنقیص و توہین کرتا ہے اور ایسا کرنے سے وہ ناراض اور غضبناک ہوتے ہیں (۲)۔

اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو دین میں غلو کرنے، قول، فعل یا اعتقاد سے کسی کی بہت زیادہ تعظیم کرنے اور مخلوق کو اس کے اپنے مرتبہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے فائز کیا ہے بلند کرنے سے ڈرایا

---

(۱) بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ نوح ۸/۶۷۰، ۶۷۱، حدیث نمبر (۴۹۲۰)۔

(۲) دیکھئے تفسیر الطبری ۲۹/۳۳، و فتح المجید شرح کتاب التوحید ص ۲۲۰۔

ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ﴾ (۱)۔

اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ اور اللہ پر حق بات ہی کہو، مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (لفظ "کن" سے پیدا شدہ) ہیں جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا، اور اس کے پاس کی روح ہیں۔

۲۔تعریف میں مبالغہ اور حد سے تجاوز، اور دین میں غلو:

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم فإنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله" (۲)۔

مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھا دیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

نیز ارشاد ہے:

"إياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين" (۳)۔

دین میں غلو کرنے سے بچنا، کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے انہیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔

۳۔قبروں پر مساجد کی تعمیر اور ان میں تصویر کشی:

نبی کریم ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے اور قبروں کو عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ صالحین کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کرنا خود ان کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اسی لئے جب ام حبیبہ اور

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۷۱۔

(۲) بخاری مع فتح الباری (ابن باز کے حاشیہ کے ساتھ) کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ واذکر في الکتاب مریم... ﴾ ۶/ ۴۸۸، ۴۸۹، اس کی تخریج فتح الباری میں دیکھئے ۱۲/ ۱۴۹۔

(۳) نسائی، کتاب مناسک الحج، باب التقاط الحصی ۵/ ۲۶۸، وابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی ۲/ ۱۰۰۸، وانظر الإرواء ۳/ ۲۳۰۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے حبشہ کے ایک کنیسہ (گرجا گھر) کا تذکرہ کیا جس میں تصویریں تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن أولئك إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً وصوروا فيه تلك الصور، أولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة" (١)۔

بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور پھر مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر لیتے اور اس میں تصویریں نصب کر دیتے، یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

اور یہ نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لئے (بھلائی کی) حرص اور چاہت ہی تھی کہ جب آپ ﷺ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا:

"لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد" قالت عائشة رضي الله عنها: يحذر ما صنعوا" (٢)۔

اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کے عمل سے ڈرا رہے تھے۔

اور وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

"ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم وصالحيهم مساجد، ألا فلا تتخذوا القبور مساجد، فإني أنهاكم عن ذلك" (٣)۔

سنو! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے، خبردار! تم

---

(١) بخاری مع فتح الباری، کتاب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة ویتخذ مکانها مساجد، ١/٥٢٣، [illegible] ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ١/٣٧٥۔

(٢) بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاة، باب [illegible] ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور واتخاذ الصور فيها، ١/[illegible]۔

(٣) مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ١/٣٧٨۔

قبروں کو سجدہ گاہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔

۴- قبروں کو سجدہ گاہ بنانا:

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنی قبر کو بت بنانے سے ڈرایا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کی جائے، اور آپ کے علاوہ مخلوق کے دیگر افراد بدرجہ اولیٰ اس تحذیر و تنبیہ کے مستحق ہیں، ارشاد ہے:

"اللهم لا تجعل قبري وثناً يعبد، اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد" (۱)۔

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے، ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب شدید تر ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

۵- قبروں پر چراغاں کرنا اور عورتوں کا ان کی زیارت کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ قبروں پر عمارت بنانا، ان پر چراغاں کرنا، ان کی گچ کاری کرنا اور ان پر لکھنا (کتبے وغیرہ لگا کر لکھنا یا نصب کرنا) اور ان پر مساجد تعمیر کرنا وغیرہ شرک کے وسائل میں سے ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج" (۲)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر مساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

---

(۱) موطا امام مالک، کتاب قصر الصلاۃ فی السفر، باب جامع الصلاۃ، (۱/۱۷۲، ح ۴۲۰) اس کی سند امام مالک کے نزدیک مرسل ہے، اور مسند احمد کے الفاظ ہیں: "اللهم لا تجعل قبري وثناً ولعن الله قوماً اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد" (۱/۲۸۲، ح ۲۴۶۷) نیز دیکھئے صحیح الجامع الصغیر (۱/۱۵۰)۔

(۲) نسائی، کتاب الجنائز، باب التغليظ في اتخاذ السرج على القبور (۴/۹۳، ح ۲۰۴۳)، کتاب الجنائز، باب في زيارة النساء القبور (۴/۹۴، ح ۲۰۴۳)، ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ أن یتخذ علی القبر مسجداً (۱/۲۰۴، ح ۳۲۰)، ابن ماجہ، باب ما جاء في النهي عن زيارة النساء القبور (۱/۵۰۰، ح ۱۵۷۴)، ابن حبان (۷/۳۹۹، ح ۳۱۷۶) اور (۷/۴۰۲، ح ۳۱۸۰)، بیہقی (۴/۷۸)، ابن حزم (۵/۱۸۳، ح ۴۶۵

۶۔قبروں پر بیٹھنا اور ان کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے شرک تک پہنچنے کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے(۱)، اسی ضمن میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے:

"لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها" (۲)۔

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

۷۔ قبروں کو میلہ گاہ بنانا اور گھروں میں (نفل) نماز نہ پڑھنا:

نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ قبر میں نماز کی جگہ نہیں ہے، نیز یہ کہ جو شخص بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے گا اور آپ کو سلام عرض کرے گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا، خواہ وہ آپ کی قبر سے دور ہو یا نزدیک۔ لہٰذا آپ کی قبر کو میلہ گاہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، ارشاد ہے:

"لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم" (۳)۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

"إن لله ملائكة سياحين يبلغوني من أمتي السلام" (۴)۔

بے شک زمین میں چکر لگانے والے اللہ کے کچھ فرشتے ہیں، جو میری امت کا سلام مجھ تک

---

(۱) دیکھئے: ص ۱۳۱۔

(۲) مسلم، کتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة إليه ۲/ ۶۶۸۔

(۳) ابوداود، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور ۲/ ۲۱۸، (حسن جید ہے، دیکھئے: صحیح سنن ابوداود ۱/ ۳۵۷، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابوداود ۱/ ۳۸۱۳)۔

(۴) نسائی، کتاب السہو، باب السلام علی النبی ﷺ ۳/ ۴۳، وابن حبان ۳/ ۲۵۲، والفضل الصابونی فی فضائل النبی ﷺ وشمائل الزاہدی، حدیث نمبر (۲۱) ص ۳۳، اور اس کی سند صحیح ہے۔

پہنچاتے ہیں۔

تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر کو جو کہ روئے زمین پر سب سے افضل قبر ہے، اس کو میلہ گاہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے تو آپ کے علاوہ کی قبر کو میلہ گاہ بنانا بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا خواہ کوئی بھی ہو(۱)۔

۸- تصویریں اور قبروں پر قبوں کی تعمیر:

نبی کریم ﷺ روئے زمین کو شرک باللہ کے وسائل سے پاک کر رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اپنے بعض صحابہ کو قبروں پر بنے ہوئے قبوں (گنبدوں) کو گرانے اور تصویروں کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے بھی بھیجا کرتے تھے۔

ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسے کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ:

"ألا تدع تمثالاً إلا طمسته ولا قبراً مشرفاً إلا سويته"(۲)۔

کوئی مجسمہ (اسٹیچو) نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا کر رکھ دینا، اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑنا مگر اسے (توڑ کر) برابر کر دینا۔

۹- تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لئے کجاوہ کسنا (سفر کرنا):

جہاں نبی کریم ﷺ نے شرک تک پہنچانے والے تمام دروازوں کو بند کیا ہے وہیں شرک سے قریب کرنے والی اور توحید کو شرک اور اس کے اسباب سے خلط ملط کرنے والی تمام چیزوں سے توحید کی حفاظت بھی فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: مسجدي هذا، والمسجد الحرام، والمسجد الأقصى"(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ أصحاب الجحیم لابن تیمیہ (۲/۶۱۵-۶۱۶)۔

(۲) مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر (۲/۶۶۶)۔

(۳) بخاری مع فتح الباری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینہ (۳/۶۳)، ومسلم (نحوی الفاظ کے ساتھ)، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم إلی حج وغیرہ (۲/۹۷۵)۔

تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور کے لئے کجاوے نہ کسو (سفر نہ کرو) میری یہ مسجد (مسجد نبوی)، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔

چنانچہ اس ممانعت میں قبروں اور مزاروں کے لئے کجاوے کسنا شامل ہے، نبی کریم ﷺ کے فرمان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھا ہے، اسی لئے جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور گئے اور (واپس آکر) بصرہ بن ابو بصرہ غفاری سے ان کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے ان سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ فرمایا: کوہ طور سے، انھوں نے کہا: اگر میں نے تمھیں وہاں جانے سے پہلے پایا ہوتا تو تم وہاں نہ جاتے!! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"لا تعمل المطی إلا إلی ثلاثة مساجد..." (۱)۔

سفر نہیں کیا جاسکتا ہے مگر تین مسجدوں کے لئے...

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "امت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ یا آپ کے علاوہ انبیاء وصالحین کی قبروں کی طرف سفر کرنے کی نذر مانے تو اس کے لئے اپنی نذر کو پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اسے اس سے منع کیا جائے گا" (۲)۔

۱۰- قبروں کی بدنی زیارت شرک کے اسباب میں سے ہے، کیونکہ زیارت قبور کی دو قسمیں:

پہلی قسم: شرعی زیارت جس کا مقصد اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ کسی کے مرنے پر نماز جنازہ کا مقصد ہوتا ہے، اور موت کی یاد کے لئے۔ بشرطیکہ اسی کے لئے خاص سفر نہ کیا جائے۔ نیز سنت نبوی کی اتباع کے لئے۔

دوسری قسم: شرکانہ اور بدعی زیارت (۳)۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب فضل الصلاۃ في مسجد مکۃ والمدینۃ، ۱/۳۹۵، ح ۱۱۳۲، ومسلم، کتاب الحج، باب لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد، ۲/۱۰۱۴، ح ۱۳۹۷، مجموع الفتاوی، ۱۸/۲۷۰، مزید دیکھئے: تحریم آلۃ الطرب، ص ۲۸۹، وتیسیر العلام، ص ۳۰۹۔

(۲) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ، ۱/۳۳۳۔

(۳) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ، ۱/۳۳۳، والصلاۃ والتحیۃ، ص ۱۳۳۔

اور اس قسم کی تین قسمیں ہیں:

(الف) جو مردے سے اپنی حاجت کا سوال کرتے ہیں اور یہ لوگ بت پرستوں کے قبیل سے ہیں۔

(ب) جو مردے کے وسیلہ سے اللہ سے سوال کرتے ہیں، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں تیری طرف تیرے نبی یا فلاں شیخ کے حق کا وسیلہ قائم کرتا ہوں، یہ چیز دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے، لیکن شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور نہ ہی ایسا کہنے والے کو دین اسلام سے خارج کرتی ہے، جیسا کہ پہلی قسم خارج کر دیتی ہے۔

(ج) جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ قبروں کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں، یا وہاں دعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے، یہ چیز مختلف طور پر عظیم گناہوں میں سے ہے(۱)۔

۱۱۔ سورج کے طلوع و غروب کے وقت نماز ادا کرنا شرک کے وسائل میں سے ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے ان لوگوں کی مشابہت ہوتی ہے جو ان دونوں وقتوں میں سورج کا سجدہ کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لا تحروا بصلاتكم طلوع الشمس ولا غروبها فإنها تطلع بين قرني الشيطان"(۲)۔

اپنی نماز کے لئے سورج کے طلوع و غروب کے وقت کی تلاش نہ کرو، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شرک کے وسائل جو شرک تک پہنچاتے ہیں، ہر وہ وسیلہ و ذریعہ ہے جو شرک اکبر کا راستہ ہو، اور جن وسائل کا تذکرہ یہاں نہیں کیا گیا ہے ان میں سے ذی روح اشیاء کی تصویر، ایسی جگہ نذر کا پورا کرنا جہاں کسی بت کی پرستش ہوتی ہو یا جاہلیت کا کوئی تہوار یا میلہ لگتا رہا ہو اور مگر وسائل ہیں(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: علماء السنۃ فی توحید الالوہیۃ ج ۲/ ۱۶۵-۱۷۰۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الاوقات التی نہی عن الصلاۃ فیہا ۱/ ۵۶۸، حدیث نمبر (۸۲۸)۔

(۳) دیکھئے: الارشاد الی صحیح الاعتقاد، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص ۵۳-۵۴، ۱۱۳-۱۱۵۔

چھٹا مسلک: شرک کے انواع واقسام:

اولاً: شرک کی بہت ساری قسمیں ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: شرک اکبر جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (۱)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

شرک اکبر کی چار قسمیں ہیں:

۱- دعاء کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (۲)۔

تو جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

۲- نیت، ارادہ اور قصد کا شرک:

ارشاد باری ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۱۶۔

(۲) سورۃ العنکبوت: ۶۵، دیکھئے الجواب الکافی لابن القیم، ص: ۲۳۰-۲۳۳، ط: دار ابن الجوزی، مدارج السالکین، لابن القیم: ۱/ ۳۳۹-۳۴۰۔

لَا يُبْخَسُونَ، أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۱)۔

جو لوگ دنیوی زندگی اور اس کی رونق چاہتے ہیں، ہم انہیں ان کے سارے اعمال کا بدلہ یہیں بھرپور دیدیتے ہیں، اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ یہاں انہوں نے کیا ہوگا وہ سب اکارت ہے۔ اور ان کے سارے اعمال برباد ہونے والے ہیں۔

۳- اطاعت کا شرک:

یہ اللہ کی نافرمانی میں احبار و رہبان یعنی اپنے علماء اور پادریوں وغیرہ کی اطاعت کرنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (۲)۔

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک تنہا اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ ان کے شرک سے منزہ اور پاک ہے۔

۴- محبت کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾ (۳)۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ اوروں کو شریک ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی

---

(۱) سورۂ ہود: ۱۵، ۱۶، نیز دیکھئے: سورۂ الاسراء: ۱۸، وسورۂ الشوریٰ: ۲۰۔

(۲) سورۂ التوبہ: ۳۱۔

(۳) سورۂ البقرۃ: ۱۶۵۔

محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اکبر عبادات کی قسموں میں سے کچھ بھی غیر اللہ کے لئے پھیر دینے کا نام ہے، جیسے غیر اللہ کو پکارے، یا غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، یا غیر اللہ کے لئے نذر مانے، یا قبر والوں کا یا جن وشیاطین کا کسی بھی قسم کی عبادت کے ذریعہ تقرب حاصل کرے، یا مردوں سے ڈرے کہ وہ اسے نقصان پہنچائیں گے، یا غیر اللہ سے حاجت برآری اور پریشانیوں سے نجات کی امید کرے جس کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ان کے علاوہ عبادت کی وہ ساری قسمیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو سکتی ہیں (۱)۔

دوسری قسم: شرک اصغر جو شرک کو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، معمولی ریاء وغیرہ اسی قبیل سے ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (۲)۔

تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اور اسی قبیل سے غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے، ارشاد نبوی ہے:

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك" (۳)۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

اور اسی قبیل سے آدمی کا "اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ" یا "جو اللہ چاہے اور آپ" وغیرہ کہنا بھی ہے۔

اور شرک کی قسموں میں سے شرک خفی بھی ہے:

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید تالیف: الشیخ صالح الفوزان، ص ۱۱۔

(۲) سورۃ الکہف: ۱۱۰۔

(۳) اس روایت کو امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے، کتاب النذور والایمان، باب ماجاء فی کراھیۃ الحلف بغیر اللہ، ۴/۱۱۰، نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن الترمذی (۲/۹۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

"الشرك في هذه الأمة أخفى من دبيب النملة السوداء على صفاة سوداء في ظلمة الليل" (۱)۔

شرک اس امت میں رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر کالی چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔

اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ بندہ کہے:

"اللهم إني أعوذ بك أن أشرك بك شيئاً وأنا أعلم، وأستغفرك من الذنب الذي لا أعلم" (۲)۔

اے اللہ میں تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کچھ بھی شریک کروں دراں حالیکہ میں جانتا ہوں، اور میں تجھ سے اس گناہ کی بخشش چاہتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ کے لئے شریک نہ بناؤ اس حال میں کہ تمہیں علم ہو۔

کے بارے میں فرماتے ہیں: "انداد" وہ شرک ہے جو رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کوئی کہے: اے فلاں! اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم اور میری زندگی کی قسم، اور کہے: اگر اکی کتیا نہ ہوتی تو کل رات ہمارے یہاں چور آجاتے، اور اگر بطخ گھر میں نہ ہوتی تو چور آگھستے، اور آدمی کا اپنے ساتھی سے یہ کہنا کہ: جو اللہ چاہے اور آپ، اور آدمی کا یہ کہنا کہ: اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں (۴)۔

اور نبی کریم ﷺ کے فرمان:

---

(۱) اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع ۳/۲۳۳، اور تخریج الطحاویہ لابن ابی العز الحنفی ص ۸۳۔

(۲) اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، نیز دیکھئے صحیح الجامع ۳/۲۳۳، اور مجموعۃ التوحید لمحمد بن عبدالوہاب مع ابن بکیہ ص ۹۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۲۔

(۴) اسے امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے ۱/۵۹، اور ابن ابی حاتم کی طرف منسوب کیا ہے۔

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك" (۱)۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

کے سلسلہ میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک نبی کے فرمان "فقد كفر أو أشرك" کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ شدت اور تغلیظ پر محمول ہے (یعنی حقیقت مقصود نہیں ہے) اور اس کی دلیل عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمر کو حلف وأبي وأبي" (میرے باپ کی قسم، میرے باپ کی قسم) کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:

"ألا إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم" (۲)۔

سن لو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قال في حلفه باللات والعزى فليقل: لا إله إلا الله" (۳)۔

جس نے اپنی قسم میں کہا: "لات و عزیٰ کی قسم" تو اسے چاہئے کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کہے۔

اور ممکن ہے کہ شرک خفی شرک اصغر میں داخل ہو، تو ایسی صورت میں شرک کی دو ہی قسمیں ہوں گی، شرک اکبر اور شرک اصغر، اس بات کی طرف ابن قیم رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے (۴)۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اصغر کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: شرک ظاہر: اور وہ کچھ الفاظ و اعمال ہیں:

---

(۱) اس روایت کو امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ۴/۱۱۰، اس حدیث کی تخریج ص (۱۵۱) حاشیہ نمبر ۳ میں گزر چکی ہے۔

(۲) اس روایت کو امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، کتاب النذور والایمان، باب ماجاء في كراهية الحلف بغير الله، ۴/۱۱۰، نیز دیکھئے صحیح الترمذی ۱/۹۲۔

(۳) اس روایت کو امام ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کتاب النذور والایمان، باب ماجاء في كراهية الحلف بغير الله، ۴/۱۱۰، نیز دیکھئے صحیح الترمذی ۱/۹۲۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، تالیف: ابن القیم ص ۱۳۳۔

الفاظ کی مثال جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا، یا جو اللہ چاہے اور آپ، یا اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ، یا یہ اللہ کی طرف سے ہے اور آپ کی طرف سے، یا یہ اللہ کی برکتوں سے ہے اور آپ کی، وغیرہ کہنا، جبکہ صحیح یہ ہے کہ کہے: جو صرف اللہ چاہے، یا جو اللہ چاہے پھر آپ، اور اگر تنہا اللہ نہ ہوتا، یا اگر اللہ نہ ہوتا پھر آپ، اور یہ صرف اللہ کی جانب سے ہے، یا یہ اللہ کی جانب سے ہے اور پھر آپ کی جانب سے وغیرہ۔

اور افعال کی مثال جیسے مصیبت کے رفع یا دفع کرنے کے لئے چھلا یا دھاگہ وغیرہ پہننا، جن یا نظر بد وغیرہ کے خوف سے تعویذیں لٹکانا، اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ایسا کرے کہ یہ چیزیں مصیبت کے آنے کے بعد اسے رفع کرتی ہیں یا آنے سے قبل اسے دور بھگاتی ہیں تو ایسا شخص شرک اکبر کا مرتکب ہے۔ اور یہ ربوبیت میں شرک ہے کیونکہ اس شخص نے تخلیق و تدبیر میں اللہ کے شریک ہونے کا عقیدہ رکھا، اور عبادت میں بھی شرک ہے اس طور پر کہ ایک طرح سے اس نے اس کی عبادت کی، اور اس کے نفع کی امید اور لالچ میں اس کا دل اس سے لگا رہا، اور اگر اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا مصیبتوں کا رفع و دفع کرنے والا ہے لیکن مذکورہ چیزوں کو مصیبت کے دفع کرنے کا ایک سبب اور ذریعہ سمجھا تو بھی اس شخص نے ایک ایسی چیز کو جو نہ شرعی طور پر کوئی سبب ہے اور نہ ہی قدری طور پر، مصیبت کے رفع و دفع کرنے کا سبب بنا دیا، اور ایسا کرنا حرام اور شریعت اور تقدیر پر جھوٹ باندھنا ہے۔ شریعت پر جھوٹ یوں کہ شریعت نے ان چیزوں سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے، اور جس چیز سے شریعت نے منع کر دیا ہو وہ چیز قطع نظر اسباب میں سے نہیں ہو سکتی۔

اور تقدیر پر جھوٹ یوں کہ یہ چیزیں نہ تو معبود و غیر معبود اسباب میں سے ہیں جن سے مقصد حاصل ہو، اور نہ ہی یہ نفع بخش دواؤں میں سے ہیں، بلکہ یہ چیزیں بجملہ شرک کے وسائل میں سے ہیں کیونکہ لازمی طور پر ان چیزوں کے لٹکانے والے کا دل ان سے لگا رہتا ہے اور یہ چیز ایک قسم کا شرک اور شرک کا ذریعہ ہے۔

شرک اصغر کی دوسری قسم: شرک خفی:

شرک خفی ارادوں، نیتوں اور مقاصد کا شرک ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ریاء و سمعہ:

ریاء: عبادت کو اس نیت سے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں کہ لوگ دیکھیں اور اس کی عبادت پر اس کی تعریف و مناقشہ کریں۔

"ریاء" اور "سمعہ" (نمود) میں فرق یہ ہے کہ ریاء دکھائی دینے والے اعمال میں ہوتا ہے، مثلاً نماز، صدقہ، حج اور جہاد وغیرہ، جبکہ سمعہ سنے جانے والے اعمال میں ہوتا ہے، جیسے: تلاوت قرآن، وعظ و نصیحت، ذکر و اذکار، انسان کا اپنے اعمال کے بارے میں گفتگو کرنا اور اس کی خبر دینا بھی اسی میں داخل ہے۔

دوسری قسم: انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا:

یعنی انسان اپنے اس عمل سے جس سے اللہ کی رضا کا حصول مقصود ہونا چاہئے، دنیوی مفاد و سامان کا ارادہ رکھے۔ یہ نیتوں اور ارادوں کا شرک ہے اور کمال توحید کے منافی ہے، اور انسان کے عمل کو رائیگاں کر دیتا ہے(۱)۔

ہم اللہ سے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں(۲)۔

ثانیاً: شرک اکبر اور شرک اصغر کے درمیان فرق:

۱- شرک اکبر انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، جبکہ شرک اصغر دین اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

۲- شرک اکبر کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا جبکہ شرک اصغر کا مرتکب اگر جہنم میں داخل ہوگا تو ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا۔

۳- شرک اکبر شرک کے تمام اعمال کو ضائع و برباد کر دیتا ہے جبکہ شرک اصغر تمام اعمال کو ضائع نہیں

---

(۱) دیکھئے: القول السدید لی مقاصد التوحید للسعدی، ص: ۳۳، والجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص: ۲۴۰، وکتاب التوحید للفوزان، وصحیح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱۱-۱۱۲، وابن رشاد الحقی الاعتناء بالفرق بین الفرق، ص: ۱۲۳-۱۲۴۔

(۲) تفصیل کے لئے زیر نظر کتاب کے ص (۵۸-۱۱۰-۲۰۰) ملاحظہ فرمائیں۔

گرتا، بلکہ ریاء کاری اور دنیا طلبی صرف اسی عمل کو ضائع کرتی ہے جس میں وہ پائی جائے۔

۴- شرک اکبر خون و مال کو حلال کر دیتا ہے، جبکہ شرک اصغر کا معاملہ ایسا نہیں (۱)۔

۵- شرک اکبر مشرک اور مومنوں کے درمیان دشمنی و عداوت کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لئے مشرک سے دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، رہا شرک اصغر تو وہ مطلق طور پر دوستی رکھنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ شرک اصغر کے مرتکب سے اس قدر محبت کی جائے گی جس قدر اس میں توحید ہوگی، اور اس سے اس قدر دشمنی اور بغض رکھا جائے گا جس قدر اس میں شرک اصغر ہوگا (۲)۔

ساتواں مسلک: شرک کے آثار و نقصانات:

شرک کے بڑے خطرناک آثار، عظیم مفاسد اور ہلاکت انگیز نقصانات ہیں، ان میں سے چند نقصانات مختصراً اور اجمالاً درج ذیل ہیں:

۱- دنیا و آخرت کی ہر برائی شرک کے آثار و نقصانات میں سے ہے۔

۲- شرک ہی دنیا و آخرت میں مصائب کا عظیم ترین سبب ہے۔

۳- شرک دنیا و آخرت میں خوف کا سبب ہے اور امن و امان کو ختم کر دیتا ہے۔

۴- شرک دنیا و آخرت میں ضلالت و گمراہی کا شکار ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (۳)۔

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

۵- اگر شرک اکبر کا مرتکب بغیر توبہ کئے ہوئے مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا، ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، تالیف: الفوزان، ص ۱۲۔

(۲) دیکھئے: صفحہ سابق، ص ۱۵۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۱۶۔

﴿فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (۱)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

۶۔ شرک اکبر تمام اعمال کو ضائع اور اکارت کر دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۲)۔

اور اگر ان لوگوں نے بھی شرک کیا تو ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (۳)۔

اگر آپ نے بھی شرک کیا تو یقیناً آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

۷۔ شرک اکبر کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام اور جہنم واجب کر دیتا ہے، چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة، ومن مات يشرك بالله شيئاً دخل النار" (۴)۔

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۴۸۔

(۲) سورۃ الانعام: ۸۸۔

(۳) سورۃ الزمر: ۶۵۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ ومن مات مشرکا دخل النار، ۱/۹۳، حدیث نمبر (۹۳)۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (۱)۔

بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

۸- شرک اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ (۲)۔

بے شک اہل کتاب کے کفار و مشرکین جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ مخلوق کے سب سے بدترین لوگ ہیں۔

۹- شرک سب سے بڑا ظلم اور جھوٹ ہے، لقمان کی بات جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہی تھی، اس کو نقل کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (۳)۔

اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (۴)۔

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

۱۰- اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ مشرکین سے بری ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۷۲۔

(۲) سورۃ البینۃ: ۶۔

(۳) سورۃ لقمان: ۱۳۔

(۴) سورۃ النساء: ۴۸۔

﴿وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ﴾ (۱)۔

اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بڑے حج کے دن لوگوں کو صاف اعلان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مشرکین سے بری (بیزار) ہیں۔

۱۱۔ شرک اللہ کے غضب وعقاب کے حصول اور اس کی رحمت سے دوری کا سب سے عظیم سبب ہے، ہم اللہ کو ناراض کرنے والی ہر چیز سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

۱۲۔ شرک نور فطرت کو مکمل کر دیتا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے لوگوں کو اپنی توحید واطاعت پر پیدا کیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (۲)۔

اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما من مولود إلا يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه، أو ينصرانه، أو يمجسانه" (۳)۔

ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

نیز حدیث قدسی میں نبی کریم ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إني خلقت عبادي حنفاء كلهم وإنهم أتتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم،

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۳۔

(۲) سورۃ الروم: ۳۰۔

(۳) متفق علیہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، بخاری، کتاب الجنائز، باب ۸۰ إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه، ۲/۱۱۹، حدیث نمبر (۱۳۵۸)، ومسلم، کتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة، ۴/۲۰۴۷، حدیث نمبر (۲۶۵۸)۔

وحرمت عليهم ما أحللت لهم، وأمرتهم أن يشركوا بي ما لم أنزل به سلطانا"(۱)۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو اپنی طرف یکسو (خالص موحد) پیدا کیا، پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیا، اور جن چیزوں کو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا انہیں ان پر حرام کر دیا، اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں جس پر میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

۱۳- شرک اخلاق حمیدہ کو ملیامیت کر دیتا ہے، کیونکہ نفس کے پاکیزہ اخلاق فطرت سے منسلک ہیں، اور شرک جب فطرت ہی کو مسخ کر کے رکھ دیتا تو اللہ کی فطرت پر مبنی پاکیزہ اچھے اخلاق کو بدرجۂ اولیٰ ضائع و برباد کر دے گا۔

۱۴- شرک عزت نفس (غیرت انسانی) کو مٹا دیتا ہے، کیونکہ مشرک روئے زمین کے تمام طاغوتوں (غیر اللہ) کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے کیونکہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ اسے کوئی پناہ دینے والا نہیں، لہٰذا (اس عقیدہ کی بنیاد پر) وہ ہر اس چیز کے سامنے جھکتا ہے جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے، اور نہ ہی سمجھتی ہے، چنانچہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اسی کے لئے ذلت اختیار کرتا ہے، اور یہ انتہائی اہانت اور محرومی کی بات ہے، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۱۵- شرک اکبر جان و مال کو حلال کر دیتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله"(۲)۔

مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت

---

(۱) مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، ۴/۲۱۹۷، حدیث نمبر (۲۸۶۵)۔

(۲) متفق علیہ: بخاری، کتاب الایمان، باب: فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم، ۱/۱۲، حدیث نمبر (۲۵)، ومسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا "لا إله إلا الله"، ۱/۵۳، حدیث نمبر (۲۰)۔

دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکاۃ دیدیں، جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جان و مال کو بچا لیا، سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

۱۶- شرک اکبر مشرک اور مومنوں کے درمیان عداوت کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لئے اس سے دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

۱۷- شرک اصغر ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے، اور وہ شرک اکبر کے وسائل و ذرائع میں سے ہے۔

۱۸- شرک خفی یعنی ریاکاری اور دنیا طلبی کا شرک جس عمل میں پایا جاتا ہے اسے ضائع و برباد کر دیتا ہے، اور یہ مسیح دجال سے بھی زیادہ خوف ناک ہے کیونکہ یہ بہت ہی زیادہ پوشیدہ ہے، اور اس کی خطرناکی امت محمد پر بہت ہی زیادہ ہے۔

اے اللہ کے بندے! ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے شرک سے بچ، ہم شرک سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اور دنیا و آخرت میں عفو و عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

تیسرا مبحث:

اخلاص کا نور اور اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں

پہلا مطلب: اخلاص کا نور

پہلا مسلک: اخلاص کا مفہوم:

اخلاص کی لغوی تعریف (مفہوم):

"خلص یخلص خلوصا" کے معنی صاف ہونے اور آمیزش کے زائل ہو جانے کے ہیں، کہا جاتا ہے: "خلص من وظئه" یعنی وہ اپنے بھور سے محفوظ رہا اور نجات پا گیا، اور کہا جاتا ہے: "خلصه تخليصا" یعنی اس نے اسے چوکنا اور نجات دلوایا۔ اور اطاعت میں اخلاص کے معنی ریاکاری ترک کر دینے کے ہیں (۱)۔

اخلاص کی حقیقت (اصطلاحی تعریف):

اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل سے محض اللہ واحد کی قربت کا طالب ہو۔

اہل علم نے اخلاص کی کئی تعریفیں ذکر کی ہیں جو ایک دوسرے سے قریب قریب ہیں:

۱- ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اطاعت میں تنہا مقصود جاننا اخلاص کہلاتا ہے۔

۲- ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ کے اعمال ظاہرہ باطن ہر دو صورت میں برابر ہوں، اور ریاکاری یہ ہے کہ بندے کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر اور اچھا ہو، اور سچا اخلاص یہ ہے کہ بندے کا

---

(۱) معجم الوسیط ۱/۲۷۹، تحریر الاصطلاح ص ۱۰۰۔

باطن اس کے ظاہر سے زیادہ پختہ اور پائیدار (یا رونق) ہو۔

۳- ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ عمل کو ہر طرح کی آمیزش سے پاک وصاف رکھنا اخلاص کہلاتا ہے (۱)۔

سابقہ تعریفوں سے واضح ہوا کہ اخلاص: عمل کو اللہ واحد کی طرف پھیرنے اور اس سے قربت حاصل کرنے کا نام ہے، جس میں کوئی ریا و نمود دخل ہونے والے سازو سامان کی طلب اور بناوٹ نہ ہو بلکہ بندہ صرف اللہ واحد کے ثواب کی امید کرے اس کے عذاب سے ڈرے اور اس کی رضا مندی کا طریقہ ہو۔

اسی لئے امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لوگوں کی وجہ سے عمل ترک کر دینا ریاکاری اور لوگوں کی خاطر عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں چیزوں سے عافیت میں رکھے (۲)۔

مسلمان کی زندگی میں اخلاص یہ ہے کہ وہ اپنے قول و عمل، جملہ تصرفات اور ساری تعلیمات و توجیہات سے صرف اللہ واحد کی ذات کا قصد کرے جس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔

دوسرا مسلک: اخلاص کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق یعنی جن وانس کو تنہا اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور تمام مکلفین (جن پر شریعت کے احکام لاگو ہوتے ہیں) کو اخلاص کا حکم دیا ہے فرمایا:

﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ (۳)۔

اور انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إنا أنزلنا إليك الكتاب بالحق فاعبد الله مخلصا له الدين، ألا لله الدين

---

(۱) مدارج السالکین لابن القیم ۲/۹۱۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم ۲/۹۱۔

(۳) سورۃ البینۃ جزء

الخالص﴾ (۱)۔

یقیناً ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے لہٰذا آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! دین خالص اللہ ہی کا حق ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (۳)۔

جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اچھا عمل" یعنی سب سے خالص اور درست ترین عمل، لوگوں نے عرض کیا: اے ابو علی! سب سے خالص اور درست عمل کیا ہے؟ فرمایا: "عمل جب خالص اللہ کے لئے ہو لیکن درست نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا، اور اگر درست ہو خالص نہ ہو تو بھی قبول نہیں ہوتا، یہاں تک کہ (بیک وقت) خالص اور درست ہو، خالص کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو اور درست کا مطلب یہ ہے کہ سنت نبوی کے مطابق ہو (۴)، پھر انھوں نے درج ذیل فرمان باری تعالیٰ کی تلاوت فرمائی:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ

---

(۱) سورۃ الزمر: ۲۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳۔

(۳) سورۃ الملک: ۲۔

(۴) مدارج السالکین ۲/۸۹۔

رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ (۲)۔

دین کے اعتبار سے اس شخص سے اچھا اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے اور نیکوکار ہو۔

''اسلام وجہ'' اللہ واحد کے لئے ارادہ وعمل کو خالص کرنے کا نام ہے اور ''احسان'' رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت طیبہ کی پیروی کا نام ہے (۳)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم: إخلاص العمل لله، ومناصحة ولاة الأمر، ولزوم جماعة المسلمين، فإن دعوتهم تحيط من ورائهم" (۴)۔

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: اللہ کے لئے اخلاص عمل، حکام و امراء کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعا انہیں اگلے پیچھے سے گھیرے ہوتی ہے۔

اخلاص مسلمان کے عمل کی روح اور اس کی سب سے اہم خوبی ہے، اخلاص کے بغیر اس کی ساری کوشش و

---

(۱) سورۃ الکہف: ۱۱۰۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۲۵۔

(۳) مدارج السالکین ۲/۹۰۔

(۴) سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع ۵/۳۴، حدیث نمبر (۲۶۵۸)، روایت کیا عبد الرزاق نے اپنی مصنف ۱۱/۳۳۰، حدیث نمبر (۲۰۶۵۸)، روایت کیا عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند ۵/۱۸۳، روایت کیا ابن حبان نے اپنی صحیح ۱/۲۱۲، حدیث نمبر (۷۴)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الصحیحۃ ۱/۷۰۸ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

کا ذکر اگلی بکھرے ہوئے ذرات کی مانند ہے۔

امۃ اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اخلاص دل کے اہم ترین اعمال میں سے ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ پر توکل و اعتماد، اس کے لئے اخلاص، اس سے ڈرنے اور امید وابستہ کرنے کے لئے دل کے اعمال ہی اصل اور بنیاد ہیں، اور اعضاء و جوارح کے اعمال اس کے تابع ہوتے ہیں کیونکہ حیثیت روح کی اور عمل کی حیثیت اعضاء جسمانی کی ہے کہ جب جسم کا رشتہ روح سے ٹوٹتا ہے تو وہ مر جاتا ہے، چنانچہ دلوں کے احکام کی معرفت اعضاء و جوارح کے احکام کی معرفت سے زیادہ اہم ہے۔

لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے لئے مخلص ہو، وہ دیا دکھاوا اور لوگوں کی مدح وستائش کی خواہش نہ کرے، بلکہ محض اللہ عزوجل کی ذات کا ارادہ کرے، اسی کی خوشنودی کے لئے نیک اعمال انجام دے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قل هذه سبيلي أدعوا إلى الله﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله﴾ (۲)۔

اس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہو۔

اخلاص تمام مسلمانوں پر واجب ہونے والا سب سے عظیم وصف (خوبی) ہے، تاکہ وہ اپنی دعوت و عمل سے محض ذات الٰہی اور دار آخرت (جنت) کے طلبگار اور لوگوں کی اصلاح کے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کے خواہاں ہوں (۳)۔

---

(۱) سورۃ یوسف: ۱۰۸۔

(۲) سورۃ فصلت: ۳۳۔

(۳) دیکھئے مجموع فتاوی ابن باز رحمہ اللہ ۱/۳۲۹۔

تیسرا مسلک: اچھی نیت کا مقام اور اس کے ثمرات:

نیت عمل کی اساس و بنیاد اور اس کا وہ ستون ہے جس پر عمل کا دارومدار ہے کیونکہ نیت عمل کی روح اور اس کا قائد و رہبر ہے، اور عمل نیت کے تابع ہے، عمل کی صحت و خرابی نیت کی صحت و خرابی پر موقوف ہے، نیک نیتی سے توفیق اور بدنیتی سے رسوائی حاصل ہوتی ہے، نیت ہی کے اعتبار سے دنیا و آخرت کے مراتب و درجات میں فرق آتا ہے(۱)، اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى..."(۲)۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بين الناس ومن يفعل ذلك ابتغاء مرضات الله فسوف نؤتيه أجراً عظيماً﴾ (۳)۔

ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں، ہاں! بھلائی اس کے مشوروں میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے، اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادے سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا اجر و ثواب دیں گے۔

یہ ارشاد ربانی نیت کے مقام و مرتبہ اور اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ کہ اللہ کی طرف دعوت دینے والوں اور دیگر مسلمانوں کے لئے نیت کی اصلاح ضروری ہے، کیونکہ اگر نیت درست ہوگی تو بندہ بیش بہا اجر و ثواب سے نوازا جائے گا، اگرچہ اس نے محض اچھی نیت ہی کی ہو عمل نہ کیا ہو، اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ۱/۱۷ و اکلام الشرعیۃ، ۱/۱۰ و ما بعدھا۔

(۲) متفق علیہ، روایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ۱/۹، حدیث نمبر (۱)، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ ﷺ "انما الاعمال بالنیۃ" ۳/۱۵۱۵، حدیث نمبر (۱۹۰۷)۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۱۴۔

"إذا مرض العبد أو سافر كتب له مثل ما كان يعمل مقيماً صحيحاً"(۱)۔

جب بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو تو بھی حالت اقامت اور صحت مندی کے عمل طرح اس کا عمل (اور اجر) لکھا جاتا ہے۔

نیز فرمایا:

"ما من امرئ يكون له صلاة بليل فيغلبه عليها نوم إلا كتب له أجر صلاته وكان نومه عليه صدقة"(۲)۔

جس شخص کا بھی رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے کا معمول ہوتا ہے اور کبھی اس پر نیند غالب آ جاتی ہے تو اس کے لئے اس نماز کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اس کے لئے صدقہ قرار پاتی ہے۔

نیز فرمایا:

"من توضأ فأحسن الوضوء ثم خرج إلى المسجد فرأى الناس قد صلوا أعطاه الله مثل أجر من صلى وحضر لا ينقص ذلك من أجره شيئاً"(۳)۔

جو شخص خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر مسجد جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنے والوں کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اس سے اس کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه"(۴)۔

---

(۱) بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب: کتب للمسافر کان یعمل فی الاقامۃ، ۲/۴۰۰، حدیث نمبر: (۲۹۹۶)۔

(۲) ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب من نام عن وردہ، ۲/۴۳، حدیث نمبر: (۱۳۱۴)، نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب من کان یصلی باللیل فغلبه علیها نوم، ۳/۲۵۴، حدیث نمبر: (۱۷۸۷)، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ابوداود، النسائی (۲/۲۹۴) اور صحیح الجامع (۵/۱۰۰۵، حدیث نمبر: ۵۵۹۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ۱/۱۵۴، حدیث نمبر: (۵۶۴)، نسائی، کتاب الامامۃ، باب حث علی الصلاۃ فی الجماعۃ، ۲/۱۱، حدیث نمبر: (۸۵۵)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: "اس کی سند قوی ہے" ۲/۱۲۷۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشهادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، ۳/۱۵۱۸، حدیث نمبر: (۱۹۰۹)۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچی نیت کے ساتھ شہادت مانگتا ہے، اللہ اسے شہیدوں کے مراتب تک پہنچا دیتا ہے خواہ اس کی موت اس کے بستر پر ہی ہو۔

یہ چیز اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر فضل و احسان پر دلالت کرتی ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمایا:

"لقد تركتم بالمدينة أقواماً ما سرتم مسيراً ولا أنفقتم من نفقة ولا قطعتم من واد إلا وهم معكم فيه"، قالوا: يا رسول الله كيف يكونون معنا وهم بالمدينة؟ فقال: "حبسهم العذر"(۱)۔

تم مدینہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو کہ تم جس راستے سے بھی گزرتے ہو یا جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو یا جو بھی وادی طے کرتے ہو وہ اس میں تمہارے ساتھ ہوتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول جب وہ مدینہ میں ہیں تو ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔

نیک نیتی کے سبب اللہ تعالیٰ معمولی عمل بھی گناہ در گناہ کر دیتا ہے، چنانچہ لوہے (ہتھیار) سے لیس ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں قتال (جہاد) کروں یا اسلام لاؤں؟ آپ نے فرمایا: پہلے اسلام لاؤ پھر جہاد کرنا، اس نے اسلام قبول کیا اور پھر (اللہ کی راہ میں) لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: "عمل قليلاً وأجر كثيراً" اس نے تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر سے نوازا گیا (۲)۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا، اللہ کے رسول ﷺ نے اسے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من حبسہ العذر عن الغزو، ۲/۱۰۸۰، حدیث نمبر: (۲۸۳۹) ایضاً، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک وہی غزوۃ العسرۃ، ۲/۱۶۰۱، حدیث نمبر: (۴۱۵۶) الفاظ حسن ابوداؤد کے ہیں۔

(۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب عمل صالح قبل الجہاد، ۲/۱۰۸۱، حدیث نمبر: (۲۸۰۸) الفاظ صحیح بخاری ہی کے ہیں، مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ۳/۱۵۰۸، حدیث نمبر: (۱۹۰۰)۔

اسلام کے احکام سکھا رہے تھے اور وہ اپنے اونٹ پر روانہ ہوا تھا کہ اس کے اونٹ کا ہر ایک ٹیلے کے سوراخ میں جا پھنسا اور اس نے اسے نیچے گرا دیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمل قليلاً وأجر كثيراً" تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر سے نوازا گیا، حماد نے اس بات کو تین بار دہرایا(۱)۔

نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ سیاہ اعمال میں برکت عطا فرماتا ہے جس پر بندہ کو ثواب ملتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا أنفق الرجل على أهله يحتسبها فهو له صدقة"(۲)۔

جب بندہ اپنے اہل وعیال پر حصول ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"إنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أجرت عليها حتى ما تجعل في في امرأتك"(۳)۔

تم اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس پر اجر ملے گا حتی کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس میں بھی (تمہیں اجر ملے گا)۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"إنما الدنيا لأربعة نفر: عبد رزقه الله مالاً وعلماً فهو يتقي فيه ربه ويصل فيه رحمه ويعلم لله فيه حقاً فهذا بأفضل المنازل، وعبد رزقه الله علماً ولم يرزقه مالاً فهو

---

(۱) مسند امام احمد ۳/۳۵۷۔

(۲) متفق علیہ بروایت ابو مسعود رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ولقول النبی ﷺ انما لکل امرئ ما نوی ۱/۲۲ حدیث نمبر: (۵۵) مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد ۲/۷۱۵ حدیث نمبر: (۱۰۰۲)۔

(۳) متفق علیہ بروایت سعد بن ابی وقاص: بخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ ۱/۲۲ حدیث نمبر: (۵۶) مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث ۳/۱۲۵۰ حدیث نمبر: (۱۶۲۸)۔

صادق النية يقول: لو أن لي مالاً لعملت فيه بعمل فلان فهو بنيته فأجرهما سواء، وعبد رزقه الله مالاً ولم يرزقه علماً فهو يخبط في ماله بغير علم، لا يتقي فيه ربه ولا يصل فيه رحمه ولا يعلم لله فيه حقاً فهو بأخبث المنازل، وعبد لم يرزقه الله مالاً ولا علماً، فهو يقول: لو أن لي مالاً لعملت فيه بعمل فلان، فهو بنيته فوزرهما سواء"(۱)۔

دنیا چار قسم کے لوگوں کے لئے ہے: ایک وہ بندہ جسے اللہ نے مال اور علم سے نوازا ہے اس میں وہ اپنے رب سے ڈرتا اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ کے لئے حق جانتا ہے، ایسا شخص سب سے افضل مرتبہ پر فائز ہے، دوسرا وہ بندہ جسے اللہ نے علم سے نوازا ہے اور مال سے محروم کر رکھا ہے لیکن وہ بندہ نیک نیت ہے کہتا (تمنا کرتا) ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل (خرچ) کرتا، تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، چنانچہ دونوں کا اجر یکساں اور برابر ہے، تیسرا وہ جسے اللہ نے مال عطا فرمایا ہے، لیکن علم سے محروم کر رکھا ہے تو وہ بغیر علم کے اپنے مال میں تصرف کرتا ہے نہ اس میں اللہ سے ڈرتا ہے، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کا کوئی حق جانتا ہے تو ایسا شخص بدترین درجہ کا آدمی ہے، چوتھا وہ بندہ جسے اللہ نے مال و دولت اور علم و آگہی دونوں سے محروم کر رکھا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس میں فلاں (تیسرے) کی طرح تصرف کرتا، تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، چنانچہ ان دونوں کا گناہ یکساں ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

"إن الله عز وجل كتب الحسنات والسيئات ثم بين ذلك، فمن هم بحسنة فلم يعملها كتبها الله عنده حسنة كاملة..."(۲)۔

---

(۱) ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، ۴/۵۶۲، حدیث نمبر: (۲۳۲۵)، وابن ماجہ، کتاب الزہد، باب النیۃ، حدیث نمبر: (۴۲۲۸)، واحمد (۴/۲۳۰)، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترمذی (۲/۴۷۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) متفق علیہ، روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من ہم بحسنۃ او بسیئۃ، ۱۱/۴۳۹، حدیث نمبر: (۶۴۹۱)، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اذا ہم العبد بحسنۃ کتبت، ۱/۱۱۷، حدیث نمبر: (۱۳۱)۔

اللہ عزوجل نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دیں، پھر اس کی وضاحت فرمائی چنانچہ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اسے عملاً انجام نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس پوری نیکی لکھتا ہے۔

چوتھا مسلک: اخلاص کے فوائد وثمرات:

اخلاص کے بڑے اچھے ثمرات اور بڑے عظیم اور جلیل القدر فوائد ہیں، ان میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں:

۱- دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اخلاص کے فضائل وثمرات میں سے ہیں۔

۲- اخلاص اعمال کی قبولیت کا سب سے عظیم سبب ہے، بشرطیکہ نبی کریم ﷺ کی اتباع شامل ہو۔

۳- اخلاص کے نتیجہ میں بندے کو اللہ کی اور پھر فرشتوں کی محبت حاصل ہوتی ہے اور زمین (والوں کے دلوں) میں اس کی مقبولیت لکھ دی جاتی ہے۔

۴- اخلاص عمل کی اساس اور اس کی روح ہے۔

۵- اخلاص تھوڑے عمل اور معمولی دعا پر بیش بہا اجر اور عظیم ثواب عطا کرتا ہے۔

۶- مخلص کا ہر عمل جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو لکھا جاتا ہے، وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو۔

۷- مخلص جس عمل کی بھی نیت کرے لکھ لیا جاتا ہے اگرچہ اسے انجام نہ دے سکے۔

۸- مخلص اگر سو جائے یا بھول جائے تو معمول کے مطابق جو عمل کرتا تھا اسے لکھا جاتا ہے۔

۹- اگر مخلص بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو تو اس کے اخلاص کے سبب اس کے لئے وہی عمل لکھا جاتا ہے جو وہ حالت اقامت وصحت میں کیا کرتا تھا۔

۱۰- اخلاص کے سبب اللہ تعالیٰ امت کی مدد فرماتا ہے۔

۱۱- اخلاص آخرت کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔

۱۲- دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے نجات اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔

۱۳- اخلاص کے سبب آخرت میں درجات کی بلندی حاصل ہوتی ہے۔

۱۴- (اخلاص کے سبب) گمراہی سے نجات (ملتی ہے)۔

۱۵- اخلاص ہدایت میں اضافہ کا سبب ہے۔

۱۶- لوگوں میں نیک نامی اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔

۱۷- دل کا اطمینان اور نیک بختی کا احساس ہوتا ہے۔

۱۸- دل (نفس) میں ایمان کی تزئین و آرائش ہوتی ہے۔

۱۹- مخلص لوگوں کی صحبت و ہم نشینی کی توفیق ملتی ہے۔

۲۰- حسن خاتمہ نصیب ہوتا ہے۔

۲۱- دعاؤں کی قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

۲۲- قبر میں انس اور شادمانی کی بشارت ملتی ہے۔

۲۳- جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات عطا ہوتی ہے۔

ان فوائد و ثمرات کی دلیلیں کتاب و سنت میں بکثرت موجود ہیں (۱)۔

میں اللہ عزوجل سے اپنے اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے قول و عمل میں اخلاص کا سوال کرتا ہوں۔

---

(۱) سابقہ دونوں مسئلوں میں ذکر کردہ امور پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا دیکھئے کتاب الاخلاص والنیۃ الحدیث نمبر ۶۱۲۔

دوسرا مطلب: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں

پہلا مسلک: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکیاں:

یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ انسان کوئی نیک عمل کرے اور اس سے کسی دنیاوی ساز و سامان کا طالب ہو، یہ شرک ہے جو توحید واجب کے کمال کے منافی اور عمل کو برباد کر دینے والا ہے، یہ ریاکاری سے بھی سنگین تر ہے کیونکہ دنیا چاہنے والے کا ارادہ اس کے بہت سارے اعمال پر غالب ہوتا ہے، جبکہ ریاکاری اس کے کسی عمل میں پائی جاتی ہے اور کسی عمل میں نہیں پائی جاتی اور اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی، اور مومن ان دونوں چیزوں سے دور رہتا ہے۔

ریاکاری اور انسان کے اپنے نیک عمل سے دنیا طلب کرنے کے درمیان فرق:

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، یعنی اس چیز میں دونوں مشترک ہیں کہ انسان اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے مزین و آراستہ کر کے پیش کرے تاکہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی تعظیم اور مدح و ستائش کریں، یہ ریاکاری اور دنیا طلبی دونوں ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کے سامنے دکھاوا اور ان سے عزت اور مدح و ستائش کی طلب ہے۔

رہا دنیا کے لئے عمل کرنا تو وہ یہ ہے کہ کوئی شخص نیک عمل کرے جسے لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو بلکہ کوئی دنیوی ساز و سامان مقصود ہو جیسے کوئی کسی کی طرف سے حصول مال کی غرض سے حج کرے یا مال غنیمت کی خاطر جہاد کرے وغیرہ، یعنی ریاکار لوگوں کی مدح و ستائش کے لئے عمل کرتا ہے جب کہ دنیا کے لئے عمل کرنے والا دنیوی ساز و سامان کے حصول کے لئے نیک عمل کرتا ہے، اور دونوں ہی خسارے اور گھاٹے میں ہیں۔

ہم اللہ عزوجل کے غضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک عذاب سے اس کی پناہ

چاہتے ہیں(۱)۔

کچھ ایسے نصوص وارد ہوئے ہیں جو دنیا و آخرت میں اس عمل والے کے خسارے اور گھاٹے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿من كان يريد الحياة الدنيا وزينتها نوف إليهم أعمالهم فيها وهم فيها لا يبخسون، أولئك الذين ليس لهم في الآخرة إلا النار وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون﴾ (۲)۔

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہونا چاہتا ہے ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنم يصلاها مذموماً مدحوراً﴾ (۳)۔

جس کا ارادہ اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہوا سے ہم یہاں جس قدر جس کے لئے چاہیں جسے دست دیتے ہیں، پھر ہم اس کے لئے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته

---

(۱) دیکھئے صحیح البخاری ۳/۱۰۳۳ وصحیح الجامع الصغیر ۵/۳۳۰۔

(۲) سورۃ ہود ۱۱/۱۵-۱۶۔

(۳) سورۃ الاسراء ۱۷/۱۸۔

منها وماله في الآخرة من نصيب﴾ (۱)۔

جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے اور ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

عزیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فمن الناس من يقول ربنا آتنا في الدنيا وما له في الآخرة من خلاق﴾ (۲)۔

بعض لوگ ایسے (بھی) ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من تعلم علماً مما يبتغى به وجه الله عز وجل لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة" يعنى ريحها (۳)۔

جو کوئی اللہ عزوجل کی خوشنودی کی خاطر حاصل کیا جانے والا علم محض کسی دنیوی ساز وسامان کے حصول کے لئے سیکھے وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"لا تعلموا العلم لتباهوا به العلماء ولا لتماروا به السفهاء ولا لتخيروا به المجالس فمن فعل ذلك فالنار النار" (۴)۔

اس مقصد سے علم نہ حاصل کرو کہ اس کے ذریعہ تم علماء پر فخر کرو نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ کم علموں

---

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۲۰۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۰۰۔

(۳) ابوداود، کتاب العلم، باب: فی طلب العلم لغیر اللہ (۳/۳۲۲، حدیث نمبر: ۳۶۶۴) ابن ماجہ، المقدمۃ، باب الانتفاع بالعلم (۱/۹۳، حدیث نمبر: ۲۵۲) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۱/۳۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) ابن ماجہ، المقدمۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ (۱/۹۲، حدیث نمبر: ۲۵۴) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۱/۳۸) اور صحیح الترغیب (۱/۳۶) میں صحیح قرار دیا ہے، مذکورہ دونوں حدیثوں پر اور بھی حکم لگائے ہیں۔

سے بحث ومباحثہ کرو اور نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ مجلسوں کا انتخاب کرو، جس نے ایسا کیا اس کے لئے جہنم ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لا تعلموا العلم لثلاث: لتماروا به السفهاء، وتجادلوا به العلماء، ولتصرفوا به وجوه الناس إليكم، وابتغوا بقولكم ما عند الله؛ فإنه يدوم ويبقى ويتعدا سواه"(۱)۔

تین مقاصد کے لئے علم نہ حاصل کرو: تاکہ بے وقوفوں سے بحث ومباحثہ کرو، علماء سے جھگڑا اور مناظرہ کرو اور اس سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو، بلکہ اپنے قول سے وہ چیز (جنت) طلب کرو جو اللہ کے پاس ہے، کیونکہ وہی چیز باقی رہنے والی ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے ختم ہو جانے والا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اللہ کے لئے عمل کرنے والے کے لئے سعادت ونیک بختی کی ضمانت لی ہے، چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"من كانت الآخرة همه جعل الله غناه في قلبه، وجمع له شمله، وأتته الدنيا وهي راغمة، ومن كانت الدنيا همه جعل الله فقره بين عينيه، وفرق عليه شمله، ولم يأته من الدنيا إلا ما قدر له"(۲)۔

جس کی فکر آخرت (پر مرکوز) ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی مالداری اس کے دل میں کر دے گا، اس کے متفرق امور کو اکٹھا کر دے گا، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، اور جس کی فکر دنیا (پر مرکوز) ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی فقیری اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) کر دے گا، اس کے امور کو منتشر کر دے گا اور دنیا سے بھی اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔

---

(۱) سنن الدارمی، المقدمة، باب من هاب أن يحدث بكل ما سمع، ۱/۱۴۱، حدیث نمبر: (۵۴۰)، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن الدارمی (۱/۱۴۱) اور صحیح الترغیب والترہیب (۱/۱۴۸) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۲) ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب ۳۰، ۴/۶۳۲، حدیث نمبر: (۲۴۶۵)، امام ابن ماجہ نے بھی اس کے قریب قریب حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کتاب الزهد، ۲/۱۳۷۵، حدیث نمبر: (۴۱۰۵)، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۵/۳۵۱)، وسلسلة الأحاديث الصحيحة (حدیث نمبر: ۹۵۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

دوسرا مسلک: دنیا کی خاطر عمل کی قسمیں:

دنیا کی خاطر عمل کی کئی قسمیں ہیں، امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں سلف صالحین سے چار قسمیں منقول ہیں:

پہلی قسم: وہ نیک عمل جسے بہت سے لوگ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں، جیسے صدقہ، نماز، لوگوں پر احسان اور ظلم کی تلافی وغیرہ، جسے انسان خالص اللہ کے لئے کرتا یا چھوڑتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا ثواب نہیں چاہتا، بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے مال کی حفاظت کرے اور بڑھائے یا اس کی اور اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے یا اس پر اور اس کے اہل وعیال پر اپنی نعمتیں باقی رکھے، اسے جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کی کوئی فکر نہیں ہوتی، تو ایسے شخص کو اس کے عمل کا ثواب دنیا ہی میں عطا کر دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوگا، یہ قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

دوسری قسم: یہ پہلی قسم سے بھی خطرناک اور بھیانک ہے، وہ یہ ہے کہ انسان نیک اعمال انجام دے اور اس کی نیت آخرت کے ثواب کی طلب نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانا ہو، یہ مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

تیسری قسم: یہ ہے کہ انسان نیک اعمال انجام دے اور اس سے مال مقصود ہو، مثال کے طور پر مال کی خاطر کسی کی طرف سے حج بدل کرے، اس سے رضائے الٰہی اور دار آخرت کا حصول مقصود نہ ہو، یا دنیا پانے کی غرض سے ہجرت کرے، یا مال غنیمت کی خاطر جہاد کرے، یا ڈگریوں کے حصول اور منصب پانے کے لئے علم حاصل کرے، ان تمام کاموں سے مطلقاً اللہ کی خوشنودی مقصود نہ ہو، یا مسجد کی ملازمت یا دیگر دینی ملازمتوں کے لئے قرآن کا علم حاصل کرے اور نماز کی پابندی کرے، اس سے ثواب کی خواہش مطلق طور پر نہ ہو۔

چوتھی قسم: یہ ہے کہ انسان خالص اللہ وحدہ لاشریک کے لئے اطاعت کا کام انجام دے لیکن (ساتھ ہی) وہ اسلام سے خارج کر دینے والے کسی کفریہ عمل کا بھی مرتکب ہو، مثلاً کوئی شخص تواقض اسلام (اسلام کو

توڑنے والی چیزوں) میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے، یہ قسم انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے(۱)۔

لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ان تمام چیزوں سے بچتا رہے جو اس کے عمل کو برباد کردینے والے اور اللہ کے غیظ وغضب کا سبب ہوں، نیز مسلمانوں کو ان تمام بری قسموں سے بھی بچنا چاہئے، ہم ان تمام چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

تیسرا مسلک: ریاکاری کی خطرناکی، اس کے اقسام اور اسباب:

اولاً: ریاکاری کی خطرناکی اور اس کے اثرات:

ریاکاری کی خطرناکی فرد، معاشرہ اور پوری امت پر بہت زیادہ ہے، کیونکہ ریاکاری سارے اعمال کو اکارت کردیتی ہے، والعیاذ باللہ۔ ریاکاری کی خطرناکی درج ذیل امور میں ظاہر ہوتی ہے:

(۱) ریاکاری مسلمانوں کے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ألا أخبركم بما هو أخوف عليكم عندي من المسيح الدجال؟ قال: قلنا: بلى، فقال: الشرك الخفي أن يقوم الرجل يصلي فيزين صلاته لما يرى من نظر رجل"(۲)۔

کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں، فرمایا: وہ شرک خفی ہے کہ آدمی کھڑا نماز پڑھے تو کسی شخص کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز اور سنوار لے۔

(۲) ریاکاری بکریوں کے ریوڑ میں بھیڑیئے کے جا گھسنے سے بھی زیادہ تباہ کن ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"ما ذئبان جائعان أرسلا في غنم بأفسد من حرص المرء على المال والشرف

---

(۱) دیکھئے: ابن رجب: شرح کتاب الوضوء من الجامع الصغیر لابی عیسیٰ الترمذی ص ۵۳۹، والقول السدید فی مقاصد الاجتہاد للسعدی ص ۱۳۶۔

(۲) ابن ماجہ: کتاب الزہد، باب الریاء والسمعۃ ۲/۱۳۰۶ رقم الحدیث (۴۲۰۴)، اسے علامہ البوصیری رحمہ اللہ نے مصباح الزجاجہ (۴/۳۱۰) میں حسن قرار دیا ہے۔

لذہبہ"(۱)۔

بکریوں کے کسی ریوڑ میں چھوڑے گئے دو بھوکے بھیڑیے اتنا زیادہ نقصان نہیں پہنچاتے جتنا مال وشرف کا لالچ آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔

یہ ایک مثال ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ مال کے لالچ سے دین برباد ہو جاتا ہے، وہ اس طرح کہ مال انسان کو اللہ کی اطاعت سے غافل کر دے اور دین کے نام پر دنیوی شرف کا لالچ بھی دین کو خراب کر دیتا ہے جب انسان کا مقصد ریا وسمعہ ہو۔

(۳) ریاکاری اعمال صالحہ کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے، کیونکہ ریاکاری اعمال صالحہ کی برکت ختم کر دیتی ہے والعیاذ باللہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كالذي ينفق ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر فمثله كمثل صفوان عليه تراب فأصابه وابل فتركه صلداً لا يقدرون على شيء مما كسبوا والله لا يهدي القوم الكافرين﴾ (۲)۔

جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر اس کی مثال اس صاف (چکنے) پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہ ریاکاری کے وہ اثرات ہیں جو نیک عمل کو ایسے وقت میں عملی طور پر مٹا دیتے ہیں جب انسان (نیک عمل کرنے والا) مجبور ہو کر رہ جاتا ہے اور اسے اس عمل کو لوٹانے کی استطاعت نہیں ہوتی۔

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث نمبر (۲۳۷۶) ۴/۵۸۸، اسے علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی (۲/۴۸۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سورۃ البقرہ ۲۶۴۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أيود أحدكم أن تكون له جنة من نخيل وأعناب تجري من تحتها الأنهار له فيها من كل الثمرات وأصابه الكبر وله ذرية ضعفاء فأصابها إعصار فيه نار فاحترقت كذلك يبين الله لكم الآيات لعلكم تتفكرون﴾ (۱)۔

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں اور اچانک باغ کو بگولا لگ جائے جس میں آگ بھی ہو پس وہ باغ جل جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

چنانچہ اس عمل صالح کی مثال میوہ جات سے بھرپور عظیم باغ کی سی ہے تو کیا کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو یہ چاہے کہ ان میوہ جات اور اس عظیم باغ کا مالک ہو اور پھر ریاکاری کر کے اسے کلی طور پر برباد کر دے جبکہ وہ اس کا شدید حاجت مند بھی ہو؟ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے (حدیث قدسی میں) اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك معي فيه غيري تركته وشركه" (۲)۔

میں شرک سے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل کیا جس میں میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شرک (دونوں) کو ترک کر دیتا ہوں۔

اور حدیث میں ہے:

"إذا جمع الله الأولين والآخرين ليوم القيامة ليوم لا ريب فيه نادى: من كان أشرك في عمل عمله لله أحداً فليطلب ثوابه من عند غير الله، فإن الله أغنى الشركاء

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۶۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب من أشرك في عمله غير الله، ۴/۲۲۸۹، حدیث نمبر: (۲۹۸۵)۔

عن الشرك"(۱)۔

جب اللہ تعالیٰ تمام اولین وآخرین (اگلوں اور پچھلوں) کو قیامت کے روز جس کی آمد میں کوئی شک نہیں، جمع کرے گا تو ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا: جس نے اللہ کے لئے کئے ہوئے کسی عمل میں کسی غیر کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب بھی اسی غیر اللہ سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک سے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہے۔

(۴) ریاکاری آخرت کے عذاب کا سبب ہے، اسی لئے قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں سے جہنم بھڑکائی جائے گی وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے: قاری قرآن، مجاہد اور اپنے مال کا صدقہ کرنے والا، جنھوں نے اس لئے یہ اعمال انجام دیے تھے تاکہ کہا جائے کہ فلاں قاری ہے، فلاں بڑا بہادر ہے اور فلاں بڑا سخی اور خیرات کرنے والا ہے ان کے اعمال خالص اللہ کی رضا کے لئے نہ تھے(۲)۔

(۵) ریاکاری ذلت وخواری اور رسوائی کا سبب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من سمع سمع الله به، ومن يرائي يرائي الله به"(۳)۔

جو شخص شہرت کے لئے کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کردے گا اور جو دکھاوے کے لئے عمل کرے گا اللہ اسے رسوا کردے گا۔

(۶) ریاکاری آخرت کے ثواب سے محروم کردیتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"بشر هذه الأمة بالسناء (٤) والدين، والرفعة، والتمكين في الأرض، فمن عمل

---

(۱) صحیح ترغیب، کتاب الجنہ، الترغیب، ترھیب، باب ترھیب من سوء الخلق، ۳/۳۱۲، حدیث نمبر: (۳۱۵۴) وہ حدیث ابو سعید بن ابو فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ، ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعۃ، ۲/۱۴۰۶، حدیث نمبر: (۴۲۰۳) اس حدیث کو محدث البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب والترھیب (۱/۱۸) اور صحیح سنن ترمذی (۳/۷۷) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے اس مضمون میں وارد حدیث صحیح مسلم میں ہے، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار، ۳/۱۵۱۳، حدیث نمبر: (۱۹۰۵)۔

(۳) متفق علیہ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، ۴/۱۲۴، حدیث نمبر: (۶۴۹۹) صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ، ۴/۲۲۸۹، حدیث نمبر: (۲۹۸۶)۔

(۴) اس کے معنی رتبہ کی بلندی کے ہیں کہا گیا "ثناء" تعریف کو کہتے ہیں، دیکھئے المعجم الکبیر ۱/۲۹۳۔

منهم عمل الآخرة للدنيا لم يكن له في الآخرة من نصيب"(۱)۔

اس امت کو بڑی دین، رفعت و بلندی اور زمین میں اقتدار کی بشارت دی، چنانچہ ان میں سے جس نے آخرت کا کوئی عمل دنیا کے لئے انجام دیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

(۷) ریاکاری امت کی شکست اور پسپائی کا سبب ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنما ينصر الله هذه الأمة بضعيفها، بدعوتهم، وصلاتهم، وإخلاصهم"(۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کی نصرت ان کے کمزوروں کی دعا، ان کی نماز اور ان کے اخلاص کے ذریعہ فرماتا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کے لئے اخلاص دشمنوں کے خلاف امت کی نصرت و مدد کا سبب ہے، نیز ریاکاری امت کی شکست اور پسپائی کا سبب ہے۔

(۸) ریاکاری گمراہی میں اضافہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے منافقین کے سلسلہ میں فرمایا:

﴿يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلا أنفسهم وما يشعرون، في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً ولهم عذاب أليم بما كانوا يكذبون﴾ (۳)۔

وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری تھی تو اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیا، اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ثانیاً: ریاکاری کے انواع:

ریاکاری کی قسمیں بہت زیادہ ہیں، ہم ان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، یہ قسمیں حسب ذیل ہیں:

---

(۱) مسند احمد ۵/۱۳۳، مستدرک حاکم ۴/۳۱۸، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب (۱/۱۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) اس حدیث کو نسائی نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، کتاب الجہاد، باب الاستفتاح بصعلیک ۶/۴۵، حدیث نمبر: (۳۱۷۸) اور اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے، کتاب الجہاد والسیر، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب ۴/۹۹۶، حدیث نمبر: (۲۸۹۶) اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب (۲/۱۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۹-۱۰۔

۱- بندہ کا مقصود اللہ کے علاوہ (کچھ اور) ہو اور اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ اس کے کارنامے کو جانیں' اخلاص بالکل مفقود ہو' نعوذ باللہ من ذلک، تو یہ نفاق کی ایک قسم ہے۔

۲- بندہ کا مقصود اللہ کی رضا ہو لیکن جب لوگوں کو اس کی اطلاع ہو جائے تو وہ عبادت میں اور چاق و چوبند ہو جائے اور اسے خوب بنائے سنوارے' یہ باطن کا شرک ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أيها الناس إياكم وشرك السرائر" قالوا: يا رسول الله! وما شرك السرائر؟ قال: "يقوم الرجل فيصلي فيزين صلاته جاهدا لما يرى من نظر الناس إليه، فذلك شرك السرائر"(۱)۔

"اے لوگو! باطن کے شرک سے بچو، صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! باطن کا شرک کیا ہے؟ فرمایا: آدمی نماز پڑھے پھر لوگوں کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز کو قصداً بنائے سنوارے' یہ باطن کا شرک ہے۔

۳- بندہ اللہ کے واسطے عبادت میں داخل ہو اور اللہ ہی کے واسطے عبادت سے نکلے' پھر اس چیز کا لوگوں کو علم ہو جائے اور اس پر اس کی تعریف ہو تو اس تعریف سے اس کے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو اور وہ مزید اس بات کی تمنا کرے کہ لوگ اس کی تعریف و توصیف کریں اور اسے دنیوی مطلوب حاصل ہو جائے، یہ خوشی و مسرت' تعریف کی مزید خواہش اور اپنے مطلوب کے حصول کی تمنا' وغیرہ پوشیدہ ریاکاری پر دلالت کرتی ہیں۔

۴- جسمانی ریاکاری: جیسے کوئی شخص چہرے کی زردی اور جسم کی کمزوری ظاہر کرے' اس سے لوگوں کو یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ بڑا عبادت گزار ہے اور اس پر آخرت کا خوف غالب ہے اور کبھی کبھار ریاکاری آواز کی پستی اور ہونٹوں کی پژمردگی سے بھی ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو یہ شعور دے کہ وہ روزے سے ہے۔

۵- لباس یا وضع قطع کے ذریعہ ریاکاری: جیسے کوئی شخص بلا ضرورت کپڑے پہنے تاکہ لوگ کہیں کہ یہ دنیا سے

---

(۱) اسے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ۲/ ۶۵، حدیث نمبر: (۹۳۷) اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے ۲/ ۲۹۱، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب والترھیب (۱/ ۵۰) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

بڑا بے رغبت (قلندر) انسان ہے یا کوئی ایسا لباس پہنے جیسے ایک خاص طبقے کے لوگ پہنتے ہوں جنہیں لوگ علماء کی فہرست میں شمار کرتے ہوں تو وہ لباس اس لئے پہنے تاکہ اسے بھی عالم کہا جائے۔

۶۔ قولی ریاکاری: یہ عام طور پر وعظ و نصیحت نیز بحث و تکرار، مناظرہ اور زیادتی علم کے اظہار کے لئے احادیث و آثار کے حفظ کے ذریعہ دین داروں میں پائی جاتی ہے۔

۷۔ عملی ریاکاری: جیسے دکھاوے کے لئے نماز کی نماز، رکوع اور سجدہ وغیرہ طویل کرنا اور خشوع و خضوع ظاہر کرنا نیز روزے، حج اور صدقہ میں ریاکاری۔

۸۔ ساتھیوں اور ملاقاتیوں کے ذریعہ ریاکاری: جیسے کوئی شخص بے تکلف کسی عالم کی زیارت (ملاقات) طلب کرے تاکہ یہ کہا جائے کہ فلاں تو فلاں کی زیارت (ملاقات) کے لئے گیا تھا۔ اسی طرح اپنی زیارت کے لئے لوگوں کو دعوت دینا تاکہ یہ شہرہ ہو کہ دیندار لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں۔

۹۔ لوگوں کے درمیان اپنی ذات کی مذمت کے ذریعہ ریاکاری: اور اس سے اس کا مقصد لوگوں کو یہ دکھانا ہوتا ہے کہ وہ بڑا متواضع اور خاکسار آدمی ہے تاکہ ان کے نزدیک اس کا مقام بڑھ جائے اور اسے بیان کرنے کے لوگ اس کی مدح و ستائش کریں، یہ ریاکاری کی باریک قسموں میں سے ہے۔

۱۰۔ ریاکاری کی باریکیوں اور اسرار میں سے یہ بھی ہے کہ عمل کرنے والا اپنی نیکی چھپائے اس طور پر کہ وہ یہ نہ چاہے کہ لوگوں کو اس کی اطاعت (نیکیوں) کی اطلاع ہو اور نہ ہی اس کے ظاہر ہونے سے اسے خوشی ہو لیکن اس کے باوجود جب وہ لوگوں کو دیکھے تو اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ اس سے سلام کرنے میں پہل کریں، اس سے خندہ پیشانی اور احترام سے ملیں، اس کی تعریف و توصیف کریں، گرمجوشی سے اس کی ضرورت پوری کریں اور خرید و فروخت میں اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں، اور اگر یہ سب کچھ نہ حاصل ہو تو اپنے دل میں رنج و تکلیف محسوس کرے گویا وہ اپنی مخفیہ نیکیوں پر عزت و احترام کا طلبگار اور خواہش مند ہے۔

۱۱۔ ریا کی باریکیوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اخلاص کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بیان کیا جاتا ہے کہ ابو حامد غزالی کو معلوم ہوا کہ جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لئے اخلاص اپنائے گا تو حکمت اس کے دل سے نکل کر اس کی زبان پر جاری ہو جائے گی

(ابوحامد غزالی) فرماتے ہیں کہ: میں نے بھی چالیس روز تک اخلاص اپنایا تو کچھ بھی نہ ہوا، میں نے ایک عارف باللہ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: تم نے حکمت کے لئے اخلاص اپنایا تھا اللہ کے لئے نہیں (اس لئے کوئی نتیجہ نہیں ملا)(۱)۔

یہ اس طرح کہ انسان کا مقصد کبھی حکمت و بردباری یا اپنے حق میں لوگوں کی تعظیم و تعریف کا حصول یا اس کے علاوہ دیگر مقاصد ہوا کرتے ہیں، اور یہ عمل اللہ کے لئے اخلاص اور اس کی رضا جوئی کے لئے انجام نہیں پایا بلکہ اس مقصد کے حصول کی خاطر انجام پایا ہے۔

ثالثاً: ریاکاری کے اقسام:

ریاکاری (اللہ ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے) کی کئی قسمیں اور درجات ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان سے بچنے کے لئے ان کی معرفت حاصل کرے۔ یہ قسمیں حسب ذیل ہیں:

(۱) عمل سراسر دکھاوا ہو، اس کا مقصد مخلوق کو دکھانے کے سوا کچھ نہ ہو، جیسا کہ منافقین کا حال ہے:

﴿وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراءون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا﴾ (۲)۔

اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔

یہ خالص ریاکاری کسی مومن سے فرض نماز یا روزے میں تو صادر نہیں ہو سکتی البتہ واجب صدقہ یا حج یا ان کے علاوہ دیگر ظاہری اعمال میں صادر ہو سکتی ہے، اس عمل کے بطلان نیز اس کے مرتکب کے اللہ کے غیظ و غضب اور عذاب کے مستحق ہونے میں کوئی شک نہیں، والعیاذ باللہ۔

(۲) عمل تو اللہ کے لئے ہو لیکن شروع سے اخیر تک اس میں ریاکاری شامل ہو تو ایسا عمل بھی صحیح نصوص

---

(۱) دیکھئے: روضۃ العقل والمتعلم وأدب المتعلم لابن تیمیۃ ص ۲۹، مصباح المقاصدین ص ۲۱۴، ۲۱۵، الإخلاص لوزارۃ الأوقاف ص ۱۳، الإعلام بالشرک الأصغر وأنواع الریاء المحبط للعمل لعبد العزیز بن عبد اللطیف ص ۹، الریاء الیسیر بالرأی ص ۱۵۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۴۲۔

کی روشنی میں باطل اور رائیگاں ہے۔

(۳) اصل عمل تو خالص اللہ کے لئے ہو پھر عبادت کے دوران اس میں ریاکاری کی نیت شامل ہو گئی ہو تو ایسی عبادت دو حالتوں سے خالی نہیں:

(الف) یہ کہ عبادت کے ابتدائی حصہ کا آخری حصہ سے ربط نہ ہو ایسی حالت میں عبادت کا ابتدائی حصہ ہر صورت میں صحیح اور آخری حصہ ہر صورت میں باطل ہے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک انسان کے پاس دس ریال تھے جنہیں وہ صدقہ کرنا چاہتا تھا تو ان میں سے دس ریال تو اس نے خالص اللہ کے لئے صدقہ کئے پھر بقیہ دس ریالوں میں ریاکاری شامل ہو گئی تو پہلا صدقہ مقبول ہے اور دوسرا صدقہ باطل، کیونکہ اس میں اخلاص کے ساتھ ریاکاری شامل ہو گئی ہے۔

(ب) یہ کہ عبادت کے ابتدائی حصہ کا آخری حصہ سے ربط اور تعلق ہو ایسی صورت میں وہ انسان دو حالتوں سے خالی نہیں:

پہلی حالت: یہ ہے کہ ریاکاری اس کے دل میں کھٹکی ہو پھر اس نے اسے دفع کر دیا ہو اور اس کی طرف التفات نہ کیا ہو، بلکہ اس سے اعراض اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو اس صورت میں بلا اختلاف ریاکاری سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن الله تجاوز لأمتي ما حدثت به أنفسها ما لم يتكلموا أو يعملوا"(۱)۔

بیشک اللہ عزوجل نے میری امت کے دلوں میں کھٹکنے والی چیزوں کو معاف کر دیا ہے جب تک کہ وہ اسے کہہ نہ دیں یا اس پر عمل نہ کر لیں۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ ریاکاری اس کے ساتھ بدستور لگی رہے اور وہ اس سے مطمئن ہو اسے دفع بھی نہ کرے بلکہ اس سے خوش ہو، ایسی حالت میں صحیح رائے کے مطابق اس کی پوری عبادت باطل اور ضائع ہو جائے گی کیونکہ اس کا ابتدائی حصہ آخری حصہ سے مربوط ہے(۲)۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب إلخ، ۱/۱۱۶، حدیث نمبر (۱۲۷)۔

(۲) ان نکتوں کو تفصیل جاننے کے لئے دیکھیں: جامع العلوم والحکم لابن رجب، ۱/۹۷، ۸۳، بیروت، ص ۳۲۳، فتاوی ابن عثیمین ۲/۹۷۔

(۴) ریاکاری عبادت سے فارغ ہونے کے بعد ہو(۱) چنانچہ اگر مسلمان خالص اللہ کے لئے عمل کرے پھر اللہ اس تعلق سے مسلمانوں کے دلوں میں اچھی مدح وثنا ڈال دے اور وہ اللہ کے فضل ورحمت سے خوش ہو جائے اور یہ اس کے لئے باعث مسرت ہو تو اس سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی بابت پوچھا گیا جو خالص اللہ کی رضا کے لئے بھلائی کا عمل کرے اور پھر لوگ اس کی تعریف وستائش کریں تو آپ نے فرمایا:

"تلك عاجل بشرى المؤمن"(۲)۔

یہ مومن کے لئے فوری خوشخبری ہے۔

رابعاً: ریاکاری کے اسباب ومحرکات:

ریاکاری کی بنیاد اور اصل "جاہ ومرتبہ" کی محبت ہے، اور جس کے دل پر اس چیز کی محبت غالب آجاتی ہے اس کی ساری فکر مخلوق کی رعایت ان کا چکر لگانے اور ان کے دکھاوے میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ اپنے تمام تر اقوال وافعال اور جملہ تصرفات میں ہمیشہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے جن سے لوگوں کے نزدیک اس کا مقام ومرتبہ اونچا ہو۔ یہ ریاکاری اور معصیت کی بڑی جڑ اور اساس ہے کیونکہ جس شخص کو بھی اس کی خواہش ہوتی ہے اسے عبادت میں ریاکاری اور ممنوع وحرام کاموں کا ارتکاب لامحالہ کرنا پڑتا ہے۔

یہ بڑا دقیق اور پیچیدہ باب ہے جسے اللہ عزوجل کا علم ومعرفت رکھنے اور اس سے محبت کرنے والے ہی جان سکتے ہیں۔

اگر اس سبب اور جاہ کن مرض کی تفصیل کی جائے تو وہ درج ذیل تین اصولوں کی طرف لوٹے گا:

۱- حمد وثنا اور مدح وستائش کی لذت کی محبت وچاہت۔

۲- مذمت ورسوائی سے فرار۔

---

(۱) دیکھئے: فتوی ابن تیمیہ ۱۰/۱۴۰۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب ۴/۲۰۳۴، حدیث نمبر (۲۶۴۲)۔

۳-لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس کی لالچ (۱)۔

ان باتوں کی شہادت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر کردہ باتوں سے ملتی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آدمی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھانے کے لئے جہاد کرتا ہے' اور غیرت وحمیت کی وجہ سے جہاد کرتا ہے' اور دکھاوے کی خاطر جہاد کرتا ہے' تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والا) ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله" (۲)۔

جو اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے جہاد کرے وہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والا) ہے۔

چنانچہ اس شخص کا یہ کہنا کہ "بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے جہاد کرتا ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ تاکہ اس کا نام لیا جائے' اس کی تعریف ہو اور اس کی مدح وثنا کی جائے۔

اور "غیرت وحمیت کی وجہ سے جہاد کرتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ مغلوب ومقہور ہونے یا مذمت کئے جانے سے نفرت کرتا ہے۔

اور "دکھاوے کی خاطر جہاد کرتا ہے" کا معنی یہ ہے کہ تاکہ اس کی بہادری اور جواں مردی دیکھی جائے اور یہی دلوں میں جاہ ومنزلت کی لذت ہے۔

اور کبھی انسان مدح وستائش کی خواہش کرتا ہے لیکن مذمت سے ڈرتا ہے جیسے بہادروں کے درمیان بزدل' لہٰذا وہ مذمت کے خوف سے یا مردی کا ثبوت دیتا ہے' راہ فرار اختیار نہیں کرتا' اسی طرح کبھی انسان جہالت سے متہم کئے جانے کے خوف سے بلا علم فتویٰ دیدیتا ہے۔

چنانچہ یہی تین چیزیں ریاکاری کا سبب اور اصل محرک ہیں' لہٰذا ان سے بچ کر رہیں!!

---

(۱) مختصر منهاج القاصدين' ابن قدامہ' ص ۲۲۱، ۲۲۲۔

(۲) متفق علیہ: بخاری' کتاب الجهاد والسير' باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا' ۳/ ۱۰۸۲' حدیث نمبر: (۲۸۱۰)' مسلم' کتاب الامارة' باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله' ۳/ ۱۵۱۲' حدیث نمبر: (۱۹۰۴)۔

چوتھا مسلک: اخلاص کے حصول کے طریقے اور ریاکاری کا علاج:

یہ بات معلوم ہوگئی کہ ریاکاری عمل کو ضائع کرنے والی اللہ کے غضب اور ناراضگی کا سبب ہلاک کرنے والی اور مسلمانوں کے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اور جس چیز کی یہ حالت ہو وہ اس قابل ہے کہ پوری جانفشانی سے اس کا ازالہ وعلاج کیا جائے اور اس کی رگیں اور جڑیں کاٹ کر رکھ دی جائیں۔

ریاکاری کے ازالہ وعلاج اور اخلاص کے حصول کے چند طریقے حسب ذیل ہیں:

(۱) دنیا کی خاطر عمل اور ریاکاری کے انواع واقسام اور اسباب ومحرکات کی معرفت حاصل کرنا اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا' اسباب ومحرکات کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

(۲) اہل سنت وجماعت کے مذہب کے مطابق کتاب وسنت پر مبنی اللہ کے اسماء وصفات اور افعال کی صحیح معرفت کے ذریعہ اللہ کے جلال وعظمت کا علم حاصل کرنا' کیونکہ جب بندہ کو اس بات کا علم ہوگا کہ اللہ واحد ہی تنہا نفع ونقصان' عزت وذلت' بخشش وبرتری' دینے نہ دینے اور مارنے جلانے کا مالک' خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں پوشیدہ رازوں کا جاننے والا ہے، نیز یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی تنہا مستحق عبادت ہے تو یہ ساری چیزیں اخلاص اور اللہ کے ساتھ سچائی پیدا کریں گی، لہٰذا توحید کی تمام قسموں کی صحیح معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۳) آخرت میں اللہ عزوجل کی تیار کردہ نعمت وعذاب' موت کی ہولناکیوں اور عذاب قبر وغیرہ کی معرفت حاصل کرنا' کیونکہ جب بندہ کو ان چیزوں کا علم ہوگیا اور وہ سمجھدار ہوگا تو ریاکاری ترک کرکے اخلاص اپنائے گا۔

(۴) دنیا کے لئے عمل کرنے نیز عمل کو ضائع کرنے والی ریاکاری کی خطرناکی سے ڈرنا' کیونکہ جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بچا رہتا ہے اور نجات پاتا ہے' اور جو ڈرتا ہے وہ منہ اندھیرے سفر شروع کرتا ہے اور جو منہ اندھیرے سفر شروع کرتا ہے وہ منزل پالیتا ہے۔

لہٰذا آدمی کے لئے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ جب اس کی خواہش مدح وستائش کی آفت کی طرف

جھنجھوڑے (تیار کرے) تو اپنے نفس کو ریاکاری کی آفتوں اور اللہ کی ہر انتقامی کی یاد دلائے اور جتنے لوگوں کی تعریف اور کمزوری کا علم ہوتا ہے وہ راحت محسوس کرتا ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: "اپنی ذات سے ریاکاری کے اسباب زائل کرنے کے لئے نفس سے جہاد کرو اور کوشش کرو کہ لوگ تمہارے نزدیک بچوں اور چوپایوں کی طرح ہوں ان کے وجود اور عدم وجود میں اور انہیں تمہاری عبادت کے علم ہونے یا نہ ہونے میں ان تمام صورتوں میں تم اپنی عبادت میں کوئی فرق نہ کرو بلکہ سب اللہ کے باعلم ہونے پر اکتفا کرو (۱)۔

اللہ وحدہ لاشریک کے فضل و کرم اور پھر عمل کی بربادی کے خوف ہی سے اہل علم و ایمان ریاکاری اور عمل کی بربادی سے محفوظ رہے، محمد بن ابی یعلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر" قالوا: وما الشرك الأصغر يا رسول الله؟ قال: "الرياء، يقول الله عز وجل لهم يوم القيامة إذا جزى الناس بأعمالهم: اذهبوا إلى الذين كنتم تراؤون في الدنيا فانظروا هل تجدون عندهم جزاء" (۲)۔

مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ شرک اصغر ہے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریاکاری، قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو ریاکاروں سے کہے گا: دنیا میں جنہیں دکھانے کے لئے تم اعمال کیا کرتے تھے انہی کے پاس جاؤ، دیکھو کیا ان کے پاس تمہیں بدلہ ملتا ہے؟ (تو انہی سے لے لو)۔

اور اسی عظیم خطرہ کے سبب حضرات صحابہ کرام، تابعین اور اہل علم و ایمان اس خطرناک بلا و مصیبت سے ڈرتے رہے، اس قبیل کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

(الف) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿والذين يؤتون ما آتوا وقلوبهم وجلة أنهم إلى ربهم راجعون﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: الاخلاص والشرک الاصغر ص ۸۔

(۲) مسند احمد بن حنبل ۵/۴۲۸، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۲/۱۲۵۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) سورۃ المؤمنون: ۶۰۔

اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ شخص مراد ہے جو زنا، چوری اور شراب خوری کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"لا يا بنت أبي بكر (أو يا بنت الصديق) ولكنه الرجل يصوم ويصدق ويصلي وهو يخاف ألا يتقبل منه"(۱)۔

نہیں! اے ابوبکر (یا صدیق) کی بیٹی! بلکہ یہ وہ شخص ہے جو روزے رکھتا ہے، صدقہ کرتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے پھر بھی اسے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ اس کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔

(ب) ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے نبی کریم ﷺ کے تیس صحابہ کو پایا، وہ سب کے سب اپنے آپ پر نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی یہ نہ کہتا تھا کہ وہ جبریل و میکائیل علیہما السلام کے ایمان پر ہے"(۲)۔

(ج) ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے خوف ہوا کہ میں جھٹلانے والا نہ ہوں"(۳)۔

(د) حسن رحمہ اللہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "(ریاکاری) سے مومن ہی ڈرتا ہے اور اس سے منافق ہی مامون ہوتا ہے"(۴)۔

---

(۱) مسلم (ابن ماجہ: کتاب الزھد، باب: الخوف من الله، ۲/۱۴۰۴، حدیث نمبر: ۴۱۹۸) ترمذی (کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة المؤمنون، ۵/۳۷۲، حدیث نمبر: ۳۱۷۵) اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الأحاديث الصحيحة، حدیث نمبر: (۱۹۲) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۴۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری تعلیقاً (کتاب الایمان، باب: خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، قبل حدیث: ۴۴) میں ان الفاظ کے ساتھ متصل روایت کیا ہے: دیکھئے: فتح الباری (۱/۱۰۰)۔

(۳) بخاری مع فتح الباری (علیقاً بصیغۃ الجزم، باب: خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، قبل حدیث: ۴۴) میں ان الفاظ کے ساتھ معلقاً روایت کیا ہے: "اسے منصور (امام بخاری) نے ابراہیم سے" متصل روایت کیا ہے: دیکھئے: فتح الباری (۱/۱۰۰)۔

(۴) بخاری مع فتح الباری (کتاب الرقاق، باب: الخوف من الله، قبل حدیث: ۶۴۹۱) میں ان الفاظ کے ساتھ معلقاً روایت کیا ہے: "اسے عمر بن قیس نے ماسرجس سے" متصل روایت کیا ہے: دیکھئے: فتح الباری (۱۱/۴۱۷)۔

(ھ) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم سے رسول اللہ ﷺ نے میرا نام بھی منافقوں میں سے بتایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، لیکن آپ کے بعد میں کسی اور کا تزکیہ نہیں کروں گا" (۱)۔

(و) ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: "اے اللہ! میں نفاق کے خشوع سے تیری پناہ چاہتا ہوں، دریافت کیا گیا: نفاق کا خشوع کیا ہے؟ تو فرمایا: تم دیکھو کہ جسم سے تو خشوع کا اظہار ہو رہا ہے مگر دل خشوع سے خالی ہے" (۲)۔

(ز) ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: "اگر مجھے یقین ہو جائے کہ اللہ نے میری ایک نماز قبول فرمالی ہے، تو یہ میرے نزدیک دنیا اور اس کی ساری نعمتوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾ (۳)۔

بیشک اللہ عزوجل متقیوں ہی سے قبول فرماتا ہے" (۴)۔

(ک) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو پایا، ان میں سے کسی سے بھی کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک یہی چاہتا کہ اس کا بھائی (مسئلہ بتا کر) اس کی طرف سے کفایت کر دے (۵)۔

(۵) اللہ کی مذمت سے فرار: کیونکہ لوگوں کی مذمت سے فرار اختیار کرنا ریاکاری کے اسباب میں سے ہے، لیکن عقل مند چاہتا ہے کہ اللہ کی مذمت سے بچنا زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اللہ کی مذمت عیب کی چیز ہے، جیسا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: "اے اللہ کے رسول (ﷺ) میری تعریف باعث زینت

---

(۱) ابن کثیر نے اس سے پہلے حدیث کو البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے ۱۰/۵، نیز دیکھئے: صفات المنافقین لابن القیم ص ۳۶۔

(۲) اسے امام ابن القیم نے صفات المنافقین میں ذکر کیا ہے ص ۳۶۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۲۷۔

(۴) اسے امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کرکے فرمایا ہے ۲/ ۴۱، اسے ابن ابی حاتم کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۵) مسلم (زہری) ۱۳۵، کتاب الزہد لابن المبارک ۱/ ۱۴۷، حدیث نمبر ۴۱۴۔

ہے اور میری مذمت عیب دار کرنے والی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ذاك الله"(۱)۔

یہ اللہ کی خصوصیت ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بندہ جب لوگوں سے ڈرتا ہے اور اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی و خوش کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے ناراض و غضبناک ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے تو کیا آپ لوگوں کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں؟ اگر آپ دعوائے اخلاص میں واقعی سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

(۶) جن چیزوں سے شیطان دور بھاگتا ہے ان کی معرفت حاصل کرنا؛ کیونکہ شیطان ریاکاری کا منبع اور معصیت کی جڑ ہے، شیطان بہت ساری چیزوں سے بھاگتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: اذان، تلاوت قرآن، مسجد، تلاوت، شیطان سے اللہ کی پناہ طلبی، گھر سے نکلتے اور مسجد میں داخل ہوتے وقت "بسم اللہ" کہنا ساتھ ہی اس سے متعلق مشروع دعا پڑھنا، نیز صبح و شام کے اذکار کی، نماز کے بعد کے اذکار کی اور تمام مشروع اذکار کی پابندی کرنا(۲)۔

(۷) کثرت سے خیر کے کام اور (مشاہدہ میں نہ آنے والی) مخفیہ عبادتیں انجام دینا اور انہیں پوشیدہ رکھنا، جیسے قیام اللیل (تہجد)، مخفیہ صدقہ، تنہائی میں اللہ کے خوف سے رونا، نفل نمازیں، دینی بھائیوں کے لئے ان کی عدم موجودگی میں دعا کرنا؛ کیونکہ اللہ عزوجل مخفیہ متقی پرہیزگار بندہ سے محبت کرتا ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي"(۳)۔

---

(۱) مسند احمد ۳/ ۴۹۸، ۴۹۹، (۱۵۹۳۲) یہ روایت اگرچہ ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسی کی جنس حسن ہے، تخریج سے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے، حدیث نمبر (۳۲۶۳)۔

(۲) اس سلسلہ میں تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: کتاب حصن المسلم من کلام سید الخلق والمنزل علیہ اسم ہلالی و یاسینی، نیز کتاب ہے: تحفۃ الاخلاص، از: سلیم ہلالی، ص ۵۷، ۶۳۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الزہد ۴/ ۲۲۷۷، حدیث نمبر: (۲۹۶۵)۔

یہ تب اللہ عزوجل پوشیدہ و مالدار تقویٰ شعار بندہ سے محبت کرتا ہے۔

(۸) لوگوں کی مذمت اور تعریف کی پرواہ نہ کرنا کیونکہ اس سے نہ تو نقصان پہنچتا ہے نہ نفع بلکہ ضروری ہے کہ اللہ کی مذمت کا خوف ہو اور اللہ کے فضل و احسان سے خوشی، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون ﴾ (۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے فضل و انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس چیز سے بدرجہا بہتر ہے جسے وہ جمع کر رہے ہیں۔

لہٰذا اے اللہ کے بندے! مدح و ثنا کی محبت سے اس طرح بے رغبت ہو جاؤ جس طرح مشاق دنیا آخرت سے بے رغبت ہوتے ہیں جب تمہیں یہ چیز حاصل ہو جائے گی تو تمہارے لئے اخلاص سہل ہو جائے گا (۲)۔

مدح و ثنا کی محبت سے بے رغبتی کو اس چیز کا یقینی علم بھی آسان اور سہل بنا دیتا ہے کہ اللہ واحد کے سوا نہ کسی کی مدح و ثنا کوئی نفع اور راحت عطا کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی کی مذمت نقصان پہنچا سکتی اور عیب لگا سکتی ہے لہٰذا اس کی مدح و ستائش سے بے رغبتی اختیار کرو جس کی تعریف زینت نہیں عطا کر سکتی اور اس کی مذمت سے بے رغبت ہو جاؤ جس کی مذمت کوئی عیب نہیں لگا سکتی اور اس ذات کی تعریف کے خواہش مند ہو جس کی تعریف میں ساری زینت ہے اور جس کی مذمت میں سارا عیب ہے لیکن صبر و یقین کے بغیر اس پر قدرت پانا ناممکن ہے جس شخص کے پاس صبر و یقین نہیں اس کی مثال بلا کشتی سمندر میں عبور کرنے والے کی ہے (۳)۔

اپنے مذمت گر کو دیکھو اگر وہ سچا اور آپ کا بہی خواہ ہے تو اس کی ہدایت و نصیحت قبول کرو کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے عیوب ہدیہ کئے ہیں اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا اور آپ نے اس کی

---

(۱) سورۂ یونس: ۵۸۔

(۲) الفوائد لابن القیم ص ۱۶۲۔

(۳) دیکھئے الفوائد لابن القیم ص ۲۶۸۔

بات سے فائدہ اٹھایا کیونکہ اس نے آپ کو وہ چیز یں بتائیں جن کا آپ کو علم نہ تھا اور آپ کو آپ کے بھولے ہوئے گناہ یاد دلا دیئے اگر چہ آپ پر تہمت ہی کیوں نہ لگائی ہو کیونکہ اگر آپ میں وہ عیب نہ بھی ہو تو دوسرا عیب ضرور ہوگا لہٰذا آپ اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کریں کہ اس نے اس تہمت گر کو آپ کے عیب سے مطلع نہ کیا اور اگر آپ صبر کریں اور ثواب کی نیت کر لیں تو یہ تہمت آپ کے گناہوں کا کفارہ ہوگی آپ کو یہ بھی جاننا چاہئے کہ اس نادان نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور اللہ کی ناراضگی سے دوچار ہوا ہے لہٰذا آپ اس سے بہتر بن کر اس کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کریں اور اس کے لئے بخشش طلب کریں ارشاد باری ہے:

﴿الا تحبون أن يغفر الله لكم والله غفور رحيم﴾ (۱)۔

کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۹) موت کی یاد اور قصر آرزو: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كل نفس ذائقة الموت وإنما توفون أجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار وأدخل الجنة فقد فاز وما الحياة الدنيا إلا متاع الغرور﴾ (۲)۔

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں اپنا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا پس جو شخص آگ سے بچا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما تدري نفس ما ذا تكسب غداً وما تدري نفس بأي أرض تموت إن الله عليم خبير﴾ (۳)۔

کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا بیشک

---

(۱) سورۃ النور: ۲۲۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۸۵۔

(۳) سورۃ لقمان: ۳۴۔

اللہ تعالیٰ جانتے والا خبر رکھنے والا ہے۔

(۱۰) سوء خاتمہ کا خوف چنانچہ بندے کو ڈرنا چاہئے کہ ریا اور دکھاوے کے یہ اعمال ہی اس کا آخری عمل اور اس کی زندگی کا آخری لمحہ نہ ہو جائیں کہ اس کے نتیجہ میں بڑا عظیم خسارہ اٹھانا پڑے کیونکہ انسان کی جس حالت میں موت واقع ہوتی ہے قیامت کے دن وہ اسی حالت میں اٹھایا بھی جائے گا لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے اور سب سے بہتر اعمال آخری اعمال ہوا کرتے ہیں۔

(۱۱) تخلص و تقویٰ شعار افراد کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرنا کیونکہ تخلص ہم نشین آپ کو خیر سے محروم نہ کرے گا اور آپ اس سے اپنے لئے نیک نمونہ پائیں گے لیکن اگر ریاکار اور مشرک شخص کا عمل اپنائیں گے تو وہ آپ کو جہنم کی آگ میں جلا دے گا۔

(۱۲) اللہ عزوجل سے دعا و مناجات اور اس کی پناہ لینا اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس کی تعلیم دی ہے فرمایا:

"أيها الناس اتقوا هذا الشرك فإنه أخفى من دبيب النمل"

اے لوگو! اس شرک سے بچو کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔

بعض صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب یہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ اور باریک ہے تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہا کرو:

"اللهم إنا نعوذ بك أن نشرك بك شيئاً نعلمه ونستغفرك لما لا نعلمه"(۱)۔

اے اللہ ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ کسی ایسی چیز کو تیرا شریک بنائیں جسے ہم جانتے ہوں اور تجھ سے اس چیز کی بخشش مانگتے ہیں جسے ہم نہیں جانتے۔

(۱۳) بندہ کی یہ چاہت کہ اللہ سے یاد کرے اور وہ اللہ کی یاد کی چاہت کو مخلوق کی مدح و ثنا کی چاہت پر مقدم رکھے ارشاد باری ہے:

---

(۱) اسے امام احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے ۴/۴۰۳، اس کی سند جید ہے، تخریج دیکھئے صحیح الجامع ۳/۲۳۳، صحیح الترغیب والترھیب للالبانی ۱/۴۰۔

﴿فاذكروني أذكركم﴾ (۱)۔

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور نبی کریم ﷺ (حدیث قدسی میں) اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا ذكرني، فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملإ ذكرته في ملإ خير منهم، وإن تقرب إلي شبراً تقربت إليه ذراعاً، وإن تقرب إلي ذراعاً تقربت منه باعاً، وإذا أتاني يمشي أتيته هرولة" (۲)۔

میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے نفس میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت کے درمیان یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ کے بقدر قریب آتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے درمیان کی دوری کے بقدر اس سے قریب آتا ہوں، اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔ واللہ المستعان (۳)۔

(۱۴) لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کا لالچ نہ کرنا کیونکہ اخلاص اور مدح وثنا کی محبت اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کے لالچ کا ایک دل میں اکٹھا ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح آگ اور پانی کا اور گوہ اور مچھلی کا یکجا ہونا محال ہے، چنانچہ جب آپ کے دل میں اخلاص کی چاہت پیدا ہو تو سب سے پہلے لالچ کی طرف متوجہ ہو کر اسے لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کی ناامیدی کی چھری سے ذبح

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۵۲۔

(۲) متفق علیہ، روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بخاری (الفاظ بعض بخاری ہی کے ہیں) کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ویحذرکم اللہ نفسہ﴾ ۸/۲۱۹ حدیث نمبر: (۷۴۰۵) مسلم کتاب الذکر والدعا، باب الحث علی ذکر اللہ ۴/۲۰۶۱ حدیث نمبر (۲۶۷۵)۔

(۳) مذکورہ امور کی تفصیل کے لئے دیکھئے: منہاج القاصدین ص ۲۲۱ تا ۲۲۳، کتاب الاخلاص الاحیاء ۴/۳۴۱ تا ۳۴۹، الفوائد ص ۱۲۱ تا ۱۲۳، الداء والدواء ص ۱۴۷، تلبیس ابلیس ص ۲۱ تا ۲۲، الاخلاص والنیۃ للاشقر ص ۱۱۔ اگر مزید تفصیل چاہیں تو راقم الحروف کی کتاب الاخلاص والنیۃ ص ۱۳۔

کردیں، لالچ کے ذبح کرنے کو اس بات کا یقینی علم آسان اور سہل بنادیتا ہے کہ ناپ تول کی جانے والی ہر چیز کا خزانہ اللہ واحد ہی کے ہاتھ میں ہے، نہ اللہ کے علاوہ کوئی اس کا مالک ہے نہ اس کے سوا کوئی بندہ اس میں سے کچھ عطا کرسکتا ہے(۱)۔

(۱۵) اخلاص کے فوائد وثمرات اور دنیا وآخرت میں اس کے نیک انجام کی معرفت حاصل کرنا ان ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ اخلاص امت کی نصرت، اللہ کے عذاب سے نجات، دنیا وآخرت میں منازل ودرجات کی بلندی، دنیا میں گمراہی سے حفاظت، اللہ عزوجل کی اور اہل ارض وسماء کی بندہ سے محبت سے شرح صدر، نیک نامی، دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے نجات، نیک بختی اور توفیق الٰہی کا احساس وشعور اور اس سے اطمینان، پریشانیوں اور دشواریوں کے برداشت کی قوت، دلوں میں ایمان کی آرائش وزیبائش، دعا کی قبولیت، نیز قبر میں راحت اور خوشی کی بشارت کا سبب ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے(۲)۔

لہٰذا جس مسلمان کو اللہ کی خوشنودی، اپنی نجات کی طلب اور اللہ کی محبت کی چاہت ہو اسے چاہئے کہ اخلاص کے حصول اور ریاکاری سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے، آپ کو، مسلمانوں کے تمام دعاۃ ومبلغین اور ان کے اثر کو نیز عام لوگوں کو اس خطرناک معصیت سے محفوظ رکھے۔ (آمین) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

(۱) دیکھئے الفوائد لابن القیم ص ۱۶۷-۲۱۹۔

(۲) دیکھئے کتاب الاخلاص والنیۃ ص ۲۲-۲۷۔

چوتھا مبحث:

اسلام کا نور اور کفر کی تاریکیاں

پہلا مطلب: اسلام کا نور

پہلا مسلک: اسلام کا مفہوم:

اسلام کے لغوی معنی تابعداری کرنے اور سر تسلیم خم کر دینے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں اس کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے:

پہلی حالت: یہ ہے کہ ایمان کا ذکر کئے بغیر صرف اسلام کا ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں اس سے اصول و فروع سمیت پورا دین اسلام مراد ہوگا، خواہ وہ اعتقادات ہوں یا اقوال و افعال، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام جب تنہا بولا جائے تو اس سے زبان کا اقرار، دل کا اعتقاد اور اللہ تعالیٰ کی مقدر کردہ تمام چیزوں میں اس کے لئے سر تسلیم خم کر دینا مراد ہوتا ہے، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو میں ذکر کیا گیا ہے (۱):

﴿إذ قال له ربه أسلم قال أسلمت لرب العالمين﴾ (۲)۔

جب ان کے رب نے ان سے کہا: فرماں بردار ہو جا؟ انھوں نے کہا: میں نے دونوں جہان کے رب کی فرمانبرداری کی۔

---

(۱) دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، از علامہ راغب اصفہانی، ص ۴۰۰، و "مسلم" ص ۴۲۳، و مدارج القبول، از شیخ حافظ بن احمد حکمی، ۲/۵۹۔

(۲) سورۃ البقرۃ، ۱۳۱۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن الدين عند الله الإسلام﴾ (۱)۔

بلاشبہ حقیقی دین اللہ کے یہاں اسلام ہی ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ورضيت لكم الإسلام دينا﴾ (۲)۔

اور میں نے اسلام کو بطور دین تمہارے لئے پسند کر لیا۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾ (۳)۔

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اسلام توحید کے ذریعہ اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے' اطاعت کے ذریعہ اس کے تابع فرمان ہونے اور شرک اور مشرکین سے اظہار براءت کرنے کا نام ہے۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اسلام کا ذکر کیا جائے' ایسی صورت میں اسلام سے ظاہری اعمال واقوال مراد ہوں گے اور اسی سے بندے کا خون محفوظ ہوگا خواہ ظاہری اعمال واقوال کے ساتھ اعتقاد بھی پایا جائے یا نہ پایا جائے (۴)' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قالت الأعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا أسلمنا ولما يدخل الإيمان في

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۹۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۳۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۸۵۔

(۴) دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، از علامہ راغب اصفہانی، مادہ "سلم" ص ۴۲۳، جامع العلوم والحکم، لابن رجب، ۱/۱۴۱، معارج القبول للشیخ حافظ حکمی، ۱/۵۹۶۔

قلوبکم﴾ (۱)۔

اعراب (بادیہ نشینوں) نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے کہ تم ابھی مومن نہیں ہوئے ہو بلکہ تم یہ کہو کہ تم اسلام لائے ہو ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

دوسرا مسلک: دین اسلام کے مراتب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کے لئے دین اسلام کی جن بنیادوں کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے وہ تین ہیں: بندے کا اپنے رب کو پہچاننا، اپنے دین کو پہچاننا اور اپنے نبی محمد ﷺ کی معرفت حاصل کرنا، چنانچہ اسلام دین کی بنیادوں میں دوسری بنیاد ہے، اور اس کے تین مراتب ہیں: اسلام، ایمان اور احسان، پھر ان تینوں مراتب میں سے ہر مرتبہ کے کچھ ارکان ہیں جو درج ذیل ہیں:

اول: اسلام کا مرتبہ اور اس کے پانچ ارکان ہیں: اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور جسے خانہ کعبہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو اس پر اس کا حج کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا:

"الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلا" (۲)۔

اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اگر تمہیں اللہ کے گھر (کعبہ) تک پہنچنے کی طاقت ہو تو اس کا حج کرو۔

نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۴۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام والاحسان، ۱/۳۷ حدیث نمبر (۸) بروایت عمر رضی اللہ عنہ۔

"بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، وصوم رمضان، وحج البيت"(۱)۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس کی بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکاۃ دینا' رمضان کے روزے رکھنا اور خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

دوم: ایمان کا مرتبہ: اس کی ستر سے زائد شاخیں ہیں' ان میں سب سے بلند شاخ "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے کمتر درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے' اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ اور اس کے چھ ارکان ہیں: اللہ پر ایمان لانا' اس کے فرشتوں پر ایمان لانا' اس کی کتابوں پر ایمان لانا' اس کے رسولوں پر ایمان لانا' یوم آخرت پر ایمان لانا اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لانا' کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کے سوال پر نبی کریم ﷺ کے جواب والے واقعہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

"أن تؤمن بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره وشره"(۲)۔

یہ کہ تم اللہ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔

سوم: احسان کا مرتبہ: اس کا ایک ہی رکن ہے اور وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو' اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے' جبرئیل علیہ السلام کے سوال پر نبی کریم ﷺ کے جواب والے واقعہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب جبرئیل نے "احسان"

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ "بنی الاسلام علی خمس"، ۱/۹، حدیث (۸)، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب ارکان الاسلام ودعائمہ العظام، ۱/۴۵، حدیث (۱۹)، نیز دیکھئے: تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام از شیخ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن البسام کے ساتھ تعلیق شروع ص ۱۵ و ۱۶، مولف رحمہ اللہ نے کلمہ کے ارکان میں سے ہر ایک کی ایک دلیل قرآن کریم سے اور ایک دلیل سنت نبوی سے ذکر فرمائی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج ص (۲۰۳) میں گزر چکی ہے۔

کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك"(۱)۔

یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی زبان میں "احسان" کے معنی عمل کو خوب اچھی طرح انجام دینے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں احسان کی تعریف وہی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں کی ہے:

"أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك"۔

یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں (ضرور) دیکھ رہا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "احسان" کی تفسیر ظاہر و باطن کو سنوارنے کے ذریعہ فرمائی ہے اور یہ کہ اللہ عزوجل کی قربت کا تصور کیا جائے، نیز یہ تصور کہ وہ اس طرح اللہ کے سامنے ہے گویا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، اور یہ چیز آدمی میں اللہ کا خوف و خشیت پیدا کرتی ہے نیز عبادت کو بحسن و خوبی انجام دینے اور اس کے اتمام و تکمیل میں جد و جہد کے سبب اس میں اخلاص پیدا کرنے کا موجب ہے(۲)، اور "احسان" کی اسی اہمیت کے سبب قرآن میں اس کا ذکر کئی جگہوں پر آیا ہے، کبھی ایمان کے ساتھ، کبھی اسلام کے ساتھ، کبھی تقویٰ کے ساتھ اور کبھی عمل کے ساتھ، چنانچہ ایمان کے ساتھ احسان کا ذکر اللہ کے درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا إذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا وأحسنوا والله يحب

---

(۱) اس حدیث کی تخریج ص (۳۰۳) میں گزر چکی ہے۔

(۲) جامع العلوم والحکم (۱/ ۱۰۰ - ۱۰۳)، وسمارج الوصول إلى علم الأصول (۱/ ۲۱۱) وحاشیۃ الأصول (۱/ ۲۱۲) تحقیق عبد الرزاق عفیفی، وحاشیۃ ابن القاسم کے ساتھ طبع شدہ، اس (۲۲ و ۹۵) مؤلف۔ جس نے ایمان کے ساتھ ارکان اور احسان کے ذکر کے لئے قرآن کریم سے ایک دلیل اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ سے ایک ایک دلیل ذکر فرمائی ہے۔

المحسنین﴾ (۱)۔

ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ تقویٰ رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیزگاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیزگاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے۔

اور اسلام کے ساتھ احسان کا ذکر اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿بلی من أسلم وجهه لله وهو محسن فله أجره عند ربه﴾ (۲)۔

سنو! جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے تو اس کے لئے اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔

نیز درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿ومن يسلم وجهه إلى الله وهو محسن فقد استمسک بالعروة الوثقى﴾ (۳)۔

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے اور ہو بھی وہ نیکوکار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔

اور تقویٰ کے ساتھ احسان کا ذکر اللہ کے درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿إن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون﴾ (۴)۔

یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

اور کبھی کبھار "احسان" کا علیحدہ ذکر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿للذين أحسنوا الحسنى وزيادة﴾ (۵)۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۹۳۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۱۲۔

(۳) سورۃ لقمان: ۲۲۔

(۴) سورۃ النحل: ۱۲۸۔

(۵) سورۃ یونس: ۲۶۔

جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے نیک انجام ہے اور "مزید" بھی۔

صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے "مزید" کی تفسیر جنت میں اللہ عزوجل کے چہرے کے دیدار سے کی ہے(۱) اور "محسنون" کے لئے یہ بڑی مناسب جزا ہے کیونکہ احسان یہ ہے کہ مؤمن دنیا میں اپنے رب کی عبادت انتہائی حضورِ قلبی اور اللہ کی نگرانی کے تصور کے ساتھ کرے کہ گویا وہ اسے اپنے دل سے دیکھ رہا ہے، اور اپنی عبادت کی حالت میں اس کا دیدار کر رہا ہے، تو اس کی جزا اسے یہ ملی کہ آخرت میں وہ فی الواقع اللہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھے گا(۲)۔

تیسرا مسلک: اسلام کے ثمرات اور اس کی خوبیاں:

اسلام کے عظیم فضائل لائق تعریف اثرات اور عمدہ نتائج ہیں، ان میں چند چیزیں حسب ذیل ہیں:

۱- صحیح اسلام دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کا باعث ہے۔

۲- اسلام پاکیزہ زندگی اور دنیا و آخرت کی سعادت کا عظیم ترین سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿من عمل صالحا من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون﴾ (۳)۔

جو مرد یا عورت نیک عمل کرے، دراں حالیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے یقیناً پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہترین بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

۳- اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) کفر کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام اور ایمان کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔

۴- اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربہم سبحانہ وتعالیٰ، ۱/۱۶۳، حدیث (۱۸۰)۔

(۲) دیکھئے: جامع العلوم والحکم لابن رجب، ۱/۱۲۶۔

(۳) سورۃ النحل: ۹۷۔

﴿قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف﴾ (۱)۔

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف کر دیے جائیں گے۔

اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کے اسلام لانے کے واقعہ کے سلسلہ میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک بڑھایا، تو میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا، آپ نے فرمایا: اے عمرو! تمہیں کیا ہو گیا؟ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: میں شرط رکھنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: کس چیز کی شرط رکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس بات کی کہ (اللہ) میرے (سابقہ) گناہوں کی مغفرت فرما دے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أما علمت أن الإسلام يهدم ما كان قبله، وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها، وأن الحج يهدم ما كان قبله؟" (۲)۔

کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور حج اپنے سے پہلے کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ جب بندے کا اسلام بہتر ہوتا ہے تو اس سے اس کے حالت کفر کے اعمال کا مواخذہ نہیں کیا جاتا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"إذا أحسنت في الإسلام لم تؤاخذ بما عملت في الجاهلية، وإذا أسأت في الإسلام أخذت بالأول والآخر" (۳)۔

جب تمہارا اسلام اچھا ہوگا تو تم سے زمانہ جاہلیت میں کیے گئے اعمال کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا،

---

(۱) سورۃ الانفال: ۳۸۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسلام یھدم ما قبلہ، ۱/۱۱۲، حدیث (۱۲۱)۔

(۳) مسند احمد، أول مسند المکثرین، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۶/۳۰۹، حدیث (۳۵۹۹)۔

اور اگر تم اسلام میں برائی کرو گے تو تم سے اول و آخر دونوں کا مواخذہ کیا جائے گا۔

۶- اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ بندے کے لئے اس کی حالت کفر اور حالت اسلام دونوں زمانوں کی نیکیاں اکٹھا کر دے گا، کیونکہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! زمانہ جاہلیت میں جو نیکیاں میں نے صدقہ، غلام کی آزادی اور صلہ رحمی وغیرہ کی شکل میں کی ہیں ان کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا ان کا کوئی اجر و ثواب مجھے ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أسلمت على ما سلف لك من خير" (۱)۔

تم نے اپنی سابقہ بھلائیوں کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے (یعنی ان ساری نیکیوں کا ثواب ملے گا)۔

۷- اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ بندے کو جنت میں داخل فرمائے گا، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے آپ کی رسالت کے بارے میں سوال کیا نیز پنج وقتہ نمازوں، زکاۃ، روزے اور حج کے بارے میں سوال کیا۔ اور یہی اسلام کے ارکان ہیں۔ اور پھر (بتانے کے بعد) اس شخص نے کہا: اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو پیام حق دے کر مبعوث فرمایا ہے، میں نہ ان سے کچھ زیادہ کروں گا اور نہ ہی ان میں کچھ کمی کروں گا، تو آپ نے فرمایا:

"لئن صدق ليدخلن الجنة" (۲)۔

اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

۸- اسلام جہنم سے نجات کا سبب ہے، چنانچہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: ایک یہودی لڑکا آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑ گیا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس بیٹھے اور فرمایا: اسلام قبول کر لو، لڑکے نے اپنے پاس کھڑے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا، اور نبی کریم

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من تصدق فی الشرک ثم اسلم، ۱/۱۳۶، حدیث (۱۴۳۶) نیز دیکھئے (۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۵۹۹۲، ۵۹۹۳)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الصلوات التی ھی احد ارکان الاسلام، ۱/۴۱، حدیث (۱۲) نیز کتاب الایمان ہی کی حدیث (۱۳) ملاحظہ فرمائیے۔

ﷺ سے کہتے ہوئے باہر تشریف لائے:

"الحمد لله الذي أنقذه من النار"(۱)۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إنه لا يدخل الجنة إلا نفس مسلمة، وإن الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر"(۲)۔

بیشک جنت میں مسلم نفس ہی داخل ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاجر شخص سے (بھی) قوت و غلبہ عطا فرماتا ہے۔

۹- فلاح و کامرانی اور تعلیم کامیابی اسلام کے ثمرات میں سے ہے چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قد أفلح من أسلم، ورزق كفافاً وقنعه الله بما آتاه"(۳)۔

جو شخص اسلام لایا اور اسے بقدر کفاف (گزر بسر کی) روزی عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کردہ چیزوں پر قانع (قناعت کرنے والا) بنا دیا وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔

۱۰- اسلام کے باعث اللہ تعالیٰ نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا أحسن أحدكم إسلامه فكل حسنة يعملها تكتب بعشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف، وكل سيئة تكتب له مثلها حتى يلقى الله"(۴)۔

جب تم میں سے کوئی اچھی طرح اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ جو بھی نیکی کرتا ہے اسے (بڑھا کر) دس

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ۱۱ اسم الرجل هل يعلى على عهد رسول الله ﷺ وهل يرثى له، ۱/۱۸۹، حدیث (۱۳۵۶)۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب إن الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر، حدیث (۳۰۶۲) وکتاب المغازی، باب غزوة خيبر، ۵/۸۹، حدیث (۴۲۰۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه، ۱/۱۰۵، حدیث (۱۱۱)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الكفاف والقناعة، ۲/۷۳۰، حدیث (۱۰۵۴)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ۱۱ اسم العبد حسنة الخ، ۱/۱۱۸، حدیث (۱۲۹)۔

گناہ سے لے کر سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے اور وہ جو بھی برائی کرتا ہے اسے اتنا (برائی کے برابر) ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملاقات کرے۔

۱۱- صحیح اسلام کی بدولت تھوڑا عمل بھی زیادہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب اتھیار سے لیس ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: اے اللہ کے رسول! میں جہاد کروں یا اسلام لاؤں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اسلام لاؤ پھر جہاد کرنا، چنانچہ وہ شخص اسلام لایا اور پھر جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"عمل قليلاً وأجر كثيراً"۔

اس نے عمل تو تھوڑا کیا لیکن زیادہ اجر سے نوازا گیا (۱)۔

۱۲- ساری بھلائی اسلام ہی میں ہے، عرب و عجم میں جو بھی خیر و بھلائی ہے اسلام ہی کی بدولت ہے، حدیث میں ثابت ہے:

"أيما أهل بيت من العرب أو العجم أراد الله بهم خيراً أدخل عليهم الإسلام"(۲)۔

عرب یا عجم (غیر عرب) کے جس گھرانے والوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس میں اسلام داخل فرما دیتا ہے۔

۱۳- اسلام دنیا و آخرت میں ہر خیر و برکت کا سبب ہے، انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله لا يظلم مؤمناً حسنة، يعطى بها في الدنيا ويجزى بها في الآخرة، وأما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله في الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له

---

(۱) متفق علیہ، روایت ابو رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الصیام باب: باب عمل صالح قبل رمضان ۲/۳۰۱، حدیث (۱۹۶۹) الفاظ صحیح بخاری ہی کے ہیں، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید ۳/۱۵۰۶ حدیث (۱۹۰۰)۔

(۲) مسند احمد ۴/۱۰۳، وصححہ ابن حبان، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، علامہ البانی نے اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث ۱۰۱۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

حسنة يجزى بها" (۱)۔

اللہ تعالیٰ کسی مومن کی ایک نیکی بھی کم نہیں کرتا، اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا بدلہ دیا جائے گا، رہا کافر، تو اسے اللہ کے لئے کی ہوئی اپنی نیکیوں کے عوض دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔

۱۴- اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمان کا سینہ کھول دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء﴾ (۲)۔

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر ڈالنا چاہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے۔

۱۵- اسلام دنیا و آخرت میں مسلمان کے لئے روشنی اور بصیرت کا سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله أولئك في ضلال مبين﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے، اور ہلاکت و بربادی ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے (اثر نہیں لیتے بلکہ) سخت ہو گئے ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

۱۶- اسلام مسلمان کو اللہ عزوجل کے نزدیک بلند مرتبہ عطا کرتا ہے، چنانچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب جزاء المؤمن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ وثواب الکافر فی الدنیا، ۴/۲۱۶۱، حدیث (۲۸۰۸)۔

(۲) سورۃ الانعام/ ۱۲۵۔

(۳) سورۃ الزمر/ ۲۲۔

"لزوال الدنيا أهون على الله من قتل رجل مسلم"(۱)۔

اللہ کے نزدیک پوری دنیا کا تباہ ہو جانا ایک مسلمان کے ناحق خون بہانے سے زیادہ ہلکا ہے۔

۱۷- مکمل اسلام مسلمان کو ایمان کی چاشنی عطا کرتا ہے، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان: من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر بعد أن أنقذه الله منه كما يكره أن يقذف في النار"(۲)۔

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی چاشنی پائے گا: جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جائیں اور یہ کہ وہ کسی شخص سے محض اللہ کے لئے محبت کرے، اور یہ کہ وہ کفر میں پلٹ کر جانا - جبکہ اللہ نے اسے اس سے نجات دیدی ہے- ایسے ہی ناپسند کرے جس طرح اسے جہنم کی آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔

اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"ذاق طعم الإيمان: من رضي بالله ربا، وبالإسلام دينا، وبمحمد رسولا"(۳)۔

جو شخص اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی و خوش ہو گیا اسے ایمان کی چاشنی مل گئی۔

۱۸- اسلام اللہ عزوجل کا سیدھا راستہ ہے: جو اس پر چلے گا کامیاب و کامراں ہوگا، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء فی تعظیم قتل المؤمن، ۴/۱۹، حدیث (۱۳۹۵)، ابن ماجہ نے اسے اپنی سند سے صحیح سنن ترمذی (۲/۵۹۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، ۱/۱۲، حدیث (۲۱) وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان، ۱/۶۶، حدیث (۴۳)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ رسولا فھو مومن، ۱/۶۲، حدیث (۳۴)۔

"ضرب الله مثلاً صراطاً مستقيماً، وعلى جنبتي الصراط سوران فيهما أبواب مفتحة، وعلى الأبواب ستور مرخاة، وعلى باب الصراط داع يقول: يا أيها الناس ادخلوا الصراط جميعاً ولا تعوجوا، وداع يدعو من جوف الصراط فإذا أراد أحدكم فتح شيء من تلك الأبواب قال: ويلك لا تفتحه فإنك إن تفتحه تلجه، والصراط الإسلام، والسوران حدود الله تعالى، والأبواب المفتحة محارم الله تعالى، وذلك الداعي على رأس الصراط كتاب الله عزوجل، والداعي من فوق الصراط واعظ الله في قلب كل مسلم"(۱)۔

اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی ایک مثال بیان فرمائی ہے، اور صراط (راستہ) کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے دروازے ہیں، اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، اور راستے کے دروازے پر ایک منادی آواز لگا رہا ہے کہ اے لوگو! سب کے سب اس راستے میں داخل ہو جاؤ اور (دائیں بائیں) نہ مڑو، اور راستے کے بیچ سے بھی ایک منادی آواز لگا رہا ہے، اور جب تم میں سے کوئی ان میں سے کسی دروازے کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے: تیری بربادی ہو اسے نہ کھول، کیونکہ اگر تو اسے کھولے گا تو اس میں جا داخل ہوگا، (سنو!) راستہ اسلام ہے، دونوں دیواریں اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، کھلے ہوئے دروازے اللہ کے حرام کردہ امور ہیں، راستے کے شروع میں موجود منادی اللہ کی کتاب ہے اور راستے کے اوپر (بیٹھا) منادی ہر مسلمان کے دل میں اللہ کا واعظ ہے۔

اور سنن ترمذی میں اتنا اضافہ ہے:

﴿والله يدعو إلى دار السلام ويهدي من يشاء إلى صراط مستقيم﴾ (۲)۔

---

(۱) مسند احمد، مؤسسة قرطبة، ۴/۱۸۲، مستدرک حاکم، ۱/۲۱۴، امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۱/۲۱۴، سنن دارمی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی مثل الله لعباده، ۲/۱۳۲۱، حدیث (۲۹۵۹)، علامہ البانی نے اسے صحیح الجامع (۱/۶۰۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سورۃ یونس: ۲۵۔

اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی رہنمائی فرماتا ہے۔

۱۹- جو شخص اسلام کو اپنا دین مان کر راضی وخوش ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں راضی فرماتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے:

"من قال حين يمسي، وحين يصبح: رضيت بالله ربًا، وبالإسلام دينًا، وبمحمد ﷺ نبيًا ثلاث مرات إلا كان حقًا على الله أن يرضيه"(۱)۔

جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت (تین مرتبہ) کہتا ہے:

"رضيت بالله ربًا، وبالإسلام دينًا، وبمحمد ﷺ نبيًا"

(میں اللہ کو اپنا رب مان کر، اسلام کو اپنا دین مان کر اور محمد ﷺ کو اپنا نبی مان کر راضی وخوش ہو گیا)

تو اس کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے راضی وخوش کر دے۔

۲۰- اسلام ہی وہ دین ہے جس کی اللہ نے تکمیل فرمائی ہے اور اسے پسند فرمایا ہے، اور اسے (قیامت تک کے لئے) آخری دین قرار دیا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينًا﴾ (۲)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے بحیثیت دین پسند کر لیا۔

۲۱- اسلام ہر خیر و بھلائی کا حکم دیتا ہے اور ہر طرح کی برائی اور نقصان سے منع کرتا ہے، چنانچہ ایسی کوئی چھوٹی یا بڑی مصلحت اور کوئی ایسی بھلائی نہیں ہے جس کی طرف اسلام نے رہنمائی نہ کی ہو، اور نہ ہی کوئی

---

(۱) مسند احمد، ۴/۳۳۷، مسند الیوم واللیلۃ للنسائی، حدیث (۴)، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، حدیث (۶۸)، مستدرک حاکم، ۱/۵۰۱، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۱/۵۱۸، سنن ابوداود، حدیث (۵۰۷۲)، وسنن ترمذی، حدیث (۳۳۹۰)، اسے علامہ البانی نے ترمذی کی تحقیق الاحادیث (۳۱۹) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۳۔

ایسی برائی ہے جس سے اسلام نے خبردار نہ کیا ہو، چنانچہ اسلام اللہ کی توحید اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، علم و معرفت کی رغبت دلاتا ہے، عدل و انصاف اور اقوال و افعال میں راست گوئی، نیز نیکی، صلہ رحمی اور قرابت داروں، ہمسایوں، دوستوں اور تمام مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ، ظلم، سخت دلی، نافرمانی، بخیلی اور بدخلقی سے منع کرتا ہے، وفا شعاری کا حکم دیتا ہے اور دھوکہ اور خیانت سے منع کرتا ہے، خیر خواہی، اجتماعیت، باہمی الفت و محبت اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اور ظلم و زیادتی، بغض و کینہ، فرقہ بندی، برے معاملات اور باطل طریقہ سے مال کھانے سے منع کرتا ہے، حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور حقوق غصب کرنے سے منع کرتا ہے، اسی طرح ہر اس چیز کا حکم دیتا ہے جو شریعت، عقل اور فطرت ہر اعتبار سے عمدہ، بھلی، نفع بخش اور بہتر ہوتی ہے اور ہر اس چیز سے منع کرتا ہے جو شریعت، عقل اور فطرت ہر اعتبار سے بری اور گندی ہوتی ہے، نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون کا حکم دیتا ہے اور گناہ اور دشمنی کے کاموں میں تعاون کرنے نیز مخلوق سے لو لگانے اور محض ان کی رضا کے لئے عمل کرنے سے منع کرتا ہے، اسی طرح اسلام اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیتا ہے، دین، نفس، عزت و آبرو، عقل اور مال کی حفاظت کرتا ہے، یہ دین ہر زمانہ، ہر خطہ اور ہر امت کے لئے لائق اور مناسب ہے، اس دین کے نبی محمد ﷺ ہیں جو کمال انسانی کے ہر وصف میں مخلوق میں سب سے اعلیٰ ہیں اور اسی لئے آپ ﷺ پوری مخلوق کے سردار ہیں (۱)۔

۲۲- اسلام کچھ عظیم اور نمایاں خصوصیات کا حامل ہے، ان میں سے چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(الف) دین اسلام اللہ کی جانب سے ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى﴾ (۲)۔

وہ اپنی من مانی کچھ نہیں کہتے۔ بلاشبہ وہ اتاری گئی وحی ہوا کرتی ہے۔

(ب) اسلام زندگی کے تمام شعبہ جات اور انسانی سلوک پر مکمل طور پر محیط ہے۔

---

(۱) دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، از: علامہ عبدالرحمن النجدی، ص ۲۲۔

(۲) سورہ نجم: ۳-۴۔

(ج) اسلام ہر زمانہ اور ہر دور کے مکلف جن وانس (جن پر شریعت کے احکام لاگو ہوتے ہیں) کے لئے عام ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل یا أیها الناس إني رسول الله إلیکم جمیعاً﴾ (۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

(د) اسلام ثواب وعذاب کے اعتبار سے دنیوی جزا کے ساتھ اخروی جزا کا دین ہے۔

(ھ) اسلام لوگوں کو انسانی کمال کے اعلیٰ ترین معیار تک پہنچانے کا حریص ہے، اور یہ اسلام کا مثالی دین ہونا ہے (لیکن) ساتھ ہی اسلام انسانی طبیعت اور اس کی واقعی صورت حال کو بھی پس پشت نہیں ڈالتا، اور یہی اسلام کی واقعیت ہے۔

(و) اسلام اپنے عقائد، عبادات، اخلاق اور جملہ قوانین میں معتدل ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وکذلک جعلناکم أمة وسطاً﴾ (۲)۔

اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط (معتدل امت) بنایا ہے۔

یہ اسلام کی بے مثال خصوصیات ہیں (۳)۔

چوتھا مسلک: اسلام کے نواقض:

اسلام کے نواقض (یعنی اسلام کو توڑنے والی چیزیں) بے شمار ہیں، علماء کرام نے مرتد کے حکم کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ مسلمان کبھی کبھار دین اسلام کو توڑنے والی بہت ہی چیزوں کے سبب دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے جو اس کے خون اور مال کی حرمت کو ختم کر دیتی ہیں، اور ان کے سبب وہ شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ واقع ہونے والی (درج ذیل) دس چیزیں ہیں (۴):

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۵۸۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۴۳۔

(۳) دیکھئے: الکلمۃ فی اللہ عزوجل الدین وموقف العالم منہ، ص ۱۱۔

(۴) ان نواقض کے لئے دیکھئے: مؤلفات امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ وفی قسم العقیدۃ، وایضاً: الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ، ۱۰/۹۲، ومجموعۃ التوحید، الرد علی الاسلام ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، ص ۲۸۰۔

اول: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا (۱)، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (۲)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (۳)۔

بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا بھی اسی میں داخل ہے، جیسے کوئی شخص جن یا قبر کے لئے (جانور) ذبح کرے۔

دوم: جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنائے اور ان کی دعا دے، ان سے شفاعت کا سوال کرے، اور ان پر توکل و بھروسہ کرے، ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے۔

سوم: جو مشرکوں کو کافر نہ قرار دے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح جانے، وہ کافر ہے۔

چہارم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا طریقہ (ہدایت) آپ کے طریقہ سے زیادہ کامل و مکمل ہے، یا آپ کے علاوہ کسی اور کا فیصلہ آپ کے فیصلہ سے بہتر ہے۔ جیسے کچھ لوگ طاغوتوں کے فیصلہ کو آپ ﷺ کے فیصلہ سے افضل سمجھتے ہیں۔ تو ایسا شخص کافر ہے۔

نواقض اسلام کی اس قسم میں وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں کے وضع کردہ قوانین (

---

(۱) شرک کی تعریف اس کتاب کے ص (۱۱۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۱۶۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۷۲۔

ضوابط شریعت اسلامیہ سے افضل یا اس کے برابر ہیں یا یہ کہ ان خود ساختہ قوانین سے فیصلہ لینا جائز ہے، اگرچہ اس کا یہ عقیدہ بھی ہو کہ شریعت کا فیصلہ اس سے افضل ہے، یا یہ کہ بیسویں صدی میں اسلامی نظام کی عملی تطبیق درست نہیں، یا یہ کہ اسلامی نظام مسلمانوں کی پستی و پسماندگی کا سبب ہے، یا یہ کہ اسلامی نظام بندے اور اس کے رب کے تعلقات ہی میں محصور ہے، زندگی کے دیگر شعبہ جات میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح اس (ناقض) میں وہ شخص بھی داخل ہے جس کا یہ خیال ہو کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا شادی شدہ زناکار کے سنگسار کرنے میں اللہ کے حکم کا نفاذ عصر حاضر کے مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح اس میں ہر وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ معاملات یا حدود وغیرہ میں اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا جائز ہے اگرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو کہ وہ فیصلہ شریعت کے فیصلہ سے افضل ہے، کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عملی طور پر اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھتا ہے اور ہر وہ شخص جو اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو جس کی حرمت دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے حلال سمجھے جیسے زنا، شراب، سود اور اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا وغیرہ تو ایسا شخص باتفاق مسلمین کافر ہے۔ ہم اللہ کے غیظ و غضب کو واجب کرنے والی چیزوں سے اور اس کے دردناک عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں(۱)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینے کے مسئلہ میں تفصیل ہے، اس سلسلہ میں ان شاء اللہ درست منہج ملاحظہ فرمائیں:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون﴾(۲)۔

جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الظالمون﴾(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: مجموع فتاوی و مقالات متنوعہ از علامہ ابن باز رحمہ اللہ، ۱/ ۱۳۷۔

(۲) سورۃ المائدہ: ۴۴۔

(۳) سورۃ المائدہ: ۴۵۔

جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الفاسقون﴾ (۱)۔

جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں۔

طاؤس وعطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں: "یہاں کفر سے کمتر کفر، ظلم سے کمتر ظلم اور فسق سے کمتر فسق (مراد) ہے" (۲)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "اس سے کفر لازم آتا ہے، لیکن یہ کفر اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا کفر نہیں" (۳)۔

نیز فرماتے ہیں: "جس نے اللہ کی نازل کردہ چیز کا انکار کیا اس نے یقیناً کفر کیا، لیکن جس نے اس کا اقرار کیا اور اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ شخص ظالم اور فاسق ہے" (۴)۔

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنے والا کبھی تو مرتد (خارج از اسلام) ہوتا ہے اور کبھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا مرتکب گنہ گار مسلمان، اسی بنیاد پر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل علم نے دو جز ذیل الفاظ کی دو قسمیں کی ہیں:

ایک قسم ہے کافر، فاسق، ظالم، منافق اور مشرک کی، اور دوسری ہے کفر سے کمتر کفر، ظلم سے کمتر ظلم، فسق سے کمتر فسق، نفاق سے کمتر نفاق اور شرک سے کمتر شرک کی۔

چنانچہ بڑا کفر اور شرک انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ وہ کلی طور پر دین کی بنیادوں کے خلاف ہے، جبکہ چھوٹا شرک و کفر ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے اور اس کے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، اسی لئے علماء کرام نے اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ نہ کرنے والے کے حکم کے

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۴۴۔

(۲) تفسیر ابن کثیر: ۲/۶۸، نیز دیکھئے: تفسیر طبری: ۱۰/۳۵۴، ۳۵۵۔

(۳) تفسیر ابن جریر طبری: ۱۰/۳۵۶۔

(۴) حوالہ سابق: ۱۰/۳۵۶۔

بارے میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔

عالم الشیخ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرے وہ (درج ذیل) چار قسموں میں کسی ایک قسم میں ہوگا:

۱- جو یہ کہے کہ میں اس (اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ) سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ سے افضل ہے، تو ایسا شخص کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۲- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ ہی کی طرح ہے، لہٰذا اس سے بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اور شریعت اسلامیہ سے بھی، تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۳- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں اور شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا افضل ہے لیکن اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا بھی جائز ہے، تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۴- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں، حالانکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں، اور وہ یہ کہے کہ شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا ہی افضل ہے اس کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں، لیکن وہ متساہل (کوتاہی کرنے والا) ہے یا ایسا اپنے حاکموں کے نظم کی تعمیل میں کر رہا ہے تو ایسا شخص کفر اصغر (چھوٹے کفر) کا مرتکب ہے جو اسے دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، لیکن اسے سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ سمجھا جائے گا'' (۱)۔

عمل کو فسق یا اس کے مرتکب کو فاسق کا نام دینے میں اور اسے مسلمان کا نام دیکر اس پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے جانے میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہر فسق کفر نہیں ہوتا اور نہ ہی کفر و ظلم کے نام سے موسوم کیا جانے والا ہر عمل دین اسلام سے خارج کرنے والا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے لازم و ملزوم میں غور کر لیا جائے، یہ اس لئے کہ کفر، شرک، ظلم، فسق اور نفاق وغیرہ کے الفاظ شرعی نصوص میں دو طرح وارد ہوئے ہیں:

---

(۱) یہ بات شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ نے اپنی غیر مطبوعہ جو ہری پر عمل لاہوری میں موجود ایک کیسٹ میں ریکارڈ کیا ہے، مزید دیکھئے: فتاوی شیخ ابن باز، ۱/۱۴۲، نیز اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا کب کفر اکبر ہوگا یہ جاننے کے لئے ڈاکٹر عبدالعزیز آل عبداللطیف کی کتاب ''تحکیم القوانین والعمل بہا'' کا مطالعہ کریں، ص ۶۸ تا ۷۳۔

(الف) اکبر (یعنی بڑا کفر، شرک وغیرہ) جو کہ انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے کیونکہ وہ دین کی بنیادوں کے خلاف ہے۔

(ب) اصغر (یعنی چھوٹا کفر، شرک وغیرہ) جو کہ ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے، لیکن اپنے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، چنانچہ کفر سے کمتر کفر، شرک سے کمتر شرک، ظلم سے کمتر ظلم، فسق سے کمتر فسق اور نفاق سے کمتر نفاق ہوتا ہے، اور ایسے گناہوں کا مرتکب فاسق جو کفر کو مستلزم نہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا، بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اسے معاف کر کے پہلے ہی دھکے میں جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو اس کے گناہوں کے بقدر جن کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کی موت واقع ہوئی ہے اسے عذاب دے، لیکن اسے جہنم میں ہمیشہ نہیں رکھے گا بلکہ اگر اس کی موت ایمان پر ہوئی ہے تو اپنی رحمت اور پھر سفارشیوں کی سفارش سے اسے جہنم سے نکال دے گا(۱)۔

پنجم: جو شخص رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی چیز سے بغض و نفرت کرے اگرچہ اس پر عمل بھی کرے تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذلک بانهم کرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم﴾ (۲)۔

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

ششم: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے کسی چیز یا اس کے ثواب یا اس کے عذاب کا استہزاء و مذاق کرے تو ایسا شخص کافر ہے، اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزءون، لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم﴾ (۳)۔

---

(۱) معارج القبول بشرح سلم الوصول الی علم اصول الدین حافظ حکمی ۳۳۳/۲۔

(۲) سورۂ محمد ۹۔

(۳) سورۂ توبہ ۶۵، ۶۶۔

آپ کہہ دیجئے کیا تم اللہ اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

ہفتم: جادو اور اسی قبیل سے صرف (۱) اور عطف (۲) بھی ہے، تو جس نے ایسا کیا یا اس سے راضی و خوش ہوا وہ کافر ہے، اس کی دلیل اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿وما يعلمان من أحد حتى يقولا إنما نحن فتنة فلا تكفر﴾ (۳)۔

وہ دونوں کسی کو بھی اس وقت تک جادو نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں لہٰذا کفر نہ کرو۔

ہشتم: مشرکین کا ساتھ دینا اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا، اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے:

﴿ومن يتولهم منكم فإنه منهم إن الله لا يهدي القوم الظالمين﴾ (۴)۔

اور تم میں سے جو بھی ان سے دوستانہ روابط رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

نہم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگوں کے لئے محمد ﷺ کی شریعت سے نکلنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے نکلنے کی گنجائش تھی، تو ایسا شخص کافر ہے۔

دہم: اللہ کے دین سے اعراض کرنا، یہ اس طور کہ نہ تو اسے سیکھے اور نہ ہی اس پر عمل کرے، اس کی دلیل درج ذیل فرمان باری ہے:

﴿ومن أظلم ممن ذكر بآيات ربه ثم أعرض عنها إنا من المجرمين

---

(۱) یہ ایک جادو کا عمل ہے جس سے انسان کو یا تو اس کی بیوی سے یا جس سے محبت مقصود ہو، جیسا کہ بیوی کو اپنے شوہر کی محبت سے نفرت کی طرف پھیر دیتا ہے۔

(۲) یہ بھی ایک جادو کا عمل ہے جس سے آدمی کو کسی ایسی چیز کی رغبت دلائی جاتی ہے جسے وہ چاہتا ہو، چنانچہ وہ شیطان یا اس کے اس مخصوص چیز سے محبت کرنے لگتا ہے۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۱۰۲۔

(۴) سورۃ المائدۃ: ۵۱۔

منتقمون﴾ (۱)۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا' یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

ان تمام نواقض میں اور راہ حق کہنے والے' سنجیدگی سے کہنے والے' اور ذکر کہنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' سوائے مجبور کے (یعنی جس پر زبردستی ڈال کر کہلوایا گیا ہو) اور یہ سارے امور انتہائی خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والے ہیں' لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ان تمام امور سے پرہیز کرتا رہے اور اپنی ذات پر ان سے ڈرتا رہے' ہم اللہ کے غیظ و غضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک انجام سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہتے ہیں (۲)۔

---

(۱) سورۃ السجدۃ: ۲۲۔

(۲) مجموعۃ التوحید: (شیخ الاسلام ابن تیمیہ و شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ) ص ۱۷۰، ۱۷۸، ورتالیف شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ: جمع و ترتیب و ادارہ اسلامی آداب، ص ۳۸۶ تا ۳۸۹، و مجموعہ فتاویٰ شیخ ابن باز: ۱/ ۱۳۵۔

دوسرا مطلب: کفر کی تاریکیاں

پہلا مسلک: کفر کا مفہوم:

اولاً: "کفر": (ک پر زبر کے ساتھ) کے معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں جب کسان بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے تو کہا جاتا ہے: "کفر الزارع البذر في الأرض" کسان نے بیج کو زمین میں چھپا دیا اور "کُفْر" (ک پر پیش کے ساتھ) ایمان کی ضد ہے اور "کفر نعمة الله وبها كفوراً و كفرانا" کے معنی ہیں کہ فلاں نے اللہ کی نعمت کا انکار کیا اور اسے فراموش کر دیا یعنی اس کی ناشکری کی اور "کافرة خفّ" کے معنی ہیں کہ فلاں نے فلاں کے حق کا انکار کر دیا اور معظم کے وزن پر "کفور" اس شخص کو کہتے ہیں جس کے احسان و کرم کے باوجود اس کی نعمت کا انکار کر دیا گیا ہو اور "کافر" کے معنی اللہ کی نعمت کا انکار کر دینے والے کے ہیں (۱)۔

چنانچہ "کفر" کے معنی ڈھانپنے اور حق کا انکار کرنے کے ہیں اور "کافر" مسلم کی ضد ہے، اور "مرتد" اس شخص کو کہتے ہیں جو اسلام لانے کے بعد کسی قول یا فعل یا اعتقاد یا شک کے ذریعہ کفر کرے، اور کفر کی ایسی تعریف جو اس کی تمام جنسوں، قسموں اور افراد کو شامل ہو یہ ہے: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام یا ان میں سے بعض چیزوں کا انکار کرنا جیسا کہ ایمان: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام چیزوں کا اجمالی و تفصیلی طور پر عقیدہ رکھنے اس کی پابندی کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے۔ (۲) اور کفر قرآن کریم میں ذکر کیا جانے والا سب سے بڑا گناہ ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا سواء عليهم أأنذرتهم أم لم تنذرهم لا يؤمنون﴾ (۳)۔

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے سب برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان

---

(۱) القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، باب ک ف ر، ص ۳۱۷۔

(۲) ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ والتقرب للخالق، المبحث الاول، ص ۱۹۱۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۶۔

نہیں لا سکتے۔

کفر مطلق طور پر سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے، کفر سے بڑھ کر کوئی گناہ کبیرہ نہیں (۱)، کفر کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وہ کفر جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے اور یہی "کفر اکبر" (سب سے بڑا کفر) ہے۔

(ب) وہ کفر جو ملت سے خارج نہیں کرتا اور یہی "کفر اصغر" (چھوٹا کفر) یا بڑے کفر سے کمتر کفر ہے (۲)۔

ثانیاً: "الحاد": کہا جاتا ہے: "لحد القبر" "فتح" کے وزن پر، اور "الحده" اس نے لحد والی قبر بنائی، "الحد المیت" میت کو دفن کیا، "الحد الیه" اس کی طرف مائل ہوا، جیسے "الحد" نیز "الحد" کے معنی مائل ہونے، ٹیڑھے ہونے، جھگڑنے اور بحث و مباحثہ کرنے کے ہیں (۳)۔ واضح رہے کہ جدید ڈکشنریوں میں "الحاد" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی تفسیر کفر سے کی گئی ہے، اور قرآن کریم میں "الحد" کے مادہ کا جو معنی مفسرین نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے دین سے مائل ہو کر درجہ کفر تک پہنچ گیا' نیز سورۂ حج میں الحاد کی تفسیر مفسرین نے حرم میں کسی بھی قسم کے گناہ سے کی ہے' البتہ حرم میں کئے گئے گناہ کا مواخذہ جب غیر حرم کے گناہ سے کیا جائے گا تو حرم کا گناہ شدید تر ہوگا (۴)۔

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن الدوسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الحاد مختلف عقائد اور (باطل) نظریات کے ذریعہ حق سے مائل ہونے اور منحرف ہو جانے کے ہیں' اسی لئے بغلی قبر کو لحد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ درمیانی حصہ سے ایک جانب مائل ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر خواہ مخواہ تاویل اور شک و شبہ ظاہر کر کے اللہ کی راہ سے انحراف اور اس کے حکم سے سرتابی کرنے والے کو لحد کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے لحد وہ مشرکین ہیں جنھوں نے اللہ کے ناموں سے اپنے معبودان باطلہ کے نام مشتق (اخذ) کئے جیسے لات اور عزیٰ اور "الٰہ" جو کہ اللہ ہے... پھر

---

(۱) الکلمات الناصحة فی الکفر ات الواقعة ص ۸۔

(۲) مجموعہ فتاویٰ و رسائل الشیخ الاسلام محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ ص ۶۔

(۳) القاموس المحیط فصل لام، باب دال، و المعجم الوسیط ص ۸۱۔

(۴) بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز للفیروز آبادی ص ۲۔

جس نے بھی اللہ عزوجل کے اسماء وصفات میں الحاد کیا اور انہیں ان کے ظاہری معانی سے پھیرا... وہ ملحد ہے"(۱)۔

دوسرا مسلک: کفر کے اقسام:

اولاً: کفر اکبر جو انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اور اس کی پانچ قسمیں ہیں (۲):

اول: کفر تکذیب (جھٹلانے کا کفر):

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ومن أظلم ممن افترى على الله كذباً أو كذب بالحق لما جاءه أليس في جهنم مثوىً للكافرين﴾ (۳)۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا جب حق اس کے پاس آجائے تو اسے جھٹلا دے؟ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا۔

دوم: تصدیق کے باوجود تکبر و انکار کا کفر:

اس کی دلیل یہ فرمان باری ہے:

﴿وإذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا إلا إبليس أبى واستكبر وكان من الكافرين﴾ (۴)۔

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

سوم: شک کا کفر اور یہ گمان کا کفر ہے:

---

(۱) الاجوبۃ المفیدۃ لمھمات العقیدۃ، لعبد الرحمن الدوسری، ص ۳۹۔

(۲) ر: تیسیر العزیز الحمید، لابن القیم، ۱/ ۳۲۳-۳۲۸۔

(۳) سورۃ العنکبوت: ۶۸۔

(۴) سورۃ البقرۃ: ۳۴۔

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ودخل جنته وهو ظالم لنفسه قال ما أظن أن تبيد هذه أبداً، وما أظن الساعة قائمة ولئن رددت إلى ربي لأجدن خيراً منها منقلباً، قال له صاحبه وهو يحاوره أكفرت بالذي خلقك من تراب ثم من نطفة ثم سواك رجلاً، لكن هو الله ربي ولا أشرك بربي أحداً﴾ (۱)۔

اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا حالانکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا تھا کہنے لگا میں نہیں خیال کرتا کہ یہ کسی وقت بھی برباد ہو جائے۔ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں وہاں پہنچ کر اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس معبود سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے کے قطرے سے پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا۔ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔

چہارم: اعراض کا کفر:

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا عما أنذروا معرضون﴾ (۲)۔

اور کافر لوگ جس چیز سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں۔

پنجم: نفاق کا کفر:

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ذلك بأنهم آمنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الکہف: ۳۵ تا ۳۸۔

(۲) سورۃ الاحقاف: ۳۔

(۳) سورۃ المنافقون: ۳۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے لہٰذا ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ سمجھتے نہیں۔

ثانیاً: کفر اصغر جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، اور یہ نعمت کا کفر ہے:

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یأتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بأنعم اللہ فأذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون﴾ (۱)۔

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرما رہا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر (ناشکری) کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزا چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔ واللہ المستعان (۲)۔

سنت نبوی کی جن دلیلوں سے اس کفر (کفر اصغر) کا پتہ چلتا ہے جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، ان میں نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان بھی ہے:

"سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" (۳)۔

مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

نیز یہ فرمان:

"إذا قال الرجل لأخیه یا کافر فقد باء بها أحدهما" (۴)۔

جب آدمی اپنے (دینی) بھائی کو کہہ دے "اے کافر" تو ان دونوں میں کوئی ایک ضرور اس کا مستحق ہو جاتا ہے۔

---

(۱) سورۃ النحل: ۱۱۲۔

(۲) تفسیر قرطبی، دار إحیاء التراث العربی، تفسیر شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ: ص۹۔

(۳) متفق علیہ، روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینھی عن السباب واللعن، ۱۰/۴۲۹، حدیث (۶۰۴۴)، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی ﷺ "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر"، ۱/۸۱، حدیث (۶۴)۔

(۴) متفق علیہ، روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب من أکفر أخاه بغیر تأویل فھو کما قال، ۱۰/۴۲۶، حدیث (۶۱۰۳)، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال من قال لأخیه المسلم یا کافر، ۱/۷۹، حدیث (۶۰)۔

نیز یہ فرمان:

"من أتى حائضاً أو امرأة في دبرها ... فقد كفر بما أنزل على محمد"(۱)۔

جس نے حائضہ عورت سے یا عورت کی سرین میں ہم بستری کی... اس نے محمد ﷺ پر نازل کئے گئے دین کا کفر کیا۔

اور اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

کفر کی یہ قسم اسلام کو زائل نہیں کرتی البتہ اس میں نقص پیدا کرتی اور اسے کمزور کرتی ہے اور اس کا مرتکب اگر توبہ نہ کرے تو اللہ عزوجل کے غیظ و غضب اور اس کے عذاب کے دہانے پر ہوتا ہے اور یہ ان گناہوں کے قبیل سے ہے جن کا مرتکب جانتا ہے کہ یہ گناہ ہیں جیسے زنا لیکن اسے حلال نہیں سمجھتا ہے تو ایسا شخص اللہ کی مشیت کے تحت ہوگا، اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور پھر اس کے ایمان اور عمل صالح کے بدلے اسے جنت میں داخل کرے اور چاہے تو یونہی بخش دے (۲)۔

چوتھا: کفر اکبر اور کفر اصغر کے درمیان فرق:

۱۔ کفر اکبر انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، جبکہ کفر اصغر دین اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

۲۔ کفر اکبر تمام اعمال کو ضائع و برباد کر دیتا ہے جبکہ کفر اصغر تمام اعمال کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس میں کمی پیدا کرتا ہے۔

۳۔ کفر اکبر کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا جبکہ کفر اصغر کا مرتکب اگر جہنم میں داخل بھی ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر سکتا ہے۔

۴۔ کفر اکبر جان و مال کو حلال کر دیتا ہے، جبکہ کفر اصغر جان و مال کو حلال نہیں کرتا۔

۵۔ کفر اکبر کافر اور مومنوں کے درمیان عداوت و دشمنی کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لئے اس سے محبت اور دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، جبکہ کفر اصغر مطلق طور پر دوستی رکھنے سے منع

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل ۲/ ۴۷۶، ۴۷۸، علامہ البانی نے اس حدیث کو آداب الزفاف (ص ۲۳۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے فتاوی ابن باز ۱/ ۱۴۴، ۱۴۵۔

نہیں کرتا، بلکہ کفر اصغر کے مرتکب سے اس قدر محبت اور دوستی رکھی جائے گی جس قدر اس میں ایمان ہوگا، اور اس سے اس قدر دشمنی اور بغض رکھا جائے گا جس قدر اس میں نافرمانی ہوگی (۱)۔

تیسرا مسلک: تکفیر (کافر قرار دینے) کی خطرناکی:

سب سے پہلے ہمیں جو اصول سمجھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص پر کفر کا حکم لگانا بڑا ہی خطرناک ہے کیونکہ اس پر بڑے ہی خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان میں سے چند اثرات حسب ذیل ہیں:

۱- اس کی بیوی کے لئے اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں رہ جائے گا بلکہ ان دونوں کے درمیان جدائی پیدا کرنا ضروری ہوگا کیونکہ یہ قطعی اجماع ہے کہ کسی مسلمان خاتون کا کافر مرد کی بیوی بننا جائز نہیں۔

۲- اس کے بچوں کا اس کے ماتحت رہنا جائز نہیں رہ جائے گا کیونکہ اس کے تعلق سے اس شخص پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ اپنے کفر سے انہیں بھی متاثر کر دے، خاص طور پر جب کہ وہ ابھی کمسن ہوں، یہ بچے پورے اسلامی معاشرہ کی امانت ہیں۔

۳- وہ شخص اپنے صریح کفر اور کھلے ارتداد کے ذریعہ معاشرہ کے خلاف بغاوت کرنے کے سبب اسلامی معاشرہ کی جانب سے نصرت اور دوستی کے حق سے محروم ہو جائے گا۔

۴- اس سے توبہ کرانے، اس کے ذہن سے شبہات ختم کرنے اور اس پر حجت قائم کرنے کے بعد ضروری ہوگا کہ اسے اسلامی عدالت کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ عدالت اس پر مرتد کی حد نافذ کرے۔

۵- اگر وہ ارتداد کی حالت میں مر جائے تو اس پر مسلمانوں کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے، چنانچہ نہ اسے غسل دیا جائے گا، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی اس کا وارث ہوگا، اسی طرح اگر اس سے پہلے کوئی اسے وارث بنانے والا شخص مر جائے تو اسے اس کی وراثت نہیں ملے گی۔

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، از: الفوزان، اللجنۃ الدائمۃ (۱/۱۵)۔

۴- اگر وہ اسی (کفر) کی حالت میں مر جائے تو وہ اللہ کی لعنت، اس کی رحمت سے دوری اور جہنم میں ہمیشہ ہمیش کی زندگی کا مستحق ہوگا۔

یہ خطرناک احکام اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کسی پر کفر کا حکم لگانا چاہتا ہو وہ حکم لگانے سے پہلے بار بار خوب غور و فکر کر لے(۱)۔

۵- اس شخص کے لئے نہ دعائے رحمت کی جائے گی اور نہ ہی استغفار کیا جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم﴾(۲)۔

نبی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ جہنمی ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کفر (کا حکم لگانا) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے لہٰذا کافر وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کافر قرار دیں"(۳)۔

چوتھا مسلک: تکفیر کے اصول:

اولاً: کفار کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ کفار جو سرے سے دین اسلام میں داخل ہی نہیں ہوئے اور نہ ہی محمد ﷺ پر ایمان لائے، جیسے آتی (ان پڑھ لوگ) مشرکین اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) مجوسی (آتش پرست) بت پرست دہریے اور ملحد اور ان کے علاوہ دیگر کفار۔ ان تمام لوگوں کے کفر پر متفق ان کے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں

---

(۱) دیکھئے فتاویٰ دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات، ۲/۱۴۰، میں نے یہ تمام مسائل عالی جناب شیخ صالح فوزان الفوزان حفظہ اللہ کو صرف ۲/۱۴۰ کو پڑھ کر سنائے تو انہوں نے ان کی صحت فرمائی، فللہ الحمد جزاہ اللہ خیرا۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۱۱۳۔

(۳) شرح الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ، العقیدۃ، الفرق والمذاہب للسعدی رحمہ اللہ، ص ۱۹۱، ۱۹۳۔

رہنے اور جنت کے حرام ہونے پر کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں، اس میں ان کے جاہل و عالم ان پڑھ، کتابی (جسے کتاب دی گئی ہو) اور عام و خاص وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، اور یہ بات دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے۔

دوسری قسم: جو لوگ دین اسلام کی طرف منسوب ہیں اور اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، پھر ان سے اس کے خلاف کوئی چیز سرزد ہوتی ہے، اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ دین اسلام پر باقی ہیں اور مسلمانوں میں سے ہیں، تو ایسے لوگوں کو کافر قرار دینے کے بہت سے اسباب ہیں، جو مجموعی طور پر اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب، اس کے دین کی عدم پابندی اور اس کے لوازم کی طرف لوٹتے ہیں (۱)۔

ثانیاً: تحفیر کے تمام اسباب چار نواقض میں داخل ہیں: قول، یا فعل، یا اعتقاد، یا شک اور تردد۔

امام العصر علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز - اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے - فرماتے ہیں: "اسلامی عقیدہ کے کچھ نواقض (خراب کرنے والے امور) ہیں، اور ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم تو وہ ہے جو اس عقیدہ کو توڑ دیتے اور اسے رائیگاں کر دیتے ہیں اور ان کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے - ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں - اور دوسری قسم وہ ہے جو اس عقیدہ میں نقص پیدا کرتے ہیں اور اسے کمزور کر دیتے ہیں۔

پہلی قسم: دائرۂ کفر میں داخل کر دینے والی برائیاں:

نواقض اسلام دین اسلام سے مرتد ہونے کا سبب ہیں، جنہیں "نواقض" کہا جاتا ہے، ناقض قول، عمل، عقیدہ اور شک سب ہو سکتا ہے۔

چنانچہ انسان کبھی کوئی بات کہہ کر یا کوئی عمل کر کے، یا کوئی عقیدہ رکھ کر یا شک و شبہ میں مبتلا ہو کر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، ان چاروں چیزوں میں سے کوئی ایسا ناقض سرزد ہو جاتا ہے جو انسان کے عقیدہ میں خلل انداز ہوتا ہے اور اسے ضائع کر دیتا ہے، اہل علم نے ان چیزوں کو اپنی کتابوں میں "مرتد کے حکم کا بیان" کے

(۱) دیکھئے: ارشاد اولی البصائر والالباب إلى معظم ما يقرب إلى الطريق الصواب، للسعدي، ص: ۱۹۱ تا ۱۹۳۔

نام سے ذکر کیا ہے، اور اہل علم کا جو بھی مذہب یا فتاویٰ میں سے جو بھی فقہ کتابیں تالیف کرتا ہے عام طور سے جب حدود کا ذکر کرتا ہے تو مرتد کے حکم کا بیان ضرور کرتا ہے یعنی وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے یعنی مرتد کہلاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے دین سے پھر جانے والا ایسے شخص کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"من بدل دینه فاقتلوه" (۱)۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں روایت کیا ہے۔

نیز صحیحین میں (۲) ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا پھر ان کے پیچھے معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا تشریف لائیے اور ان کے لئے تکیہ لگوایا انھوں نے دیکھا کہ وہیں ایک شخص بندھا ہوا ہے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ یہودی تھا اسلام قبول کر لیا اور پھر اسلام سے مرتد ہو کر یہودی ہو گیا انھوں (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اسے قتل نہ کر دیا جائے یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے انھوں نے کہا ٹھیک ہے آپ تشریف رکھیں فرمایا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کے مطابق اسے قتل نہ کر دیا جائے (تین مرتبہ ایسا ہی ہوا) بالآخر انھوں نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام سے مرتد ہونے والا اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا پہلے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے اور دین اسلام کی طرف لوٹ آئے تو الحمد للہ، اور اگر توبہ نہ کرے بلکہ اپنے کفر اور گمراہی پر اڑا رہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور فوری طور پر کیفر کردار (جہنم) تک پہنچایا جائے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب الله، ۶/۱۴۷، حدیث (۳۰۱۷)۔

(۲) متفق علیہ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، صحیح بخاری، کتاب استتابة المرتدین، ۱۲/۲۷۰، حدیث (۶۹۲۳)، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب حکم من طلب الإمارة، ۳/۱۴۵۶، حدیث (۱۷۳۳)۔

کا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من بدل دینه فاقتلوه"(۱)۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔

۱۔ قولی ارتداد:

دین اسلام کو باطل کرنے والے نواقض بے شمار ہیں، ان میں سے ایک قول بھی ہے: جیسے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنا، یہ ایسی بات ہے جو اسلام کو باطل کر دیتی ہے، نیز اللہ کے رسول ﷺ کو برا بھلا کہنا یا ان پر عیب لگانا کہ مثال کے طور پر یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم ہے، اللہ تعالیٰ بخیل ہے، اللہ تعالیٰ فقیر و محتاج ہے، اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کو نہیں جانتا ہے، یا اسے بعض چیزوں پر قدرت نہیں ہے، ان تمام باتوں کا زبان پر لانا دین اسلام سے مرتد ہو جانا ہے۔

جس نے اللہ عزوجل کی تنقیص کی یا اسے برا بھلا کہا یا کسی طرح عیب جوئی کی تو ایسا شخص ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ کافر اور دین اسلام سے خارج ہے، یہ قول ارتداد ہے، جب انسان اللہ کو برا بھلا کہے یا اس کا مذاق اڑائے یا اس کی تنقیص کرے یا اسے کسی ایسے وصف سے متصف کرے جو اس کے شایان شان نہیں جیسے یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بخیل ہے، اللہ تعالیٰ محتاج اور ہم مالدار ہیں، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزیں نہیں جانتا ہے، یا اسے بعض چیزوں پر قدرت نہیں ہے، یا اللہ کی صفات کا انکار کرے اور ان پر ایمان نہ لائے، تو ایسا شخص اپنے ان برے اقوال کے سبب مرتد ہے۔

یا مثال کے طور پر یہ کہے کہ اللہ نے ہم پر نماز فرض نہیں کی ہے تو یہ بھی دین اسلام سے خروج ہے، جو شخص یہ کہے کہ اللہ عزوجل نے نماز فرض نہیں کی تو ایسا شخص باجماع مسلمین مرتد ہے، سوائے اس شخص کے جسے اس بات کا علم نہ ہو، وہ مسلمانوں سے دور ہو اور نہ جانتا ہو تو اسے اس کی تعلیم دی جائے گی، لیکن اگر بتانے کے باوجود وہ اسی پر مصر ہو تو کافر گردانا جائے گا، البتہ اگر وہ مسلمانوں کے درمیان رہتا ہو اسے دینی مسائل کا علم ہو، اور کہے کہ نماز فرض نہیں ہے، تو ایسا شخص اسلام سے مرتد ہے اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کر لے تو

(۱) صحیح بخاری، حدیث (۳۰۱۷) اس کی تخریج ص: (۱۲۳) میں گزر چکی ہے۔

ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

یا یہ کہے کہ لوگوں پر زکاۃ فرض نہیں ہے یا یہ کہے کہ لوگوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں یا یہ کہے کہ استطاعت کے باوجود مسلمانوں پر حج فرض نہیں ہے تو یہ ساری باتیں کہنے والا بالاجماع کافر کر دیا جائے گا، اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یہ ساری باتیں قولی (زبانی) ارتداد ہیں۔

۲۔ عملی ارتداد:

جیسے نماز کا ترک کرنا چنانچہ انسان کا نماز نہ پڑھنا خواہ وہ اس بات کا اقرار بھی کرتا ہو کہ نماز فرض ہے لیکن نماز نہ پڑھتا ہو تو اہل علم کے صحیح ترین قول کے مطابق ایسا شخص مرتد ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر".

ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو عہد (فرق) ہے وہ نماز ہے تو جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔

اس حدیث کو امام احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے(۱)، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"بين الرجل وبين الكفر والشرك ترك الصلاة".

آدمی کے اور کفر و شرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے(۲)۔

مشہور تابعی شقیق بن عبداللہ عقیلی رحمہ اللہ۔ جن کی جلالت شان مسلم ہے۔ فرماتے ہیں: "محمد ﷺ کے صحابہ اعمال میں سے کسی بھی چیز کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے" اسے امام ترمذی رحمہ اللہ

---

(۱) مسند احمد، ۵/۳۴۶، سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ۵/۱۴، حدیث (۲۶۲۱) وسنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب الحکم فی تارک الصلاۃ، ۱/۲۳۱، ۲۳۲، حدیث (۴۶۳) وسنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، ۱/۳۴۲، حدیث نمبر (۱۰۷۹)، روایت بریدہ رضی اللہ عنہ، نیز دیکھئے صحیح سنن ترمذی، ۳/۳۲۹۔

(۲) کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ۱/۸۸، حدیث (۸۲)۔

نے روایت کیا ہے(۱) اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ عملی ارتداد کی مثال ہے یعنی نماز کو قصداً ترک کر دینا۔

اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ کوئی قرآن کریم کی بے حرمتی کرے اس کی بے ادبی کرتے ہوئے اس پر بیٹھے یا جان بوجھ کر اس میں نجاست اور گندگی لگائے یا اس کی توہین کرتے ہوئے اسے اپنے پیروں سے روندے تو ایسا شخص ان اعمال کے سبب دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

عملی ارتداد کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ کوئی اہل قبر کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کی قبروں کا طواف کرے، یا ان کے لئے یا جنوں کے لئے نماز پڑھے یہ عملی ارتداد ہے۔ البتہ انہیں پکارنا، ان سے مدد طلب کرنا اور ان کے لئے نذر و نیاز کرنا قولی ارتداد ہے۔

اور جو شخص اللہ کی عبادت کی نیت سے قبروں کا طواف کرے تو یہ دین اسلام میں بدترین قسم کی بدعت ہے، یہ ارتداد نہیں ہے بلکہ دین میں ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے بشرطیکہ اس عمل سے اس کا ارادہ قبر والے کا تقرب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ محض جہالت کی بنیاد پر اللہ کی قربت کے حصول کی خاطر دیا گیا ہو۔

عملی ارتداد کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ انسان غیر اللہ کے لئے (جانور) ذبح کرے اور قربانیوں کے ذریعہ غیر اللہ کی قربت حاصل کرے، اونٹ یا بکری یا مرغی یا گائے اہل قبر سے قربت اور ان کی عبادت کی غرض سے ذبح کرے یا جنوں کی عبادت کے لئے ذبح کرے یا شیطانوں کی قربت کی غرض سے جانور ذبح کرے ان تمام صورتوں میں چونکہ (جانور) غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہے اس لئے وہ مردار اور حرام ہے اور یہ عمل کفر اکبر ہے۔ ہم اللہ سے عافیت مانگتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ارتداد کی قسموں میں سے ہیں اور عملی نواقض ہیں۔

۳۔ اعتقادی ارتداد:

اعتقادی ارتداد کی قسموں میں سے۔ انسان جن باتوں کا محض اپنے دل میں عقیدہ رکھے اس کو عملاً انجام نہ دے اور نہ زبان سے کہے۔ یہ ہے کہ مثال کے طور پر وہ اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل کو

(۱) سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلاۃ، ۵/۱۴ حدیث (۲۶۲۲)۔

اور فقیر ہے یا بخیل ہے یا ظالم ہے' اگرچہ وہ اسے اپنی زبان سے نہ کہے اور نہ عملاً اسے انجام دے' محض اپنے اس فاسد عقیدہ ہی کی بنیاد پر مسلمانوں کے اجماع کے مطابق کافر ہو جائے گا۔

یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا) اور نشور (میدان محشر میں اکٹھا کیا جانا) کوئی چیز نہیں اور اس سلسلہ میں جو باتیں آتی یا بیان کی جاتی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں' یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ جنت یا جہنم کا کوئی وجود نہیں اور نہ ہی کسی دوسری زندگی کا کوئی تصور ہے' جب انسان ان باتوں کا دل میں عقیدہ رکھے خواہ زبان سے نہ بھی کہے تو۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ وہ کافر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا' اس کے سارے اعمال ضائع اور برباد ہو جائیں گے اور اس فاسد عقیدہ کی بنا پر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اسی طرح اگر وہ اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے۔ اگرچہ زبان سے نہ بھی کہے۔ کہ محمد ﷺ سچے نبی نہیں ہیں' یا وہ آخری نبی نہیں ہیں' یا ان کے بعد بھی انبیاء مبعوث کیے جائیں گے' یا یہ عقیدہ رکھے کہ مسیلمہ کذاب سچا نبی تھا' تو ایسا شخص اس عقیدہ کی بنیاد پر کافر ہو جائے گا۔

یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ نوح یا موسیٰ یا عیسیٰ یا ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام سب کے سب جھوٹے تھے یا ان میں سے کوئی جھوٹا تھا' تو ایسا شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اور کو پکارنے میں کوئی حرج نہیں' جیسے انبیاء یا ان کے علاوہ دیگر لوگ' یا سورج اور ستارے یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز۔ اگر کوئی شخص اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے تو وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا' کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذلک بأن الله هو الحق وأن مایدعون من دونه هو الباطل﴾ (۱)۔

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ جسے یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإلهکم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحیم﴾ (۲)۔

---

(۱) سورۃ الحج ۶۲۔

(۲) سورۃ البقرۃ ۱۶۳۔

اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ایاک نعبد وایاک نستعین﴾ (۱)۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ﴾ (۲)۔

تمہارے رب نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون﴾ (۳)۔

لہٰذا اللہ کو پکارو اسی کے لئے دین کو خالص کر کے اگرچہ کافروں کو گراں گزرے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولقد أوحي إلیک وإلی الذین من قبلک لئن أشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین﴾ (۴)۔

یقیناً آپ کی طرف اور جو لوگ آپ سے پہلے تھے ان کی طرف وحی کی گئی تھی کہ اگر آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور یقیناً آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس معنی کی آیات بے شمار ہیں۔

---

(۱) سورۃ الفاتحہ: ۵۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۲۳۔

(۳) سورۃ المؤمن: ۱۴۔

(۴) سورۃ الزمر: ۶۵۔

لہٰذا جس نے یہ گمان کیا یا عقیدہ رکھا کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی فرشتہ یا نبی یا درخت یا جن یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرنی جائز ہے تو ایسا شخص کافر ہے، اور اگر یہ بات وہ زبان سے بھی کہہ دے تو وہ بیک وقت قول اور عقیدہ دونوں کے اعتبار سے کافر ہو جائے گا، اور اگر وہ اس کام کو عملاً انجام بھی دے دے اور غیر اللہ کو پکارے اور غیر اللہ سے فریاد کرے تو قول، عمل اور عقیدہ ہر اعتبار سے کافر ہو جائے گا، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اسی ضمن میں قبر پرستوں کے وہ اعمال بھی ہیں جنہیں آج کل وہ بہت سے ممالک میں مردوں کو پکارنے، ان سے فریاد کرنے اور ان سے مدد طلب کرنے کی شکل میں انجام دیتے ہیں، چنانچہ کوئی کہتا ہے: "اے میرے سردار! مدد کیجئے، مدد کیجئے، اے میرے سردار! میری فریاد سن لیجئے، میری فریاد سن لیجئے، میں آپ کی پناہ میں ہوں، میرے مریض کو شفا دیجئے، میری کھوئی ہوئی چیز کو واپس لوٹا دیجئے، میرے دل کی اصلاح کر دیجئے"۔

وہ مردوں کو - جنہیں وہ اولیاء کا نام دیتے ہیں - پکارتے ہیں اور ان سے یہ سوالات کرتے ہیں، انھوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک کیا، اللہ عزوجل کی شان عظمت اس سے بہت بلند ہے۔

چنانچہ یہ ساری چیزیں قول، عقیدہ اور عمل کا کفر ہیں۔

اور بعض لوگ دوری سے اور دور دراز شہروں اور ملکوں سے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں: یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے!... وغیرہ، اور بعض لوگ آپ کی قبر کے پاس آ کر کہتے ہیں: یا رسول اللہ! میرے بیمار کو شفا دیجئے، یا رسول اللہ! مدد کیجئے، مدد کیجئے، ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد کیجئے، ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں آپ ان سے بخوبی واقف ہیں، لہٰذا ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد فرمائیے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے، غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، یہ ساری چیزیں قول و عمل کا شرک ہیں، اور اگر انسان اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھے کہ ایسا کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، تو وہ شخص قول، عمل اور عقیدہ ہر اعتبار سے کافر ہو جائے گا، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۴-شک کے ذریعہ ارتداد:

ہم نے (آپ کے سامنے) قول، فعل اور عقیدہ کے ذریعہ ہونے والا ارتداد پیش کیا، جہاں تک شک کے ذریعہ ارتداد کا مسئلہ ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی کہے: میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے یا نہیں؟... مجھے شک ہے تو ایسا شخص شک کی وجہ سے کافر ہے، یا یہ کہے کہ: میں نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ: مجھے نہیں معلوم کہ جنت و جہنم حق ہیں یا نہیں؟... میں نہیں جانتا مجھے شک ہے۔ تو اس قسم کے آدمی سے توبہ کروائی جائے گی اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے کفر کے سبب قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اس نے ایک ایسی چیز کے بارے میں شک کیا ہے جو اسلام میں نص اور اجماع کے ذریعہ بدیہی طور پر معلوم ہے۔

جو شخص اپنے دین میں شک کرے اور کہے کہ: میں نہیں جانتا کہ اللہ حق ہے؟ یا رسول حق ہیں؟ وہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ یا یہ کہے کہ: مجھے نہیں معلوم کہ کیا وہ آخری نبی تھے؟ یا یہ کہے کہ: میں نہیں جانتا کہ مسیلمہ جھوٹا تھا یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ: مجھے نہیں معلوم کہ اسود عنسی — جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا — جھوٹا تھا یا نہیں؟ یہ تمام مشکوک دین اسلام سے ارتداد کا سبب ہیں، ان کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی اور اس کے سامنے حق کھول کھول کر بیان کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح اگر یہ کہے کہ: مجھے نماز کے بارے میں شک ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں؟ اور زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور ماہ رمضان کے روزوں کے بارے میں شک ہے کہ کیا وہ واجب ہیں یا نہیں؟ یا استطاعت کے باوجود حج کے بارے میں شک کرے کہ کیا وہ عمر میں ایک مرتبہ واجب ہے یا نہیں؟ تو یہ تمام مشکوک کفر اکبر ہیں، ان کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کر لے اور ایمان لے آئے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"من بدل دینہ فاقتلوہ"۔

جو اپنا دین تبدیل کر لے اسے قتل کر دو۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے(۱)۔

---

(۱) دیکھئے حدیث (۳۰۱۷) اس کی تخریج ص (۲۲۲) میں گزر چکی ہے۔

لہٰذا ان تمام باتوں یعنی نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کے بارے میں یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ یہ حق ہیں اور تمام مسلمانوں پر شرعی شروط کی روشنی میں واجب ہیں (۱)۔

رہا عارضی وسوسے اور دل کے کھٹکے، تو ان سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بشرطیکہ مومن انہیں دفع کرتا رہے اور ان سے اطمینان نہ کرے اور وہ اس کے دل میں پیوست نہ ہونے پائیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن الله تجاوز لأمتي ما حدثت به أنفسها ما لم يتكلموا أو يعملوا به" (۲)۔

اللہ تعالیٰ نے میری امت کے نفس میں پیدا ہونے والے خیالات کو معاف کر دیا ہے جب تک کہ وہ اسے کہہ نہ دیں یا اس پر عمل نہ کر لیں۔

اور ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ درج ذیل اعمال کرے:

۱- شیطان سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگے۔

۲- نفس میں پیدا ہونے والی چیزوں سے باز رہے (۳)۔

۳- اور یہ کہے: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا (۴)۔

دوسری قسم: دائرۂ کفر میں نہ داخل کرنے والی برائیاں:

یہ چیزیں ایمان کو کمزور اور اس میں نقص پیدا کرتی ہیں نیز اس کے مرتکب کو جہنم اور اللہ کے غیظ و غضب کا مستحق بناتی ہیں، لیکن ان کا مرتکب کافر نہیں ہوتا، جیسے سود خوری اور دیگر حرام امور، شنا زنا کاری اور بدعات کا ارتکاب بشرطیکہ اس کا ایمان ہو کہ وہ حرام ہے، اسے حلال نہ سمجھے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ ایسا کرنا حلال ہے تو وہ

---

(۱) دیکھئے: الفواکہ الدوانی علی الرسالۃ وہ مآل الصلاۃ حنفاء از شیخ علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ ص ۷۰ ج ۱ ۔ قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب ۱/ ۱۱۶۔

(۳) متفق علیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ ۱/ ۱۱۰ حدیث (۳۲۷۶) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ فی الایمان وما یقولہ من وجدھا ۱/ ۱۰۰ حدیث (۱۳۴)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ فی الایمان وما یقولہ من وجدھا ۱/ ۱۱۹ حدیث (۱۳۴)۔

کافر ہو جائے گا، اس کے علاوہ دیگر اعمال جیسے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے جشن منانا، یہ ایک بدعت ہے جسے چوتھی صدی ہجری اور اس کے بعد میں لوگوں نے ایجاد کیا ہے، تو یہ تمام چیزیں عقیدہ کو مضمحل کرنے کا سبب ہیں، البتہ اگر میلاد کے اس جشن میں رسول کریم ﷺ سے فریاد کی جائے تو یہ بدعت کی پہلی قسم میں سے یعنی دین اسلام سے خارج کرنے والی ہوگی۔

اسی طرح دوسری قسم میں سے بدشگونی لینا بھی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے، اللہ عزوجل نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قالوا اطيرنا بك وبمن معك قال طائركم عند الله بل أنتم قوم تفتنون﴾ (۱)۔

انھوں نے کہا: ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں، (صالح علیہ السلام) نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے یہاں ہے، بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔

چنانچہ بدشگونی کفر سے کبیر شرک ہے۔۔۔ اسی طرح اسراء و معراج کی شب میں جشن منانا بھی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (۲)۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ چیز مردود ہے۔

گفتگو مختصراً ختم ہوئی (۳)۔

---

(۱) سورۃ النمل: ۴۷۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب: ۵، واصطلحوا، حدیث صلح بحدیبیۃ، ۳/۱۷۷، ۱۷۸، حدیث (۲۶۹۷)، صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور، ۳/۱۳۴۳، حدیث (۱۷۱۸)۔

(۳) القول الجلی فی العقیدۃ والدلیل، نامی رسالہ دراصل ایک تقریر ہے جسے موصوف نے جامع کبیر میں ۱۴۰۳ھ میں کی تھی، یہ تقریر پہلی بار ۱۴۰۵ھ میں ریاض میں شائع ہوئی، اس کا نام بعد میں یہ تقریر ۱۴۱۲ھ میں "القول الجلی فی العقیدۃ والدلیل" اور "مسائل الجاہلیۃ" کے نام سے کئی بار مکمل طور پر شائع بھی ہوئی، اس کی اشاعت اول کے موقع پر پیش کردہ مقدمہ شیخ خالد بن عبد الرحمن الجریسی نے تحریر کیا تھا، جس کے کچھ اقتباسات ہدیہ ہیں۔

پانچواں مسلک: کفر کے اثرات ونقصانات:

کفر کے بڑے خطرناک اثرات اور بڑے عظیم نقصانات ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- دنیا اور آخرت کی ساری برائی کفر کے اثرات ونقصانات میں سے ہے۔

۲- کفر اپنے مرتکب کے لئے گمراہی کا سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله قد ضلوا ضلالاً بعيداً﴾ (۱)۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اوروں کو روکا وہ یقیناً گمراہی میں دور نکل گئے۔

۳- کفر اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہ فرمائے گا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقاً. إلا طريق جهنم خالدين فيها أبداً وكان ذلك على الله يسيراً﴾ (۲)۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔ سوائے جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش پڑے رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔

۴- کفر ذلت ورسوائی کا سب سے بڑا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وأن الله مخزي الكافرين﴾ (۳)۔

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

۵- کافر کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم واجب کردیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا لهم نار جهنم لا يقضى عليهم فيموتوا ولا يخفف عنهم من عذابها كذلك نجزي كل كفور﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۶۷۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۶۸، ۱۶۹۔

(۳) سورۃ الحج: ۲۔

(۴) سورۃ فاطر: ۳۶۔

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

۶۔ کفر سارے اعمال کو مٹا دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثوراً﴾ (۱)۔

اور انھوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله وهو في الآخرة من الخاسرين﴾ (۲)۔

اور جو ایمان کے ساتھ کفر کرے اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا أعمالهم كسراب بقيعة يحسبه الظمآن ماءً حتى إذا جاءه لم يجده شيئاً ووجد الله عنده فوفاه حسابه والله سريع الحساب﴾ (۳)۔

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿مثل الذين كفروا بربهم أعمالهم كرماد اشتدت به الريح في يوم عاصف لا يقدرون مما كسبوا على شيء ذلك هو الضلال البعيد﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۲۳۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۵۔

(۳) سورۃ النور: ۳۹۔

(۴) سورۃ ابراہیم: ۱۸۔

ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا' ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے' جو بھی انھوں نے کیا ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے' یہی دور کی گمراہی ہے۔

۷۔ کفر ہمیشہ کے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كذلك يريهم الله أعمالهم حسرات عليهم وما هم بخارجين من النار﴾ (۱)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا انہیں حسرت دلانے کے لئے' اور یہ ہرگز جہنم سے نہ نکلیں گے۔

۸۔ کفر اللہ کے دربار سے دھتکارے جانے اور اس کی رحمت سے دور کئے جانے کا سبب ہے' ارشاد باری ہے:

﴿إن الله لعن الكافرين وأعد لهم سعيراً﴾ (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھا ہے۔

۹۔ کفر اللہ کے غضب اور اس کے دردناک عذاب کا عظیم ترین سبب ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولكن من شرح بالكفر صدراً فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم﴾ (۳)۔

لیکن جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

۱۰۔ کفر کافر کے سینے کو سب سے زیادہ تنگ بناتا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن يرد الله أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لا يؤمنون﴾ (۴)۔

اور اللہ جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۶۷۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۶۴۔

(۳) سورۃ النحل: ۱۰۶۔

(۴) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

۱۱- کفر دل پر مہر لگا دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وقولهم قلوبنا غلف بل طبع الله عليها بكفرهم فلا يؤمنون إلا قليلاً﴾ (۱)۔

اور اس سبب سے کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے، حالانکہ دراصل ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اس لئے وہ بہت ہی تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔

۱۲- کفر اکبر جہاد کے ذریعہ یا مسلمانوں کے حکام کے ذریعہ جان و مال کو حلال کر دیتا ہے۔

۱۳- کفر اکبر کافر اور مومنوں کے درمیان عداوت و دشمنی کو واجب کر دیتا ہے، لہٰذا مومنوں کے لئے اس سے محبت اور دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

۱۴- کفر اصغر ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے اور اسے کمزور کر دیتا ہے، اور اس کا مرتکب اگر اس سے توبہ نہ کرے تو اس بات کا بڑا اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب اور اس کے دردناک عذاب کا شکار ہو جائے اور یہ معاصی کے قبیل سے ہے (۲)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۵۵۔

(۲) دیکھئے: فتاویٰ شیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ ۱/۴۰، ۵۵۔

پانچواں مبحث:

ایمان کا نور اور نفاق کی تاریکیاں

پہلا مطلب: ایمان کا نور

پہلا مسلک: ایمان کا مفہوم:

اولاً: ایمان کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

ایمان کے لغوی معنی: تصدیق کے ہیں، برادران یوسف نے اپنے والد سے کہا تھا: ﴿وما أنت بمؤمن لنا﴾ (۱) یعنی آپ ہماری (باتوں کی) تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ایمان کی حقیقت (اصطلاحی مفہوم):

ایمان قول و عمل سے مرکب ہے، یعنی دل و زبان کا اقرار اور دل و زبان اور اعضاء و جوارح کا عمل، یہ چار چیزیں دین اسلام کی جامع ہیں:

(۱) دل کا قول (اقرار) یعنی دل کی تصدیق، یقین اور اعتقاد۔

(۲) زبان کا قول، یعنی شہادتین (کلمہ شہادت) "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (ﷺ) کی زبان سے ادائیگی اور اس کے لوازمات کا اقرار۔

(۳) دل کا عمل: یعنی نیت، اخلاص، محبت، تابعداری، اللہ کی طرف کامل توجہ، اس پر توکل و اعتماد اور اس کے لوازمات و متعلقات۔

---

(۱) سورہ یوسف: ۱۷۔

(۴) زبان اور اعضاء وجوارح کا عمل: زبان کا عمل دو چیزیں ہیں جو زبان کے بغیر ادا نہیں ہو سکتیں، جیسے تلاوت قرآن کریم، جیسے اذکار و وظائف اور دعاء و استغفار وغیرہ۔ اور اعضاء و جوارح کا عمل وہ چیزیں ہیں جن کی ادائیگی اعضاء و جوارح سے ہی ممکن ہے، جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور اللہ کی مرضی میں چلنا پھرنا، جیسے حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ان کے علاوہ ان تمام کاموں کے لئے آمد و رفت جن کا ذکر ایمان کی شاخوں والی حدیث میں ہوا ہے (۱)۔

علامہ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حکم کردہ تمام باتوں کو مان کر، اور ظاہری و باطنی طور پر ان کی تابعداری کر کے اس کے مکمل اعتراف اور پختہ تصدیق کا نام ایمان ہے چنانچہ ایمان دل کی تصدیق و اعتقاد کا نام ہے جو کہ قلب و قالب (جسم) کے تمام اعمال کو شامل ہے، اور یہ پورے دین اسلام کی انجام دہی کو شامل ہے، اسی لئے ائمہ کرام اور سلف صالحین کہا کرتے تھے کہ ایمان دل و زبان کے قول اور دل و زبان اور اعضاء و جوارح کے عمل کا نام ہے، یعنی ایمان قول، عمل اور عقیدہ کا نام ہے جو اطاعت گزاری سے بڑھتا اور معصیت کاری سے گھٹتا ہے، چنانچہ وہ ایمان کے جملہ عقائد، اخلاق اور اعمال کو شامل ہے" (۲)۔

ثانیاً: ایمان اور اسلام کے درمیان فرق:

شریعت میں ایمان کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: یہ ہے کہ اسلام کا ذکر نہ کر کے صرف ایمان کا ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں ایمان سے پورا دین مراد ہوگا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات إلی النور﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن ابی العز ص ۳۰۳-۳۰۴، معارج القبول شرح سلم الوصول الی علم الاصول فی التوحید للشیخ حافظ الحکمی ج ۲ ص ۵۸۶-۵۹۱، اصول وضوابط فی التکفیر للشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن آل الشیخ ص ۳۴، نیز دیکھئے: کتاب الایمان لابن مندہ ۱/ ۳۰۰-۳۳۱۔

(۲) توضیح البیان لثمرۃ الجنان ص ۹، نیز دیکھئے: کتاب الایمان لابن مندہ ۱/ ۳۳۱، فتاوی ابن تیمیہ ۷/ ۵۰۹۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۵۷۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی (سرپرست) ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ اپنے قول "ایمان، عقیدہ اور قول وعمل کا نام ہے، اور سارے اعمال ایمان کے نام میں داخل ہیں" سے یہی معنی مراد لیتے ہیں۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کا ایک ساتھ ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں ایمان کی تفسیر پوشیدہ عقائد سے کی جائے گی، جیسے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھنا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿والذين آمنوا و عملوا الصالحات﴾ (۱)۔

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے۔

اور اسلام کی تفسیر اعضاء وجوارح کے ظاہری اعمال سے کی جائے گی، جیسے شہادتین کا اقرار، نماز، زکاۃ، روزہ، حج اور ان کے علاوہ دیگر اعمال (۲)، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن المسلمين والمسلمات والمؤمنين والمؤمنات﴾ الآیۃ (۳)۔

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں۔

چنانچہ جب ایمان واسلام کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہوگا تو دونوں کا معنی ایک ہوگا، اور جب دونوں کا اکٹھا ذکر ہوگا تو دونوں کے معانی مختلف ہوں گے، جیسے "فقیر اور مسکین" کی طرح، کہ جب دونوں میں سے ایک کا تنہا ذکر ہوگا تو دوسرا بھی (اس میں) شامل ہوگا، اور جب دونوں اکٹھا ذکر کیے جائیں گے تو ہر ایک کا ایک خاص اور الگ مفہوم ہوگا (۴)۔

---

(۱) سورۃ العصر، آیت: ۳۔

(۲) الفتاوی لابن تیمیہ ۷/۱۳، ۱۴، ۱۵، ۵۵۱، ۵۵۳، ۵۵۵، معارج القبول للشیخ حافظ الحکمی ۲/ ۵۹۴، ۶۰۵، ۶۰۸۔

(۳) سورۃ الاحزاب: ۳۵۔

(۴) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ ۷/ ۱۳-۱۵، ۶۳۳-۶۴۲، جامع العلوم والحکم لابن رجب ۱/ ۱۰۴-۱۰۶۔

دوسرا مسلک: حصول ایمان اور اس میں زیادتی کے اسباب وذرائع:

ایمان بندے کا کمال ہے، اسی سے دنیا وآخرت میں اس کے درجات بلند ہوتے ہیں، وہی ہر طرح کی دیرسویر بھلائی کے حصول کا سبب اور ذریعہ ہے، ایمان کا حصول، اس میں تقویت اور اس کی تکمیل اس چیز کی معرفت ہی سے ہو سکتی ہے جس سے ایمان حاصل ہوتا ہے (یعنی جو ایمان کا مرجع ومصدر ہے) کیوں کہ ایمان کے حصول اور اس میں تقویت اور اضافے کے اسباب بکثرت ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

پہلا سبب: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں وارد اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت، ان کے معانی کو سمجھنے کی کوشش اور ان کے ذریعہ اللہ کی عبادت وبندگی: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها وذروا الذين يلحدون في أسمائه سيجزون ما كانوا يعملون﴾ (۱)۔

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں لہٰذا اللہ کو انہی ناموں سے پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں (الحاد) کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن لله تسعة وتسعين اسماً، مائة إلا واحداً، من أحصاها دخل الجنة" (۲)۔

بیشک اللہ عزوجل کے ایک کم سو یعنی ننانوے (۹۹) نام ایسے ہیں کہ جس نے انہیں شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

"جس نے انہیں شمار کیا" یعنی انہیں یاد کیا، ان کے معانی کو سمجھا، ان کا فقیہ رکھا اور ان کے ذریعہ اللہ

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۸۰۔

(۲) متفق علیہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب ۱، باب یجوز ان اثنتر اللہ وفعلہ فی الاقرار والشروط فی المعاملۃ الناس ۳/۱۳۹۷، حدیث نمبر: (۶۸۵۷) وصحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی اسماء اللہ تعالیٰ وفضل من احصاھا ۴/۲۰۶۳، حدیث نمبر: (۲۶۷۷) واللفظ لصحیح مسلم ہی کے ہیں۔

کی بندگی کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ ایمان کا سب سے عظیم سرچشمہ اور اس کے حصول اور اس کی قوت وثبات کا مرکز اصیل ہے، اللہ عزوجل کے اسماء حسنیٰ کی معرفت ایمان کی بنیاد ہے اور توحید کی تینوں قسموں توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات کو شامل ہے۔ توحید کی یہ قسمیں ایمان کی روح، اس کی اصل اور اس کی غایت ہیں، چنانچہ جس قدر بندے کی اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت میں اضافہ ہوگا اسی قدر اس کے ایمان میں زیادتی اور یقین میں پختگی اور استحکام پیدا ہوگا، لہٰذا بندۂ مؤمن کو چاہئے کہ اپنی طاقت ومقدور بھر اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرے اس طور پر کہ ان کو نہ تو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے، نہ ان کے معنی کی نفی کرے، نہ ان کی کیفیت بیان کرے اور نہ ہی ان میں تحریف وتبدیلی کرے(۱)۔

دوسرا سبب: عمومی طور پر قرآن کریم میں غور وتدبر کرنا؛ کیونکہ (اس میں) غور وتدبر کرنے والا اس کے علوم ومعارف سے استفادہ کرتا ہے جس سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح جب وہ قرآن کریم کے نظم واحکام میں غور کرتا ہے اور یہ کہ قرآن کریم کے آیات باہم ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے ہیں ان میں باہم کوئی اختلاف وتعارض نہیں ہے، جب یہ ساری چیزیں سوچتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ (کتاب) منزل من جانب اللہ ہے، یہ ایمان کی تقویت کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے(۲)۔

تیسرا سبب: نبی کریم ﷺ کی احادیث کی اور ان میں جن ایمانی علوم واعمال کی دعوت پائی جاتی ہے ان کی معرفت، یہ ساری چیزیں ایمان کے حصول اور اس کی تقویت کے اسباب میں سے ہیں، چنانچہ جس قدر بندے کی کتاب اللہ اور سنت رسول (ﷺ) کی معرفت میں اضافہ ہوگا اسی قدر اس کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوگا۔

چوتھا سبب: نبی کریم ﷺ اور آپ کے اعلیٰ اخلاق اور کامل صفات کی معرفت؛ کیونکہ جس شخص کو ان

---

(۱) دیکھئے: التوحید والبیان لشمرۃ الایمان للمصنف ص ۴۰۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم ۲/ ۴۸۹، التوحید والبیان لشمرۃ الایمان للمصنف ص ۴۰۔

چیزوں کی کما حقہ معرفت ہوگی اسے آپ ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) اور دین حق کی صداقت میں ذرا بھی شک وشبہ نہ ہوگا۔

پانچواں سبب: کائنات عالم میں غور وفکر: یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان میں موجود انواع واقسام مخلوقات میں غور کرنا، انسان کی ذات اور اس کی (کوئی) صفات میں غور کرنا، یہ چیزیں ایمان کا قوی سبب ہیں، کیوں کہ ان مخلوقات کے اندر خالق کی قدرت وعظمت پر دلالت کرنے والی خلقت کی عظمت کا شاہکار اور صحیح المعقول استحکام اور حسن انتظام پایا جاتا ہے۔

اسی طرح تمام مخلوقات کی بے بسی اور ہر طرح سے اللہ کی طرف ان کی احتیاجگی اور ضرورت نیز یہ کہ مخلوق اللہ عزوجل سے ایک لمحہ کے لئے بھی بے نیاز نہیں ہو سکتی، ان تمام چیزوں میں غور وفکر کرنا یہ چیز بندے کے لئے اپنے تمام تر دینی ودنیاوی منافع کے حصول اور نقصان دہ امور کے دور کرنے میں اللہ کے لئے کمال خشوع، کثرت دعاء، اللہ کی طرف احتیاجگی اور الحاح وزاری کے اظہار نیز اپنے رب پر قوی بھروسہ اس کے وعدے پر پورا اعتماد اور اس کے احسان وکرم کی شدید لالچ وخواہش کو واجب کرتی ہے، اور انہی چیزوں سے حقیقی معنوں میں ایمان حاصل ہوتا ہے اور اس میں قوت واستحکام پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل کی ان بیشمار خاص وعام نعمتوں میں غور وفکر کرنا جن سے کوئی بھی مخلوق ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں۔

چھٹا سبب: ہر وقت کثرت سے اللہ عزوجل کا ذکر اور دعا (عبادت) کرنا: کیونکہ ذکر الٰہی دل میں ایمان کا پودا اگاتا ہے اور اسے غذا وقوت بہم پہنچاتا ہے، اور بندہ جتنا زیادہ اللہ کا ذکر کرے گا اتنا ہی اس کے ایمان میں قوت پیدا ہوگی، اور ذکر زبان، دل، عمل اور حال ہر طرح سے ہوتا ہے، چنانچہ بندہ کو ایمان کا اتنا حصہ ہی ملے گا جتنا وہ اللہ کا ذکر کرے گا۔

ساتواں سبب: اسلام کی خوبیوں کی معرفت: کیونکہ دین اسلام مکمل طور پر خوبیوں کا مجموعہ ہے، اس کے عقائد سب سے زیادہ صحیح، سچے اور نفع بخش ہیں، اس کے اخلاق سب سے اچھے اخلاق ہیں، اس کے اعمال واحکام سب سے بہتر اور اعتدال پر مبنی ہیں، ان تمام چیزوں میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے دل

میں ایمان کو حزین کر دیتا ہے اور اسے اس کے نزدیک محبوب بنا دیتا ہے، چنانچہ بندہ (اس کے نتیجہ میں) ایمان کی چاشنی پانے لگتا ہے، اور ایمان کے اصول اور اس کے حقائق سے اس کا باطن اور ایمان کے اعمال سے اس کا ظاہر حسین و جمیل اور خوب تر ہو جاتا ہے۔

آٹھواں سبب: اللہ عزوجل کی عبادت میں "احسان" کا وصف پیدا کرنے اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں جد و جہد اور کوشش کرنا: چنانچہ احسان اللہ کی عبادت میں اس طرح کوشش کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو یہ تصور کرے کہ اللہ تو اسے دیکھ ہی رہا ہے، پھر عمل کو مکمل کرنے اور اسے بطریق احسن انجام دینے نیز قول و فعل، مال و جاہ اور منافع کی دیگر قسموں کے ذریعہ مخلوق کے ساتھ احسان کرنے میں جد و جہد اور کوشش کرے۔ جب وہ اچھی طرح خالق (اللہ) کی عبادت کرے گا اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرے گا اور اس پر ہمیشگی برتے گا تو اس کے ایمان و یقین میں قوت پیدا ہوگی اور وہ "حق الیقین" تک جا پہنچے گا جو کہ یقین کا سب سے اونچا مرتبہ ہے، اور اس وقت اسے اطاعت کے کاموں میں چاشنی اور مٹھاس ملے گی اور (حسن) معاملات کے ثمرہ سے لطف اندوز ہوگا، اور یہی ایمان کامل ہے۔

نواں سبب: مومنوں کے اوصاف سے متصف ہونا: جیسے نماز میں خشوع و خضوع، اس میں حضور قلبی، زکاۃ کی ادائیگی، فضول چیزوں یعنی ہر وہ قول و فعل جس میں کوئی بھلائی نہ ہو اس سے اعراض وغیرہ، بلکہ مسلمان (کو چاہئے کہ وہ) بھلی بات ہی بولے اور بھلا کام ہی کرے، قول و فعل کی برائی ترک کر دے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تمام چیزوں سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں قوت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح فواحش و منکرات سے اجتناب، امانتوں اور وعدوں کا پاس و لحاظ وغیرہ ایمان کی علامتیں ہیں۔

دسواں سبب: اللہ عزوجل اور اس کے دین کی دعوت دینا، باہم حق و صبر کی وصیت کرنا، دین کی بنیاد کی طرف دعوت دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ دینی احکام کی پابندی کرنا، اس سے بندہ اپنی ذات کی اور دیگر لوگوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔

گیارہواں سبب: کفر و نفاق اور فسق و نافرمانی کی شاخوں سے دور رہنا: کیونکہ ایمان کے لئے ایمان کو تقویت پہنچانے اور اس میں اضافہ کرنے والے تمام اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے، اسی طرح اضافہ

اور تقویت سے مانع اور اس کے آڑے آنے والے امور کو دور کرنا بھی ضروری ہے یعنی گناہ کے کاموں کو ترک کرنا، ماضی میں سرزد ہونے گناہوں سے توبہ کرنا، حرام چیزوں سے تمام اعضاء و جوارح کی حفاظت کرنا، ایمانی علوم میں قادح اور دشمن گزار کرنے والے شبہات کے فتنوں نیز ایمان کے ارادوں کو کمزور کر دینے والی خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔

بارھواں سبب: فرائض کے بعد نوافل کے ذریعہ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنا اور خواہشات نفس کے غلبہ کے وقت اللہ کے محبوب اور پسندیدہ امر کو تمام خواہشات پر ترجیح دینا۔

تیرھواں سبب: اللہ کے نزول کے وقت اللہ سے مناجات (سرگوشی) اس کے کلام کی حلاوت، دل کی حضوری اور اس کے روبرو آداب عبادت بجالانے کی خاطر خلوت (تنہائی) اپنانا، اور پھر آخر میں توبہ و استغفار کرنا۔

چودھواں سبب: سچے اور مخلص علماء کی صحبت اختیار کرنا اور ان کے اقوال سے بہترین ثمرات چننا جس طرح عمدہ ترین میوے چنے جاتے ہیں (۱)۔

تیسرا مسلک: ایمان کے فوائد و ثمرات:

ایمان کے فوائد و ثمرات بے حساب و بے شمار ہیں؛ چنانچہ دل، جسم، راحت، پاکیزہ زندگی اور دنیا و آخرت میں نہ جانے کتنے فوائد و ثمرات ہیں، مختصر یہ کہ دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں اور تمام تر برائیوں سے دوری (عافیت) یہ ایمان ہی کے ثمرات ہیں، ایمان کے چند فوائد و ثمرات حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کی ولایت پر شرف:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین بین المنازل ۱/۱۵۱، التوحید والبیان لشرح کتاب الایمان لابن المنصور ص ۱۲۲۔

(۲) سورہ یونس ۶۲۔

سنو! بے شک اللہ کے اولیاء (دوستوں) کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

پھر ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الذين آمنوا وكانوا يتقون﴾ (۱)۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات إلى النور﴾ (۲)۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

یعنی انہیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف، جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف، گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر اطاعت کی روشنی کی طرف اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر بیداری اور ذکر کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔

(۲) رضاء الٰہی کا حصول:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله إن الله عزيز حكيم. وعد الله المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ومساكن طيبة في جنات عدن ورضوان من الله أكبر ذلك هو الفوز العظيم﴾ (۳)۔

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (معاون و مددگار) ہیں، وہ

---

(۱) سورۂ یونس ۶۳۔

(۲) سورۃ البقرۃ ۲۵۷۔

(۳) سورۃ التوبہ ۷۱، ۷۲۔

بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ ان مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے یہی عظیم کامیابی ہے۔

چنانچہ انہیں اللہ کی رضا و رحمت اور ان پاکیزہ محلوں کی کامیابی ان کے اس ایمان کے سبب حاصل ہوئی جس سے انھوں نے فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی انجام دہی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کر کے اپنے آپ کو اور دیگر لوگوں کو مکمل کیا تھا اس طور پر یہ حضرات عظیم ترین فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

(۳) کامل ایمان (سرے سے) جہنم میں داخل ہونے سے روکتا ہے جب کہ کمزور (ناقص) ایمان جہنم میں ہمیشہ ہمیش کے لئے رہنے سے مانع ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص ایمان لا کر تمام واجبات بجالائے اور تمام حرام امور ترک کر دے وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، اسی طرح جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ تمام ناپسندیدہ چیزوں سے مومنوں کا دفاع کرتا ہے اور انہیں مصائب سے نجات عطا فرماتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الله يدافع عن الذين آمنوا﴾ (۱)۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔

یعنی ہر ناپسندیدہ چیز سے، جن وانس کے شیاطین کے شر سے اور دشمنوں سے ان کا دفاع کرتا ہے، نیز پریشانیوں کے نزول سے قبل ہی انہیں ان سے دور کر دیتا ہے اور نزول کے بعد انہیں ختم کر دیتا ہے یا ان میں

(۱) سورۃ الحج: ۳۸۔

تخفیف کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)۔

اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو یاد کرو، جب وہ غصہ سے نکل کر گئے اور سوچا کہ ہم انہیں پکڑ نہ سکیں گے، بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھے کہ "الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں سے ہو گیا"۔ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور انہیں غم سے نجات دے دی، اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ثم ننجي رسلنا والذين آمنوا كذلك حقاً علينا ننج المؤمنين﴾ (۲)۔

پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو نجات دے دیتے ہیں، اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين إنهم لهم المنصورون وإن جندنا لهم الغالبون﴾ (۳)۔

اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے۔ کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی۔ اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب و فتح یاب ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الانبیاء: ۸۷، ۸۸۔

(۲) سورۂ یونس: ۱۰۳۔

(۳) سورۃ الصافات: ۱۷۱، ۱۷۳۔

﴿ ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ﴾ (۱)۔

اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔

یعنی لوگوں پر آنے والی ہر پریشانی سے نجات کی سبیل پیدا کر دیتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ومن يتق الله يجعل له من أمره يسراً ﴾ (۲)۔

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے ہر معاملہ میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

چنانچہ متقی مومن کے مسائل اللہ تعالیٰ آسان فرماتا ہے، اسے آسانی کی توفیق عطا کرتا ہے، پریشانی سے نجات دیتا ہے، دشواریوں کو سہل کرتا ہے، اسے اس کے ہر غم سے چھٹکارا اور ہر تنگی سے نجات کی سبیل عطا کرتا ہے، اور اسے ایسے ذریعہ سے روزی عطا کرتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا، ان تمام باتوں کے شواہد کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں۔

(۵) ایمان دنیا وآخرت میں پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ من عمل صالحا من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون ﴾ (۳)۔

جو مرد وعورت نیک عمل کرے درآں حالیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

وہ اس طرح سے کہ ایمان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایمان دل کا سکون واطمینان، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی پر دل کی قناعت اور غیر اللہ سے بے تعلقی پیدا کرتا ہے اور یہی پاکیزہ زندگی ہے، کیونکہ دل کا سکون واطمینان اور ان تمام چیزوں سے دل کو تشویش نہ ہونا جن سے ایمان صحیح سے محروم شخص کو تشویش ہوتی ہے یہی

---

(۱) سورۃ الطلاق ۲۔

(۲) سورۃ الطلاق ۴۔

(۳) سورۃ النحل ۹۷۔

پاکیزہ زندگی کی بنیاد ہیں(۱)۔

اور پاکیزہ زندگی' پاکیزہ حلال روزی' قناعت' نیک بختی' دنیا میں عبادت کی لذت وحلاوت اور انشراح صدر کے ساتھ اطاعت کے کاموں کی بجا آوری کو شامل ہے(۲)۔

امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صحیح بات یہ ہے کہ پاکیزہ زندگی ان (مذکورہ) تمام چیزوں کو شامل ہے"(۳)۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"قد أفلح من أسلم، ورزق كفافاً وقنعه الله بما آتاه"(۴)۔

جو شخص اسلام لایا، اسے بقدر کفاف (گزر بسر کی) روزی عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کردہ چیزوں پر قانع (قناعت کرنے والا) بنا دیا وہ کامیاب وکامران ہو گیا۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله لا يظلم المؤمن حسنة، يعطى بها في الدنيا ويجزى بها في الآخرة، وأما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله في الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له حسنة يجزى بها"(۵)۔

اللہ تعالیٰ کسی مومن کی ایک نیکی بھی کم نہیں کرتا، اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا بدلہ دیا جائے گا، رہا کافر، تو وہ اللہ کے لئے کی ہوئی اپنی نیکیوں کے عوض دنیا میں کھاتا پیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے

---

(۱) التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی، ص ۹۰۔

(۲) دیکھئے تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۲/۵۶۶۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق ۲/۵۶۶۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الکفاف والقنوع ۲/۷۳۰، حدیث نمبر: (۱۰۵۴)۔

(۵) صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب جزاء المؤمن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ وتعجیل حسنات الکافر فی الدنیا ۲/۲۱۶۲، حدیث نمبر: (۲۸۰۸)۔

بدلہ دیا جائے۔

(۶) تمام اقوال و اعمال کی صحت و قبول خود عمل کرنے والے کے دل میں ایمان و اخلاص کے اعتبار سے ہوا کرتی ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا كفران لسعيه﴾ (۱)۔

تو جو بھی نیک عمل کرے اور اس حالیکہ وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔

یعنی ایسے شخص کی کوشش اکارت اور اس کا عمل ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اس کی ایمانی قوت کے اعتبار سے (بڑھا کر) گنا اور گنا (اجر) عطا کیا جائے گا۔

نیز ارشاد گرامی ہے:

﴿ومن أراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فأولئك كان سعيهم مشكورا﴾ (۲)۔

اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لئے ہونی چاہئے وہ کرتا بھی ہو اور وہ با ایمان بھی ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے یہاں پوری قدر دانی کی جائے گی۔

"آخرت کے لئے کوشش" کا مطلب آخرت سے قریب کرنے والے ان اعمال کی بجا آوری اور ان پر عمل کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی زبانی مشروع فرمایا ہے۔

(۷) صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے، اور صراط مستقیم میں اللہ سے علم حق اور اس پر عمل کی نیز محبوب و پر مسرت چیزوں کے حصول پر شکر گزاری کی اور مصائب و پریشانیوں پر اظہار رضامندی اور صبر کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات يهديهم ربهم بإيمانهم﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الانبیاء: ۹۴۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۱۹۔

(۳) سورۃ یونس: ۹، مزید دیکھئے سورۃ الحج: ۵۴، نیز ملاحظہ کریں: الحق الصریح بحیاۃ النبی والرد علی من انکر ذلک من الصوفیۃ للمصنف ص ۲۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیا انہیں ان کا پروردگار ان کے ایمان کے سبب ہدایت عطا فرماتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس بات کا احتمال ہے کہ یہاں (آیت "بایمانھم" میں) با سببیت کے لئے ہو، اور اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ دنیا میں ان کے ایمان کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے روز صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا تاکہ وہ اس سے گزر کر جنت میں پہنچیں۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ با استعانت کے لئے ہو، جیسا کہ امام مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول ﴿یھدیھم ربھم بایمانھم﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے نور بنائے گا جس میں وہ چلیں گے(۱)۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کے عمل کو ایک خوبصورت اور پاکیزہ خوشبو کی شکل دی جائے گی، جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو وہ اس کے سامنے آکر اسے ہر قسم کی خیر و بھلائی کی بشارت دے گا، وہ (صاحب ایمان) اس سے کہے گا: تم کون ہو؟ وہ جواب دے گا کہ میں تمہارا عمل ہوں۔ اور پھر اس کے سامنے ایک نور بنایا جائے گا جو اسے جنت میں داخل کردے گا(۲)۔

(۸) ایمان بندے کے لئے اللہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور مومنوں کے دلوں میں اس کی محبت بھر دیتا ہے، اور جس سے اللہ عزوجل اور مومن بندے محبت کرنے لگیں اسے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے، اور مومنوں کی محبت کے فوائد بے شمار ہیں، جیسے اگر خیر اور زندگی میں اور مرنے کے بعد اس کے لئے دعاء خیر وغیرہ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن ودا﴾ (۳)۔

---

(۱) تفسیر القرآن العظیم ۲/۳۹۰۔

(۲) دیکھئے تفسیر مع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۱۵/۱۲۷، البتہ انہوں نے اسے قتادہ تک بسند روایت کیا ہے۔

(۳) سورہ مریم: ۹۶۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے اللہ رحمٰن محبت پیدا کر دے گا۔

(۹) دین میں امامت کا حصول: یہ ایمان کے عظیم ترین ثمرات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ علم و عمل کے ذریعہ اپنے ایمان کی تکمیل کرنے والے مومن بندوں کو سچی زبان عطا فرمائے اور انہیں ایسے ائمہ بنا دے جو اس کے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کریں اور ان کی اقتدا و پیروی کی جائے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وجعلنا منهم ائمة يهدون بأمرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون﴾ (۱)۔

اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

چنانچہ صبر و یقین ہی سے دین میں امامت کا مقام حاصل ہوتا ہے، کیونکہ صبر و یقین ہی ایمان کی اساس اور کمال ہیں۔

(۱۰) بلندیٔ درجات کا حصول: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات﴾ (۲)۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔

چنانچہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک اور اللہ کے بندوں کے نزدیک دنیا و آخرت میں پوری مخلوق میں سب سے اعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔

انہیں یہ رتبۂ بلند محض ان کے سچے ایمان اور علم و یقین کی بدولت حاصل ہوا ہے۔

(۱۱) اللہ کی کرامت (عزت و مقام) اور ہر طرح سے امن و سکون کی بشارت کا حصول، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وبشر المؤمنين﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ السجدۃ: ۲۴۔

(۲) سورۃ المجادلۃ: ۱۱۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۲۳، سورۃ التوبۃ: ۱۱۲، سورۃ یونس: ۸۷، سورۃ الاحزاب: ۴۸، سورۃ الصف: ۱۳۔

اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

(اس آیت کریمہ میں) اللہ نے بشارت کا مطلق ذکر فرمایا ہے تاکہ ہر طرح کی دیرسویر بھلائی کو شامل ہو، جب کہ درج ذیل آیت کریمہ میں بشارت کا متعینہ ذکر فرمایا ہے:

﴿وبشر الذين آمنوا وعملوا الصالحات أن لهم جنات تجري من تحتها الأنهار﴾ (۱)۔

اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اس بات کی بشارت دیدیجئے کہ ان کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

چنانچہ اہل ایمان کے لئے عام اور خاص خوشخبری ہے، اور انہی کے لئے دنیا و آخرت میں ہمہ گیر امن بھی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم أولئك لهم الأمن وهم مهتدون﴾ (۲)۔

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ گڈمڈ نہیں کیا ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر گامزن ہیں۔

اور انہی کے لئے خاص امن بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فمن آمن وأصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۳)۔

تو جو ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

چنانچہ (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے ان سے مستقبل کے خوف و ہراس کی اور ماضی کے رنج و الم کی نفی فرمائی ہے، اور اسی سے ان کا امن و قرار مکمل ہوتا ہے، فرضیکہ مومن کے لئے دنیا و آخرت میں مکمل امن و سکون اور ہر خیر کی بشارت ہے (۴)۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۵۔

(۲) سورۃ الانعام: ۸۲۔

(۳) سورۃ الانعام: ۴۸۔

(۴) دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی ص: ۸۷-۸۸۔

(۱۲) ایمان سے گناہ دور ہوتا ثواب اور وہ مکمل نور حاصل ہوتا ہے جس کی روشنی میں بندہ اپنی زندگی میں چلتا ہے اور قیامت کے روز چلے گا، چنانچہ دنیا میں اپنے علم و ایمان کی روشنی میں چلتا ہے اور جب قیامت کے روز ساری روشنیاں گل ہوں گی تو وہ اپنے نور سے پل صراط پر چلے گا یہاں تک کہ کرامت و نعمت کے مقام (جنت) میں جا داخل ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان پر بخشش و مغفرت مرتب فرمائی ہے، اور جس کے گناہ بخش دیے جائیں وہ عذاب الٰہی سے محفوظ ہو کر اجر عظیم سے سرفراز ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نورا تمشون به ویغفر لکم والله غفور رحیم﴾ (۱)۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱۳) مومنوں کو اپنے ایمان کے سبب ہدایت و کامرانی نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور آپ سے پہلے کے انبیاء پر نازل کردہ احکام پر مومنوں کے ایمان، ایمان بالغیب، نماز کی اقامت اور زکاۃ کی ادائیگی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿أولئک علی هدی من ربهم وأولئک هم المفلحون﴾ (۲)۔

یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر (گامزن) ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

چنانچہ یہی مکمل ہدایت و کامرانی ہے، کامل و مکمل ایمان کے بغیر ہدایت و کامیابی کی کوئی تمثیل نہیں۔

(۱۴) پندو نصائح سے استفادہ ایمان کے ثمرات میں سے ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وذکر فإن الذکری تنفع المؤمنین﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الحدید: ۲۸، نیز دیکھئے سورۃ الانفال: ۲۹۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۵۔

(۳) سورۃ الذاریات: ۵۵۔

اور آپ نصیحت فرمایئے کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

یہ اس لئے کہ ایمان صاحب ایمان کو علمی و عملی طور پر حق کی پابندی اور اس کی اتباع پر آمادہ کرتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے پاس تلخ بخش نصائح کے حصول کا عظیم آلہ اور پوری تیاری ہوتی ہے اور حق کی قبولیت اور اس پر عمل سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

(۱۵) ایمان صاحب ایمان کو خوشی میں شکر گزاری، پریشانی میں صبر اور اپنے تمام اوقات میں خیر و بھلائی حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتاب من قبل أن نبرأها إن ذلك على الله يسير لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما آتاكم والله لا يحب كل مختال فخور﴾ (۱)۔

نہیں جو کوئی مصیبت دنیا میں یا (خاص) تمہاری جان میں پہنچتی ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے بلاشبہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے لئے (نہایت) آسان ہے۔ تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو اور نہ عطا کردہ کسی چیز پر اتراؤ اور اللہ تعالیٰ اترانے فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ما أصاب من مصيبة إلا بإذن الله ومن يؤمن بالله يهد قلبه﴾ (۲)۔

جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوا کرتی ہے، اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔

اگر ایمان کے ثمرات میں سے صرف یہی ہوتا کہ ایمان صاحب ایمان کو مصائب و مشکلات میں جن سے ہر ایک دوچار ہوتا ہے تسلی دیتا ہے تو بھی کافی تھا، جب کہ ایمان و یقین سے تحریف یافتہ (بذات خود)

---

(۱) سورۃ الحدید: ۲۲-۲۳۔

(۲) سورۃ التغابن: ۱۱۔

مصائب میں تسلی کا عظیم ترین سبب ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"عجباً لأمر المؤمن إن أمره كله خير، وليس ذلك لأحد إلا للمؤمن: إن أصابته سراء شكر، فكان خيراً له، وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له" (۱)۔

مؤمن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اس کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے، اور یہ شرف صرف مؤمن ہی کو حاصل ہے اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور وہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور وہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

صبر و شکر تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہیں، مؤمن اپنے تمام اوقات میں بھلائیوں کو غنیمت جانتا ہے اور ہر حالت میں فائدہ اٹھاتا ہے، نعمت و خوشحالی کے حصول پر اسے بیک وقت دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: محبوب و پسندیدہ امر کے حصول کی نعمت، اور اس سے بڑھ کر اس پر شکر گزاری کی توفیق کی نعمت، اور اس طرح اس پر نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے، اور پریشانی سے دوچار ہونے پر اسے بیک وقت تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: گناہوں کے کفارہ کی نعمت، اس سے بڑھ کر مرتبہ صبر کے حصول کی نعمت، اور اس پر پریشانی کے آسان اور سہل ہونے کی نعمت، کیونکہ جب اسے اجر و ثواب کے حصول کی معرفت اور صبر کی مشق ہوگی تو اس پر مصیبت آسان اور سہل ہو جائے گی (۲)۔

(۱۶) سچا ایمان شک و شبہ ختم کر دیتا ہے اور ان تمام شکوک کی جڑ کاٹ دیتا ہے جو بہت سے لوگوں کو لاحق ہو کر انہیں دین کے اعتبار سے نقصان پہنچاتے ہیں، جن وانس کے شیاطین اور برائی کا حکم دینے والے نفوس کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کی بیماریوں کا سچے ایمان کے سوا کوئی علاج نہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إنما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا﴾ (۳)۔

بیشک (سچے حقیقی) مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور پھر شک میں مبتلا

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن امره كله خير، ۴/ ۲۲۹۵، حدیث نمبر (۲۹۹۹)۔

(۲) دیکھئے: توضیح البیان لثمرات القرآن للسعدی، ص: ۸۹۔

(۳) سورۃ الحجرات: ۱۵۔

شروع ہوئے۔

ان وسوسوں کا علاج (مندرجہ ذیل) چار چیزیں ہیں:

۱- ان شیطانی وسوسوں سے بازر ہنا۔

۲- ان وسوسوں کے ڈالنے والے یعنی شیطان کے شر سے (اللہ کی) پناہ مانگنا۔

۳- ایمانی عصمت (دعاء) سے بچاؤ کرنا، چنانچہ جب کہے: "آمنت باللہ" میں اللہ پر ایمان لایا۔

۴- ان وسوسوں کے بارے میں زیادہ سوچنے سے بازر ہنا(۱)۔

(۱۷) اللہ عزوجل پر ایمان خوشی وغم، خوف وامن، اطاعت وفرمانی اور ان کے علاوہ ان سارے امور میں جو ہر شخص کو لاحق پیش آتے ہیں، سومنوں کا ماوی وملجا ہے، چنانچہ وہ خوشی ومسرت کے وقت ایمان ہی کی طرف رجوع کرتے (پناہ لیتے) ہیں، چنانچہ وہ اللہ کی حمد کرتے اور اس کی ثنا بیان کرتے ہیں اور نعمتوں کو اللہ کے محبوب کاموں میں استعمال کرتے ہیں، اسی طرح پریشانیوں، دشواریوں اور ہموم وغموم کے وقت مختلف انداز میں ایمان کی طرف رجوع کرتے (پناہ لیتے) ہیں، اپنے ایمان اور اس کی حلاوت ومٹھاس نیز اس پر مرتب ہونے والے اجر وثواب سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور رنج وملال اور قلق واضطراب کا مقابلہ دل کے سکون اور رنج وغم کو کافور کرنے والی پاکیزہ زندگی کی طرف رجوع کر کے کرتے ہیں، اور خوف کے وقت بھی ایمان ہی کی طرف رجوع کرتے اور اس سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، اور اس سے ان کے ایمان، ثابت قدمی، قوت اور بہادری میں اضافہ ہوتا ہے اور لاحق ہونے والا خوف جاتا رہتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم إيماناً وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل، فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذو فضل عظيم﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: اخوتیجی (دلیان بحر) الایمان للمقدسی ص ۸۳۔

(۲) سورۂ آل عمران: ۳/۱۷۳-۱۷۴۔

وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ) یہ اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ لوٹے انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضامندی کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

(۱۸) سچا ایمان بندے کو ہلاکت انگیز چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا:

"لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن"(۱)۔

زنا کار زنا کاری کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا، چور چوری کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا، شرابی شراب پینے کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا۔

اور جس شخص سے یہ ساری چیزیں صادر ہوتی ہیں وہ اس کے ایمان کی کمزوری، نور ایمانی کے فقدان اور اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کے ختم ہو جانے کا سبب ہوتی ہیں، یہ بات معروف اور مشاہدہ میں ہے۔ صحیح سچا ایمان اللہ سے شرم و حیا، اس کی محبت، اس کے ثواب کی قوی امید، اس کے عذاب کا خوف اور نور ایمانی کے حصول کی خواہش سے معمور ہوتا ہے، اور یہ ساری چیزیں صاحب ایمان کو ہر طرح کی بھلائی کا حکم دیتی ہیں اور ہر قسم کی برائی سے منع کرتی ہیں۔

(۱۹) مخلوق میں سب بہتر لوگ دو قسم کے ہیں، اور وہ اہل ایمان ہی ہیں، چنانچہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مثل المؤمن الذي يقرأ القرآن مثل الأترجة ريحها طيب وطعمها طيب، ومثل المؤمن الذي لا يقرأ القرآن مثل التمرة لا ريح لها وطعمها حلو، ومثل المنافق الذي

---

(۱) متفق علیہ۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب النہبی بغیر اذن صاحبہ ۲/۸۶۷، حدیث نمبر (۲۴۷۵) صحیح مسلم (الفاظ مسلم کے ہیں) کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ۱/۷۶، حدیث نمبر (۵۷)۔

یقرأ القرآن مثل الریحانة ریحها طیب وطعمها مر، ومثل المنافق الذي لا یقرأ القرآن کمثل الحنظلة لیس لها ریح وطعمها مر"(۱)۔

قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال اس نارنگی کی ہے جو خوشبودار ہوتی ہے اور اس کا مزہ بھی عمدہ ہوتا ہے، اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال اس کھجور کی ہے جس میں خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن اس کا مزہ شیریں ہوتا ہے، اور قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال اس ریحانہ (ایک قسم کا پھول) کی طرح ہے جو خوشبودار ہوتا ہے مگر اس کا مزہ تلخ ہوتا ہے، اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال اس اندرائن کی طرح ہے جس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

چنانچہ لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ جو بذات خود اچھے ہیں، اور ان کی اچھائی دوسروں تک پہنچتی ہے، یہ سب سے بہتر قسم کے لوگ ہیں۔

چنانچہ یہ قرآن پڑھنے والا اور دینی علوم کی معرفت حاصل کرنے والا مومن خود اپنی ذات کے لئے بھی مفید ہے اور دوسروں کے لئے بھی نفع بخش ہے، ایسا شخص بابرکت ہے جہاں کہیں بھی ہو۔

دوسری قسم: جو بذات خود اچھا اور بھلائی والا ہے، یہ وہ مومن شخص ہے جس کے پاس اتنا علم نہیں جس کا فائدہ غیروں کو بھی عام ہو۔

یہ (مذکورہ) دونوں قسموں کے لوگ مخلوق کے سب سے بہتر لوگ ہیں، اور ان میں ودیعت کردہ خیر و بھلائی مومنوں کے حالات کے اعتبار سے خود ان کے لئے محدود ہوتی ہے یا دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

تیسری قسم: وہ جو خیر و بھلائی سے محروم ہے، لیکن اس کا نقصان غیروں تک نہیں پہنچتا ہے۔

چوتھی قسم: جو خود اپنی ذات کے لئے اور دوسروں کے لئے بھی نقصان دہ ہے، یہ سب سے بدترین قسم کے لوگ ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضیلۃ حافظ القرآن (۱/۵۴۹، رقم الحدیث: ۷۹۷)۔

چنانچہ ساری خیر و بھلائی کا مرجع ایمان اور اس سے متعلق امور ہیں، اور ساری شر و برائی کا مرجع ایمان کا فقدان اور اس کی ضد (بے ایمانی) کے وصف سے متصف ہونا ہے(۱)۔

(۲۰) ایمان زمین میں خلافت (جانشینی) عطا کرتا ہے، ارشاد ہے:

﴿وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم أمناً يعبدونني لا يشركون بي شيئاً ومن كفر بعد ذلك فأولئك هم الفاسقون﴾ (۲)۔

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ متحکم کر کے جمادے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے، اور جو لوگ اس کے بعد کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

(۲۱) ایمان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وكان حقاً علينا نصر المؤمنين﴾ (۳)۔

اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا حق (لازم) ہے۔

(۲۲) ایمان بندے کو عزت (غلبہ و سربلندی) عطا کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون﴾ (۴)۔

عزت صرف اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور مومنوں ہی کے لئے لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔

---

(۱) دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان لابن سعدی ص ۹۳-۹۰۔

(۲) سورۃ النور: ۵۵۔

(۳) سورۃ الروم: ۴۷۔

(۴) سورۃ المنافقون: ۸۔

(۳۳) ایمان اہل ایمان پر دشمنوں کے غلبہ و تسلط کو روکتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً﴾ (۱)۔

اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز راہ (غلبہ و تسلط) نہ دے گا۔

(۳۴) مکمل امن وسکون اور ہدایت یابی:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم أولئك لهم الأمن وهم مهتدون﴾ (۲)۔

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ گڈمڈ نہیں کیا ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر گامزن ہیں۔

(۳۵) مومنوں کی کدوکاوش کی حفاظت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات إنا لا نضيع أجر من أحسن عملاً﴾ (۳)۔

بیشک جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال انجام دیں تو ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا اجر وثواب ضائع نہیں کرتے۔

(۳۶) مومنوں کے ایمان میں زیادتی اور اضافہ:

ارشاد باری ہے:

﴿وإذا ما أنزلت سورة فمنهم من يقول أيكم زادته هذه إيماناً فأما الذين آمنوا فزادتهم إيماناً وهم يستبشرون﴾ (۴)۔

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت سے تم میں سے کس

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۴۱۔

(۲) سورۃ الانعام: ۸۲۔

(۳) سورۃ الکہف: ۳۰۔

(۴) سورۃ التوبہ: ۱۲۴۔

کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے تو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

(۲۷) مومنوں کی نجات:

اللہ عزوجل نے یونس علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)۔

تو ہم نے ان کی پکار سن لی، اور انہیں غم سے نجات دے دی، اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

(۲۸) اہل ایمان کے لئے اجر عظیم:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وسوف يؤتي الله المؤمنين أجراً عظيماً﴾ (۲)۔

اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔

(۲۹) مومنوں کے لئے اللہ کی (خاص) معیت:

یہ خاص معیت ہے، یعنی توفیق، الہام اور درست راہ پر ثابت رکھنے کی معیت، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وأن الله مع المؤمنين﴾ (۳)۔

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔

(۳۰) اہل ایمان خوف وملال سے امن میں ہوں گے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فمن آمن وأصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ الانبیاء: ۸۸۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۴۶۔

(۳) سورۃ الانفال: ۱۹۔

(۴) سورۃ الانعام: ۴۸۔

تو جو ایمان لائے اور اصلاح کرے ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(۳۱) بڑا اجر وثواب:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وبشر المؤمنين الذين يعملون الصالحات أن لهم أجراً كبيراً﴾ (۱)۔

اور نیک اعمال کرنے والوں کو اس بات کی بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

(۳۲) کبھی نہ ختم ہونے والا اجر وثواب:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات لهم أجر غير ممنون﴾ (۲)۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

(۳۳) قرآن کریم مومنوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے (۳) اور شفاء ورحمت ہے (۴) نیز ذریعۂ ہدایت اور شفا ہے (۵)۔

(۳۴) اہل ایمان کے لئے اللہ کے یہاں بلند درجات، بخشش اور باعزت روزی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم﴾ (۶)۔

ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجات، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

چوتھا مسلک: ایمان کی شاخیں:

ایمان کی بہت زیادہ شاخیں ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان جب تنہا ذکر ہو تو پورے دین اسلام کو

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۹۔

(۲) سورۃ فصلت: ۸

(۳) دیکھئے سورۃ یونس: ۵۷۔

(۴) دیکھئے سورۃ الاسراء: ۸۲

(۵) دیکھئے سورۃ فصلت: ۴۴۔

(۶) سورۃ الانفال: ۴۔

شامل ہوگا، نبی کریم ﷺ نے ایمان کی شاخیں اجمالی اور تفصیلی طور پر بیان فرمائی ہیں، اجمالی بیان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الإيمان بضع وسبعون شعبة، والحياء شعبة من الإيمان".

ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"الإيمان بضع وسبعون، أو بضع وستون شعبة: فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان" (۱)۔

ایمان کی ستر سے زیادہ یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے کمتر درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

امام ابو بکر نیقی رحمہ اللہ نے ایمان کی شاخوں میں سے ستر (۷۰) شاخیں ذکر فرمائی ہیں (۲)، یہ شاخیں مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ عزوجل پر ایمان۔

۲- انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان۔

۳- فرشتوں پر ایمان۔

۴- قرآن کریم اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان۔

۵- تقدیر پر ایمان کہ بھلی بری تقدیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

۶- یوم آخرت پر ایمان۔

۷- مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان۔

---

(۱) متفق علیہ (الفاظ صحیح مسلم کے ہیں) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، (۱/۱۲، حدیث نمبر: (۹)) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، وافضلها وادناها وفضیلۃ الحیاء وکونہ من الایمان، (۱/۶۳، حدیث نمبر: (۳۵))۔

(۲) امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف میں ذکر کیا ہے اور اپنی سند سے روایت کرکے احادیث سے ان کی دلیل بھی شرح فرمائی ہے۔

۸- لوگوں کے اپنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد موقف میں اکٹھا کیے جانے پر ایمان۔

۹- اس بات پر ایمان کہ مومنوں کا ٹھکانہ جنت اور کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۱۰- اللہ عزوجل کی محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔

۱۱- اللہ عزوجل سے خوف کھانے کے وجوب پر ایمان (۱)۔

۱۲- اللہ عزوجل سے امید رکھنے کے وجوب پر ایمان۔

۱۳- اللہ عزوجل پر اعتماد و توکل کرنے کے وجوب پر ایمان۔

۱۴- نبی کریم ﷺ سے محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔

۱۵- نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور احترام کے واجب ہونے پر ایمان۔

۱۶- آدمی کا اپنے دین سے اس قدر محبت کرنا کہ جہنم میں ڈالا جانا اس کے نزدیک کفر کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو۔

۱۷- طلب علم: یعنی دلائل کی روشنی میں اللہ عزوجل، اس کے دین اور اس کے نبی ﷺ کی معرفت کا حصول۔

۱۸- علم کی نشر و اشاعت اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینا۔

۱۹- قرآن کریم سیکھ کر، دوسروں کو سکھا کر، اس کے حدود و احکام کی حفاظت کر کے، اس کے حلال و حرام کی معرفت حاصل کر کے، اس کے متعلقین کی عزت و تکریم کر کے نیز اس کو حفظ کر کے اس کی تعظیم کرنا (۲)۔

۲۰- طہارت و پاکی اور وضو کی پابندی کرنا۔

۲۱- پنجوقتہ نمازوں کی پابندی کرنا۔

۲۲- زکاۃ ادا کرنا۔

۲۳- فرض اور نفل روزے رکھنا۔

---

(۱) یہ بیہقی (شعب الایمان) اور ابن تیمیہ کی پہلی جلد میں ہیں، ۱/۱۰۳، ۱۰۴، ۳۹۳۔

(۲) یہ بیہقی (۱۹۷۱) شعب الایمان کی دوسری جلد میں ہیں، ۲/۴۲۳، ۴۲۴۔

۲۴- اعتکاف کرنا۔

۲۵- حج یا عمرہ کا حج کرنا (۱)۔

۲۶- اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔

۲۷- اللہ عزوجل کی راہ میں مرابطہ (سازوسامان اور ہتھیار لے کر اسلامی حدود کی نگرانی کرنا)۔

۲۸- دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنا اور میدان جنگ سے نہ بھاگنا۔

۲۹- مال غنیمت حاصل کرنے والوں کو اپنے امام یا اس کے نائب کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔

۳۰- اللہ عزوجل سے تقرب کی خاطر غلام آزاد کرنا۔

۳۱- جنایات (جرائم) پر واجب ہونے والے کفاروں کی ادائیگی جو کتاب وسنت میں چار ہیں: قتل کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، قسم کا کفارہ اور ماہ رمضان (کے دن) میں بیوی سے ہمبستری کرنے کا کفارہ۔

۳۲- معاملات (عہد وپیمان) کو پورا کرنا۔

۳۳- اللہ عزوجل کی نعمتوں کا شمار اور اس پر واجب شکر گزاری۔

۳۴- غیر ضروری (لایعنی) چیزوں سے زبان کی حفاظت کرنا۔

۳۵- اماتوں کی حفاظت اور انہیں ان کے مستحقین کو ادا کرنا۔

۳۶- کسی جان کے قتل اور اس پر ظلم کرنے کو حرام جاننا۔

۳۷- شرمگاہوں کی حفاظت اور ان میں لاعلم حفظ وعصمت اختیار کرنا۔

۳۸- حرام اموال سے ہاتھ روک لینا، اور اس میں چوری، رہزنی، رشوت خوری اور شرعاً ناجائز مال کمانے کی حرمت وغیرہ شامل ہے (۲)۔

۳۹- کھانے پینے میں احتیاط کا واجب ہونا اور کھانے پینے کی ناجائز اشیاء سے اجتناب۔

۴۰- حرام اور مکروہ لباس، وضع قطع اور حرام کردہ برتنوں سے اجتناب کرنا۔

---

(۱) یہ فضائل (۱۰/۱۵۵) شعب الایمان بیہقی کی تیسری جلد میں ہیں (۳/۴۳۱ تا ۴۹۶)۔

(۲) یہ فضائل (۲۰/۳۹۸) شعب الایمان بیہقی کی چوتھی جلد میں ہیں (۴/۳۳۶ تا ۳۸۸)۔

۴۱- شریعت اسلامیہ کے مخالف حیل کو اور تغریبی اشیاء کو حرام جاننا۔

۴۲- خرچ میں میانہ روی اپنانا اور باطل طریقہ سے مال کھانے کو حرام جاننا۔

۴۳- بغض وحسد سے اجتناب۔

۴۴- لوگوں کی عزت وناموس کی حرمت اور ان میں نہ پڑنے کا وجوب۔

۴۵- اللہ عزوجل کے لئے اخلاص عمل اور ریاکاری سے اجتناب۔

۴۶- نیکی پر مسرت وشادمانی اور گناہ پر رنج وغم (کا احساس)۔

۴۷- توبہ نصوح (خالص توبہ) سے ہر گناہ کا علاج کرنا۔

۴۸- تقرب الٰہی کے اعمال واجمالی طور پر یہ ہدی، قربانی اور عقیقہ ہیں (۱)۔

۴۹- اولوالامر (ائمہ، امراء اور حکام) کی اطاعت۔

۵۰- 'جماعت' کے عقیدہ ومنہج کی پابندی۔

۵۱- لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔

۵۲- بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

۵۳- نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون۔

۵۴- شرم وحیا۔

۵۵- والدین کے ساتھ حسن سلوک۔

۵۶- صلہ رحمی (رشتہ جوڑنا)۔

۵۷- حسن اخلاق۔

۵۸- غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔

۵۹- غلاموں پر ان کے آقاؤں (مالکان) کے حقوق۔

۶۰- اہل وعیال اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی۔

---

(۱) دیکھئے (۳۹۶:۳۹۵) شعب الایمان بیہقی کی پانچویں جلد میں ص ۳۸۵:۳۸۶۔

۶۱- دین داروں سے قربت، ان سے محبت اور ان سے سلام و مصافحہ کرنا۔

۶۲- سلام کا جواب دینا۔

۶۳- بیمار کی عیادت کرنا (۱)۔

۶۴- اہل قبلہ میں سے مرنے والوں پر نماز جنازہ کی ادائیگی۔

۶۵- چھینکنے والے کو جواب دینا (یعنی اس کے "الحمد للہ" کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا)۔

۶۶- کفار اور فساد یوں سے دوری اختیار کرنا اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا۔

۶۷- پڑوسی کی عزت کرنا۔

۶۸- مہمان کی عزت و تکریم۔

۶۹- گنہگاروں کی پردہ پوشی کرنا۔

۷۰- مصائب پر صبر اور جن لذتوں اور خواہشات کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہے ان سے رک جانا۔

۷۱- دنیا سے بے رغبتی اور قلت آرزو۔

۷۲- غیرت کا مظاہرہ اور بے جا غرغرہ سے پرہیز۔

۷۳- تکبر سے اجتناب۔

۷۴- سخاوت و فیاضی۔

۷۵- چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام۔

۷۶- باہمی اختلافات کی اصلاح۔

۷۷- آدمی اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اس کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جسے خود اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، اس میں راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی شامل ہے جس کی طرف (ایمان کی شاخوں والی) حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے (۲)۔

---

(۱) یہ شامل ہیں (۶۴ تا ۷۶) شعب الایمان بیہقی کی چھٹی جلد میں ہیں، ۶/۳۷ تا ۸۱۔

(۲) یہ شامل ہیں (۶۴ تا ۷۷) شعب الایمان بیہقی کی ساتویں جلد میں ہیں، ۷/۳۵ تا ۴۰۔

پانچواں مسلک: مومنوں کے اوصاف:

مومنوں کے کچھ کریمانہ اوصاف اور عظیم اعمال ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کیا ہے اور ان کی مدح وستائش فرمائی ہے، ان میں سے بطور حصر نہیں بلکہ بطور مثال چند اوصاف حسب ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وأطيعوا الله ورسوله إن كنتم مؤمنين، إنما المؤمنون الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم وإذا تليت عليهم آياته زادتهم إيماناً وعلى ربهم يتوكلون، الذين يقيمون الصلاة ومما رزقناهم ينفقون﴾ (۱)۔

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔ درحقیقت مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔ وہ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو روزی انہیں عطا کی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

ان آیات میں مومنوں کے کچھ عظیم اوصاف ظاہر ہوئے جو یہ ہیں:

۱- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔

۲- اللہ عزوجل کا خوف وخشیت اور اس کا ذکر۔

۳- قرآن کریم کی سماعت کے وقت اس میں غور وتدبر کرنے کے سبب ان کے ایمان میں اضافہ۔

۴- اسباب ووسائل اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد۔

۵- نماز کے ظاہری وباطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نفل نمازیں ادا کرنا۔

۶- واجب انفاق (اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) جیسے: زکاۃ اور کفارے، اور جن لوگوں پر خرچ کرنا واجب ہے ان پر خرچ کرنا، نیز خیر کی راہوں میں صدقہ وخیرات کرنا۔

---

(۱) سورۃ الانفال: ۲-۳۔

دوم: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله إن الله عزيز حكيم﴾(۱)۔

مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (معاون ومددگار) ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں مومنوں کے درج ذیل عظیم اوصاف ہیں:

۱- مومنوں سے محبت ودوستی اور ان کی مدد۔

۲- معروف (بھلائی) کا حکم دینا۔

معروف کا لفظ ان تمام اچھے عقائد، صالح اعمال اور فاضل اخلاق واقدار کو شامل ہے جن کی اچھائی شریعت میں معروف ہو۔

۳- منکر (برائی) سے روکنا۔

منکر ان تمام باطل عقائد، گندے اعمال اور برے اخلاق کا نام ہے جو معروف کے خلاف اور اس کے منافی ہوں۔

۴- نماز کے ظاہری وباطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نفل نمازیں ادا کرنا۔

۵- آٹھ قسم کے مستحقین زکاۃ کو زکاۃ ادا کرنا۔

۶- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور ہر حال میں اسے لازم پکڑنا۔

سوم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ التوبۃ: ۷۱۔

﴿إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعداً عليه حقاً في التوراة والإنجيل والقرآن ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم، التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله وبشر المؤمنين﴾ (۱)۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس چیز کے بدلہ خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہے، لہٰذا تم اپنے کئے کردہ سودے پر خوش ہو جاؤ اور یہ عظیم کامیابی ہے۔ وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہ حق میں سفر کرنے والے)، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ایسے مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

ان دونوں آیتوں میں مومنوں کے درج ذیل عظیم اوصاف ظاہر ہوتے ہیں:

۱- اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اس میں محنت و طاقت صرف کرنا۔

۲- تمام گناہوں سے توبہ کرنا اور ہر حال میں توبہ کا دامن تھامے رہنا۔

۳- تمام واجب و مستحب اعمال انجام دے کر اور ہر وقت تمام حرام و مکروہ اعمال سے دور رہ کر اللہ عزوجل کی عبودیت و بندگی بجالانا، کہ اس سے بندہ عابدوں کی صف میں جا پہنچتا ہے۔

۴- آسانی ہو یا پریشانی ہر حالت میں اللہ کی حمد اور اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اعتراف کر کے اس کی مدح و ثنا کرنا۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۱۱۱۔

۵- طلب علم، حج، عمرہ، جہاد، قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کے لئے سفر کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام جیسے شروع نفلی روزے رکھنا۔

۶- کوچ وبچوں والی نمازیں کثرت سے پڑھنا۔

۷- بھلائی کا حکم دینا، اس میں تمام واجب ومستحب اعمال شامل ہیں۔

۸- برائی سے منع کرنا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کردہ تمام امور داخل ہیں۔

۹- اللہ کی جانب سے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کردہ حدود تک کونسی چیزیں اوامر ونواہی اور احکام میں داخل ہیں اور کونسی نہیں داخل ہیں ان کا علم حاصل کرنا، اہل ایمان ان پر عمل کرنے اور ان سے باز رہنے کے اعتبار سے اس کا التزام کرنے والے ہیں۔

چہارم: اللہ جل ثناءہ کا ارشاد ہے:

﴿قد أفلح المؤمنون، الذين هم في صلاتهم خاشعون، والذين هم عن اللغو معرضون، والذين هم للزكاة فاعلون، والذين هم لفروجهم حافظون، إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين، فمن ابتغى وراء ذلك فأولئك هم العادون، والذين هم لأماناتهم وعهدهم راعون، والذين هم على صلواتهم يحافظون، أولئك هم الوارثون، الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون﴾ (۱)۔

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ چیزوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کہ یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا اور کچھ چاہیں وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

(۱) سورۃ المؤمنون: ۱-۱۱۔

ان آیتوں میں مومنوں کے حسب ذیل اوصاف ہیں:

۱- نماز میں خشوع وخضوع اور اللہ عزوجل کے سامنے دل کے ساتھ حاضری۔

۲- لایعنی اور فضول چیزوں سے اجتناب، کیونکہ ان سے اعراض کرنے والا حرام چیزوں سے بدرجۂ اولی اجتناب کرے گا۔

۳- مالوں کی زکاۃ کی ادائیگی، اور برے اخلاق سے اجتناب کر کے نفس کو اخلاق رذیلہ سے صاف ستھرا کرنا۔

۴- شرمگاہوں کو زنا کاری سے محفوظ رکھنا نیز زنا کاری کے اسباب جیسے نظر (دیکھنا) تنہائی اور چھونے وغیرہ سے اجتناب کرنا۔

۵- امانتوں کی حفاظت کرنا خواہ وہ اللہ کے حقوق سے متعلق ہوں یا بندوں کے حقوق سے، آیت کریمہ دونوں کو عام ہے۔

۶- بندے اور اللہ کے درمیان نیز بندے اور انسانوں کے درمیان کئے گئے وعدوں اور عہد وپیمان کی حفاظت کرنا۔

۷- تمام ارکان شروط اور واجبات ومستحبات کے ساتھ نماز کی پابندی کرنا۔

اللہ کی کتاب قرآن کریم میں ان کے علاوہ مومنوں کے اور بھی اوصاف موجود ہیں۔

میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو ان اوصاف کریمانہ سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا مطلب: نفاق کی تاریکیاں

پہلا مسلک: نفاق کا مفہوم:

اول: نفاق کا لغوی و شرعی مفہوم:

نفاق کا لغوی مفہوم: "نفق" زمین کے سرنگ کو کہتے ہیں جس میں دوسری جگہ سے دگاف ہو" تہذیب اللغہ" میں ہے کہ جس میں دوسری جگہ سے نکلنے کا راستہ ہو۔

اور "نفقہ" اور "نافقاء" گوہ اور جنگلی چوہے کے بل کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ "نفقہ" اور "نافقاء" جنگلی چوہے کے بل میں ایک جگہ ہوتی ہے جسے وہ نرم کرتا ہے، چنانچہ جب بل کے ایک سوراخ سے کوئی اس کی جانب آتا ہے تو وہ بل کی دوسری جانب نرم حصہ کو اپنے سر سے مار کر باہر نکل جاتا ہے، اور "نفق الیربوع" (نفق زبر کے ساتھ) و "انفق ونفق" کا معنی ہے کہ جنگلی چوہا اپنی جگہ سے نکل گیا، اور "نفق الیربوع نفوقاً و نافق" کے معنی اپنے "نافقاء" (سوراخ) میں داخل ہونے کے ہیں۔

دین اسلام میں مخالفت کرنے والے کے معنی میں مستعمل لفظ "منافق" اسی سے مشتق ہے، اور "نفاق" (ن کے کسرہ کے ساتھ) منافق کے عمل کو کہتے ہیں۔ نفاق کے معنی ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونے اور دوسری طرف سے اس سے نکل جانے کے ہیں (۱)۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لتتبعن سنن الذين من قبلكم، شبراً بشبر، وذراعاً بذراع، حتى لو دخلوا في جحر ضب لاتبعتموهم" قلنا: يارسول الله، اليهود والنصارى؟ قال: "فمن؟" (۲)۔

---

(۱) الفرق بين الفرق وما معه، تأليف الشيخ عبد الرحمن الدوسري ص: ۱۰۵، ۱۰۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارى، ۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر (۲۶۶۹)۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کرو گے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم اس میں بھی داخل ہو گے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہود و نصاریٰ کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اور کس کی؟''۔

نفاق کا شرعی مفہوم:

جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''نفاق کے معنی خیر ظاہر کرنے اور شر چھپانے کے ہیں، اور اس کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) نفاق اعتقادی: اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔

(۲) نفاق عملی: یہ بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ابن جریج فرماتے ہیں: ''منافق کے گفتار و کردار ظاہر و باطن، مدخل و مخرج اور حاضر و غائب میں تضاد ہوا کرتا ہے''(۱)۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

۱- نفاق اکبر: جو منافق کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

۲- نفاق اصغر: جو اسے ملت سے خارج نہیں کرتا(۲)۔

دوم: زندیق کا مفہوم:

''زندیق'' (زا کے کسرہ کے ساتھ) فرقہ ثنویہ کے فرد یا نور و ظلمت کے قائل یا ربوبیت اور یوم آخرت کے منکر یا کفر چھپانے اور ایمان ظاہر کرنے والے کو کہتے ہیں(۳)۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۷۸، آیت کریمہ: ﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾ [سورۃ البقرۃ: ۸] کی تفسیر میں، نیز دیکھئے تفسیر ابن جریر طبری ۱/ ۲۶۲، ۲۶۳۔

(۲) دیکھئے فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ ۱/ ۱۳۲، ۱۳۳۔

(۳) القاموس المحیط، فصل ۱، باب الزاء، ص ۱۱۵۱۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں "فقہاء کی اصطلاح میں زندیق نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے منافق کو کہتے ہیں، وہ اس طرح کہ اسلام ظاہر کرے اور اسلام کے علاوہ کچھ (اور) چھپائے رکھے، چاہے کوئی دین چھپائے جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہم کا دین، یا وہ منافق معطل (صفات الٰہی کا منکر) اور خالق کائنات، آخرت اور اعمال صالحہ کا منکر ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ: زندیق صانع (خالق) اور صفات الٰہی کے منکر (معطل) کو کہتے ہیں، یہ نام (تعریف) بہت سے اہل کلام، عوام اور لوگوں کی باتیں نقل کرنے والوں کی اصطلاح میں ہے، لیکن وہ زندیق جس کے حکم کے سلسلہ میں فقہاء گفتگو کرتے ہیں وہ اول الذکر تعریف ہے، کیونکہ ان کا مقصود کافر و غیر کافر، مرتد و غیر مرتد اور اس کے ظاہر کرنے یا چھپانے والے کے درمیان فرق کرنا ہوتا ہے، اور اس حکم میں کفار و مرتدین کی تمام قسمیں خواہ کفر و ارتداد میں ان کے درجات مختلف ہی کیوں نہ ہوں شامل ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے جس طرح زیادتی ایمان کی خبر دی ہے اسی طرح زیادتی کفر کی بھی خبر دی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد ہے:

﴿إنما النسيء زيادة في الكفر﴾ (۱)۔

مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے۔

اسی طرح نماز یا اس کے علاوہ دیگر ارکان کا تارک یا کبیرہ گناہوں کے مرتکبین (بھی) اسی حکم میں شامل ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل نے آخرت میں بعض کافروں کے بمقابل بعض کو زیادہ عذاب دینے کی خبر دی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدناهم عذاباً فوق العذاب﴾ (۲)۔

جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے۔

یہ اس باب میں ایک بڑا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے، جس کی معرفت "ایمان و کفر کے مسائل" میں گفتگو کرنے والے بہت سے لوگوں نے اس باب کو مدنظر نہیں رکھا اور نہ ہی ظاہری و باطنی حکم کے درمیان کی

(۱) سورۃ التوبہ: ۳۷۔
(۲) سورۃ النحل: ۸۸۔

جب کہ ظاہری و باطنی حکم کے درمیان فرق متواتر نصوص اور معروف اجماع کے ذریعہ ثابت ہے، (یہی نہیں) بلکہ یہ چیز دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے، جو شخص اس میں غور کرے گا اسے اس بات کا علم ہو جائے گا کہ اہل اہواء و بدعات میں بہت سارے لوگ کبھی (من حیث الخطأ) اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے جاہل و بے علم ہوتے ہیں، اور کبھی (واقعی) باطن کے خلاف ظاہر کرنے والے منافق اور زندیق ہوتے ہیں (۱)۔

دوسرا مسلک: نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں ہیں، ایک نفاق اکبر اور دوسرا (اصل) نفاق سے کم تر نفاق، یا وہ نفاق جو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا وہ جو ملت سے خارج نہیں کرتا (۲)۔

اول: نفاق اکبر (یا انفاق):

وہ یہ ہے کہ انسان اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان ظاہر کرے لیکن ان تمام یا ان میں سے بعض عقائد کی مخالفت دل میں چھپائے رکھے۔

یہی وہ نفاق ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پایا جاتا تھا، انہی منافقین کی مذمت اور تکفیر کے سلسلہ میں قرآن نازل ہوا اور اس بات کی خبر دی کہ یہ (منافقین) جہنم کی سب سے آخری (نچلی) تہ میں ہوں گے (۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نفاق اکبر کی بعض صورتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: "ایک نفاق نفاق اکبر ہے جس کا مرتکب جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوگا، جیسے عبداللہ بن ابی وغیرہ کا نفاق، اور وہ نفاق یہ ہے کہ کھلے طور پر رسول اللہ ﷺ کو جھٹلائے یا آپ کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصہ کا انکار کرے یا

---

(۱) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۷/ ۲۰۱۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم: ۱/ ۳۳۲، ۳۳۹۔

(۳) جامع العلوم والحکم لابن رجب: ۱/ ۲۸۰، نیز دیکھئے: صفات المنافقین لابن القیم ص: ۴۔

آپ سے بغض رکھے یا آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھے یا آپ کے دین کی پستی سے خوش ہو یا آپ کے دین کا غلبہ اسے نہ بھائے اور اسی طرح کے دیگر امور جن کا مرتکب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہی قرار پاتا ہے۔

یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود تھی اور آپ کے بعد بھی باقی رہی، بلکہ آپ ﷺ کے بعد یہ چیز آپ کے عہد مسعود کی بہ نسبت کہیں زیادہ پائی گئی (۱)۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "... رہا نفاق اعتقادی تو اس کی چھ قسمیں ہیں: رسول اللہ ﷺ کی تکذیب، یا رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب، یا رسول اللہ ﷺ سے بغض و نفرت، یا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے نفرت، یا رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی، یا رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت محسوس کرنا، چنانچہ ان چھ قسموں (میں سے کسی ایک) کا مرتکب جہنم کی سب سے نچلی تہ والوں میں سے ہوگا (۲)۔

ان دونوں اماموں (ابن تیمیہ و محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ) کی ذکر کردہ تفصیلات سے نفاق اکبر کی درج ذیل قسمیں یا نشانیاں معلوم ہوئیں:

۱- رسول اللہ ﷺ کی تکذیب۔

۲- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب۔

۳- رسول اللہ ﷺ سے بغض و نفرت۔

۴- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے نفرت۔

۵- رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی۔

۶- رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت و ناپسندیدگی۔

۷- رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان میں آپ کی تصدیق کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ

---

(۱) مجموع فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۲۸/۳۳۲۔

(۲) مجموعہ التوحید از امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ و شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ۔

رکھنا۔

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان میں آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھنا۔

ان کے علاوہ وہ سارے اعمال جن کے ملت اسلام سے خارج کرنے والے نفاق اکبر ہونے پر کتاب و سنت دلالت کرتے ہیں (۱)۔

دوم: نفاق اصغر (چھوٹا نفاق):

یہ عملی نفاق ہے، وہ اس طرح سے کہ کوئی انسان علانیہ (سامنے) نیکی ظاہر کرے اور اس کے خلاف پوشیدہ رکھے، اس نفاق کی اصل حضرات عبداللہ بن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیث کی طرف لوٹتی ہے، اس نفاق کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) اگر کسی سے کوئی بات کہے جس کی وہ تصدیق کرلے جب کہ وہ اس سے جھوٹ کہہ رہا ہو۔

(۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ یہ کہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی نہ ہو، یہ وعدہ خلافی کی بدترین قسم ہے، اور اگر یہ کہے کہ میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا جب کہ اس کی نیت نہ کرنے کی ہو تو امام اوزاعی کے قول کے مطابق (بیک وقت) جھوٹ اور وعدہ خلافی دونوں ہوگی۔

ب۔ یہ کہ وعدہ کرے اور اس کی نیت (ابتداءً) وعدہ پورا کرنے کی ہو پھر کسی وجہ سے بلا کسی عذر کے وعدہ خلافی کر جائے۔

(۳) جب جھگڑا کرے تو بیہودہ گوئی سے کام لے، یعنی قصداً حق سے نکل جائے یہاں تک کہ حق باطل اور باطل حق ہو جائے، یہ دروغ گوئی پر آمادہ کرنے والی شے ہے۔

(۴) جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے اور عہد پورا نہ کرے، خواہ مسلمانوں سے ہو یا غیر مسلموں سے، دھوکہ ہر عہد و پیمان میں حرام ہے اگرچہ معاہد (جس فریق کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے) کافر ہی کیوں نہ ہو۔

(۱) دیکھئے: توضیح الاسلام فی عقائد و ضوابط التکفیر، تالیف: ڈاکٹر محمد بن عبداللہ الدوسری ۲/۱۲۰۔

(۵) امانت میں خیانت، چنانچہ جب مسلمان کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی جائے تو اس پر اس کی ادائیگی واجب ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نفاق اصغر مکمل طور پر ظاہر و باطن دل و زبان اور دخول و خروج کے اختلاف پر مبنی ہے، اسی لئے سلف کی ایک جماعت نے کہا ہے: "نفاق کا خشوع یہ ہے کہ تم دیکھو کہ جسم سے تو خشوع کا اظہار ہو رہا ہے لیکن دل خشوع سے خالی ہے"(۱)۔

یہ نفاق دین اسلام سے خارج نہیں کرتا بلکہ یہ (اصل) نفاق سے کمتر نفاق ہے، کیونکہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا وعد أخلف، وإذا خاصم فجر"(۲)۔

چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں گی وہ خالص (پکا) منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ گوئی کرے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان"(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع العلوم والحکم لابن رجب ۲/۳۹۰-۳۹۵۔ جس نے مواضع کی کما حقہ وضاحت کی ہے اور یہ بہت مفید ہے اور کہا ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاق اکبر اور نفاق اصغر، مزید دیکھئے: مجموعہ الفتاویٰ ابن عثیمین۔

(۲) متفق علیہ: بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق (۱/۱۹ حدیث نمبر ۳۴) مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق (۱/۷۸ حدیث نمبر ۵۸)۔

(۳) متفق علیہ: بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق (۱/۱۹ حدیث نمبر ۳۳) مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق (۱/۷۸ حدیث نمبر ۵۹)۔

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

سوم: نفاق اکبر اور نفاق اصغر کے درمیان فرق:

(۱) نفاق اکبر ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے جب کہ نفاق اصغر ملت سے خارج نہیں کرتا (۱)۔

(۲) نفاق اکبر سارے اعمال کو اکارت کر دیتا ہے۔

(۳) نفاق اکبر عقیدہ میں ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے اور نفاق اصغر عقیدہ کے علاوہ صرف اعمال میں ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے (۲)۔

(۴) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مر جائے تو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔

(۵) نفاق اکبر کا صدور کسی مومن سے نہیں ہو سکتا، رہا نفاق اصغر تو وہ بسا اوقات مومن سے بھی صادر ہو سکتا ہے۔

(۶) نفاق اکبر کا مرتکب عام طور پر توبہ نہیں کرتا (۳)۔

اور اگر توبہ کر بھی لے تو حاکم وقت کے پاس اس کی ظاہری توبہ (کی قبولیت) کے سلسلہ میں اختلاف ہے کیونکہ اس توبہ کی حقیقت غیر معلوم ہے اس لئے کہ یہ لوگ ہمیشہ اسلام ظاہر کرتے ہیں (۴)۔

تیسرا مسلک: منافقین کے اوصاف:

منافقین کے اوصاف بہت زیادہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں اور نبی کریم ﷺ نے (اپنی احادیث میں) بیان فرمایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے منافقین کے اوصاف ذکر کر دینے میں بڑے عظیم فوائد مضمر ہیں، چند فوائد درج ذیل ہیں:

---

(۱) دیکھئے: کتاب الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح فی القرآن ص ۱۸۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق ص ۱۸۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق ص ۱۹۔

(۴) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۸/ ۳۳۴۔

۱- مومنوں پر اللہ عزوجل کی نعمت کہ اللہ نے انہیں منافقین کے احوال و اوصاف سے آگاہ فرمایا تا کہ وہ ان سے دور رہیں۔

۲- مومنوں کو منافقوں کی ڈگر پر چلنے پر جھڑکی اور ان کے اوصاف اپنانے پر زجر و توبیخ۔

۳- مومنوں کو اللہ کے ساتھ سچائی کی ترغیب، ان کے باطن کی صفائی، اور ان کے چہروں کو اللہ کی طرف پھیرنا۔

منافقین کے اوصاف بہت زیادہ ہیں: چند اوصاف بطور مثال حسب ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين، يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلا أنفسهم وما يشعرون، في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً ولهم عذاب أليم بما كانوا يكذبون، وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحون، ألا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون، وإذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا أنؤمن كما آمن السفهاء ألا إنهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون، وإذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا وإذا خلوا إلى شياطينهم قالوا إنا معكم إنما نحن مستهزءون، الله يستهزئ بهم ويمدهم في طغيانهم يعمهون، أولئك الذين اشتروا الضلالة بالهدى فما ربحت تجارتهم وما كانوا مهتدين، مثلهم كمثل الذي استوقد ناراً فلما أضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم في ظلمات لا يبصرون، صم بكم عمي فهم لا يرجعون، أو كصيب من السماء فيه ظلمات ورعد وبرق يجعلون أصابعهم في آذانهم من الصواعق حذر الموت والله محيط بالكافرين، يكاد البرق يخطف أبصارهم كلما أضاء لهم مشوا فيه وإذا أظلم عليهم قاموا ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم إن الله على كل شيء قدير﴾ (۱)۔

(۱) سورۃ البقرۃ: ۸-۲۰۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن شعور (سمجھ) نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ کرام) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف ایمان لائے ہیں خبردار ہو جاؤ یقیناً یہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے (شیاطین) بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بھٹکاوے میں اور بڑھا دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا، پس نہ تو ان کی تجارت نے انہیں فائدہ پہنچایا اور نہ ہی یہ ہدایت والے ہوئے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پس جب آس پاس کی چیزیں روشن ہو گئیں تو اللہ نے ان کے نور کو ختم کر دیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے، گونگے، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔ یا آسمانی بارش کی طرح جس میں تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہو، یہ موت سے ڈر کر کڑاکے کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے جب ان کے لئے روشنی کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو بیکار کر دے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

ان آیات میں منافقین کی درج ذیل بری خصلتیں ظاہر ہوئیں:

۱- وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

۲- وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

۳- ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

۴- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

۵- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ کرام) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بیوقوف ایمان لائے ہیں۔

۶- جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔

۷- یہ لوگ گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خریدتے ہیں، پس نہ تو ان کی تجارت نے انہیں فائدہ پہنچایا اور نہ ہی یہ ہدایت والے ہوئے۔

دوم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو ألد الخصام، وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد، وإذا قيل له اتق الله أخذته العزة بالإثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد﴾ (۱)۔

بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ زبردست جھگڑالو ہے۔ جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اور جب اس

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۰۴-۲۰۶۔

سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو تکبر اور غرور اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے۔

ان آیات میں منافقین کے درج ذیل اوصاف ظاہر ہوئے:

۱- چکنی چپڑی بات جس کا دل میں اثر ہو۔

۲- اس بات پر اللہ تعالیٰ کو بحیثیت گواہ اور مؤید کے ثالث مقرر کرنا، یہ اللہ عزوجل کے حق میں سب سے بڑا جرم ہے۔

۳- جھگڑے میں مہارت اور اپنے سامنے آنے والے ہر معارضہ کو ختم کرنے کے لئے اپنی بات منوانے کی قوت۔

۴- منافق جب لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہوتا ہے تو گناہوں کے کام یعنی زمین میں فتنہ و فساد کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

۵- جب اسے اللہ کے تقویٰ کا حکم دیا جاتا ہے تو تکبر سے کام لیتا ہے اور غرور اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، اس طرح وہ بیک وقت جرائم اور تکبر دونوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

سوم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿بشر المنافقين بأن لهم عذاباً أليماً، الذين يتخذون الكافرين أولياء من دون المؤمنين أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعاً﴾ (۱)۔

منافقوں کو اس بات کی خبر دے دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب یقینی ہے۔ جن کی یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کئے پھرتے ہیں، کیا ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں؟ (تو یاد رکھیں کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

ان دونوں آیات میں منافقوں کی درج ذیل صفات ہیں:

۱- منافقین کافروں سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۳۸/۱۳۹۔

۲- وہ کافروں سے عزت اور نصرت طلب کرتے ہیں۔

چہارم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراءون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلاً مذبذبين بين ذلك لا إلى هؤلاء ولا إلى هؤلاء ومن يضلل الله فلن تجد له سبيلاً﴾ (۱)۔

بیشک منافقین اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔ وہ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے آپ اس کے لئے کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔

ان دونوں آیات میں منافقین کی درج ذیل صفات ہیں:

۱- وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے دھوکہ اور چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے۔

۲- جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

۳- لوگوں کو دکھاتے (ریاکاری) کے لئے عمل کرتے ہیں۔

۴- اللہ عزوجل کا بہت ہی کم ذکر کرتے ہیں۔

۵- مومنوں کی جماعت اور کافروں کی جماعت کے درمیان حیران و پریشان ہیں۔

پنجم: منافقین کے متعلق اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل أنفقوا طوعاً أو كرهاً لن يتقبل منكم إنكم كنتم قوماً فاسقين. وما منعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم

(۱) سورۃ النساء: ۱۴۲-۱۴۳۔

كسالى ولا ينفقون إلا وهم كارهون﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔ ان کے نفقات کے قبول نہ کئے جانے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں اور بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں منافقین کی درج ذیل قبیح صفات ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے انہیں فسق کے وصف سے متصف کیا ہے فرمایا: ﴿إنكم كنتم قوماً فاسقين﴾ یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔

۲- انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا ہے۔

۳- بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں۔

۴- اللہ کی راہ میں بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔

ان صفات میں منافقین اور ان کا کردار اپنانے والوں کے لئے سخت مذمت ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ فسق سے دور رہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے نماز کے لئے اس طرح حاضر ہو کہ دل و جسم ہر اعتبار سے چاق و چوبند ہو اللہ کی راہ میں شرح صدر اور زندہ دلی کے ساتھ خرچ کرے صرف اللہ ہی سے اس کے اجر و ثواب کی امید رکھے اور منافقوں کی مشابہت اختیار نہ کرے۔

ششم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم قل استهزءوا إن الله مخرج ما تحذرون، ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزءون، لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم إن نعف عن طائفة منكم نعذب طائفة بأنهم كانوا مجرمين﴾ (۲)۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۵۳، ۵۴۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۶۴، ۶۶۔

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے' کہہ دیجئے کہ تم مذاق اڑاتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس کا تمہیں خوف لاحق ہے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس کھیل رہے تھے' کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے۔ بہانے نہ بناؤ یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔

چنانچہ منافقین اللہ اس کے رسول اور مومنوں سے ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے ان کا پول کھول کر انہیں رسوا کیا اور مومنوں کو ان کی صفات سے آگاہ فرما دیا۔

نظم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف ويقبضون أيديهم نسوا الله فنسيهم إن المنافقين هم الفاسقون، وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم﴾ (۱)۔

تمام منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں' یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سمیٹے ہیں' یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا، بیشک منافق ہی فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں' عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' یہ جہنم انہیں کافی ہے' اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

ان دونوں آیات میں منافقین کے درج ذیل اوصاف ظاہر ہوئے:

۱۔ منافقین آپس میں ایک ہی ہیں' اور وہ ایک دوسرے سے دوستی رکھتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ التوبۃ: ۶۷-۶۸۔

۲- منافقین برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

۳- منافقین صدقہ اور احسان کے دیگر کاموں سے ہاتھ کھینچتے ہیں چنانچہ یہ انتہائی درجہ کے بخیل لوگ ہیں۔

۴- انھوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ کو برائے نام ہی یاد کرتے ہیں چنانچہ اللہ نے بھی انہیں اپنی رحمت سے بھلا دیا انہیں کسی خیر کی توفیق نہیں دیتا۔

۵- منافقین فاسق و بدکار ہیں۔

پھر اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين في الصدقات والذين لا يجدون إلا جهدهم فيسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب أليم، استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلك بأنهم كفروا بالله ورسوله والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾ (۱)۔

جو لوگ ان مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں پس یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے اور انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔ آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کیا ہے اور اللہ ایسے فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ان دونوں آیتوں میں منافقین کے درج ذیل چند اوصاف ہیں:

۱- منافقین دل کھول کر صدقات و خیرات کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں چنانچہ زیادہ خرچ کرنے والے پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ریاکاری اور دکھاوے کے لئے خرچ کر رہا ہے اور کم صدقہ

(۱) سورۃ التوبۃ: ۷۹-۸۰۔

کرنے والے فتح کو طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ اس کے صدقہ سے بے نیاز ہے۔

۲- مومنوں کا مذاق اڑانا۔

۳- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر وانکار۔

فہم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإذا ما أنزلت سورة نظر بعضهم إلى بعض هل يراكم من أحد ثم انصرفوا صرف الله قلوبهم بأنهم قوم لا يفقهون﴾ (۱)۔

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے پھر نکل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

چنانچہ جب کوئی سورت نازل ہوتی تو اس پر عمل نہ کرنے کا قطعی فیصلہ کرتے ہوئے منافقین ایک دوسرے کو دیکھتے اور مومنوں کی نگاہوں سے چھپنے کے لئے موقع ڈھونڈتے پھر چپکے سے کھسک جاتے اور اعراض وتکبر کرتے ہوئے داخل ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے عمل کے قبیل سے بدلہ دیا جس طرح وہ اللہ کی آیتوں پر عمل کرنے سے پھر گئے اسی طرح اللہ نے ان کے دلوں کو حق سے پھیر دیا اور ان پر تالے لگا دیئے اور ایسی ناکارہ قوم بنا دیا جو کچھ نہیں سمجھتی جس سے انہیں فائدہ ہو کیونکہ اگر وہ سمجھتے تو سورت کے نازل ہونے پر اس پر ایمان لاتے اور اس کے تابع فرمان ہو جاتے (۲)۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومنهم من يستمع إليك حتى إذا خرجوا من عندك قالوا للذين أوتوا العلم ماذا قال آنفاً أولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا أهواءهم﴾ (۳)۔

اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب آپ کے پاس

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۱۲۷۔

(۲) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۳۱۱۔

(۳) سورۃ محمد: ۱۶۔

سے (واپس) جاتے ہیں تو اہل علم سے (یعنی کند ذہنی و لاپرواہی) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أفرأيت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون﴾ (۱)۔

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا تم اب بھی نصیحت نہیں حاصل کرتے؟۔

دہم: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تلك صلاة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرني شيطان قام فنقرها أربعاً لا يذكر الله فيها إلا قليلاً" (۲)۔

یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کی دونوں سینگوں کے درمیان ہو جائے تو کھڑا ہو کر چار چونچ مار لے اور اللہ کا برائے نام ذکر کرے۔

اس حدیث سے منافقوں کی دو صفتیں معلوم ہوئیں:

۱- نماز کو اس کے وقت سے موخر کرنا۔

۲- دو چونچ مارنے کی طرح نماز پڑھتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر برائے نام ہی کرتا ہے۔

یازدہم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ الجاثیہ: ۲۳۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب التبکیر بالعصر (۱/۴۳۲، دار السلام، رقم: ۱۳۲۲)۔

"إن أثقل الصلاة على المنافقين صلاة العشاء وصلاة الفجر، ولو يعلمون ما فيهما لأتوهما ولو حبوا"(۱)۔

منافقوں پر سب سے بوجھل اور گراں عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں اور اگر یہ جان لیتے کہ ان میں کیا (اجر وثواب) ہے تو سرین کے بل گھسٹ کر بھی ضرور حاضر ہوتے۔

معلوم ہوا کہ ابتدائی طور پر منافقوں کے اوصاف درج ذیل ہیں:

۱- وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، جبکہ (درحقیقت) وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

۳- ان کے دلوں میں مرض تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

۴- وہ اصلاح کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ (درحقیقت) وہ فسادی ہیں۔

۵- مومنوں کو سفاہت (بیوقوفی، کم عقلی) کا الزام دیتے ہیں۔

۶- مومنوں سے تمسخر اور مذاق کرتے ہیں۔

۷- ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔

۸- ان کی باتیں اچھی لگتی ہیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں۔

۹- اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں جب کہ وہ جھوٹے ہیں۔

۱۰- باطل کے ذریعہ بحث ومباحثہ میں بڑے ماہر ہیں۔

۱۱- جب لوگوں سے اوجھل ہوتے ہیں تو باطل کاموں کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

۱۲- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر اور غرور انہیں گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔

۱۳- کافروں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد اور خدمت کرتے ہیں۔

۱۴- کافروں سے عزت اور نصرت طلب کرتے ہیں۔

---

(۱) متفق علیہ، واللفظ لمسلم، من حدیث أبي هريرة رضي الله عنه، صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب فضل صلاة العشاء في الجماعة، ۱/۱۵۱، حديث رقم (۶۵۷)، صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها، ۱/۴۵۱، حديث رقم (۶۵۱)۔

۱۵- جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی اور سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

۱۶- لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں۔

۱۷- اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔

۱۸- کافروں اور مومنوں کے درمیان حیران و پریشان ہیں۔

۱۹- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کرتے ہیں۔

۲۰- منافقین ہی فاسق و بدکار ہیں۔

۲۱- اللہ کی راہ میں بادل ناخواستہ خرچ کرتے ہیں۔

۲۲- منافقین آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

۲۳- اپنا ہاتھ سکیڑتے ہیں چنانچہ خیر کی راہوں میں خرچ نہیں کرتے۔

۲۴- برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

۲۵- انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ عزوجل نے بھی انہیں بھلا دیا۔

۲۶- دل کھول کر صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

۲۷- نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کرتے ہیں۔

۲۸- چونچ مارنے کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور اس میں اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔

۲۹- منافقوں پر سب سے بوجھل اور شاق عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔

۳۰- نماز باجماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔

۳۱- ان کے دل سخت اور ان کی عقلیں ناقص ہیں۔

۳۲- ان لوگوں نے اسلام کو بحیثیت دین پسند نہ کیا۔

۳۳- یہ لوگ دین کی صرف وہی باتیں لیتے ہیں جو ان کی خواہش کے مطابق ہوتی ہیں۔

۳۴- جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔

۳۵- امن کی حالت میں بہادری ظاہر کرتے ہیں اور جنگ میں بزدل ہوتے ہیں۔

۳۶- اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ نہیں لیتے۔

۳۷- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں حرج اور تنگی محسوس کرتے ہیں۔

۳۸- جہاد سے مسلمانوں کی ہمت پست کرتے ہیں۔

۳۹- اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں اور اللہ کی مدد سے ان کی امید منقطع ہوتی ہے۔

۴۰- جہاد سے دنیا چاہتے ہیں اور جب اس سے مایوس ہوتے ہیں تو پیچھے ہٹ (منکر) جاتے ہیں۔

۴۱- جھگڑے اور تکرار میں گالی گلوچ اور بیہودہ گوئی سے کام لیتے ہیں۔

۴۲- اسلام، مسلمان اور اسلامی نام رکھنے سے خفیہ طور پر محاربہ (جنگ) کرتے ہیں۔

۴۳- انہیں صرف اپنے ذاتی مفادات کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

۴۴- دروغ گوئی اور حقائق کو توڑ مروڑ کر کے مخلص علماء پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

۴۵- لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں۔

۴۶- دین اسلام کے مددگاروں سے بغض رکھتے ہیں۔

۴۷- بات چیت میں جھوٹ بولتے ہیں۔

۴۸- اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کی خیانت کرتے ہیں۔

۴۹- وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

۵۰- ہر منافق کے دو رخ ہوا کرتے ہیں، ایک رخ مومنوں کے لئے ہوتا ہے اور دوسرا دشمنان اسلام کے لئے۔

۵۱- یہ لوگ نفع بخش چیزوں کو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۵۲- منافق بات شروع کرنے سے پہلے ہی قسم کھا لیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی بات پر مومنوں کے دل مطمئن نہ ہوں گے۔

۵۳- ان کے دل خیر سے غافل اور ان کے جسم حصول خیر کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔

۵۴- یہ دل کے اعتبار سے سب سے بدتر اور جسم کے اعتبار سے سب سے اچھے لوگ ہیں۔

۵۵- یہ لوگ نفاق کے راز چھپاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے ان کے چہروں اور زبانوں پر ہی ظاہر کر دیتا ہے۔

۵۶- دنیا کی خاطر عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں۔

۵۷- قرآن کریم کا تمسخر کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔

یہ منافقوں کے اوصاف ہیں، لہٰذا اے مسلمان! قبل اس کے کہ تم پر (فیصلہ کرنے والی) موت آ جائے ان اوصاف سے اجتناب کرو۔

یہ صفات بطور مثال ہیں (۱) ورنہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں منافقین کی صفات بہت زیادہ ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا اور دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

چوتھا مسلک: نفاق کے اثرات و نقصانات:

نفاق کے بڑے خطرناک اثرات اور ہلاکت انگیز نقصانات ہیں، ان میں سے چند نقصانات حسب ذیل ہیں:

(۱) نفاق اکبر منافقین کے دلوں میں خوف و ہراس اور رعب کا سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يحذر المنافقون أن تنزل عليهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم قل استهزءوا إن الله مخرج ما تحذرون﴾ (۲)۔

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے، کہہ دیجئے کہ تم مذاق اڑاتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس کا تمہیں خوف لاحق ہے۔

---

(۱) دیکھئے صفات المنافقین وأحکامهم من صحیح الإمام المفسر فی القرآن الکریم، از مؤلف، کواکب الدری فیہ بھی ۳۳۰۔

(۲) سورۃ التوبہ ۶۴۔

(۲) نفاق اکبر اللہ کی لعنت کا موجب ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم﴾ (۱)۔

اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ جہنم انہیں کافی ہے، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لئن لم ينته المنافقون والذين في قلوبهم مرض والمرجفون في المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها إلا قليلاً، ملعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلاً﴾ (۲)۔

اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کر دیں گے پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے۔ وہ لعنت زدہ ہیں، جہاں بھی ملیں پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

(۳) نفاق اکبر کا مرتکب دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیونکہ نفاق اکبر کفر چھپانا اور خیر ظاہر کرنا ہے، لیکن یہ (نفاق) کفر سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المنافقين في الدرك الأسفل من النار ولن تجد لهم نصيراً﴾ (۳)۔

بیشک منافقین جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پا سکتے۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۶۸۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۶۰، ۶۱۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۴۵۔

(۴) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا کیونکہ یہ کھلے کفر سے بھی زیادہ سخت ہے جس کے مرتکبین کے سلسلہ میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقاً، إلا طريق جهنم خالدين فيها أبداً وكان ذلك على الله يسيراً﴾ (۱)۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا، سوائے جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر نہایت آسان ہے۔

(۵) نفاق اکبر اپنے مرتکب پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الله جامع المنافقين والكافرين في جهنم جميعاً﴾ (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں (سب) کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

(۶) نفاق اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا اس سے کبھی نہ نکلے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

(۷) نفاق اکبر اپنے مرتکب کے لئے اللہ کو بھلا دینے کا سبب بنتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف ويقبضون أيديهم نسوا الله فنسيهم إن المنافقين هم الفاسقون﴾ (۴)۔

تمام منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۶۸، ۱۶۹۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۴۰۔

(۳) سورۃ التوبہ: ۶۸۔

(۴) سورۃ التوبہ: ۶۷۔

سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سکیڑتے ہیں، یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا، بیشک منافق ہی فاسق ہیں۔

(۸) نفاق اکبر سارے اعمال ضائع و برباد کر دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل انفقوا طوعاً أو كرهاً لن يتقبل منكم إنكم كنتم قوماً فاسقين، وما منعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالى ولا ينفقون إلا وهم كارهون﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔ ان کے نفقات کے قبول نہ کئے جانے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں اور بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔

(۹) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نفاق اکبر کے مرتکبین کا نور بجھ کر دے گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نوراً فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب﴾ (۲)۔

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو، پھر ان مومنین کے اور ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

(۱۰) نفاق اکبر بندے کو اس کی موت کے وقت مومنوں کی دعا، رحمت و مغفرت سے محروم کر دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۵۳-۵۴۔

(۲) سورۃ الحدید: ۱۳۔

﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً ولا تقم على قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون﴾ (۱)۔

ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور مرتے دم تک بدکار رہے ہیں۔

(۱۱) نفاق اکبر دنیا و آخرت کے عذاب کا سبب ہے، ارشاد باری ہے:

﴿فلا تعجبك أموالهم ولا أولادهم إنما يريد الله ليعذبهم بها في الحياة الدنيا وتزهق أنفسهم وهم كافرون﴾ (۲)۔

آپ کو ان کے مال و اولاد کچھ بھی دھوکے میں نہ ڈالیں اللہ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں۔

(۱۲) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنے نفاق کا اظہار و اعلان کر دے تو وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، چنانچہ اس کا خون و مال حلال ہو جائے گا اور اس پر مرتد کے احکام نافذ کیے جائیں گے، البتہ حاکم کے پاس اس کی ظاہری توبہ (کی قبولیت) کے سلسلہ میں اختلاف ہے، کیونکہ منافقین ہمیشہ اسلام ہی ظاہر کرتے ہیں (۳)۔

لیکن اگر منافق اپنے کفر و نفاق کو چھپائے رکھے تو ظاہری ایمان کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا خون و مال محفوظ ہوگا، باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے (۴)۔

(۱۳) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنا کفر ظاہر کر دے تو وہ اس کے اور مومنوں کے درمیان عداوت و دشمنی واجب کر دے گا، چنانچہ وہ اس سے کوئی دوستی نہ رکھیں گے خواہ کوئی قریب ترین شخص ہی کیوں نہ ہو، اور اگر اپنا کفر ظاہر نہ کرے تو اس کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا، باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۸۴۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۸۵۔

(۳) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۸/۵۲۳۔

(۴) دیکھئے: الدفاع عن الدین، ڈاکٹر عبد العزیز الخلیفی، ص: ۳۵۔

(۱۴) نفاق اصغر جو کہ عملی نفاق ہے ایمان میں کمی اور کمزوری پیدا کرتا ہے اور اس کا مرتکب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خطرہ میں ہوتا ہے۔

(۱۵) نفاق اصغر کا مرتکب اس خطرہ میں ہوتا ہے کہ اس کا یہ نفاق اسے نفاق اکبر تک نہ پہنچا دے۔

ہم اللہ کے غیظ و غضب اور نفاق کی تمام چھوٹی بڑی قسموں سے اس کی پناہ چاہتے ہیں اور اس سے عفو و درگزر اور دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

چھٹا مبحث:

سنت کا نور اور بدعت کی تاریکیاں

پہلا مطلب: سنت کا نور

پہلا مسلک: سنت کا مفہوم:

سنت کے کچھ اہل (متبع اور پیروکار) ہیں، اور ان کا ایک مخصوص عقیدہ ہے، نیز وہ حق پر متفق ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ سب سے پہلے میں "عقیدۂ اہل السنۃ والجماعۃ" میں شامل تینوں الفاظ کی تشریح کر دوں۔

اولاً: عقیدہ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

عقیدہ کا لغوی مفہوم: لفظ "عقیدہ" "عقد" سے ماخوذ ہے، جسکے معنی باندھنے اور مضبوط گرہ لگانے کے ہیں، اور اسی سے پختگی و پیوستگی، بناوٹ اور ہم آہنگی بھی ہے، عربی زبان میں کہا جاتا ہے "عقد الحبل یعقدہ" یعنی رسی کو مضبوطی کے ساتھ باندھا، اسی طرح کہا جاتا ہے "عقد العهد والبیع" یعنی پختہ عہد و پیمان اور خرید و فروخت کا معاملہ کیا، نیز کہا جاتا ہے "عقد الإزار" یعنی ازار کو اچھی طرح کسنا، اور "العقد" (باندھنا) "الحل" (کھولنا) کی ضد ہے(۱)۔

عقیدہ کا اصطلاحی مفہوم: عقیدہ ایسے پختہ ایمان اور قطعی حکم اور فیصلہ کا نام ہے جس میں شک کی گنجائش نہ ہو، چنانچہ جس پر انسان ایمان رکھتا اور اس پر اپنے قلب و ضمیر سے پوری طرح مطمئن ہوتا، نیز اسے لائق اتباع دین و مذہب سمجھتا ہے وہی اس کا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اب اگر یہ پختہ ایمان اور مستحکم فیصلہ صحیح ہوگا تو

(۱) [illegible] ۲ ص ۳۹۳، نیز دیکھو مقاییس اللغۃ ۴ ص ۸۵، ابن فارس، کتاب العین ۱ ص ۶۷۹۔

عقیدہ بھی صحیح ہوگا، جیسا کہ "اہل سنت وجماعت" کا عقیدہ ہے، اور اگر باطل ہوگا تو عقیدہ بھی باطل ہوگا، جیسا کہ جملہ گمراہ اور باطل فرقوں کا عقیدہ ہے(۱)۔

ثانیاً: اہل سنت کا مفہوم:

سنت کا لغوی مفہوم: عربی زبان میں سنت بمعنی طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں، خواہ اچھی ہو یا بری (۲)۔

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں سنت اس اسوہ اور طریقہ کو کہتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی اعتقادی، قولی اور فعلی طور پر گامزن تھے۔ یہی وہ سنت ہے جس کی اتباع اور پیروی لازم ہے، اور جس کے متبعین لائق مدح وستائش، اور مخالفین قابل مذمت ہیں، چنانچہ جب کہا جاتا ہے کہ "فلاں اہل سنت میں سے ہے" تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ صحیح، سیدھے اور لائق تعریف طریقہ والوں میں سے ہے(۳)۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سنت اس راہ کو کہتے ہیں جس پر چلا گیا ہو، چنانچہ اس میں اس صحیح کی اتباع اور تمسک شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین گامزن تھے، خواہ علم کا ہو، یا اعمال واقوال ہوں، اور یہی درحقیقت سنت کامل ہے"(۴)۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سنت وہ امر ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہونے پر شرعی دلیل موجود ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خود انجام دیا ہو، یا آپ کے زمانہ میں انجام دیا گیا ہو، یا نہ آپ نے انجام دیا ہو اور نہ ہی آپ کے زمانہ میں انجام پایا ہو، کیونکہ اس وقت اس عمل کی ضرورت نہ تھی یا کوئی مانع درپیش تھا"(۵)۔ اور اس معنی کے اعتبار سے سنت ظاہری وباطنی امور پر بھی کریم ﷺ کے آثار کی اتباع اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے طریقہ

(۱) دیکھئے مباحث فی عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ، از: ڈاکٹر ناصر عبد الکریم العقل، ص: ۹-۱۰۔

(۲) لسان العرب، از: ابن منظور، باب النون، فصل السین، ۱۳/ ۲۱۸۔

(۳) دیکھئے: مباحث فی عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ، از: ڈاکٹر ناصر عبد الکریم العقل، ص: ۱۳۔

(۴) جامع العلوم والحکم، از: ابن رجب، ۱/ ۲۷۸۔

(۵) مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲۰/ ۳۱۷۔

کی پیروی کا نام ہے(۱)۔

ثالثاً: جماعت کا مفہوم:

جماعت کا لغوی مفہوم: "جماعت" عربی زبان میں مادۂ "جمع" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جمع کرنے، اتفاق کرنے اور اکٹھا ہونے کے ہیں، جو تفرقہ و اختلاف کی ضد ہے، علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جیم، میم اور عین کا مادہ کسی شے کے ملنے اور اکٹھے ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: "جمعت الشيء جمعاً" یعنی میں نے فلاں شے کو اکٹھا کر دیا(۲)۔

اور علماء عقیدہ و اسلامیہ کی اصطلاح میں "جماعت" سے مراد امت کے سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اور قیامت تک ان کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے والے وہ جملہ افراد ہیں جنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ جیسی حق اور صحیح تباہر اوپر اتفاق کیا ہے(۳)۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ تنہا آپ ہی کیوں نہ ہوں"۔

نعیم بن حماد رحمہ اللہ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: "یعنی جب جماعت میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے، تو آپ پر ضروری ہے کہ فساد و بگاڑ سے پہلے جماعت جس حق اور عقیدہ پر گامزن تھی اسی پر قائم رہیں، اس صورت میں اگر آپ تنہا ہیں تو تنہا آپ ہی جماعت شمار ہوں گے"(۴)۔

دوسرا مسلک: اہل سنت کے نام اور ان کے اوصاف:

(۱) **اہل سنت و جماعت:** یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

(۱) مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۳/ ۱۵۷)۔

(۲) معجم مقاییس اللغۃ، ابن فارس (۱/ ۴۸۸)، باب: جیم، باب: ما یثلث من الکلم العربی فی الجماعۃ والفئۃ التی ابن جریر (ص: ۲۲۳)۔

(۳) دیکھیے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ابن ابی العز (ص: ۳۹۸)، نیز شرح الطیبۃ الواسطیۃ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، بالیف: محمد خلیل ہراس (ص: ۶۱)۔

(۴) اس پوسٹ کو امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام لالکائی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" (۱/ ۷) میں ذکر کیا ہے۔

صحیح طریقہ پر قائم و دائم، اور آپ ﷺ کی سنت کے صحیح متبع اور پیروکار ہیں، یہ صحابہ، تابعین اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے وہ ائمہ دین و ہدایت ہیں جنھوں نے اتباع اور پیروی پر استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے بدعت سے دوری اختیار کی، یہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں رب ذوالجلال کی نصرت و تائید سے بہرہ مند اور قیامت تک باقی رہیں گے (۱)۔

اہل سنت کی وجہ تسمیہ: اہل سنت و جماعت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سنت رسول ﷺ کی طرف منسوب، اور اسے اپنے قول، فعل اور اعتقاد میں ظاہری و باطنی طور پر اپنانے پر متفق ہیں (۲)۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقة فواحدة في الجنة وسبعون في النار، وافترقت النصارى على اثنتين وسبعين فرقة فإحدى وسبعون فرقة في النار وواحدة في الجنة، والذي نفس محمد بيده لتفترقن أمتي على ثلاث وسبعين فرقة، واحدة في الجنة واثنتان وسبعون في النار" قيل: يارسول الله، من هم؟ قال: "الجماعة" (۳)۔

یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، یقیناً میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جماعت"۔

---

(۱) دیکھئے: مباحث في عقيدة أهل السنة والجماعة، از: ڈاکٹر ناصر بن عبد الکریم العقل، ص: ۱۳، ۱۴۔

(۲) دیکھئے: شیخ سید البرزنجی، الفتح الحق، بتحقیق محمد بن صالح القاسمی، ص: ۲۰، وشرح العقیدۃ الواسطیۃ، از: شیخ صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۹۔

(۳) یہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں، کتاب الفتن، باب افتراق الأمم، ۲/۱۳۲۱، حدیث نمبر (۳۹۹۲)، ابوداود، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ، ۴/۱۹۷، حدیث نمبر (۴۵۹۶)، دارمی، کتاب السیر، ۲/۳۲۱، حدیث نمبر (۲۶۳)، طلاب الرائی رضی اللہ عنہ نے صحیح ابن ماجہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ۲/۳۲۰۔

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ "صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"ما أنا عليه وأصحابي" (۱)۔

جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(۲) فرقہ ناجیہ: (نجات یافتہ جماعت) یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا استثناء کیا اور فرمایا:

"كلها في النار إلا واحدة" (۲)۔

سارے فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے یعنی صرف ایک جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔

(۳) طائفہ منصورہ: (غالب اور نصرت الٰہی سے سرفراز جماعت)

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"لا تزال طائفة من أمتي قائمة بأمر الله لا يضرهم من خذلهم أو خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون على الناس" (۳)۔

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آجائے گا اور وہ بدستور تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے (۴)۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة، ۵/۲۹، حدیث نمبر (۲۶۴۱)۔

(۲) دیکھئے: حدیث اصول اہل السنۃ والجماعۃ، حدیث نمبر (۱) من هذا الكتاب.

(۳) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: حدثنا محمد بن العلاء، ۳/۲۲۵، حدیث نمبر (۳۶۴۱)، نیز صحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم" ۲/۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۰۳۷)۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: حدثنا محمد بن العلاء، ۳/۲۲۵، حدیث نمبر (۳۶۴۰)، نیز صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم" ۲/۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۹۲۱)۔

اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم، حتى يأتي أمر الله وهم كذلك" (۱)۔

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے (۲)۔

(۴) اہل سنت و جماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے قائم اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے متبع و منہج پر گامزن ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بابت فرمایا:

"ما أنا عليه وأصحابي" (۳)۔

یعنی اہل سنت و جماعت وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے منہج پر قائم ہیں۔

(۵) اہل سنت و جماعت ہی وہ بہترین گروہ ہیں جو راہ حق کی رہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں، ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن من سعادة الحدث (٤) والأعجمي أن يوفقهما الله لعالم من أهل السنة" (۵)۔

کسی عامی اور عجمی کے لئے باعث سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اہل سنت کے کسی عالم (سے ملاقات اور استفادہ) کی توفیق عطا فرما دے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم" ۲/۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۹۲۰)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم" ۲/۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۹۲۳)۔

(۳) اس حدیث کی تخریج صفحہ (۳۱) میں گزر چکی ہے۔

(۴) "الحدث" کے معنی نوجوان (عامی نوجوان) کے ہیں، دیکھئے الخطابی، غریب الحدیث والأثر، باب ما أوله حاء، مادہ "حدث" ۱/۳۵۱۔

(۵) شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، للالکائی، ۱/۹۹، نمبر (۱۵۳)۔

اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ شہروں اور ملکوں کو زندگی عطا کرتا ہے، اور وہ اہل سنت ہیں، اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ ہی جاتا ہے تو وہ اللہ کی حفاظت میں شامل ہے"(۱)۔

(۶) اہل سنت سب سے بہتر لوگ ہیں، جو لوگوں کو بدعت اور اہل بدعت سے منع کرتے ہیں۔

ابوبکر بن عیاش سے پوچھا گیا: سنی کون ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: "سنی وہ ہے جس کے سامنے من مانی بے دلیل باتیں بیان کی جائیں تو ان کی طرف بالکل ہی نظر التفات نہ کرے"(۲)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "اہل سنت امت کے سب سے بہتر اور افضل ترین لوگ ہیں، جو کہ صراط مستقیم یعنی حق و اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں"(۳)۔

(۷) اہل سنت لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو جانے پر اجنبی کہلائیں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بدأ الإسلام غريباً وسيعود كما بدأ غريباً فطوبى للغرباء"(۴)۔

اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا، اور عنقریب پھر اجنبیت سے دوچار ہوگا جس طرح شروع میں تھا، تو خوشخبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لئے۔

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ "غرباء" اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"النزاع (۵) من القبائل"(۶)۔

---

(۱) حوالہ سابق، ۱/۲۰۲، نمبر (۵)۔

(۲) شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱/۱۷۲، نمبر (۲۸۳)۔

(۳) دیکھئے: مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۳/۳۱۸-۳۱۹۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریباً وسیعود غریباً، حدیث نمبر (۱۴۵)۔

(۵) یعنی وہ اپنی جماعت کے گھر والوں کو چھوڑ کر قبیلے سے الگ ہو کر رہ گیا ہو، مفہوم یہ ہے کہ اپنے دین کے لئے خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جو اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اپنے گھر والوں سے علیحدگی اختیار کر لے، دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ۳/۳۱۔

(۶) مسند احمد بن حنبل، ۱/۳۹۸۔

اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔

مسند احمد بن حنبل ہی کی ایک دوسری روایت میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ "غرباء" اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أناس صالحون في أناس سوء كثير من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم"(۱)۔

بہت سارے بُرے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔

دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے:

"الذين يصلحون ما أفسد الناس"(۲)۔

لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پر ان کی اصلاح کرنے والے۔

پتا چلا اہل سنت، اہل بدعت، ہوا پرستوں اور گمراہ فرقوں کے درمیان اجنبی ہیں۔

(۸) اہل سنت ہی حاملین علم ہیں: اہل سنت ہی دراصل حاملین علم ہیں، جو اس علم سے غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش (کاٹ چھانٹ) اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: "لوگ (اہل علم) اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ رونما ہوا تو کہنے لگے: "سموا لنا رجالكم" بیان کرنے والوں کے نام بتاؤ، چنانچہ دیکھا جاتا، اگر اہل سنت کی باتیں ہوتیں تو مان لی جاتیں، اور اگر اہل بدعت کی باتیں ہوتیں تو نا قابل تسلیم قرار دی جاتیں"(۳)۔

اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جن کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی لئے ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مجھے اہل سنت میں سے کسی کی وفات کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے جسم کا کوئی

---

(۱) مسند احمد بن حنبل (۲/۱۷۷) (۶۶۷۶)۔

(۲) مسند احمد بن حنبل (۲/۳۰۲)۔

(۳) صحیح مسلم، مقدمہ باب بیان أن الإسناد من الدين (۱/۱۵)۔

حصہ کھو گیا ہو"(۱)۔

نیز فرماتے ہیں: "جو لوگ اہل سنت کی موت کی تمنا کرتے ہیں، وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے گل کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا اگر یہ کافروں کو ناگوار گذرے"(۲)۔

تیسرا مسلک: سنت مطلق نعمت ہے:

نعمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ نعمت مطلق ۲۔ نعمت مقید

اولاً: نعمت مطلق: نعمت مطلق وہ نعمت ہے جس کا تعلق بندے کے ابدی فوز و فلاح اور سعادت مندی سے ہے، اور وہ اسلام اور سنت کی نعمت ہے بیشک، کیونکہ انسان کی دنیوی و اخروی سعادت تین بنیادی ارکان پر موقوف ہے، اسلام، سنت رسول ﷺ اور دنیا و عقبیٰ میں عافیت و سلامتی۔ اسلام اور سنت رسول ﷺ کی نعمت ہی وہ نعمت ہے جس سے سرفراز مندوں کے رب کی رہنمائی طلب کرنے کا اللہ عزوجل نے ہمیں اپنی نمازوں میں حکم دیا ہے، اور انہیں رفیق اعلیٰ کا مستحق ٹھہرایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن يطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقاً﴾(۳)۔

اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، جیسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ کیا ہی بہترین ساتھی ہیں۔

یہ چار اصناف کے لوگ ہی اس نعمت مطلق کے مستحق ہیں جن کی طرف اللہ کے درج ذیل فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾(۴)۔

---

(۱) شرح اصول اعتقاد اہل السنہ والجماعۃ، (۱/۱) لالکائی، (۱/۹۶) نمبر (۲۹)۔

(۲) حوالہ سابق، (۱/۹۸) نمبر (۳۵)۔

(۳) سورۃ النساء: ۶۹۔

(۴) سورۃ المائدۃ: ۳۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

تو تکمیل دین اسلام کی اور اتمام نعمت الٰہی کا ہوا ہے۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ایمان کے کچھ حدود، فرائض، سنن اور شرائع ہیں، جس نے انہیں مکمل سرانجام دیا اس نے اپنا دین مکمل کر لیا" (۱)۔

اور اللہ کا دین اللہ کی وہ شریعت ہے جو اوامر و نواہی اور ممنوعات پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نعمت مطلق یعنی اسلام اور سنت کی نعمت اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے، اور دراصل یہی وہ نعمت ہے جس پر اظہار مسرت کیا جانا چاہئے، کیونکہ اس نعمت پر خوش ہونا اللہ عزوجل کی مرضیات میں شامل ہے، ارشاد ہے:

﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون﴾ (۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے، وہ اس چیز سے بہتر ہے جسے وہ اکٹھا کر رہے ہیں۔

اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں "فضل اور رحمت" سے مراد اسلام اور سنت ہے۔ اور اسلام اور سنت کی نعمت پر خوشی کا اظہار انسان کی زندہ دلی کے معیار پر منحصر ہے۔ لہٰذا انسان جس قدر اسلام اور سنت میں راسخ اور قوی ہوگا، اسی قدر اس کے دل کی مسرت شدید تر ہوگی، چنانچہ سنت کی روحانیت سے معمور ہونے پر دل مارے خوشی کے رقص کرتا ہے اور امن و سکون سے لبریز ہوتا ہے جب کہ لوگ رنج و غم سے نڈھال اور انتہائی ہراساں ہوتے ہیں" (۳)۔

ثانیاً: نعمت مقید: جیسے صحت، مالداری، تندرستی، آباد و خوشحال، کثرت اولاد، نیک سیرت و خوبصورت بیوی اور اس طرح کی دیگر نعمتیں، یہ ساری نعمتیں نیکوکار و بدکار، مومن و کافر سب میں مشترک ہیں، اور اس اعتبار سے

---

(۱) صحیح البخاری تعلیقا، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: "بنی الاسلام علی خمس" ۱/۱۰۔

(۲) سورہ یونس ۵۸۔

(۳) یہ اقتباس امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب سے ماخوذ ہے دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم، ۱/۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۸۔

یہ کہنا بھی درست ہے کہ کافر پر بھی اللہ کی نعمتیں ہیں۔

کافر وفاجر کو حاصل ہونے والی متعدد نعمتیں درحقیقت ان کے حق میں استدراج اور ڈھیل ہیں، اگر انہیں نعمت مطلق (اسلام) کی دولت نہ مل سکی تو اس کا انجام عذاب اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔(۱)

چوتھا مسلک: سنت کا مقام:

سنت اللہ تعالیٰ کا وہ محفوظ قلعہ ہے جس میں داخل ہونے والا امن وامان میں ہو جاتا ہے، اور اللہ کا وہ عظیم دروازہ ہے جس میں داخل ہونے والا اللہ تک پہنچ جاتا ہے، سنت اپنے رہبروں کو جنت میں لا کھڑا کرتی ہے، گو اپنے اعمال کی بدولت وہ اس شرف سے محروم ہوں، اور جب اہل بدعت اور منافقین کا نور روز قیامت بجھا ہوا ہوگا، تو اہل سنت کا نور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا، اور جب اہل بدعت کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے، تو اہل سنت کے چہرے روشن اور تر وتازہ ہوں گے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ﴾ (۲)۔

جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی اہل سنت وجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے" (۳)۔

سنت ہی وہ زندگی اور نور ہے جس پر بندے کی سعادت وہدایت اور فلاح وکامرانی موقوف ہے، ارشاد باری ہے:

﴿أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: الجامع الفرید فی مقاصد سورۃ الحمد والفاتحۃ ۲/۳۹۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۰۶۔

(۳) علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "الجامع الفرید فی مقاصد سورۃ الحمد والفاتحۃ" میں ذکر کیا ہے ۲/۳۹، اور دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۱/۳۹۹، نیز جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف بتفسیر الطبری ۳/۱۳۔

(۴) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے(۱)۔

پانچواں مسلک: صاحب سنت کا مقام اور بدعتی کا انجام:

اولاً: صاحب سنت کا مقام:

صاحب سنت (متبع سنت) زندہ دل اور روشن ضمیر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر زندگی اور نور کا ذکر فرمایا ہے، اور اسے اہل ایمان کی صفت قرار دیا ہے، اس لئے کہ زندہ اور روشن دل ہی در حقیقت اللہ کو پہچان سکتا ہے، اس پر یقین کر سکتا ہے، اسے سمجھ سکتا ہے، اس کی وحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کے ذریعہ بھیجی ہوئی شریعت کا پیرو اور تابع فرمان ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ رب العالمین سے اپنے دل، اپنے کان، اپنی آنکھ اور اپنی زبان میں، نیز اپنے اوپر، اپنے نیچے، اپنے دائیں، اپنے بائیں، اپنے پیچھے، اور اپنے آگے نور کا سوال کرتے تھے، اور اسی طرح اپنی ذات کو نور بنانے، نیز اپنے ظاہری جسم، گوشت، ہڈی، اور خون میں نور کا سوال فرماتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی ذات، اعضاء جسمانی، حواس ظاہرہ و باطنہ اور مشن جہات کے لئے نور طلب کیا ہے۔

مومن کا داخل ہونا اور نکلنا اور اس کا قول و عمل سب نور ہی ہوتا ہے، اور یہ نور اپنے قوت و ضعف کے اعتبار سے روز قیامت صاحب نور کے لئے ظاہر ہوگا، اس کے سامنے اور دائیں جانب دوڑے گا، چنانچہ کچھ لوگوں کا نور آفتاب کی طرح ہوگا، کسی کا ستارہ کی مانند، کسی کا طویل قامت کھجور کے مثل، کسی کا کھڑے آدمی کا سا، اور کسی کا اس سے کمتر، حتی کہ ان میں سے بعض کو صرف اس کے قدم کے انگوٹھے کے اوپری حصہ پر ٹمٹماتا ہوا نور دیا جائے گا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہو جائے گا، غرضیکہ دنیا میں اس کے ایمان اور اتباع

---

(۱) دیکھئے اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ لابن قیم (۱/ ۲۸)۔

سنت کا نور جس قدر تھا ویسے ہی طرح وہاں بینی اور مشاہداتی طور پر نور ظاہر ہوگا (۱)۔

ثانیاً: اہل سنت کی پہچان:

اہل سنت کی بہت ساری علامتیں اور نشانیاں ہیں، جنھیں تحقیق لوگ سمجھ سکتے ہیں، ان میں سے چند اہم نشانیاں درج ذیل ہیں:

۱- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی مکمل پابندی۔

۲- اصول وفروع (جملہ مسائل) میں کتاب وسنت سے فیصلہ لینا۔

۳- اہل سنت سے محبت اور اہل بدعت سے نفرت۔

۴- قلت عدد سے وحشت نہ محسوس کرنا، کیونکہ حق مومن کی متاع گمشدہ ہے، جسے وہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے۔

۵- کتاب وسنت کی تعلیم کی صحیح تطبیق کے ساتھ گفتار وکردار میں سچائی۔

۶- رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی اتباع جن کے اخلاق قرآن کریم تھے (۲)۔

ثالثاً: بدعتی کا انجام:

بدعتی مردہ دل اور تاریک ضمیر ہوا کرتا ہے، اللہ رب العالمین نے موت اور تاریکی کو ایمان نہ لانے والوں کا وصف قرار دیا ہے، اور مردہ اور تاریک دل وہ ہوتا ہے جو اللہ کو نہ پہچان سکے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی لائی شریعت کا تابع فرمان ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کو مردہ اور تاریکیوں میں بھٹکنے والا قرار دیا ہے، اور اسی وجہ سے ان کی تمام زندگی ظلمت کدہ بنی ہوئی ہے، چنانچہ ان کے دل تاریک ہیں، انہیں حق باطل، اور باطل حق نظر آتا ہے، ان کے اعمال، اقوال، اور احوال سب تاریک اور بے نور ہیں، ان کی قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہیں، اور جب وہ قیامت میں پل صراط پر گذرنے کے لئے نور تقسیم ہوگا، تو یہ

---

(۱) ابطال التنديس على الإسلام (از ابن تیمیہ) ۱/۳۸-۳۹، اقتدے تصرف کے ساتھ۔

(۲) دیکھئے: متبع السلف وأصحاب الحديث، اوصافهم وبعض أخبارهم (از ابو محمد عبد الرحمن الصابونی) ص ۱۲-۱۳، تحقیق اول الاصل، دلیل اتصال الدین ودعوۃ الحق بین الأخطاب (از الکرمانی) ص ۲۶۳۔

تاریکیوں میں بے یار و مددگار چھوڑ دیے جائیں گے، اور ان کے لئے جہنم میں داخلہ کا راستہ بھی تاریک ہوگا، اور یہی وہ تاریکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ابتداء وجود میں رکھا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کی سعادتمندی چاہتا ہے اسے اس تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، اور جس کی بدبختی چاہتا ہے اسے اسی میں باقی چھوڑ دیتا ہے۔(۱)

---

(۱) ابتداع الجہمیۃ فی الاسلام لابن تیمیہ (۱/۳۹) بتصرف کے ساتھ۔

دوسرا مطلب: بدعت کی تاریکیاں

پہلا مسلک: بدعت کا مفہوم:

بدعت کا لغوی مفہوم: بدعت عربی زبان میں دین کی تکمیل کے بعد اس میں کسی نئی چیز کی ایجاد کو کہتے ہیں، یا ہر اس من مانی قول یا عمل کو کہتے ہیں جس کو نبی کریم ﷺ کے بعد ایجاد کیا گیا ہو (۱)۔ کہا جاتا ہے "ابدعت الشیء" میں نے فلاں شے ایجاد کی، جب کوئی قول یا عمل بلا کسی مثال سابق کے ایجاد کیا ہو (۲) الغرض "بدع" کا لفظ کسی چیز کے بلا کسی مثال سابق ایجاد کے لئے ہی بولا جاتا ہے، اور اسی سے ارشاد باری

﴿بدیع السمٰوٰت والأرض﴾ (۳)۔

بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بلا کسی مثال سابق کے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا ہے (۴)۔

اور شریعت کی اصطلاح میں اہل علم نے بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں، جن میں سے بعض تعریفیں بعض کا تتمہ ہیں، چند تعریفیں درج ذیل ہیں:

۱- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دین اسلام میں بدعت ہر اس امر کو کہتے ہیں جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہو، نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے، یعنی جس کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہو نہ واجب نہ مستحب" (۵)۔

---

(۱) لفظ بدعت، کی بحث کے لئے دیکھئے: الصحاح، ۳/۱۲۰۲، لسان العرب، ۸/۶، تہذیب اللغۃ، ۲/۳۵۱۔

(۲) دیکھئے: المعجم الوسیط، ۱/۲۰، لسان العرب، ۸/۶، القاموس، ص: ۱۱۹۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۱۱۷، سورۃ الانعام: ۱۰۱۔

(۴) الانعام، للزجاج، ۱/۳۹، نیز دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، راغب اصفہانی، مادہ "بدع"، ص: ۱۱۱۔

(۵) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۸/۳۴۷، ۱۰۸/۴۔

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱- اقوال و عقائد میں۔ ۲- اعمال و عبادات میں۔

تاہم یہ دونوں قسمیں ایک دوسرے میں شامل اور متداخل ہیں (۱)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک اعمال دو قسم کے ہیں:

۱- عادات۔ ۲- عبادات۔

عبادات میں اصل یہ ہے کہ اللہ کی مشروع کردہ عبادات میں کسی قسم کا اضافہ نہ کیا جائے، جبکہ عادات میں اصل یہ ہے کہ جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے ان کے علاوہ کسی بات سے منع نہ کیا جائے" (۲)۔

نیز فرماتے ہیں: "بدعت وہ عقائد و عبادات ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے خلاف ہوں، جیسے خوارج، روافض، قدریہ، جہمیہ وغیرہ کے اقوال (باتیں)، اسی طرح ان لوگوں کی عبادتیں جنھوں نے مسجدوں میں ناچنے، گانے، دف (ڈھول) منڈانے اور حشیشہ (بھنگ) پینے کو عبادت سمجھ رکھا ہے، یہ اور اس طرح کی دیگر وہ ساری عبادتیں ان بدعات میں سے ہیں جنھیں کتاب و سنت کے مخالفین عبادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں، واللہ اعلم" (۳)۔

۲- امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، (۴) جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو"۔

یہ تعریف ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو بدعت کو عبادات کے ساتھ خاص کرتے ہوئے عادات کو اس سے خارج رکھتے ہیں، البتہ عاداتی امور کو بدعت میں شامل سمجھنے والوں کے نزدیک بدعت کی تعریف یوں ہے "بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر دینی مقصود

---

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۰/۳۰۶۔

(۲) فتاویٰ ابن تیمیہ ۴/۱۹۶۔

(۳) فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۸/۳۴۶، نیز دیکھئے: فتاویٰ ۲۳/۱۴۱۔

(۴) یعنی بظاہر شریعت کے موافق ہو لیکن حقیقت میں شریعت کے مخالف ہو اس سے متصادم، دیکھئے: الاعتصام، الشاطبی ۱/۵۳۔

ہو جو شریعت سے مقصود ہوتا ہے"(۱)۔

پھر امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی دوسری تعریف کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ عادات چونکہ عام امور زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان میں بدعت نہیں ہوتی، البتہ انھیں عبادت سمجھ کر انجام دیے جانے، یا عبادت کے قائم مقام سمجھنے کے سبب ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے دونوں تعریفوں کے درمیان تطبیق دی ہے اور جن امور میں تعبد لازمی ہے، ان کی مثال خرید و فروخت، نکاح و طلاق، اجارہ داری اور جرائم و خصومات وغیرہ سے دی ہے، کیونکہ یہ امور کچھ ایسے شرعی شرائط و ضوابط سے متعبد ہیں جن میں مکلف کا کوئی اختیار نہیں (۲)۔

۳- حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (۳) "بدعت سے مراد وہ نو ایجاد امور ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، رہے وہ امور جن کی اصل شریعت میں موجود ہے تو وہ شرعاً بدعت نہیں کہلائیں گے، گو لغوی اصطلاح میں بدعت ہیں، چنانچہ جس نے بھی کوئی ایسی چیز ایجاد کر کے دین کی طرف منسوب کی جس کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ گمراہی ہے، اور دین اس سے بری ہے، چاہے وہ اعتقادی مسائل ہوں، یا اعمال ہوں، یا اقوال ہوں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

البتہ سلف صالحین سے جو بعض بدعتوں کے استحسان کی بات منقول ہے تو ان سے لغوی معنی میں بدعت مراد ہے نہ کہ شرعی اصطلاح میں، چنانچہ اسی قبیل سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے جب انھوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں باجماعت تراویح ادا کرنے کے لئے جمع کیا اور پھر لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں باجماعت تراویح ادا کرتے دیکھ کر فرمایا:

"نعمت البدعة هذه" (۴)۔

کتنی اچھی بدعت ہے یہ!۔

---

(۱) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۵۰-۵۱۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۹۵۔

(۳) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۲/۱۲۷-۱۲۸، تھوڑے تصرف کے ساتھ۔

(۴) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲/۷۰۹، حدیث نمبر (۲۰۱۰)۔

عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ یہ عمل اس شکل میں اس وقت سے پہلے انجام نہ دیا جاتا تھا، البتہ شریعت میں اس کے اصول و دلائل موجود تھے جن سے یہ مسئلہ مستنبط تھا، علی وجہ المثال چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قیام رمضان پر ابھارتے اور اس کی رغبت دلاتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں مختلف جماعتوں میں اور انفرادی طور پر بھی قیام اللیل ادا کرتے تھے، اور خود آپ ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو کئی راتیں باجماعت قیام اللیل پڑھایا، اور پھر اس خوف سے رک گئے کہ کہیں امت پر قیام اللیل (تراویح) فرض نہ ہو جائے، اور لوگ اس کی ادائیگی نہ کر سکیں، اور یہ خوف نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جاتا رہا(۱)۔

۲- نبی کریم ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے، اور یہ عمل خلفائے راشدین کی سنتوں میں سے ہے(۲)۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱- بدعت مکفرہ: یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۲- بدعت مفسقہ: یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا(۳)۔

دوسرا مسلک: قبولیت عمل کی شرطیں:

تقرب الٰہی کی غرض سے کئے گئے کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں:

پہلی شرط: وہ عمل خالص اللہ وحدہ لاشریک کی رضا و خوشنودی کے لئے کیا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲/ ۳۰۹، حدیث نمبر (۲۰۱۲)۔

(۲) جامع العلوم والحکم، لابن رجب، ۱/ ۱۷۹، قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۳) دیکھئے: الاعتصام للشاطبی، ۱/ ۵۱۹۔

"إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى" (۱)۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

دوسری شرط: وہ عمل نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیا جائے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (۲)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

چنانچہ صرف وہی اعمال عند اللہ شرف قبولیت سے سرفراز ہو سکتے ہیں جو خالص اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیے گئے ہوں، جو عمل اخلاص اور اتباع سنت رسول سے، یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے عاری ہو، ایسا عمل مردود اور ناقابل قبول ہے، عزیز القدر! عمل کے حسب ذیل فرمان میں داخل ہے:

﴿وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثوراً﴾ (۳)۔

انھوں نے جو کچھ بھی اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

اور جس کا عمل اخلاص اور اتباع نبوی ﷺ پر مبنی ہو، وہ مندرجہ ذیل بشارتوں کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن أحسن ديناً ممن أسلم وجهه لله وهو محسن﴾ (۴)۔

اور بہ حیثیت دین اس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے تابع کر دیا ہو اور وہ نیکوکار بھی ہو۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ۱/۹، حدیث نمبر (۱) وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنيات، ۳/۱۵۱۵، حدیث نمبر (۱۹۰۷)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، ۳/۱۳۴۳، حدیث نمبر (۱۷۱۸)، صحیح بخاری میں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد، دیکھئے: کتاب الصلح، حدیث نمبر (۲۶۹۷) مسلم، حدیث نمبر (۱۷۱۸)۔

(۳) سورۃ الفرقان: ۲۳۔

(۴) سورۃ النساء: ۱۲۵۔

نیز ارشاد ہے:

﴿بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۱)۔

سنو! جو بھی اپنے آپ کو اخلاص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے، اور وہ نیکوکار (متبع سنت) بھی ہو تو بلاشبہ اسے اس کا رب بھرپور بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ ہی آزردگی و اداسی۔

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث "إنما الأعمال بالنيات ... الخ" (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے...) باطنی اعمال کی کسوٹی ہے، جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) ظاہری اعمال کا میزان ہے، اس طرح یہ دونوں حدیثیں دین اسلام کے اصول و فروع، ظاہر و باطن، اور اقوال و افعال کو سمیٹنے والی انتہائی عظیم الشان حدیثیں ہیں (۲)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر بڑی عمدہ گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کے فرمان "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے) اور دوسری روایت "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) اہل عرب کے نزدیک ان دونوں روایتوں میں "رد" مردود کے معنی میں ہے، جس کے معنی باطل اور غیر مقبول کے ہیں۔

یہ حدیث اسلام کے قواعد میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ اور نبی کریم ﷺ کے جامع کلمات میں سے ہے، نیز دین اسلام میں ایجاد کردہ تمام بدعات و مخترعات کی تردید میں دوٹوک ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ معنی تھوڑی سی زیادتی ہے کہ بسا اوقات کسی سابقہ ایجاد کردہ بدعت پر عمل کرنے والے بعض معاندین پہلی روایت کے پیش نظر اگر یہ بحث قائم کریں کہ ہم نے تو کوئی بدعت ایجاد نہیں کی، تو جواباً اس پر دوسری

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۱۲۔

(۲) دیکھئے صحیح مسلم بشرح النووی (۱۲/۱۶) طبع دار الفکر۔

روایت سے حجت قائم کی جائے جس میں جملہ بدعات کو مردود اور ناقابل قبول قرار دے جانے کی تصریح ہے خواہ خود اس پر عمل کرنے والے شخص نے اسے ایجاد کیا ہو، یا اس سے پہلے کسی اور نے ایجاد کیا ہو" (۱)۔

تیسرا مسلک: دین میں بدعت کی مذمت:

بدعت کی مذمت میں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ میں بہ کثرت نصوص وارد ہیں، نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام نے بھی بدعتوں پر تنبیہ کی ہے، مختصراً چند نصوص حسب ذیل ہیں:

اولاً: بدعت کی مذمت قرآن کریم کی روشنی میں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهات فأما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله وما يعلم تأويله إلا الله﴾ (۲)۔

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح مطلب آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے سلف کے کچھ آثار ذکر کئے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں (لایعنی) بحث ومباحثہ کرنے والوں نیز خوارج اور ان کے موافقین کے بارے میں ہے (۳)۔

(۲) فرمان باری ہے:

﴿وأن هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله

---

(۱) دیکھئے صحیح مسلم بشرح النووی ۳/ ۱۵۷، رقم الحکم الباطل ومن تکلم بہ من کتاب مسلم الاقتضاء، ط: دار الحدیث۔

(۲) سورۂ آل عمران: ۷۔

(۳) دیکھئے: الاعتصام، للامام الشاطبی ۱/ ۶۰-۶۲۔

ذلکم وصاکم به لعلکم تتقون﴾ (۱)۔

اور یہی میری صراط مستقیم ہے، سو اسی پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو، کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس بات کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

چنانچہ یہی صراط مستقیم اللہ کی وہ راہ ہے جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بلایا ہے، اور وہ سنت رسول ﷺ ہے، اور جن مختلف راہوں سے بچنے کی تاکید کی ہے، یہ صراط مستقیم سے منحرف اہل اختلاف و افتراق کی راہیں ہیں، جو کہ اہل بدعت ہیں (۲)۔

اس طرح یہ آیت کریمہ اہل بدعت کی جملہ راہوں سے ممانعت کو شامل ہے (۳)۔

(۳) ارشاد الٰہی ہے:

﴿وعلى الله قصد السبيل ومنها جائر ولو شاء لهداكم أجمعين﴾ (۴)۔

اور اللہ تعالیٰ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے، اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا۔

"سیدھی راہ" سے مراد حق کی راہ ہے، اور بقیہ راہیں حق سے منحرف بدعت و ضلالت کی راہیں ہیں (۵)۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم في شيء إنما أمرهم إلى الله ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون﴾ (۶)۔

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی

---

(۱) سورۃ الانعام ۱۵۳۔

(۲) دیکھئے بدعت مراد امام شاطبی ۱/۶۔

(۳) الاعتصام ۱/۸۔

(۴) سورۃ النحل ۹۔

(۵) دیکھئے ابن کثیر، امام شاطبی ۱/۸۔

(۶) سورۃ الانعام ۱۵۹۔

تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، پھر وہ ان کو ان کا کیا ہوا بتلا دے گا۔

یہ اس امت کے خواہش پرست، گمراہ اور بدبخت لوگ ہیں (۱)۔

(۵) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ولا تكونوا من المشركين من الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعاً كل حزب بما لديه فرحون﴾ (۲)۔

اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے۔

(۶) ارشاد ربانی ہے:

﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب اليم﴾ (۳)۔

سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

(۷) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قل هو القادر على أن يبعث عليكم عذاباً من فوقكم أو من تحت أرجلكم أو يلبسكم شيعاً﴾ (۴)۔

آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے۔

(۸) نیز ارشاد فرمایا:

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام (۱/۱۰۱) بتحقیقی۔

(۲) سورۃ الروم: ۳۱-۳۲۔

(۳) سورۃ النور: ۶۳۔

(۴) سورۃ الانعام: ۶۵۔

﴿ولا یزالون مختلفین إلا من رحم ربک﴾ (۱)۔

اور وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، ہاں مگر اللہ جس پر رحم فرمائے۔ واللہ اعلم (۲)۔

ثانیاً: بدعت کی مذمت سنت نبوی کی روشنی میں:

بدعت کی مذمت اور اس سے اجتناب سے متعلق نبی کریم ﷺ سے بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند حدیثیں درج ذیل ہیں:

(۱) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (۳)۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (۴)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

(۲) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

"أما بعد، فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة" (۵)۔

امابعد، بیشک سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بدتر یہ امور نئی ایجاد کردہ چیزیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبۂ جمعہ میں اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے

---

(۱) سورۃ ہود: ۱۱۸، ۱۱۹۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۴۰۔

(۳) اس حدیث کی تخریج ص (۳۲۳، ۳۲۴) میں گذر چکی ہے۔

(۴) اس حدیث کی تخریج ص (۳۲۱، ۳۲۳) میں گذر چکی ہے۔

(۵) صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ۱/ ۵۹۲، حدیث نمبر (۸۶۷)۔

بعد ارشاد فرماتے تھے:

"من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، إن أصدق الحديث كتاب الله، وأحسن الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار" (۱)۔

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، بیشک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین امور نئی ایجاد کردہ چیزیں ہیں، اور ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً" (۲)۔

جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجر و ثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے ثوابوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی، اور جس نے کسی کو گمراہی کی بات کی طرف بلایا، اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔

(۵) جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده، من غير أن

---

(۱) اس حدیث کی اصل صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث میں ہے، ان الفاظ کے ساتھ سنن نسائی میں ہے، دیکھئے: کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبۃ ۳/ ۱۸۸، حدیث نمبر (۱۵۷۸)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ ومن دعا الی ھدی او ضلالۃ ۴/ ۲۰۶۰، حدیث نمبر (۲۶۷۴)۔

ينقص من أجورهم شيئاً، ومن سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيئاً" (۱)۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا تو اسے اپنا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے لیکن خود ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جنھوں نے اس پر عمل کیا لیکن خود ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۶) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک انتہائی بلیغ نصیحت فرمائی جس سے دل دہل گئے آنکھیں اشکبار ہوگئیں، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا:

"أوصيكم بتقوى الله، والسمع والطاعة، وإن تأمر عليكم عبد، فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة" (۲)۔

میں تمھیں اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ غلام ہی تمہارا امیر کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا، لہٰذا تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو، اور اسے داڑھوں سے خوب اچھی طرح جکڑ لو، اور اپنے آپ کو نئی ایجاد شدہ باتوں سے بچاؤ، اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۷) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر (بھلائی و نیکی)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، ۲/۷۰۵، حدیث نمبر (۱۰۱۷)۔

(۲) ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ۲/۶۶۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ۵/۴۴، حدیث نمبر (۲۶۷۶)، امام ترمذی نے فرمایا: "هذا حديث حسن صحيح" (یہ حدیث حسن صحیح ہے)، ابن ماجہ، باب فی اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین، ۱/۱۵، حدیث نمبر (۴۳، ۴۴)، مسند احمد، ۴/۱۲۶، ۱۲۷۔

کے متعلق پوچھا کرتے تھے، اور میں آپ سے شر (برائی و گناہ کے کام) کے بارے میں پوچھتا تھا تاکہ ان میں واقع ہونے سے بچوں، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمیں اس خیر (نعمت اسلام) سے سرفراز فرمایا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں" میں نے کہا: کیا اس شر کے بعد پھر کوئی خیر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، لیکن اس میں کدورت اور خرابیاں ہوں گی" (یعنی وہ خالص خیر نہ ہوگا) میں نے عرض کیا: وہ خرابیاں کیا ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: "قوم يستنون بغير سنتي، ويهتدون بغير هديي، تعرف منهم وتنكر"، کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے علاوہ پر چلیں گے، اور میری راہ کے علاوہ کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے، ان کی بعض باتیں معروف (صحیح) ہوں گی اور بعض منکر (غلط)"، میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟ فرمایا: "نعم، دعاة على أبواب جهنم من أجابهم إليها قذفوه فيها" "ہاں، کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر بیٹھے آواز لگا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے"، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان کے اوصاف بتا دیجئے، آپ نے فرمایا: "نعم، قوم من جلدتنا ويتكلمون بألسنتنا" "ہاں، وہ ہماری طرح کے لوگ ہوں گے، اور ہماری ہی زبان بولیں گے"، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں ان سے دوچار ہوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: "تلزم جماعة المسلمين، وإمامهم" "مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو"، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور ان کا کوئی امام ہی نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا: "فاعتزل تلك الفرق كلها، ولو أن تعض على أصل شجرة حتى يدركك الموت وأنت على ذلك" "ان تمام فرقوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، چاہے مرتے دم تک کسی درخت کی جڑ کیوں نہ چبانا پڑے"(۱)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کے فرمان "يهتدون بغير هديي" (میری راہ کے علاوہ

---

(۱) أخرجه البخاري، كتاب المناقب، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة، ۸/۱۱۹، حديث نمبر (۷۰۸۴)، ومسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كل حال، وتحريم الخروج على الطاعة ومفارقة الجماعة، ۳/۱۴۷۶، حديث نمبر (۱۸۴۷)۔

کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے) میں "هدي" سے مراد سیرت اور طریقہ ہے، نیز "دعاة على أبواب جهنم من أجابهم إليها قذفوه فيها" (کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر بیٹھے آواز لگا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے) سے مراد اہل علم کے نزدیک وہ امراء ہیں جو بدعت یا کسی اور ضلالت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے جیسا کہ خوارج، قرامطہ اور فتنہ پردازوں کا حال تھا(۱)۔

(۸) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أما بعد، ألا أيها الناس إنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، [هو حبل الله المتين من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على الضلالة] فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به" (۲)۔

اما بعد، لوگو سنو! میں ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے اللہ کا قاصد (ملک الموت) آئے، اور میں اس کی بات پر لبیک کہہ دوں، اور میں تمہارے درمیان دو ثقیل بنیادیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے التزام پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

(۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يكون في آخر الزمان دجالون كذابون، يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم، فإياكم وإياهم، لا يضلونكم ولا يفتنونكم" (۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم بشرح نووی (۱۲/۹)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۱۵/۱۸۷۳ حدیث نمبر ۲۴۰۸)۔

(۳) صحیح مسند الخصیب، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاستعاذۃ منہم (۱/۱۲ حدیث نمبر ۱۰ ط)، وذکرہ ابن وضاح فی مایہ فی البدع ص ۹۶ نمبر (۱۵)۔

آخری زمانہ میں کچھ دجال اور جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں گے جنھیں تم نے اور تمہارے آباء واجداد کبھی نہ سنے ہوں گے، تو خبردار! ان سے بچنا دیکھنا یہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

ثالثاً: بدعات کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اقوال:

(۱) علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لوگو! میں متبع سنت ہوں، بدعتی نہیں ہوں، لہٰذا اگر درست کروں تو میری مدد کرو، اور اگر انحراف کروں تو میری اصلاح کرو" (۱)۔

(۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اصحاب الرائے (بدعتیوں) سے بچو، کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں نہ یاد ہو سکیں تو انہوں نے اپنی من مانی کہنا شروع کر دیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا" (۲)۔

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "(سنت کی) اتباع کرو، بدعت نہ ایجاد کرو، سنت ہی تمہارے لئے کافی ہے، ہر بدعت گمراہی ہے" (۳)۔

رابعاً: بدعت کے سلسلہ میں تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کے چند اقوال:

(۱) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک شخص کے پاس ایک خط میں لکھا: "امابعد: میں تمہیں اللہ کے تقویٰ، اس کے معاملہ میں اعتدال کی راہ اپنانے، اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے اور آپ

---

(۱) الطبقات الکبریٰ، لابن سعد ۳/ ۱۳۹۔

(۲) شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، لابن أبي زمنين، ۱/ ۱۳۹، نمبر (۱۰۱)، وسنن الصالحي، ۱/ ۴۷، اثر نمبر (۱۴)، وجامع بيان العلم وفضله، لابن عبدالبر ۲/ ۱۰۴۱، نمبر (۲۰۰۱، ۲۰۰۳، ۲۰۰۵)۔

(۳) في ماء في البدع، لابن وضاح رص ۴۳، نمبر (۱۴، ۱۱)، والمعجم الكبير، لـ، ۹/ ۱۳۳، طبراني، ۹/ ۱۳۳، حدیث نمبر (۸۵۴۸)، وامام بیہقی "المدخل الی السنن" (۱/ ۱۸۱) میں فرماتے ہیں: "اس حدیث کے راویان صحیح بخاری کے ہیں" نیز شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، لالكائي، ۱/ ۹۹، حدیث نمبر (۱۰۲)، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی، دیکھئے آپ کے لئے دیکھئے: الإبانة الصغرى، لابن بطة، ص: ۴۵، وصحيح الترغيب والترهيب، للألباني ۱/ ۱۸۱۔

ﷺ کی سنت کے بعد جو کچھ بدعتیوں نے ایجاد کر رکھا ہے اسے ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں" (۱)۔

(۲) حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نہ کوئی قول بغیر عمل کے صحیح ہو سکتا ہے، نہ کوئی قول اور عمل بغیر نیت کے، اور نہ ہی کوئی قول، عمل اور نیت بغیر سنت کے" (۲)۔

(۳) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اہل کلام (اہل بدعت کی ایک قسم) کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ سے ان کی پٹائی کی جائے، انہیں اونٹ پر سوار کر کے علاقوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے، اور اعلان کیا جائے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر علم کلام سے جڑ جانے کا انجام ہے" (۳)۔

(۴) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس نے دین اسلام میں کوئی بدعت اچھی سمجھ کر ایجاد کی، تو گویا اس نے یہ سوچا کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ (۴)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل کر دی۔

چنانچہ جو چیز اس وقت (عہد رسالت میں) دین نہ تھی آج دین نہیں بن سکتی" (۵)۔

(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سنت کے اصول ہمارے نزدیک صحابہ کرام کے متبع اور طریق کو لازم پکڑنا، بدعات سے اجتناب کرنا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، جھگڑے اور بے جا مباحثات سے دور رہنا اور اہل بدعت کی ہم نشینی سے احتراز کرنا، نیز دین میں اختلافات اور جنگ و جدال سے بچنا ہے" (۶)۔

---

(۱) "عن ابی داؤد فی کتاب السنۃ، باب کراہیۃ الخصومۃ فی السنۃ" ۲/۶۰۲، حدیث نمبر (۴۶۱۲)، نیز دیکھئے: "تحقیق معنی البدعۃ" از علامہ البانی رحمہ اللہ ص ۸۔

(۲) "شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ" ۱/۱۳۲، حدیث نمبر (۱۸)۔

(۳) اس کی تخریج گزر چکی ہے "الحدیث" میں کی ہے ۱۲/۹۔

(۴) "سورۃ المائدۃ" ۵/۳۔

(۵) "الاعتصام" ۱/۶۵۔

(۶) "شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ" ۱/۱۷۶۔

خامساً: بدعات درج ذیل وجوہات کی بنا پر مذموم ہیں:

۱- تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ وحی الٰہی کے بغیر انسانی عقلیں اپنی مصلحتوں کا ادراک نہیں کر سکتیں، اور بدعات کی ایجاد اس مصلحت کے منافی ہے۔

۲- شریعت اسلامیہ کامل و مکمل ہے، اس میں کسی قسم کی کمی و بیشی کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳- بدعتی شریعت اسلامیہ کا معاند اور اس کا مخالف ہوتا ہے۔

۴- بدعتی خواہش پرست ہوتا ہے، کیونکہ عقل اگر پابند سنت نہ ہو تو خواہش پرستی کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ نہیں۔

۵- بدعتی اپنے آپ کو شارع کے مرتبہ میں سمجھتا ہے، کیونکہ شارع ہی نے شریعت بنائی ہے اور اہل ایمان کو اس کے مطابق عمل کرنے کا مکلف بنایا ہے(۱)۔

چوتھا مسلک: بدعات کے اسباب:

بدعات کے پنپنے، پھیلنے کے مختلف اسباب ہیں، چند اسباب درج ذیل ہیں: (۲)۔

۱- جہالت: اور یہ سب سے بڑی خطا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولا تقف ما ليس لك به علم إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسئولا﴾ (۳)۔

اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق وأن

---

(۱) دیکھئے الاعتصام للشاطبی ۱/۶۱-۶۷۔

(۲) ان میں سے اکثر اسباب کے لئے دیکھئے: الاعتصام للشاطبی ۱/۶۷-۷۲۔

(۳) سورۃ الاسراء: ۳۶۔

تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطاناً وأن تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون﴾ (۱)۔

آپ فرمائیے کہ میرے رب نے خفیہ وعلانیہ فواحش، ہر طرح کے گناہ اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی، اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگادو جس کو تم نہیں جانتے۔

نیز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن اللہ لا ینتزع العلم من الناس انتزاعاً، ولکن یقبض العلماء فیرفع العلم معھم، ویبقی في الناس رؤوساً جھالاً یفتون بغیر علم فیضلون ویُضلون" (۲)۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان سے علم یونہی کھینچ کر نہ لے لے گا، بلکہ علماء کو وفات دے کر اٹھالے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اٹھ جائے گا، اور لوگوں میں صرف جاہل رؤوساء کو باقی چھوڑے گا، جو بغیر علم کے فتوے دیں گے، تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

۲- خواہشات نفس کی اتباع: یہ بھی لوگوں کو بدعات اور خواہش پرستی میں ڈالنے والے خطرناک اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿یا داود إنا جعلناک خلیفۃً في الأرض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ إن الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۳۳۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم وفی کم یکون من اشراط الساعۃ، ۱/۸۷، حدیث نمبر (۱۰۰)، واللفظ لہ، مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل والفتن فی آخر الزمان، ۴/۲۰۵۸، حدیث نمبر (۲۶۷۳)۔

(۳) سورۃ ص: ۲۶۔

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اور ارشاد ہے:

﴿ولا تطع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان أمره فرطا﴾ (۱)۔

اور آپ اس کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، اور وہ اپنے خواہشات نفسانی کا پیرو ہے، اور اس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔

اور فرمایا:

﴿أفرأيت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون﴾ (۲)۔

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے سکتا ہے، کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے؟!۔

اور فرمایا:

﴿ومن أضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله﴾ (۳)۔

اور اس سے بڑا گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو۔

اور فرمایا:

---

(۱) سورۃ الکہف: ۲۸۔

(۲) سورۃ الجاثیہ: ۲۳۔

(۳) سورۃ القصص: ۵۰۔

﴿إن يتبعون إلا الظن وما تهوى الأنفس ولقد جاءهم من ربهم الهدى﴾ (۱)۔

یہ لوگ تو صرف اٹکل پچو اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

۳- شبہات میں پڑنا: اہل بدعت شبہات میں پڑنے کے سبب بھی بدعات کے شکار ہوتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهات فأما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله وما يعلم تأويله إلا الله والراسخون في العلم يقولون آمنا به كل من عند ربنا وما يذكر إلا أولو الألباب﴾ (۲)۔

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، ساری آیتیں ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔

۴- نری عقل پر اعتماد کرنا: چنانچہ جو شخص قرآن وسنت یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر صرف عقل پر اعتماد کرتا ہے وہ گمراہی کے دلدل میں جا پھنستا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ النجم: ۲۳۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۷۔

(۳) سورۃ الحشر: ۷۔

اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا﴾ (۱)۔

اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، یاد رکھو اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

۵- تقلید اور تعصب: کیونکہ اکثر اہل بدعت اپنے آباء واجداد اور پیران ومشائخ کی تقلید کرتے ہیں اور ان کے مذاہب کا تعصب کرتے ہیں، (ایسے لوگوں کے سلسلہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وإذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباءنا﴾ (۲)۔

اور ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

اور فرمایا:

﴿بل قالوا إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مهتدون﴾ (۳)۔

بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔

اہل بدعت کے لئے ان کے اعمال مزین وآراستہ کر دیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الاحزاب: ۳۶۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۷۰۔

(۳) سورۃ الزخرف: ۲۲۔

﴿ أفمن زين له سوء عمله فرآه حسناً فإن الله يضل من يشاء ويهدي من يشاء فلا تذهب نفسك عليهم حسرات إن الله عليم بما يصنعون ﴾ (۱)۔

تو کیا وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال خوشنما کر دیے گئے ہیں تو وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے! یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے، تو (اے پیغمبر!) آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت اور نفس پرستوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿ يوم تقلب وجوههم في النار يقولون يا ليتنا أطعنا الله وأطعنا الرسول، وقالوا ربنا إنا أطعنا سادتنا وكبراءنا فأضلونا السبيلا، ربنا آتهم ضعفين من العذاب والعنهم لعناً كبيراً ﴾ (۲)۔

اس دن ان کے چہرے جہنم میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کئے ہوتے، اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی باتیں مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر خوب لعنت نازل فرما۔

۶- برے لوگوں کی ہم نشینی اور ان سے میل جول: بدعتوں میں پڑنے اور لوگوں میں بدعات کی ترویج اور نشر واشاعت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل سوء کی ہم نشینی اختیار کرنے والا ندامت کا شکار ہوتا ہے، ارشاد ہے:

﴿ ويوم يعض الظالم على يديه يقول يا ليتني اتخذت مع الرسول سبيلاً، يا ويلتى ليتني لم أتخذ فلاناً خليلاً، لقد أضلني عن الذكر بعد إذ جاءني وكان الشيطان

---

(۱) سورۃ فاطر: ۸۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۶۶-۶۸۔

للانسان خذولا﴾ (۱)۔

اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھ کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول ﷺ کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے۔

﴿وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره وإما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ (۲)۔

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔

نیز فرمایا:

﴿وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذاً مثلهم إن الله جامع المنافقين والكافرين في جهنم جميعاً﴾ (۳)۔

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۲۷-۲۹۔

(۲) سورۃ الانعام: ۶۸۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۴۰۔

"إنما مثل الجليس الصالح و الجليس السوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبةً، ونافخ الكير إما أن يحرق ثيابك وإما أن تجد ريحاً خبيثةً" (۱)۔

نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے، تو مشک فروش یا تو تم کو مشک ہدیہ میں دے گا یا تم اس سے خرید لو گے، یا کم از کم تمہیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تمہیں اس سے گندی بو ملے گی۔

۷۔ علماء کی خاموشی اور کتمان علم: یہ بھی لوگوں میں بدعات اور فساد کے پھیلنے کا ایک سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب أولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون، إلا الذين تابوا وأصلحوا وبينوا فأولئك أتوب عليهم وأنا التواب الرحيم﴾ (۲)۔

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور بیان کر دیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہوں۔

اور فرمایا:

﴿إن الذين يكتمون ما أنزل الله من الكتاب ويشترون به ثمناً قليلاً أولئك

---

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب المسک، ۹/ ۵۸۸، حدیث نمبر (۵۵۳۴)، وصحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب مجالسۃ الصالحین، ۴/ ۲۰۲۶، حدیث نمبر (۲۶۲۸)، وہذا لفظ أبي موسیٰ الأشعري رضي اللہ عنہ۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۵۹-۱۶۰۔

مایاکلون في بطونهم إلا النار ولا یکلمهم الله یوم القیامة ولا یزکیهم ولهم عذاب ألیم﴾ (۱)۔

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں، اور اسے تھوڑی تھوڑی کی قیمت پر بیچتے ہیں یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وإذ أخذ الله میثاق الذین أوتوا الکتاب لتبینه للناس ولا تکتمونه فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمناً قلیلاً فبئس ما یشترون﴾ (۲)۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنے پس پشت ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا تو کتنا بدترین ہے ان کا یہ سودا؟۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایک جماعت پر دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے فرمایا:

﴿ولتکن منکم أمة یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر وأولئک هم المفلحون﴾ (۳)۔

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

---

(۱) سورۃ البقرۃ ۱۷۴۔

(۲) سورۃ آل عمران ۱۸۷۔

(۳) سورۃ آل عمران ۱۰۴۔

آپ نے فرمایا:

"من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان" (۱)۔

تم میں سے جو کوئی منکر امر دیکھے تو اسے چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روک دے، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" ان درجات و مراتب کے مطابق ہر شخص پر فرض ہے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب، يأخذون بسنته ويقتدون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون، من جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن، ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن، وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل" (۲)۔

مجھ سے پہلے جس کسی امت میں کوئی نبی مبعوث ہوا، اس امت میں اس کے کچھ حواری (اعوان و انصار) اور ساتھی ہوتے تھے، جو اس کی سنت کی پیروی اور اس کے حکم کی بجا آوری کرتے تھے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو وہ کہتے تھے کرتے نہ تھے، اور ایسی چیزیں کرتے تھے جس کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا، تو جو ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان وان الایمان یزید وینقص وان الامر بالمعروف والنہی عن المنکر واجبان، ۱/۶۹، حدیث نمبر (۱۷۸)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان، ۱/۷۰، حدیث نمبر (۵۰)۔

مؤمن ہے، اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من سئل عن علم يعلمه فكتمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار"(۱)۔

جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا، تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

۸- کافروں کی مشابہت اور ان کی تقلید: مسلمانوں کے درمیان بدعات کے جنم دینے میں اس چیز کا ایک نمایاں دخل ہے، اس کی دلیل ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: "ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی طرف جا رہے تھے، اور ابھی ہمارے کفر کا زمانہ قریب ہی گذرا تھا، فتح مکہ کے روز ہی مسلمان ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہمارا گذر ایک درخت سے ہوا تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح مشرکین کا ذات انواط ہے اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے۔ (ذات انواط دراصل ایک بیری کا درخت تھا جس کے پاس مشرکین عبادت کی خاطر بیٹھتے تھے، اور حصول برکت کے لئے اپنے ہتھیار وغیرہ بھی اس میں لٹکایا کرتے تھے) تو جب ہم نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے کہی تو آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے وہی بات کہی ہے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

﴿اجعل لنا إلها كما لهم آلهة قال إنكم قوم تجهلون﴾ (۲)۔

ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر فرما دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: واقعی تم لوگ بڑے نادان ہو۔

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، ۵/ ۲۹، حدیث نمبر (۲۶۴۹)، وابوداود، کتاب العلم، باب کراہیۃ منع العلم، ۳/ ۳۲۱، حدیث نمبر (۳۶۵۸)، وابن ماجہ، المقدمۃ، باب من سئل عن علم فكتمه، ۱/ ۹۸، حدیث نمبر (۲۶۶)، ومسند احمد، ۲/ ۲۶۳، (۷۳۹۵)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن الترمذی (۲/ ۳۳۰) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۱/ ۴۹) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۳۸۔

"لترکبن سنن من کان قبلکم"(۱)۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے کی پیروی کرو گے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے اس بدترین مطالبہ کا اصل محرک کفار کی مشابہت ہی تھی، اسی طرح صحابہ کرام کا اللہ کے علاوہ سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر نبی کریم ﷺ سے ایک درخت مقرر فرمانے کے مطالبہ کا سبب بھی کفار کی مشابہت ہی تھی، اور یہی حال آج مسلمانوں کی اکثریت کا بھی ہے کہ انہوں نے بدعات وشرکیات کے عمل میں کفار کی مشابہت اختیار کی ہے، جس کے مطابق تقریبات پیدائش، جنازوں کی بدعات، اور قبروں پر عمارت کی تعمیر وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گذشتہ قوموں کی راہیں اپنانا بدعات وخرافات کا ایک دروازہ ہے"(۲)۔

اس بات کی مزید وضاحت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبر، وذراعاً بذراع، حتی لو دخلوا في جحر ضب لاتبعتموهم"۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستوں کی پیروی کرو گے، ایک ایک بالشت، اور ایک ایک گز، حتی کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے، تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے"۔ ہم نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! "کیا یہود ونصاریٰ کی راہوں کی؟" آپ نے فرمایا: "فمن؟" "تو اور کس کی؟"(۳)۔

---

(۱) اس حدیث کی تخریج بایں الفاظ امام ابو عاصم نے کتاب السنۃ میں کی ہے، (۱/۳۰، حدیث نمبر (۷۶)، علامہ البانی نے اس حدیث کی سند کو "ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ" میں (مع کتاب السنۃ کے ساتھ ہی شائع ہوئی ہے) حسن قرار دیا ہے، (۱/۳۷)، وجامع ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لترکبن سنن من کان قبلکم، (۴/۵۰، حدیث نمبر (۲۱۸۰)، امام ترمذی نے حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا ہے کہ "حدیث حسن صحیح ہے" دیکھئے البانی کی تخریج احادیث تفسیر ابن کثیر، وتخریج احادیث تفسیر ابن ابی حاتم، (۱/۳، ۲۵)۔

(۲) دیکھئے اسمٰعیل بن اسحاق الجہضمی، وتقی الدین ابو بکر الحصنی الدمشقی، اخبار من الحیاء والبکاء، (ص: ۱۲۷)، وابن رجب حنبلی، احادیث فی ذم الکلام واہلہ، (ص: ۱۲۷)، وابن ابی العز الحنفی، شرح العقیدۃ الطحاویۃ، (۱/۳۷۰)، وابن باز، تحذیر الداعی من البدع، (ص: ۱۰)۔

(۳) متفق علیہ: بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی ﷺ: "لتتبعن سنن من کان قبلکم"، (۸/۱۹۱، حدیث نمبر (۷۳۲۰)، ومسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ، (۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر (۲۶۶۹)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "السنن" کے معنی راستے کے ہیں، اور بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ سے گناہوں اور دیگر بے راہ روی کے کاموں میں شدت یکسانیت اور موافقت کی مثال مقصود ہے، نہ کہ کفر میں، اور یہ نبی کریم ﷺ کا ایک کھلا معجزہ ہے، کیونکہ آپ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف واقع ہوئی" (۱)۔

معلوم ہوا کہ بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے سے دراصل ہر اس شے میں اتباع کرنے کی مثال مقصود ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے، اور وہ شریعت کی نگاہ میں مذموم ہے (۲)، اور نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك له، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذل والصغار على من خالف أمري، ومن تشبه بقوم فهو منهم" (۳)۔

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تاکہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی عبادت و پرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت و خواری اس شخص کا مقدر بنا دی گئی ہے جس نے میرے حکم کی مخالفت کی، اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

۹۔ ضعیف و موضوع (جھوٹی) حدیثوں پر اعتماد: ضعیف و بے اصل حدیثوں پر اعتماد بھی ان اسباب میں سے ہے جن سے بدعات کی نشر و اشاعت ہوتی ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر اہل بدعت ضعیف، بے سروپا، موضوع، جھوٹی اور ان احادیث پر اعتماد کرتے ہیں جنہیں محدثین نے درجۂ قبولیت سے خارج قرار دیا ہے، اور دوسری طرف ان صحیح احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جو ان کی بدعات کے آڑے آتی

---

(۱) صحیح مسلم بشرح النووی (۱۱/۲۰۰)۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری، لابن حافظ ابن حجر (۱۳/۲۸۱)۔

(۳) مسند احمد بن حنبل (۲/۵۰) علامہ احمد شاکر نے مسند احمد کی شرح میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: (حدیث نمبر ۵۱۱۴ و ۵۶۶۷) یہ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے۔

ہیں، جس کے نتیجہ میں ہلاکت و بربادی اور خسارہ ان کا مقدر بن جاتا ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (۱)۔

۱۰- غلو پسندی و مبالغہ آرائی: غلو بدعات کے ظہور و انتشار کا سب سے بنیادی سبب ہے، اور یہی وہ سبب اصیل ہے جس سے انسانیت میں شرک جیسے سنگین جرم کا وجود ہوا، کیونکہ لوگ آدم علیہ السلام سے لیکر دس صدیوں تک خالص عقیدۂ توحید پر قائم تھے، شرک کا وجود نہ تھا، پھر اس کے بعد لوگوں نے صالحین (نیکوکار لوگ) سے عقیدت میں غلو کیں اور ان کے بارے میں اس حد تک غلو کیا کہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے دعوت توحید کی تجدید کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، اور یوں انبیاء و رسل علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا (۲)۔

غلو کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں، چنانچہ غلو شخصیتوں میں ہوتا ہے، مثلاً ائمہ اولیاء کی تقدیس اور انہیں ان کے مرتبوں سے اونچا اٹھانا، اور پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت تک پہنچ جانا وغیرہ، نیز دین میں غلو ہوتا ہے، مثلاً اللہ کی شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کرنا، یا بے جا تشدد اور ناحق کسی کی تکفیر کرنا وغیرہ، اور غلو درحقیقت عقائد و اعمال میں حد سے تجاوز کرنے کو کہا جاتا ہے، خواہ کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف ہو، یا کسی چیز کی اس کے حق سے زیادہ مذمت (۳)۔

اللہ تعالیٰ نے غلو سے روکا ہے، چنانچہ اہل کتاب سے فرمایا:

﴿يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾ (۴)۔

اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اپنے دین میں غلو نہ کرو۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی دین میں غلو کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم (۲/۳۲۱-۳۲۳)، اغاثۃ اللہفان (۱/۱۹۴-۱۹۶)، وتلبیس ابلیس لابن الجوزی (۱/۲۹-۳۰)، وصیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان، ص ۸۳۸، ورسالۃ فی الرد علی من یقول بوحدۃ الوجود، للشیخ عبدالعزیز بن باز (۱/۱۸۰)۔

(۲) دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ (۱/۱۷۴) للحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ۔

(۳) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم (۲/۳۲۱) للشیخ تقی الدین ابن تیمیہ۔

(۴) سورۃ النساء: ۱۷۱۔

"إياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين" (۱)۔

دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ دین میں غلو کرنا شرک و بدعات اور خواہشات کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، (۲) اور دین میں غلو کی خطرناکی ہی کو محسوس کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں مبالغہ آرائی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى ابن مريم فإنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله" (۳)۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کر کے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھایا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔

پانچواں مسلک: بدعت کی قسمیں:

مختلف اعتبار سے بدعت کی مختلف قسمیں ہیں، جن کی تفصیل مختصر اندراج ذیل ہے:

پہلی قسم: بدعت حقیقی و بدعت اضافی:

۱- بدعت حقیقی: وہ بدعت ہے جس پر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور اہل علم کے کسی معتبر استدلال سے ابتدائی یا تفصیلی طور پر کوئی بھی شرعی دلیل موجود نہ ہو، اسے بدعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں بلا کسی سابق مثال کے ایک نیا اضافہ ہے (۴)۔

---

(۱) نسائی، کتاب المناسک، باب القدر الحصی، ۵/۲۶۸، وابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی، ۲/۱۰۰۹، (رقم ۳۰۲۹)، ۱۰/۳۳۶، اس حدیث کی صحت کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "اقتضاء الصراط المستقیم" (۱/۳۹۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱/۲۸۹، والاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۳۲۹-۳۳۱، نیز مبارکپوری، ابو العلاء، از اکرم ضیاء العمری، ۱/۱۸۱، ۱۸۳، والغلو في الدين في حياة المسلمين المعاصرة، از ڈاکٹر عبد الرحمن ابن معلا اللویحق، ص ۷۰-۷۱، وتحفة في الدعوة إلى الله، از سعید بن علی القحطانی، ص ۴۷۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واذکر في الکتاب مریم... ۴/۱۷۰، حدیث نمبر (۳۴۴۵)۔

(۴) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۳۷۔

مثال کے طور پر رہبانیت کے ذریعہ اللہ سے تقرب کا حصول، یعنی تمام انسانوں سے علیحدہ ہو کر، دنیا اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر پہاڑوں میں پناہ گیر ہو جانا، ایسا کرنے والوں کا یہ عمل ایک من مانی عبادت ہے جسے انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (۱)۔

دوسری مثال یوں ہے کہ اللہ کی عبادت کی خاطر اپنے اوپر اللہ کی پاکیزہ حلال چیزیں حرام قرار دے لینا (۲)، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں (۳)۔

۲- بدعت اضافی: بدعت اضافی کے دو رخ یا دو شاخے ہیں:

۱- اس بدعت سے کچھ دلائل متعلق ہیں، لیکن اس پہلو سے وہ بدعت شمار نہ ہوگی۔

۲- اس بدعت سے بھی اسی طرح دلائل متعلق ہیں جس طرح بدعت حقیقی سے، یعنی ایک اعتبار سے دلیل پر مبنی ہونے کے سبب سنت، اور دوسرے اعتبار سے دلیل نہیں بلکہ شبہ پر مبنی ہونے کے سبب بدعت ہے، دونوں میں فرق بایں معنی ہے کہ اصل مسئلہ مبنی بر دلیل ہے، لیکن کیفیات، احوال اور تخصیصات کے اعتبار سے دلیل نہیں ہے، جبکہ مسئلہ کے لئے دلیل ناگزیر ہے، کیونکہ مسئلہ تعبدی ہے، عام حالات سے متعلق نہیں ہے (۴)۔

مثال کے طور پر لوگوں کا پنجوقتہ نمازوں کے بعد یا کسی بھی وقت اجتماعی طور پر بیک آواز ذکر کرنا، یا اسی طرح پنجوقتہ نمازوں کے بعد امام کا دعا کرنا، اور مقتدیوں کا آمین کہنا، تو ان مسائل پر غور کریں کہ ذکر تو مشروع ہے، لیکن ان مخصوص کیفیات پر ذکر کرنا غیر مشروع، بدعت اور خلاف سنت ہے (۵)۔

اسی طرح ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو، دن میں خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنا اور رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کرنا، نیز ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں "صلاۃ الرغائب" کا اہتمام کرنا

---

(۱) دیکھئے حوالہ سابق، ۱/۳۵۰، تفسیر القرآن العظیم، از حافظ ابن کثیر، ۴/۳۱۹، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، از علامہ سعدی، ص ۸۲۔

(۲) دیکھئے الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۶۴۔

(۳) دیکھئے حوالہ سابق، ۱/۳۵۰-۳۵۲۔

(۴) دیکھئے الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۳۶۷، ۳۶۸۔

(۵) دیکھئے حوالہ سابق، ۱/۴۵۲، وجوب اولی الاعتصام بالکتاب والسنۃ وما علیہ السلف الصالح، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص ۹۱۔

وغیرہ بھی ہے۔

یہ ساری چیزیں بدعت ہیں، اور یہی بدعت اضافی ہے، کیونکہ صلاۃ، صوم وغیرہ دیگر عبادات اصلاً مشروع ہیں، لیکن انہیں کسی خاص وقت، خاص جگہ، یا کسی خاص کیفیت میں ادا کرنے سے ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے، کیونکہ زمان ومکان اور کیفیات کی یہ تخصیص کتاب وسنت سے ثابت نہیں، چنانچہ یہ ساری چیزیں بہ حیثیت اصل تو سنت ہیں لیکن غیر ثابت امور کے سبب بدعت میں داخل ہو جاتی ہیں (۱)۔

دوسری قسم: بدعت فعلی وبدعت ترکی:

۱- بدعت فعلی: بدعت کی تعریف میں شامل ہے، بدعت فعلی دین میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو (۲)۔

مثال کے طور پر اللہ کی شریعت میں کسی غیر مشروع امر کا اضافہ کر دینا، جیسے کوئی شخص نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کر دے، یا دین میں ایسی چیز داخل کرے جو اس میں سے نہ ہو، یا کسی عبادت کو اسوۂ نبوی ﷺ کے خلاف کسی خاص کیفیت میں انجام دے، (۳) یا کسی مشروع عبادت کو کسی وقت کے ساتھ خاص کر دے جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو، جیسے، خصوصیت کے ساتھ چند راتوں شعبان کے دن روزہ رکھے اور رات میں عبادت کرے (۴)۔

۲- بدعت ترکی (کسی چیز کو بلا دلیل ترک کر دینے کی بدعت): بدعت کی یہ قسم بھی بدعت کی تعریف کے عموم میں داخل ہے کہ یہ "دین میں ایک نوایجاد طریقہ ہے" (۵)، چنانچہ کسی چیز کو بلا دلیل چھوڑنے سے بھی

---

(۱) دیکھئے: اصول فی البدع والسنن، ابن شامہ الدمشقی، ص: ۳۰، وتحریم مرأی الناس بما نزل من الآیات والہدی، ابو شامہ الدمشقی، اختصار: صالح الشیحی، ص: ۹۶۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، ابو اسحاق الشاطبی، ۱/ ۳۷۔

(۳) دیکھئے: الاعتصام، ابو اسحاق الشاطبی، ۱/ ۳۹، ۴۰، ۲۲۵، وتحریم مرأی الناس بما نزل من الآیات والہدی، اختصار: صالح الشیحی، ص: ۹۹، وتحقیق البدع والعلاقہ بالسنۃ الغائبۃ، ۱/ ۳۵، واصول فی البدع والسنن، ابن شامہ الدمشقی، ص: ۳۰، والبدع الاضافیۃ فی العبادات، د. سلیمان بن مہران الرحیلی، ص: ۱۰۷۔

(۴) دیکھئے: کتاب الحوادث والبدع، ابو بکر الطرطوشی، ص: ۸۰۔

(۵) دیکھئے: الاعتصام، ابو اسحاق الشاطبی، ۱/ ۳۷۔

بدعت کا وقوع ہو جاتا ہے، خواہ اسے حرام سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے، کیونکہ کسی چیز کو جو شرعاً حلال اور جائز ہے، اگر انسان اسے اپنے اوپر حرام کر لے یا قصداً ترک کر دے تو اس کا یہ ترک کرنا دو صورتوں سے خالی نہ ہوگا، یا تو اس کا کوئی شرعی جواز ہوگا، یا اس کے برعکس، اب اگر اس کا کوئی شرعی جواز ہے تو اسے ترک کرنے میں ادنیٰ حرج نہیں، کیونکہ یہ چیز تو شرعاً جائز اور مطلوب امر ہے، جیسے کوئی شخص کسی خاص قسم کے کھانے کو اس لئے ترک کر دے کہ وہ کھانا اس کے جسم یا عقل یا دین کے لئے کسی بھی حیثیت سے ضرر رساں ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو ضرر رساں امور سے احتیاط (بچاؤ) کے قبیل سے ہے، جس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیه بالصوم، فإنه له وجاء" (۱)۔

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے شادی کی طاقت ہو اسے چاہئے کہ شادی کر لے، کیونکہ وہ نگاہوں کو زیادہ پست کرنے والی اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے، اور جسے شادی کی استطاعت نہ ہو، وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لئے گناہوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح اگر حرج والے کاموں سے بچنے کے لئے غیر حرج والے کاموں کو بھی ترک کر دے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، کیونکہ یہ حرام میں وقوع کے خوف سے اور دین و آبرو کی حفاظت کی خاطر شبہات سے اجتناب کے قبیل سے ہے۔

اور اگر ترک عمل کسی اور غرض کے لئے ہو تو بھی دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو دینی نقطۂ نظر سے ہوگا، یا غیر دینی نقطۂ نظر سے، اب اگر غیر دینی نقطۂ نظر سے یونہی اس کا تارک ہے، تو اس کو حرام سمجھنا یا قصداً انجام نہ دینا خواہ مخواہ کا کام ہے، لیکن اس صورت میں اسے بدعت کی عمومی تعریف میں شامل نہ ہونے کے سبب بدعت نہ کہا جائے گا، البتہ ان لوگوں کی تعریف کے مطابق ضرور کہا جائے گا جو عادات میں بھی بدعت کے

---

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزبة، ۲/۶۷۸، حدیث نمبر (۱۸۰۵)، وصحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه ووجد مؤنة، ۲/۱۰۱۸، حدیث نمبر (۱۴۰۰)، واللفظ لمسلم۔

قائل ہیں، البتہ پہلی تعریف کی روشنی میں یہ بدعت نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ ایک شے کو ترک کرنے یا اس کی حرمت کا عقیدہ رکھنے کے سبب وہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والا شمار ہوگا، اور گناہ کا مستحق قرار پائے گا، اور خلاف ورزی کا گناہ عمل متروک کے درجۂ وجوب و استحباب پر مبنی ہوگا۔

ہاں اگر ترک عمل دینی نقطۂ نظر سے ہو تو وہ دین میں بدعت شمار ہوگا، چاہے عمل متروک مباح ہو یا واجب، اور خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، یا عادات سے، نیز قول سے ہو یا فعل سے، یا اعتقاد سے، اگر اس کے ترک سے اللہ کی عبادت مقصود ہوگی تو ایسا کرنے سے وہ بدعتی شمار ہوگا (۱)۔

ایسے امور میں ترک عمل بدعت قرار پانے کی دلیل ان تین افراد کا واقعہ ہے جو آپ ﷺ کی عبادات کے متعلق دریافت کرنے کے لئے ازواج مطہرات کے گھر آئے تھے، اور جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے اپنے لئے اتنی عبادات کو بہت کم سمجھا، اور کہا: "کہاں ہم اور کہاں نبی کریم ﷺ؟" اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: "میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا" دوسرے نے کہا: "میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا کبھی ناغہ نہ کروں گا" تیسرے نے کہا: "میں عورتوں سے الگ ہو جاؤں گا اور کبھی شادی ہی نہ کروں گا" پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

"أنتم الذين قلتم كذا وكذا؟ أما والله إني لأخشاكم لله، وأتقاكم له لكني: أصوم وأفطر، وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني" (۲)۔

کیا تم ہی لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ سن لو اللہ کی قسم میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اور تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں، لیکن اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، تو جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، الإمام الشاطبي، ۱/۵۸۔

(۲) أخرجه: صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، ۹/۱۰۲، حديث نمبر (۵۰۶۳)، ومسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه ووجد مؤنه، ۲/۱۰۲۰، حديث نمبر (۱۴۰۱)، واللفظ لمسلم من حديث أنس بن مالك رضي الله عنه۔

"السنة" سے مراد یہاں طریقہ ہے، نہ کہ وہ سنت جو فرض کے بالمقابل استعمال کی جاتی ہے۔ اور "رغب عن الشیء" کے معنی کسی چیز سے اعراض کرکے دوسری طرف چلے جانے کے ہیں۔ اور "فمن رغب عن سنتي..." کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے میرے طریقہ کو چھوڑ کر میرے علاوہ کسی اور کا طریقہ اپنایا وہ مجھ سے نہیں (۱)۔

سابقہ گفتگو سے واضح ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت فعلی اور بدعت ترکی، اسی طرح سنت کی بھی دو قسمیں ہیں، سنت فعلی اور سنت ترکی۔ چنانچہ سنت رسول ﷺ جس طرح فعل سے ہوتی ہے اسی طرح ترک فعل سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ کے ہر تعبدی عمل میں آپ کی اتباع کا مکلف بنایا ہے بشرطیکہ آپ کی خصوصیات میں سے نہ ہو، اسی طرح ترک عمل میں بھی ہمیں آپ کی اتباع کا مکلف بنایا ہے، لہٰذا فعل بھی سنت ہے اور ترک فعل بھی، اور جس طرح آپ ﷺ کے کئے ہوئے کو چھوڑ کر ہم اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح آپ کے چھوڑے ہوئے کو انجام دیکر بھی اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، لہٰذا جسے آپ نے ترک کیا ہے اسے انجام دینے والا ایسے ہی ہے جیسے آپ کے کئے ہوئے کو ترک کر دینے والا، دونوں میں کوئی فرق نہیں (۲)۔

تیسری قسم: بدعت قولی اعتقادی اور بدعت عملی:

۱- بدعت قولی اعتقادی: بدعت قولی اعتقادی جیسے جہمیہ، معتزلہ، رافضہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے اقوال اور ان کے عقائد وغیرہ، نیز انہی میں وہ فرقے بھی شامل ہیں جو موجودہ زمانہ کی پیداوار ہیں، جیسے قادیانیت، بہائیت، اور باطنیہ کے تمام فرقے جیسے اسماعیلیہ، نصیریہ، دروز اور رافضہ وغیرہ۔

---

(۱) دیکھئے: فتح الباری از حافظ ابن حجر ۹/۱۰۵۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام از امام شاطبی ۱/[illegible]، [illegible]، الامر بالاتباع والنہی عن الابتداع از امام جلال الدین سیوطی ص [illegible]، اصول فی البدع والسنن از شیخ محمد احمد العدوی ص [illegible]، حقیقۃ البدع والاحکام از [illegible] ۲/[illegible]، [illegible] الابصار [illegible] لاہل الدین وفی البدع من الاخطار از [illegible] ص [illegible]، اصول البدع از [illegible] ص [illegible]، [illegible] عن الابتداع والبدع [illegible] از شیخ احمد بن حجر آل بوطامی ص [illegible]۔

۲- بدعت عملی: بدعت عملی کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

☆ وہ بدعت جو اصل عبادت میں ہو، جیسے کوئی ایسی عبادت ایجاد کرے جس کی شریعت میں کوئی اصل ہی نہ ہو، مثلاً کوئی غیر مشروع صلاۃ یا غیر مشروع صیام یا عید میلاد کی طرح کوئی غیر مشروع عید ایجاد کرے، وغیرہ۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت پر اضافہ اور زیادتی کی شکل میں ہو، مثال کے طور پر ظہر یا عصر کی صلاۃ میں پانچویں رکعت کا اضافہ کردے، وغیرہ۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کی ادائیگی کے طریقہ میں ہو، مثلاً کوئی شخص کسی مشروع عبادت کو غیر شرعی طریقہ سے ادا کرے، جیسے مشروع اذکار کو اجتماعی آواز میں گا گا کر پڑھنا، اسی طرح عبادت میں اپنے آپ پر بے جا سختی کرنا کہ سنت کی حد سے خارج ہو جائے۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کو کسی خاص وقت میں ادا کرنے کی شکل میں ہو، جس کی شریعت میں کوئی تخصیص نہ ہو، مثال کے طور پر شعبان کے پندرہویں دن کو روزہ اور اس کی شب کو قیام (عبادات وغیرہ) کے لئے خاص کر لینا، کہ اصل صیام و قیام تو مشروع ہے لیکن کسی وقت کی تخصیص کے لئے دلیل درکار ہے(۱)۔

چھٹا مسلک: دین میں بدعت کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام میں ایجاد کی جانے والی ہر بدعت گمراہی ہے اور حرام ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"إياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة"(۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۱۸/ ۲۳۲، ۲۵۰-۲۵۲) و کتاب التوحید (۲۱۲) و الدر صاحب الفرقان (ص ۸۱-۸۲) و اقتضاء الصراط المستقیم (۲۰۱) و الاعتصام (۱/ ۳۸) و فتاوی اللجنة الدائمة (۳/ ۴۸) و فتاوی الشیخ ابن باز (۱/ ۲۸۹) و فتاوی الشیخ ابن عثیمین (۱/ ۲۸۹) و فتاوی اللجنة الدائمة (۳/ ۴۸) و فتاوی الشیخ ابن باز (۱/ ۲۸۹) و فتاوی الشیخ ابن عثیمین (۱/ ۲۸۹) و فتاوی اللجنة الدائمة (۳/ ۴۸) و فتاوی الشیخ ابن باز (۱/ ۲۸۹) و فتاوی الشیخ ابن عثیمین (۱/ ۲۸۹)

(۲) صحیح مسلم (۲/ ۵۹۲) حدیث نمبر (۸۶۷) و صحیح ترمذی (۵/ ۴۳) حدیث (۲۶۷۶) مسند احمد (۴/ ۱۲۶) حدیث (۱۷۱۸۴) میں کچھ زیادتی ہے۔

دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ"۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ بات مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردّ" (۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی اور ناقابل قبول ہے، عبادات میں ہر بدعت حرام ہے، لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی حرمت کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے چنانچہ:

☆ بعض بدعتیں کفر ہوتی ہیں: جیسے اہل قبور کے تقرب کی خاطر ان کی قبروں کا طواف کرنا، ذبح اور قربانیاں پیش کرنا، نذریں ماننا، ان کی دہائی دینا، ان سے فریاد کرنا، اسی طرح غائبانہ جنازہ، معتزلہ اور رافضہ کے اقوال وغیرہ۔

☆ بعض بدعتیں شرک تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتی ہیں: جیسے قبروں پر عمارتوں کی تعمیر، اور وہاں صلاۃ، دعا، گریہ وغیرہ۔

☆ بعض بدعتیں معصیت ہوتی ہیں: جیسے: (بغیر) شادی نہ کرنے، دھوپ میں کھڑے رہ کر روزہ رکھنے، اور کسر شہوت کی خاطر خصی ہونے کی بدعتیں وغیرہ (۲)۔

امام شاطبی فرماتے ہیں کہ: "بدعتی کا گناہ ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا، بلکہ اس کے مختلف مراتب و درجات

---

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، ۳/۱۷۷، حدیث نمبر (۲۶۹۷)، صحیح مسلم، ۳/۱۳۴۳، حدیث نمبر (۱۷۱۸)، مسلم کی تخریج میں (۱۳۳۱، ۱۳۳۲) بھی گذر چکی ہے۔

(۲) دیکھئے کتاب التوحید اور اس کی شرح تیسیر العزیز الحمید، ص ۸۲۔

ہوتے ہیں، اور ان اختلاف درجات کا سبب مندرجہ ذیل امور ہیں:

۱- بدعتی بدعتی اجتہاد یا مقلد ہو۔

۲- بدعت کا وقوع بدیہی امور میں ہو مثلاً دین، نفس، عزت و آبرو، عقل اور مال وغیرہ۔

۳- بدعتی اپنی بدعت کو چھپا رہا ہو یا علانیہ انجام دے رہا ہو۔

۴- بدعتی اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو بلا رہا ہو یا خاموش ہو۔

۵- بدعتی اہل سنت و جماعت سے بغاوت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

۶- بدعت حقیقی ہے یا اضافی ہے۔

۷- بدعت واضح ہے یا غیر واضح ہے۔

۸- بدعت کفر ہے یا کفر نہیں ہے۔

۹- بدعتی اپنی بدعت پر مصر ہے یا مصر نہیں ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ مراتب و درجات اپنی خطرناکی کے اعتبار سے گناہ میں مختلف ہوتے ہیں" (۱)، نیز وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ان مراتب میں سے بعض مراتب حرام اور ناپسندیدہ (مکروہ) ہیں، البتہ ضلالت و گمراہی کی صفت ان تمام اقسام میں مشترک اور لازم ہے" (۲)، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کے اعتبار سے بدعت کی تین قسمیں ہیں:

[۱] کفر بواح یعنی کھلا ہوا کفر (۳)۔

[۲] گناہ کبیرہ (۴)۔

[۳] گناہ صغیرہ (۵)۔

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، امام شاطبی، ۲/۲۱۲-۲۱۳، نیز ۲/۵۱۵-۵۲۶۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، امام شاطبی، ۱/۵۳۰۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/۵۱۶۔

(۴) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/۵۱۷، نیز ۲/۵۲۳-۵۲۴۔

(۵) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/۵۱۷، نیز ۱/۵۳۶-۵۴۲، ۵۵۰۔

البتہ بدعت کے گناہ صغیرہ ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

پہلی شرط: بدعتی اس بدعت پر ہمیشگی نہ برتے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ صغیرہ اس کے حق میں کبیرہ بن جائے گا۔

دوسری شرط: اس کی دعوت نہ دے، کیونکہ کثرت عمل سے گناہ صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے۔

تیسری شرط: اسے لوگوں کی مجلس اور اس معاشرے میں انجام نہ دے جہاں سنتوں پر عمل ہوتا ہو۔

چوتھی شرط: بدعت کو معمولی اور حقیر نہ جانے، کیونکہ ایسا کرنا گناہ کو کمتر سمجھنا ہے، اور گناہ کو کمتر سمجھنے کا جرم گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے(۱)۔

بدعت کی ان تینوں قسموں پر ضلالت (گمراہی) کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے، جس میں بدعت مکفرہ اور بدعت مفسقہ سب شامل ہیں خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ(۲)۔

کچھ لوگوں نے احکام شریعت کی پانچ قسموں کی طرح بدعت کی بھی درج ذیل پانچ قسمیں کی ہیں:

۱- بدعت واجب ۲- بدعت حرام ۳- بدعت مستحب

۴- بدعت مکروہ ۵- بدعت مباح (جائز)۔

لیکن یہ تقسیم فرمان نبوی:

"فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة"(۳)۔

بیشک ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ کے خلاف ہے۔

اسی بنیاد پر امام شاطبی رحمہ اللہ نے بدعت کی اس تقسیم اور صاحب تقسیم کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس کی سخت تردید کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "اور جواب یہ ہے کہ یہ تقسیم تو ایجاد ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں،

---

(۱) دیکھئے یہ شرطیں اور ان کی شاندار تشریح الاعتصام للشاطبی ۱/۵۵-۵۶۔

(۲) دیکھئے حوالہ سابق ۱/۵۱۔

(۳) ابوداؤد ۵/۱۱ حدیث نمبر (۴۶۰۷) و صحیح ترمذی ۵/۴۳ حدیث نمبر (۲۶۷۶) متصل تخریج میں (۱۳۳۸) میں گذر چکی ہے۔

بلکہ یہ تقسیم بذات خود غلط ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی دلیل نص سے یا قاعدۂ شرعیہ سے نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر اس کے واجب یا مستحب یا جائز ہونے پر کوئی دلیل ہوتی تو وہ چیز بدعت ہی نہ کہلاتی بلکہ وہ عمل ان اعمال کے ضمن میں شمار ہوتا جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، یا جن میں مکلف کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ الغرض ایک طرف ان تمام چیزوں کا بدعت ہونا اور دوسری طرف ان کے واجب یا مندوب، یا مباح ہونے پر شرعی دلائل کا دلالت کرنا، دو باہم متضاد چیزوں کے جمع ہونے کے مترادف ہے، البتہ جہاں تک بدعت مکروہ اور بدعت حرام کا مسئلہ ہے تو یہ تو صرف اس کے بدعت ہونے کے پہلو سے قابل تسلیم ہے، کسی اور پہلو سے نہیں"(۱)۔

ساتواں مسلک: قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات:

پہلی قسم: میت (مردے) سے حاجت روائی کا سوال کرنا، ایسا کرنے والے بت پرستوں کے زمرہ میں شامل ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿قل ادعوا الذين زعمتم من دونه فلا يملكون كشف الضر عنكم ولا تحويلا. أولئك الذين يدعون يبتغون إلى ربهم الوسيلة أيهم أقرب ويرجون رحمته ويخافون عذابه إن عذاب ربك كان محذوراً﴾ (۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن وہ کسی تکلیف کو نہ تو تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں، بیشک تیرے رب کا عذاب خوفناک ہے۔

چنانچہ کسی بھی نبی، یا ولی، یا صالح (نیکوکار) کو پکارنے والا، اور ان میں الوہیت کا تصور رکھنے والا اس آیت کریمہ کے حکم میں شامل ہے، کیونکہ یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کو عام ہے جو اللہ کے سوا کسی کو

(۱) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، ابن تیمیہ، ۱/۲۶۶۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۵۶-۵۷۔

پکارے، حالانکہ وہ پکاری جانے والی ذات خود اللہ کے وسیلہ کی متلاشی، اس کی رحمت سے پُر امید، اور اس کے عذاب سے خائف ہو، لہٰذا جس کسی نے کسی مردہ، یا غائب نبی یا صالح (نیکوکار) کو استغاثہ (فریاد رسی) یا کسی اور لفظ سے پکارا، تو اس نے اس شرک وکفر کا ارتکاب کیا جسے اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر نہیں معاف کر سکتا۔ جس کسی نے کسی نبی، یا صالح کی ذات میں غلو کیا، یا اس میں کسی بھی قسم کی عبادت کا تصور کیا، مثلاً یہ کہا کہ "اے میرے غلاں سردار میری مدد کیجئے" یا "میری اعانت کیجئے" یا "میری فریاد سنیئے" یا "مجھے روزی دیجئے" یا "میں آپ کی حفاظت میں ہوں" وغیرہ، تو یہ ساری باتیں شرک باللہ اور ضلالت وگمراہی ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اسی لئے بھیجے ہیں اور کتابیں اسی لئے اتاری ہیں کہ دنیا میں صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔

دوسری قسم: میت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، یہ دین اسلام میں ایک نوایجاد بدعت ہے، البتہ یہ قسم پہلی قسم کی طرح نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور لوگ جو انبیاء وصالحین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: "اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی، یا تیرے انبیاء، یا تیرے فرشتوں یا تیرے نیک بندوں، یا شیخ فلاں کے حق یا اس کی حرمت کے وسیلہ سے، یا لوح وقلم کے واسطے سے تجھ سے دعا کرتا ہوں" وغیرہ، تو یہ ساری باتیں بدترین قسم کی بدعات ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اعمال صالحہ (جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں اہل غار کے واقعہ میں وارد ہے) اور زندہ حاضر مومن وتقی کی دعا کا وسیلہ جائز ہے۔

تیسری قسم: کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبروں کے پاس دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، یا مسجد میں دعا کرنے کی بہ نسبت وہاں دعا کرنا زیادہ افضل ہے، اور پھر اس غرض سے وہ قبروں کا قصد کرے، تو یہ ساری ترکیبیں متفقہ طور پر حرام اور ناجائز ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں معلوم نہیں، چنانچہ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے نہ اس کے رسول ﷺ نے، اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین، اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے انجام دیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کی سلامت کے بعد کئی

مرجہ قحط سالی سے دوچار ہوئے، مصائب کے شکار ہوئے لیکن کبھی بھی رسول ﷺ کی قبر کے پاس نہ آئے، بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عباس (عم رسول) رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان سے طلب باراں کے لئے دعا کروائی، سلف صالحین قبروں کے پاس دعا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، چنانچہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رسول ﷺ کی قبر کے پاس موجود ایک شگاف میں داخل ہو کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد اپنے دادا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا قبري عيداً، ولا تجعلوا بيوتكم قبوراً، وصلوا علي وسلموا حيثما كنتم، فسيبلغني سلامكم وصلاتكم"(۱)۔

میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور جہاں کہیں بھی رہو مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود وسلام مجھے پہنچ جائے گا۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک صحیح زمین پر پائی جانے والی تمام قبروں سے افضل ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے اسے عید (میلا ٹھیلا) بنانے سے منع فرمایا ہے، تو دیگر قبروں کے پاس اس غرض سے جانا بدرجۂ اولی حرام اور ممنوع ہوگا خواہ وہ کسی کی قبر ہو(۲)، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم"(۳)۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ

---

(۱) [مختصر المقاصد في ذكر النبي ﷺ] از ابن تیمیہ تا جلیل القدر، ص ۱۳۳، اور امام البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی بحث سابق مذکور ہیں انہیں اپنی کتاب "تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد" (ص: ۱۴۰) میں اکثر قرار دیا ہے۔

(۲) [اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم] از تقی الدین احمد بن تیمیہ ۲/ ۱۱۵-۱۱۶۔

(۳) [سنن ابوداود] (مع عون المعبود کے ساتھ) کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور ۲/ ۲۱۸، حدیث نمبر (۲۰۴۲) و[مسند احمد] ۲/ ۳۶۷، علامہ البانی نے اپنی کتاب "تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد" (ص: ۱۴۳) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

تمہارا اور وہ مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

آٹھواں مسلک: عصر حاضر کی بدعات:

دور حاضر میں پائی جانے والی بدعات بہت زیادہ ہیں، چند بدعات بطور مثال حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانا:

یوم پیدائش کا جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، جسے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں نے ایجاد کیا، اہل علم ہر زمانہ میں اس بدعت کے بطلان کی وضاحت اور اس کے موجد اور اس پر عمل کرنے والوں کی تردید کرتے رہے ہیں، چنانچہ مندرجہ ذیل دلائل و براہین کی روشنی میں کسی کی یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں:

۱- یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مشروع نہیں فرمایا، نہ اپنے قول سے، نہ اپنے فعل سے اور نہ ہی اپنی تقریر سے، جب کہ آپ ﷺ ہی ہمارے رہبر اور امام ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ (۱)۔

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً﴾ (۲)۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

---

(۱) سورۃ الحشر: ۷۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۲۱۔

نیز نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام نے آپ ﷺ کے یوم پیدائش کا جشن نہ منایا، اور نہ ہی اس کی دعوت دی، جب کہ وہ نبی رحمت ﷺ کے بعد امت کے سب سے افضل لوگ تھے۔ خلفائے راشدین کی بابت رسول گرامی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة" (۲)۔

میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو، اسے داڑھوں سے مضبوط جکڑ لو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۳- یوم پیدائش کا جشن منانا جادۂ حق سے منحرف گمراہوں کا طور طریقہ ہے، کیونکہ سب سے پہلے عبیدیوں فاطمیوں (شیعوں کا ایک فرقہ) نے چوتھی صدی ہجری میں اس بدعت کو ایجاد کیا، یہ لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سراسر جھوٹ منسوب ہیں، حقیقت میں یہ لوگ باختلاف اقوال یہودی یا مجوسی (آتش پرست) یا ہر بدترین لوگ تھے (۳)۔

ان کا سب سے پہلا بادشاہ المعز لدین اللہ عبیدی مغربی تھا، جو شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر کی طرف نکلا، اور رمضان ۳۶۲ھ میں مصر پہنچا (۴)۔

---

(۱) اس حدیث کی تخریج میں (۲۳۳، ۲۳۱) میں گزر چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج میں (۲۳۳، ۲۳۱) میں گزر چکی ہے۔

(۳) دیکھئے: الإعلام بما في مصر من الأعلام، (وہ شیخ مجی محفوظ ہیں) ص ۱۵۱، والخبر عن الواحد والخلفاء از (ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمن الجدیع) ص ۲۵۹-۲۶۳، والسیف الولاء لعبد ولی کمال الدین، والبدع من الحولیات از (ڈاکٹر ناصر الجدیع) ص ۳۳۱۔

(۴) دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ، از (امام حافظ ابن کثیر) ۱۱/۲۷۲-۲۷۵، ۱۲/۳۲۵، ۳۵۲، ۳۶۷-۳۶۸، ۳۹۸، ۳۹۹، ۳۹۹، ۳۹۹

تو کیا کسی صاحب فہم مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روافض (شیعوں) کی تقلید اور ان کے طریقہ کی پیروی کرے؟!۔

۴- اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے، ارشاد ہے:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دیناً﴾ (۱)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے کھلے پیغام کو لوگوں تک پہنچادیا ہے اور انہیں جنت تک پہنچانے اور جہنم سے دور کرنے والے ہر راستے کی رہنمائی کر دی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جو کہ انبیاء کرام میں سب سے افضل اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں، اور انبیاء میں الروئے تبلیغ و نصیحت سب سے اکمل ہیں، اگر یوم پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو آپ اپنی امت کو ضرور بتلاتے یا اپنی حیات مبارکہ میں اس کا اہتمام ضرور کرتے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ما بعث الله من نبي إلا كان حقاً عليه أن يدل أمته على خير ما يعلمه لهم، وينذرهم شر ما يعلمه لهم" (۲)۔

اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر و بھلائی جانتا ہو اپنی امت

== (۱) (۵/۳) وتفسیر ابن کثیر (۲/۱۰) وتفسیر احکام القرآن، لابن العربی (۱/۵۹)۔

نیز جاننا چاہیے کہ صلیبیوں کا سب سے آخری بادشاہ خدیو اسماعیل باشا تھا، اسے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے ۵۶۳ھ میں قتل کیا، ابن کثیر بھی فرماتے ہیں: "وہ خلفاء کا سلسلہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے پانچویں سردار عادل پر ختم ہوا، یہاں تک کہ انہوں نے اسے نکال باہر کیا اور جو بھی اس کو سنبھال پایا، اور جو بھی کوچ دین سے بھاگ پایا اور روافض کی حکومت کو ختم کر دیا یہ چودہ ایک تھے جو مصر میں اپنی حکومت کے تھے۔" "عاضد" کے معنی "کاٹنے والے" کے ہوتے ہیں، یہ اپنا یہ خدیو اپنے اوپر غالب حکومت کو کاٹ دینے والا تھا (البدایہ والنہایہ ۱۲/۱۰۱)۔

(۱) سورۃ المائدۃ: ۳۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الأول فالأول، ۳/۱۴۷۱، حدیث نمبر (۱۸۴۴)۔

کو اسکی رہنمائی کردے، اور جو بھی برائی جانتا ہو اس پر تنبیہ کردے۔

۵- اس طرح کی سازشوں کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا لہٰذا اس کی تکمیل کے لئے کچھ تشریعی امور کا ایجاد کرنا ضروری ہے! ونیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت تک لائق عمل چیزیں نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ بعد میں یہ بدعتی لوگ آئے اور اللہ کی شریعت میں اللہ کی غیر مشروع کردہ چیزیں یہ سوچ کر ہوئے ایجاد کردیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ سے قریب کردیں گے! جبکہ یہ بڑی خطرناک اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر اعتراض والی بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کردیا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت پوری کردی ہے۔

۶- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے وہ نصوص جن سے اسلام میں بدعات کے ایجاد پر تنبیہ، اتباع سنت کا حکم، اور قول وعمل میں حکم رسول کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے ان نصوص کی روشنی میں علماء محققین نے ایام پیدائش کی محفلوں کا انکار کیا ہے، اور ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

۷- یوم ولادت نبوی کا جشن منانے سے محبت رسول ﷺ کا تحقق نہیں ہوتا! بلکہ آپ کی محبت کا تحقق آپ ﷺ کی اتباع، آپ کی سنت پر عمل اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾ (۱)۔

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

۸- رسول اللہ کی یوم پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے (یعنی اس پر سالانہ محفل منعقد کرنے) میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے، جب کہ ہمیں ان کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کی تقلید کرنے سے منع کیا گیا ہے (۲)۔

---

(۱) سورۂ آل عمران: ۳۱۔

(۲) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ أصحاب الجحیم لشیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲/۶۱۴-۶۱۵، دار العلم، الاباضیۃ بحضرموت ۱/۴۰۸۔

۹- عقلمند کو اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق شریعت کی دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وان تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾ (۱)۔

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ انکا کہا مانے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما أكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين﴾ (۲)۔

اور آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لا سکتے۔

اور فرمایا:

﴿وقليل من عبادي الشكور﴾ (۳)۔

اور میرے بندوں میں بہت کم ہی شکر گذار ہیں۔

۱۰- شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو جائے اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا﴾ (۴)۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۱۶۔

(۲) سورۃ یوسف: ۱۰۳۔

(۳) سورۃ سبا: ۱۳۔

(۴) سورۃ النساء: ۵۹۔

والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه إلى الله﴾ (۱)۔

اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی محفل میلاد کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ (۲)۔

اور تمہیں جو رسول دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کی وضاحت فرماتا ہے کہ اہل ایمان پر اس نے اپنے دین کی تکمیل اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے، نیز یہ چیز بھی اس سے پوشیدہ نہ رہے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو میلاد منانے کا حکم دیا، نہ ہی خود منایا، اور نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ محفل میلاد دین اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ایک نو ساختہ بدعت ہے۔

۱۱- مسلمان کے لئے مشروع یہ ہے کہ اگر چاہے تو پیر کے دن کا روزہ رکھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پیر کے روزہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"ذاك يوم ولدت فيه، ويوم بعثت، أو أنزل علي" (۳)۔

اسی دن میری ولادت ہوئی ہے اور اسی دن نبی و رسول بنا کر مبعوث ہوا ہوں یا مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

---

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۱۰۔

(۲) سورۃ الحشر: ۷۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ستۃ أیام من شوال اتباعا لرمضان، وصیام یوم عرفۃ، وصوم شوال، وداؤد الطیالسی (۲۰۱۹)، وعبد بن حمید (۱۲۹۲)۔

لہٰذا اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں پیر کے روز صرف روزہ رکھنا ثابت ہے، آپ کی ولادت یا سعادت کا جشن منانا نہیں۔

۱۲- جشن عید میلاد النبی ﷺ میں اکثر و بیشتر منکرات اور مفاسد کی بھرمار ہوتی ہے، چنانچہ اس طرح کی محفلوں میں شریک ہونے والے اور ان کا مشاہدہ کرنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ بطور مثال (ان مجلسوں میں انجام پانے والے) چند حرام اور منکر امور درج ذیل ہیں:

اولاً: میلاد کی حضرات جو بھی قصائد یا مدحیہ اشعار ان محفلوں میں گاتے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر اشعار شرکیہ کلمات، غلو آرائی اور مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہوتے؛ جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى ابن مريم فإنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله"(۱)۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کر کے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو"۔

ثانیاً: میلاد کی ان محفلوں میں دیگر حرام کاریاں بھی ہوتی ہیں، مثلاً مرد و زن کا اختلاط، گانے بجانے، ڈھول تاشے کے آلات کا استعمال، نشا آور اشیاء کا استعمال، اور بسا اوقات ان محفلوں میں شرک اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جیسے رسول گرامی ﷺ کی ذات یا دیگر اولیاء کرام سے استغاثہ (فریاد) وغیرہ کرنا، اسی طرح قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی ہے، چنانچہ اسی مجلس میں بیٹھ کر لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اسی طرح ان مجلسوں میں بے حساب فضول خرچی بھی ہوتی ہے، نیز ان ایام میں مساجد میں سراسر باطل پر مبنی ذکر کی مجلسیں اور حلقے قائم کیے جاتے ہیں جن میں بڑے زور زور سے لوگ قوالیاں گاتے ہیں اور حلقۂ ذکر کا رئیس تیزی سے تالیاں بجاتا ہے، یہ ساری چیزیں باتفاق علماء حق، باطل اور حرام ہیں (۲)۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، وبہ قولہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم، ۲/۱۰۱۱، حدیث نمبر (۳۴۴۵)۔

(۲) دیکھئے: فتاویٰ علماء البلد الحرام، جمع و ترتیب علی الطحاوی، ص: ۲۵۱-۲۵۷۔

ثالثاً: میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ از روئے تعظیم و تکریم کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں، چنانچہ اسی عقیدہ کے مطابق آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ رسول کریم ﷺ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں، نہ لوگوں میں سے کسی سے مل سکتے ہیں اور نہ ان محفلوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ اپنی قبر پاک میں قیامت تک کیلئے مقیم ہیں اور آپ کی روح مبارک دار کرامت (جنت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے(۱)، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ثم إنكم بعد ذلك لميتون، ثم إنكم يوم القيامة تبعثون﴾ (۲)۔

اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مرجانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع وأول مشفع" (۳)۔

میں قیامت کے روز تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں قبر سے باہر نکلوں گا اور میں سب سے پہلا سفارشی ہونگا، اور سب سے میری سفارش قبول ہوگی۔

یہ آیت کریمہ، اور حدیث شریف اور اس معنی کی دیگر آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے علاوہ دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے، لہٰذا شیخ علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یہ علماء اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں"(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، ص: ۱۳۔

(۲) سورۃ المؤمنون: ۱۵، ۱۶۔

(۳) مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد ﷺ علی جمیع الخلائق، ۴/۱۷۸۲، حدیث نمبر (۲۲۷۸)۔

(۴) التحذیر من البدع، ص: ۱۳، اور دیکھئے: الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۰-۲۵۹، والفرق کے تواصل والتقاطع، از الشیخ صالح بن عبد الرحمن بن حمید، ص: ۲۳۵-۲۳۸، وتحریم آلۃ الطرب، ص: ۲۳۸-۲۵۰۔

۲- ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا:

ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں ابومحمد المقدسی رحمہ اللہ نے خبر دیا' وہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک ماہ رجب کی نماز کا مسئلہ ہے تو ہمارے یہاں بیت المقدس میں اس کی ایجاد (وجود) ۴۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اس سے قبل اس نماز کو ہم نے نہ کبھی دیکھا تھا، اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا تھا'' (۱)۔

اور امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک صلاۃ الرغائب کا مسئلہ ہے تو آج کل لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں مغرب اور عشاء کے درمیان یہی نماز پڑھی جاتی ہے'' (۲)۔

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک نماز کی بات ہے تو ماہ رجب میں کوئی مخصوص نماز ثابت نہیں ہے، اور ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' کے سلسلہ میں جتنی بھی روایتیں مروی ہیں جھوٹ' باطل اور غیر صحیح ہیں، اور یہ نماز جمہور اہل علم (علماء کرام) کے نزدیک بدعت ہے'' (۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ماہ رجب یا اس کے روزوں یا اس ماہ کے کسی مخصوص دن کے روزہ اور اس کی کسی مخصوص رات کی عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں ہے'' (۴)۔

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں رجب کی فضیلت، یا اس کے روزوں، یا اس کے کسی بھی خاص دن کے روزوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں ضعیف اور موضوع (۵)۔

---

(۱) الحوادث والبدع، لابی بکر طرطوشی، ص ۱۲۹، نمبر (۲۳۸)۔

(۲) کتب البدع التی انکرہا العلماء، لعواد الخلف، ورد علی ابوشامہ ص ۱۳۹۔

(۳) لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف ص ۲۲۸۔

(۴) تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب ص ۲۳۔

(۵) دیکھئے: حوالہ سابق ص ۲۳۔

پھر حدیث صلاۃ الرغائب کا تذکرہ فرمایا ہے، جس میں یہ ہے کہ رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے، پھر جمعہ کی شب مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ تین بار ﴿إنا أنزلناه في ليلة القدر﴾ اور بارہ بار ﴿قل هو الله أحد﴾ کی تلاوت کرے، اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر نے تسبیح، استغفار، سجدہ اور درود نبوی ﷺ کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

پھر یہ وضاحت فرمائی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے، نیز بتایا ہے کہ اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ جو یہ نماز پڑھے اس پر ضروری ہے کہ اس دن کا روزہ بھی رکھے، جبکہ بسا اوقات دن میں کافی سخت گرمی پڑتی ہے، اور ظاہر ہے کہ جب انسان روزہ رکھے گا تو اسے نماز مغرب تک کھانے پینے سے احتراز کرنا ضروری ہوگا، اور پھر مغرب کے بعد اس نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوگا، اور پھر ان لمبی تسبیحوں اور طویل سجدوں میں اپنے آپ کو کھپائے گا تو کس قدر تکلیف اور اذیت رسانی سے دوچار ہوگا؟! نیز فرماتے ہیں: ''مجھے ماہ رمضان اور صلاۃ تراویح پر غیرت آتی ہے کہ اس میں اہل ایمان کی کس قدر بھیڑ ہوتی ہے، لیکن جاہل عوام کے نزدیک یہ نماز (صلاۃ الرغائب) اس سے بھی افضل اور عظیم تر ہے، کیوں کہ اس میں وہ لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں جو فرائض تک نہیں ادا کرتے''(۱)۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ صلاۃ الرغائب کے متعلق فرماتے ہیں: ''صلاۃ الرغائب والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے، اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جو چوتھی صدی ہجری کے بعد معرض وجود میں آئی''(۲)۔

امام عزبن عبد السلام رحمہ اللہ نے ۶۶۳ھ میں فتویٰ دیا ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت ہے، اور اس سلسلہ میں بیان کی جانے والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے''(۳)۔

صلاۃ الرغائب کے بطلان اور اس کے مفاسد کے سلسلہ میں امام ابو شامہ رحمہ اللہ کی بات کا خلاصہ پیش

---

(۱) دیکھئے: تبیین العجب بما ورد في شهر رجب، ص: ۵۴۔

(۲) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث (الباعث فی ما لا یوثق بہ من الحدیث) ص: ۱۸۰۔

(۳) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابو شامہ، ص: ۱۳۹۔

کرتے ہوئے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی گفتگو ختم کرتا ہوں، امام ابو شامہ رحمہ اللہ نے اس نماز کے مفاسد کو یوں بیان فرمایا ہے:

۱- اس نماز کے بدعت ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے علاوہ تمام لوگ جنھوں نے کتب شریعت کی جمع وتدوین فرمائی ہے، جنھیں دین اسلام کے منار اور مسلمانوں کے امام ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اور جو لوگوں کو فرائض وسنن کی تعلیم دینے کے انتہائی حریص اور خواہش مند تھے، لیکن اس کے باوجود ان سے کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے کسی نے اس نماز کا تذکرہ کیا ہو، یا اپنی کتاب میں لکھا ہو، یا اپنی مجلس میں اس سے کوئی تعرض کیا ہو، جبکہ عرف وعادت میں ایسا ہونا محال ہے کہ اس نماز کو سنت کی حیثیت حاصل ہو اور ان ائمہ کی نگاہ بصیرت سے اوجھل رہ جائے۔

۲- یہ نماز مندرجہ ذیل تین وجوہات کے سبب شریعت کے مخالف ہے:-

پہلی وجہ: یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي، ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام، إلا أن يكون في صوم يصومه أحدكم"(۱)۔

راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور نہ ہی دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے خاص کرو، ہاں اگر تم میں سے کوئی پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو اور اس دن جمعہ پڑ جائے (تو کوئی بات نہیں)۔

لہٰذا اس حدیث کی بنیاد پر یہ جائز نہیں کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں کے بالمقابل کسی اضافی نماز کے لئے خاص کیا جائے۔(۲)۔

یہ حدیث مذہب کے پہلے جمعہ کی شب کو اور اس کے علاوہ کسی بھی شب کو عام ہے۔

---

(۱) متفق علیہ: البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ (۲/۳۰۳، حدیث نمبر (۱۹۸۵)) ومسلم، کتاب الصیام، باب کراھۃ صوم یوم الجمعۃ منفردا (۲/۸۰۰، حدیث نمبر (۱۱۴۴))۔

(۲) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، لابی شامہ، ص ۱۵۶۔

دوسری وجہ: رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت ہیں، کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بارے میں حدیثیں وضع کر کے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا بہتان لگایا گیا ہے، اور اعمال کی جزاء میں من مانی اور بلا دلیل تقدیر فرض کر کے اللہ رب العالمین پر جھوٹ کا طومار باندھا گیا ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر گھڑی ہوئی چیزوں کو معطل قرار دیا جائے، اور اس کی قباحت و شناعت کو آشکارا کیا جائے، اور اس سے لوگوں کو متنفر کیا جائے، کیونکہ اس کی مخالفت کرنے سے درج ذیل مفاسد لازم آتے ہیں:

(۱) اس نماز کی فضیلت اور کفارہ بننے کے سلسلے میں جو چیزیں آئی ہیں ان پر عوام کا اعتماد کر لینا، جب کہ یہ چیز انہیں درج ذیل دو خطرناک چیزوں میں ڈال دینے کا سبب ہے:

۱- فرائض میں کوتاہی۔ ۲- گناہوں میں انہماک۔

چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اس شب کی آمد کے انتظار میں رہتے ہیں، اور اسے ادا کر کے اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی کا سامان اور گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں، اور اس طرح حدیث صلاۃ الرغائب کے وضع کرنے والے کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے یعنی نیکیوں کی ترغیب میں یہ کثرت معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

(۲) بدعات پر عمل آوری سے بدعتیوں کو لوگوں کو گمراہ کرنے میں مدد ملتی ہے، جب وہ اپنی وضع کردہ بدعات کو رواج پاتے اور لوگوں کو اس میں منہمک ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ لوگوں کو نئی نئی بدعات میں ملوث کرتے رہتے ہیں، جبکہ بدعات کے ترک کر دینے سے بدعتیوں کو بدعت گری سے زجر و توبیخ ہوتی ہے۔

(۳) جب ایک عالم اور جانکار شخص اس بدعت پر عمل کرتا ہے تو عوام کو اس کے سنت ہونے کا فریب دیتا ہے، اور اس طرح وہ شخص زبان حال سے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ منسوب کرنے والا قرار پاتا ہے، اور بسا اوقات زبان حال زبان قال (کلام) کے قائم مقام ہوتی ہے۔ لوگ اکثر اسی سبب سے بدعات کا شکار ہوئے ہیں۔

(۴) ایک عالم آدمی جب اس بدعی نماز کو پڑھتا ہے تو گویا وہ لوگوں کے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ منسوب کرنے کا سبب بنتا ہے، چنانچہ لوگ اس نماز کو سنت سمجھنے لگتے ہیں۔

تیسری وجہ: یہ بدعی نماز نماز سے متعلق کئی مسائل میں شریعت کے اصولوں کی مخالفت پر مشتمل ہے:

۱- یہ نماز سجدوں کی تعداد، تسبیحوں کی تعداد، اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ قدر و سورۂ اخلاص کی تلاوت کی تعداد کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی دیگر نمازوں میں معروف سنتوں کے خلاف ہے۔

۲- نماز میں خشوع و تخضوع، استحضار قلبی، اللہ کے لئے فارغ البالی، نیز قرآن کریم کے معانی سے واقفیت، وغیرہ جیسی سنتوں کے خلاف ہے۔

۳- گھروں میں نوافل کی ادائیگی کی سنت کے خلاف ہے، کیونکہ نوافل کی ادائیگی مساجد کی بہ نسبت گھروں میں زیادہ افضل ہے، اسی طرح فرداً فرداً ادا کرنا بھی مسنون ہے سوائے رمضان میں نماز تراویح کے۔

۴- اس بدعی نماز کے وضع کرنے والوں کے نزدیک اس نماز کا کمال یہ ہے کہ اس دن (جمعرات کو) روزہ رکھا جائے، اور ایسا کرنے سے روزہ کا معطل کرنا لازم آتا ہے، افطار کی سنت، اور بھوک و پیاس کی شدت سے دل کا فارغ رکھنا۔

۵- اس نماز سے فارغ ہونے کے بعد کئے جانے والے دو سجدے بلا وجہ ہیں (۱)۔

سابقہ تمام دلائل، ائمہ کرام کے فرمودات، بطلان کے وجوہات اور مفاسد کے اقسام سے ایک عقلمند کے لئے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت اور اسلام میں ایک بے اصل اور نو ایجاد شے ہے۔

۳- اسراء و معراج کی شب میں جشن منانا:

اسراء و معراج کی شب اللہ عزوجل کی ان عظیم الشان نشانیوں میں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کی حقانیت و صداقت و عند اللہ آپ کی عظیم قدر و منزلت، اللہ کی قدرت بے پایاں، اور اللہ عزوجل کے اپنے تمام مخلوقات پر عالی و بلند ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ارشاد باری ہے:

---

(۱) دیکھئے: کتاب "تنبیہ ذوی الافکار الی ما فی صلاۃ الرغائب من البدع والمحاذیر" از امام ابو شامہ، ص ۱۵۳-۱۹۹، یہ تمام مفاسد اور بطلان کے وجوہات رغائب کے دن کئے جانے والے سجدے کے بعد کی شب میں پڑھی جانے والی نماز "صلاۃ الرغائب" اور اسی طریقہ پر عید الاضحیٰ کی شب میں ادا کی جانے والی نماز پر وارد ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم نے تفصیل سے اپنی کتاب "تنبیہ الساجد علی ما وقع فی کتاب الموالید والمساجد" (ص ۳۰۰-۳۱۰) میں اس بات کی وضاحت کر دی ہے۔

﴿سبحان الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذي باركنا حوله لنريه من آياتنا إنه هو السميع البصير﴾ (۱)۔

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی، جس کے آس پاس ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا، آپ کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، یہاں تک کہ آپ ساتوں آسمانوں سے بھی آگے تشریف لے گئے، وہاں آپ کے رب نے اپنے ارادے کے مطابق آپ سے گفتگو فرمائی، اور پانچ نمازیں فرض کیں، اللہ عزوجل نے ابتدا میں پچاس نمازیں فرض کی تھیں، لیکن ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے برابر مراجعہ کرتے رہے اور تخفیف کی درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے باعتبار فرضیت پانچ نمازیں رکھیں اور باعتبار اجر وثواب پچاس، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا دیا جاتا ہے، پس ہر طرح کی حمد وشکر اس اللہ تعالیٰ کے لئے لائق وزیبا ہے جس نے ہمیں ان گنت وبے شمار نعمتوں سے نوازا (۲)۔

یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج پیش آیا، مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اس میں کسی طرح کا جشن منانا اور اسے کسی بھی طرح کی غیر مشروع عبادت کے لئے خاص کرنا جائز نہیں:

اولاً: یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج پیش آیا اس کی تحدید وتعیین کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، نہ رجب کی نہ کسی اور مہینہ کی، چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی بعثت کے پندرہ ماہ بعد پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ربیع الآخر کی ستائیسویں شب میں پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے پانچ سال بعد پیش آیا (۳)، اور کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی ستائیسویں شب

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۱۔

(۲) دیکھئے: المختصر من السیرۃ للشیخ عبداللہ النجدی، ص: ۱۹۔

(۳) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح النووی، ۲/ ۲۰۲-۲۰۸۔

میں پیش آیا(۱)۔

امام ابو شامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بعض قصہ گوؤں کے حوالے سے جو ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعہ اسراء ماہ رجب میں پیش آیا یہ بات اصحاب جرح وتعدیل کے نزدیک سراسر جھوٹ ہے"(۲)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں کہ: "شب اسراء کے بارے میں پتہ نہیں کہ وہ کونسی رات تھی"(۳)۔

علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "یہ شب جس میں واقعہ اسراء ومعراج رونما ہوا صحیح احادیث میں اس کی کوئی تعیین موجود نہیں ہے، نہ رجب میں اور نہ کسی اور مہینہ کی، اس رات کی تعیین کے سلسلہ میں جو روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں وہ محدثین کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، اور اس شب کے بھلا دیے (نامعلوم رکھنے) میں بھی اللہ کی کوئی حکمت بالغہ کارفرما ہے"(۴)۔

اور اگر اس کی تعیین ثابت بھی ہو جائے تب بھی بلا دلیل خصوصیت کے ساتھ اس میں کسی قسم کی عبادت کرنا جائز نہیں(۵)۔

ثانیاً: اصحاب ایمان اور اہل علم میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کسی نے شب اسراء ومعراج کو دیگر راتوں پر کسی بھی قسم کی کوئی فضیلت دی ہو، اور یہ کہ نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام، تابعین، اور تبع تابعین وغیرہم نے نہ تو اس شب میں کوئی جشن منایا، اور نہ ہی اسے کسی عبادت کے لئے خاص کیا، اور نہ ہی اس کا ذکر کیا، لہذا اگر اس شب میں تقریب منانے اور محفل معراج منعقد کرنے کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے قول یا فعل سے اس کی رہنمائی ضرور فرمائی ہوتی، اور اگر فی الحقیقت

---

(۱) دیکھئے کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، ابو شامہ، ص ۲۳۔

(۲) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص ۲۳۔ نیز دیکھئے تہذیب التہذیب، ابن حجر، ۹/۶۵، ۶۶، ۶۷، ۱۰/۹۔

(۳) دیکھئے زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، امام ابن القیم، ۱/۵۸۔

(۴) التقریر عن المعراج، ص ۱۔

(۵) دیکھئے حوالہ سابق، ص ۱۔

ایسی کوئی بات ہوتی تو معروف و مشہور ہوتی، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے نقل کر کے ہم تک ضرور پہونچاتے (۱)۔

ثالثاً: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اپنے دین کی تکمیل فرمادی ہے اور ان پر اپنی نعمت تمام کردی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دیناً﴾ (۲)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أم لهم شرکاء شرعوا لهم من الدین مالم یأذن به الله ولولا کلمة الفصل لقضي بینهم وإن الظالمین لهم عذاب الیم﴾ (۳)۔

کیا ان کیلئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے اللہ کے دین میں اللہ کی فرمائی ہوئی چیزوں کے علاوہ احکام دین مقرر کردیئے ہیں، اگر فیصلہ کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کردیا جاتا، یقیناً ظالموں کے لئے ہی دردناک عذاب ہے۔

رابعاً: نبی کریم ﷺ نے بدعات سے بچنے اور دور رہنے کی تنبیہ کی ہے اور صراحت فرمادی ہے کہ ہر بدعت گمراہی اور بدبختی کے منہ پر دے ماری جانے والی (ناقابل قبول) ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد" (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد لابن القیم، ۱/۵۸، والحث علی اتباع السنن والتحذیر من البدع لابن باز، ص: ۷۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۳۔

(۳) سورۃ الشوریٰ: ۲۱۔

(۴) صحیح بخاری ۱۳/۲۲۲ حدیث (۲۶۹۷) وصحیح مسلم ۳/۱۳۴۳ حدیث (۱۷۱۸) واللفظ لمسلم، اور بخاری (۲۳۳-۲۳۱) میں معلقاً ہے۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد"(۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے اسلام میں نہیں تو وہ مردود ہے۔

سلف صالحین نے بھی بدعات سے ڈرایا ہے کیونکہ بدعات دین اسلام میں زیادتی اور شریعت کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کی نہ اللہ عزوجل نے اجازت دی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے۔ بلکہ یہ اللہ کے دشمن یہود و نصاریٰ کی مشابہت ہے جس طرح انہوں نے اپنے اپنے دین (یہودیت و عیسائیت) میں نئی نئی چیزوں کا اضافہ کر لیا(۲)۔

۴- شعبان کی پندرہویں شب میں جشن منانا اور خصوصیت کے ساتھ رات میں قیام اور دن میں روزہ رکھنا:

امام محمد بن وضاح القرطبی اپنی سند سے بروایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: "میں نے اپنے مشائخ و فقہاء میں سے کسی کو نہ پایا کہ وہ شعبان کی پندرہویں شب کی طرف ذرا بھی نظر التفات کرتے ہوں، اور نہ مکحول کی حدیث کی طرف (۳)، اور نہ ہی دوسری راتوں پر اس رات کی کوئی

---

(۱) صحیح مسلم ۳/۱۳۴۳ حدیث (۱۷۱۸) اور یہ اس حدیث کی آخر تک ہے۔ (۳۲۴۳، ۳۲۴۴) میں گزر چکی ہے۔

(۲) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۰۔

(۳) حدیث مکحول کی تخریج یوں ہے: ابن ابی عاصم فی السنۃ حدیث نمبر (۵۱۲)، وابن حبان ۱۲/۴۸۱، حدیث نمبر (۵۶۶۵)، الطبرانی فی الکبیر ۲۰/۱۰۸، حدیث نمبر (۲۱۵)، والبیہقی فی شعب الایمان ۵/۱۷۴، حدیث نمبر (۳۵۶۸)، اور حدیث مکحول یہ ہے:

"يطلع الله إلى خلقه في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن"۔

یعنی پندرہویں شعبان کی شب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتے ہیں سوائے مشرک اور باہمی کینہ رکھنے والے کے۔

محدث العصر امام البانی رحمہ اللہ اپنی کتاب "سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث صحیح ہے بلکہ بعض کی ایک جماعت سے طرق حدیث سے مروی ہے بعض سے بعض کو تقویت حاصل ہوتی ہے وہ صحابہ یہ ہیں: معاذ بن جبل، ابوثعلبہ الخشنی، عبداللہ بن عمرو ==

فضیلت سمجھتے تھے" (۱)۔

امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابو محمد المقدسی نے مجھے خبر دی وہ فرماتے ہیں: "ماہ رجب اور شعبان میں جو یہ "صلاۃ الرغائب" پڑھی جاتی ہے ہمارے یہاں بیت المقدس میں کبھی نہ تھی، ہمارے یہاں سب سے پہلے اس کا وجود ۴۴۸ھ میں ہوا، وہ اس طرح کہ ابن ابو الحمراء نامی ایک شخص نابلس سے ہمارے یہاں بیت المقدس آیا، وہ ذرا خوش آواز تھا، چنانچہ پندرھویں شعبان کی شب مسجد اقصیٰ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، اسے دیکھ کر ایک شخص اس کے پیچھے اور کھڑا ہو گیا، پھر تیسرے اور اسی طرح چوتھے کا اضافہ ہوا، یہاں تک کہ ختم ہوتے ہوتے پوری ایک جماعت ہو گئی، پھر آئندہ سال بھی وہ شخص آیا اور اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت نے اس کے ساتھ نماز ادا کی، اسی طرح اس کے بعد بھی، یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ اور لوگوں کے گھر گھر میں اس نماز کا چرچا ہو گیا، پھر یونہی معاملہ چلتا رہا، اور آج تک لوگ اسے سنت سمجھ کر اس پر عمل کرتے آ رہے ہیں" (۲)۔

امام ابن وضاح اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ سے کہا گیا کہ زیاد نمیری کہتا ہے: "شعبان کی پندرہویں شب کا ثواب لیلۃ القدر کی طرح ہے" تو انہوں نے فرمایا: "اگر میں اسے یہ کہتے ہوئے سنتا اور میرے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی تو میں اس کی پٹائی کرتا، زیاد قاصی تھا" (۳)۔

امام ابو شامہ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جہاں تک الفیہ (ہزارہ) کا مسئلہ ہے تو شعبان کی پندرہویں شب کی نماز کا نام الفیہ (ہزارہ) اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس نماز میں ﴿قل هو الله احد﴾ کی تلاوت

== ابو صریح انصاری، ابو ہریرہ، ابو بکر صدیق، ابو انس بن مالک اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم، پھر ان آٹھوں حضرات کی تخریج کی ہے اور ان کے رجال پر جا بجا جرح و تعدیل کے مختلف اقوال ذکر فرمائے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اگر پندرہویں شعبان کی شب کی فضیلت میں موضوع احادیث کے علاوہ کوئی صحیح روایت ہوتی تو اس سے اس رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کی گنجائش نکلتی، اور اس کے دن میں روزہ رکھنا بایں حیثیت کہ یہ ایام بیض کا روزہ ہے، مستحب ہوتا، لیکن جب یہ احادیث ہی صحیح نہیں ہیں تو پھر ان سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

(۱) کتاب فی ما جاء فی البدع (۱) از امام ابو بکر طرطوشی (متوفی ۵۲۰ھ) ص ۱۰۰، نمبر (۱۱۹)۔

(۲) کتاب الحوادث والبدع از امام ابو بکر طرطوشی (متوفی ۵۲۰ھ) ص ۹۹، نمبر (۲۳۸)۔

(۳) کتاب فی ما جاء فی البدع (۱) از امام ابن وضاح، ص ۱۰۳، نمبر (۱۴۰)، اور امام طرطوشی نے اسے امام ابن وضاح سے اپنی کتاب الحوادث والبدع میں بھی روایت کیا ہے، ص ۹۳، نمبر (۲۳۵)۔

ایک ہزار مرتبہ ہوتی ہے، وہ اس طرح سے کہ یہ نماز سو (۱۰۰) رکعات کی ہے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک اجنبی لمبی اور پریشان کن نماز ہے، اور اس بارے میں جو بھی خبر یا اثر وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موضوع، اور اس نماز کی وجہ سے عوام بڑے عظیم فتنے میں مبتلا ہیں، اور اس نماز کے سبب آبادی کی جن جن مساجد میں ہوتی ہے، وہ اس طرح سے کہ یہ نماز سو (۱۰۰) رکعات کی ہے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک اجنبی لمبی اور پریشان کن نماز ہے، اور اس بارے میں جو بھی خبر یا اثر وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موضوع، اور اس نماز کی وجہ سے عوام بڑے عظیم فتنے میں مبتلا ہیں، اور اس نماز کے سبب آبادی کی جن جن مساجد میں اس صلاۃ کا اہتمام کیا جاتا ہے ان میں بہت زیادہ آگ روشن کی جاتی ہے، اور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اس میں فسق و فجور، اختلاط مرد و زن، اور دیگر بہت ساری ناشائستہ و نازیبا حرکتیں ہوتی ہیں جو محتاج بیان نہیں، اور عبادت گزار عوام کے اس میں بڑے پلے عقائد وابستہ ہوتے ہیں، شیطان لعین ان کی خاطر ان ساری چیزوں کو آراستہ کرتا ہے اور انہیں بعین شعائر اسلام بنا کر پیش کرتا ہے"(۱)۔

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ ایک بڑی عمدہ گفتگو کے بعد فرماتے ہیں: "اور شام کے بکھ تابعین جیسے خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرہم شعبان کی پندرہویں شب کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، اس رات کی فضیلت لوگوں نے انہی سے لی ہے، اور بتایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اس سلسلہ میں کچھ اسرائیلی آثار (یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کی بیان کی ہوئی جھوٹی روایتیں اور من گھڑت قصے کہانیاں) مل گئے تھے۔ اور جب یہ چیز ان کے ذریعہ مختلف شہروں میں مشہور ہوئی تو لوگ اختلاف کرنے لگے، بعض لوگ ان کی بات مان کر ان کے موافق ہو گئے، ان میں بصرہ کے عابدوں وغیرہ کی بھی ایک جماعت تھی۔ جب کہ اکثر علمائے حجاز نے اس کا انکار کیا، ان میں سے عطاء، ابن ابی ملیکہ وغیرہما ہیں، اور یہی بات عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فقہائے اہل مدینہ سے بھی نقل فرمائی ہے، امام مالک کے اصحاب وغیرہم کا بھی یہی کہنا ہے، ان سبھوں نے ان ساری چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے۔

---

(۱) کتاب اہل بدعت میں انکار، تجوع، الحوادث، عبدالرحمٰن بن اسماعیل، معروف بہ ابوشامہ (متوفی ۶۶۵ھ) ص ۱۴۳۔

اس رات میں عبادت کے طریقہ کے بارے میں علمائے اہل شام کی مندرجہ ذیل دو رائیں ہیں:

پہلی رائے: مسجد میں اکٹھا ہو کر اس رات میں عبادت کرنا مستحب ہے، خالد بن معدان اور لقمان بن عامر اور دوسرے لوگ اس رات میں اچھے کپڑے زیب تن کرتے، دھونی دیتے، سرمہ لگاتے، اور رات بھر مسجد میں عبادت کرتے۔ اسحاق بن راہویہ اس رائے کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس رات میں مساجد میں اکٹھا ہو کر عبادت کرنا بدعت نہیں ہے، اسے حرب کرمانی نے اپنے "مسائل" میں ذکر فرمایا ہے۔

دوسری رائے: اس رات میں نماز، قصص، اور دعاؤں وغیرہ کیلئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ و ناپسندیدہ ہے، البتہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھے تو مکروہ نہیں، یہ اہل شام کے امام اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے، اور ان شاء اللہ یہی قریب ترین قول ہے۔۔۔

آگے فرماتے ہیں: "اور شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے کوئی بات نہیں ملتی، البتہ اس رات میں عبادت کے استحباب کے بارے میں ان سے دو روایتیں ان دو روایتوں سے نکلتی ہیں جن میں عید کی دونوں راتوں میں عبادت کا ذکر ہے۔ عید کی ان دو روایتوں میں سے ایک میں آپ رات میں اکٹھا ہو کر عبادت کے عدم استحباب کے قائل ہیں، کیونکہ اس سلسلے میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کوئی بات منقول نہیں ہے، جبکہ دوسری روایت میں استحباب کے قائل ہیں کیونکہ تابعین میں سے عبد الرحمٰن بن زید بن الاسود ایسا کیا کرتے تھے..... تو اسی طرح سے شعبان کی پندرہویں شب کا مسئلہ بھی ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، بلکہ تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے جو اہل شام کے مشہور فقہاء میں سے ہیں" (۱)۔

امام علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جہاں تک امام اوزاعیؒ کے علیحدہ طور پر عبادت کرنے کو مستحب کہنے اور حافظ ابن رجب کے اس قول کو اختیار کرنے کا مسئلہ ہے، تو وہ ایک عجیب و غریب اور ضعیف امر ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کی مشروعیت شرعی دلائل سے ثابت نہ ہو کسی مسلمان کیلئے اللہ کے دین میں اس کا ایجاد کرنا جائز نہیں، چاہے وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، خفیہ طور پر ہو یا اعلانیہ طور

(۱) لطائف المعارف، از حافظ ابن رجب، ص ۲۶۳۔

پر، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان عام ہے کہ:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (۱)۔

جس کسی نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اور اسکے علاوہ دیگر دلائل ہیں جو بدعت کے انکار اور اس سے بچنے پر دلالت کرتے ہیں" (۲)۔

ائمہ کرام امام ابن وضاح، امام طرطوشی، امام عبدالرحمن بن اسماعیل المعروف بہ ابوشامہ، امام حافظ ابن رجب، اور امام العصر عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہم اللہ کے سابقہ تمام اقوال سے یہ بات واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو نماز یا کسی بھی قسم کی خیر شرعی عبادت کے لئے خاص کرنا بدعت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور نہ ہی صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسا عمل کیا ہے۔

۵- تبرک (حصول برکت):

"التبرک" کے معنی حصول برکت (برکت طلبی) کے ہیں، اور "التبرک بالشیء" کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کے واسطے سے برکت حاصل کرنا (۳)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر طرح کی خیر و برکت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کو اپنی حکمت کے مطابق فضل و برکت سے خاص فرمایا ہے۔

اصل میں برکت کے معنی بڑھاؤ اور دوام کے ہیں، اور کبھی کبھی یہ کثرت اور اضافہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، "اللہم بارک" کے معنی دعاء کے ہیں، عربی زبان میں کہا جاتا ہے "بارک علیہ" یعنی کسی کے لئے برکت کی دعا کی، اور اسی طرح کہا جاتا ہے "بارک اللہ الشیء" اور "بارک اللہ فیہ" یا "بارک علیہ"

---

(۱) صحیح مسلم، ۳/۱۳۴۳، حدیث (۱۷۱۸)، اور اس حدیث کی تخریج ص (۳۳۳-۳۳۴) میں گزر چکی ہے۔

(۲) التحذیر من البدع، ص ۲۶۔

(۳) دیکھئے: الحافظ فی غریب الحدیث، لابن الاثیر، باب باء مع راء وما یلیہما، "برک"، ۱/۱۲۷، والتبرک انواعہ واحکامہ، د/ناصر الجدیع، ص ۳۰۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز میں برکت رکھ دی۔ اور "تبارک" صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے، وہی اس سے متصف ہو سکتا ہے، لہٰذا کسی اور کے لئے "تبارک فلان" نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ "تبارک" کے معنی باعظمت ہونے کے ہیں، اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔

"الثمن" کے معنی بھی برکت ہی کے ہوتے ہیں، لہٰذا "برکۃ" اور "یمن" دونوں مترادف الفاظ ہیں۔

الفاظ قرآن کے معانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "برکت" کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، چند معانی درج ذیل ہیں:-

۱- عمیم خیر و بھلائی۔

۲- خیر و بھلائی کی کثرت اور تمدد وقت اس میں اضافہ و بڑھوتری۔

۳- لفظ "تبارک" سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات متصف کی جا سکتی ہے، اور اس لفظ کی اضافت بھی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف ہو سکتی ہے۔

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ کے "تبارک" کا مفہوم (سے مراد) اللہ تعالیٰ کا جود و کرم، خیر و بھلائی کی فراوانی، بزرگی و برتری، عظمت و تقدس، ہر قسم کی خیر و برکت کی آمد کا مرجع، اور حسب منشاء برکات کا نزول وغیرہ ہے، قرآن کریم کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "تبارک" متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے(۱)۔

یا برکت چیزیں کئی قسم کی ہیں، چند درج ذیل ہیں:-

(۱) قرآن کریم مبارک ہے، یعنی انتہائی خیر و برکت والی کتاب ہے، کیونکہ اس کتاب عظیم میں دین و دنیا کی بھلائیاں پنہاں ہیں۔

قرآن کریم سے برکت کا حصول اس کی کما حقہ تلاوت، اور رضائے الٰہی کے مطابق اس کے پیغام پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔

---

(۱) بدائع الفوائد، ابن قیم، ص: ۱۹۰، و تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، عبدالرحمن سعدی، ۲/ ۲۰۰۔

(۲) رسول گرامی ﷺ مبارک ہیں، اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی ذات میں برکت رکھی ہے، اور یہ برکت دو طرح کی ہے:

۱- برکت معنوی: برکت معنوی وہ برکت ہے جو دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی رسالت عظمیٰ سے حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، آپ ہی کے ذریعہ دنیا نے انسانیت کو شرک و بدعت کی تاریکیوں سے نکال کر توحید و سنت کی روشنی عطا کی ہے، اور آپ کی امت کی خاطر پاکیزہ چیزیں حلال کر رکھی ہیں اور پلید اور گندی چیزیں حرام قرار دی ہیں، اور آپ ﷺ پر سلسلۂ رسالت کو ختم کر دیا ہے، اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین (اسلام) ہر نئی و ساحت کا حامل ہے۔

۲- برکت حسی، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: آپ ﷺ کے افعال کی برکت، یعنی آپ کی رسالت و نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والے وہ ظاہر و باہر معجزات جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعزاز بخشا ہے۔

دوسری قسم: آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور ظاہری و حسی آثار کی برکت، یعنی وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات میں رکھی ہے، اور اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی ذات سے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم سے منسلک آثار سے برکت حاصل کی (۱)۔

اور نبی کریم ﷺ سے آپ کی زندگی میں برکت کے حصول پر اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی ذات میں برکت رکھی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اندر برکت رکھی ہے، اور اسی طرح ملائکہ (فرشتوں)، اور صالحین وغیرہم میں برکت رکھی ہے، لیکن ان سے برکت کا حصول جائز نہیں، کیوں کہ اس کے جواز پر شریعت کی کوئی دلیل نہیں، اسی طرح بعض جگہیں (مقامات) بھی مبارک ہیں، جیسے مساجد ثلاثہ: یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ اور ان کے بعد بقیہ تمام مسجدیں، اسی طرح بعض اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، جیسے ماہ رمضان، لیلۃ القدر، ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن، حرام مہینے، پیر، جمعرات اور جمعہ کا دن،

(۱) دیکھئے: شرح کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ، للشیخ عبد العزیز الراجحی ص ۲۱۰-۲۱۹۔

اور رات کے آخری تہائی حصہ میں باری تعالیٰ کے نزول کا وقت، اور ان کے علاوہ بہت سارے متبرک اوقات ہیں، لیکن ان مقامات واوقات سے ایک مسلمان کے لئے برکت کا حصول جائز نہیں، البتہ ان میں مشروع اعمال صالحہ انجام دے کر اللہ کی ذات بابرکات سے برکت کا حصول کیا جا سکتا ہے(۱)۔

(۳) بعض اشیاء بھی مبارک ہیں، جیسے آب زمزم، اور بارش، کیونکہ اس کی برکات یہ ہیں کہ اس پانی سے انسان، مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں، نیز میوہ جات اور درختوں کی پیداوار پروان چڑھتی ہے، اسی طرح شجرۂ زیتون، دودھ، گھوڑے، بکریاں، کھجور وغیرہ اشیاء بھی مبارک ہیں(۲)۔

مشروع تبرک کی کئی قسمیں ہیں، چند درج ذیل ہیں:

[۱] ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کریم سے شرعی طریقہ کے مطابق برکت کا حصول، مطلب یہ ہے کہ دل وزبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے اور قرآن اور سنت پر شرعی اصولوں کے مطابق عمل پیرا ہو کر اللہ کی ذات سے برکت طلب کرنا۔

قرآن کریم کی برکات میں اطمینان قلب، اطاعت پر دل کی قوت، آفات ومصائب سے شفایابی، دنیا وآخرت کی سعادت، گناہوں کی بخشش، سکینت کا نزول، نیز یہ کہ قرآن کریم اپنی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے روز قیامت سفارشی ہوگا وغیرہ شامل ہیں۔

واضح رہے کہ عین مصحف (قرآن کریم) سے برکت کا حصول نہیں کیا جا سکتا، مثلاً حصول برکت کی خاطر قرآن کریم کو گھر یا گاڑی میں رکھا جائے بلکہ برکت کا حصول اس کی تلاوت اور اس کے پیغام پر عمل کرکے ہی ہو سکتا ہے(۳)۔

[۲] نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے آپ کی زندگی میں مشروع طریقہ پر برکت کا حصول، کیونکہ نبی کریم ﷺ بذات خود اور آپ کی ذات مبارکہ سے متصل ہونے والی تمام چیزیں بابرکت ہیں۔ چنانچہ اسی

---

(۱) دیکھئے: التبرک: انواعہ واحکامہ (۱/۱) تالیف: ناصر الجدیع، ص: ۱۰۷-۱۸۲۔

(۲) دیکھئے: سابق مرجع، ص: ۱۸۳-۱۹۷۔

(۳) دیکھئے: التبرک: انواعہ واحکامہ (۱/۲) تالیف: ناصر الجدیع، ص: ۲۰۱-۲۳۱۔

بنیاد پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ سے برکت حاصل کی، ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت ابطح کی جانب تشریف فرما ہوئے (نکلے)، پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اور دو رکعت صلاۃ ظہر اور دو رکعت صلاۃ عصر پڑھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کو لیکر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے" ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے بھی آپ ﷺ کے ہاتھ کو لیکر اپنے چہرے پر لگایا تو آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ سرد اور مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار تھا" (۱)۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منیٰ تشریف لائے، پھر جمرہ کے پاس آکر اس کی رمی فرمائی، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر تشریف لائے اور قربانی کی اور پھر نائی سے فرمایا: "لے لو" (یعنی سر کے بال مونڈنے کا حکم دیا) اور دائیں اور پھر بائیں جانب اشارہ کیا، اور پھر ان بالوں کو لوگوں کو دینے لگے" اور ایک روایت میں ہے کہ: "پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا، اور انہیں وہ بال دے دیئے، پھر بائیں جانب کو نائی کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: "مونڈو" نائی نے حکم کی تعمیل کی تو آپ ﷺ نے ان بالوں کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا: "اقسمه بين الناس" اسے لوگوں میں تقسیم کردو (۲)۔

صحابۂ کرام آپ ﷺ کے کپڑوں، انگلیوں کے نشانات، وضو کے پانی اور جوٹھے وغیرہ سے تبرک حاصل کرتے تھے، اور یہ ساری چیزیں بکثرت وارد ہیں (۳)۔

اسی طرح ان اشیاء سے بھی برکت حاصل کرتے تھے جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے الگ ہوئی ہوں، جیسے بال (موئے مبارک)، اور اسی طرح ان اشیاء سے جنہیں آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں استعمال فرمایا اور وہ بعد از وفات باقی رہیں، جیسے کپڑے، برتن، جوتے، اسی طرح دیگر وہ ساری چیزیں جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے متصل تھیں (۴)۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ۱۲/۱۰۰، حدیث نمبر (۳۵۵۳)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنۃ یوم الرؤس ان یرمی ثم ینحر ثم یحلق ۔۔۔، ۲/۹۴۸، حدیث نمبر (۱۳۰۵)۔

(۳) دیکھئے: تبرک الصحابۃ واتباعہ وموقف السلف منہ، ص: ۲۳۹۔۲۵۰۔

(۴) دیکھئے: حوالہ سابق، ص: ۲۶۰۔۲۹۲۔

لیکن آپ ﷺ کی ذات گرامی پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ نبی رحمت ﷺ سے کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے اپنے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یا ان کے علاوہ کسی اور کی ذات سے حصول برکت کا حکم دیا ہو، اور نہ ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں منقول ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی سے برکت حاصل کی ہو، نہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور نہ ہی وفات کے بعد، چنانچہ نہ تو صحابۂ کرام نے صحابہ سابقین اولین (مہاجرین وانصار) کے ساتھ ایسا کیا، نہ ہی ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے ساتھ اور نہ ہی عشرہ مبشرہ یا بقیہ (دوسرے جلیل القدر صحابۂ کرام جنھیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی) کے ساتھ۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی صحابۂ کرام میں سے کسی سے اپنے سے سابق صحابۂ کرام کے تعلق سے ایسی چیز کا صدور نہ ہوا، نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد امت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہ چھوڑا، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ تھے، لیکن آپ کے ساتھ ایسا کوئی عمل نہیں کیا گیا، اور نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں، پھر اسی طرح عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہ امت میں ان سے افضل کوئی نہیں، ان تمام چیزوں کے باوجود ان میں سے کسی ایک سے بھی صحیح معروف سند سے ثابت نہیں کہ کسی تبرک حاصل کرنے والے نے ان تمام صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں تبرک حاصل کیا ہو (۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کرام کے علم سے فائدہ اٹھانا، ان کے وعظ ونصیحت اور دعاؤں کو سننا اور ان کے ساتھ رہ کر مجالس ذکر کی فضیلت حاصل کرنا انتہائی خیر وبرکت کا سبب اور نہایت مفید شئے ہے، لیکن ان کی ذات وشخصیات سے تبرک کا حصول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ صرف ان کے صحیح علم پر عمل کیا جائے گا، اور ان میں جو اہل سنت وجماعت کے منہج پر حامل ہوں ان کی اقتدا اور پیروی کی جائے گی (۲)۔

---

(۱) الاعتصام، از امام شاطبی (۲/ ۶۸۰) مزید دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع (ص ۲۶۱-۲۶۹)۔

(۲) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع (ص ۲۶۹-۲۷۸)۔

[۳] زمزم نوشی سے تبرک کا حصول:

کیونکہ آب زمزم روئے زمین کا سب سے افضل پانی ہے، اسے پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور وہ کھانے کے قائم مقام ہوتا ہے، اور اسے نیک نیتی کے ساتھ نوش کرنے سے بیماریوں سے شفایابی حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ آب زمزم جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ نے آب زمزم کے بارے میں فرمایا:

"إنها مباركة، إنها طعام طعم [وشفاء سقم]" (۱)۔

یہ بڑا بابرکت پانی ہے، یہ بھوکے کی غذا اور مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے فرماتے ہیں:

"ماء زمزم لما شرب له" (۲)۔

آب زمزم جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

نیز بیان کیا جاتا ہے کہ: "نبی کریم ﷺ آب زمزم کو بڑے ٹبوں اور مشکوں میں بھر کر لے جاتے اور اسے مریضوں پر چھڑکتے اور انہیں پلاتے تھے" (۳)۔

[۴] آب باراں سے برکت کا حصول:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بارش ایک بڑی بابرکت شئے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ہے، دیکھیں کہ اس بارش سے لوگ مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں، اور اسی طرح اس سے درخت اور پھل پیدا ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس بارش کے ذریعہ ہر شئے میں زندگی کی روح ڈالتا ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل ابی ذر رضی اللہ عنہ (۴/۱۹۲۲) حدیث نمبر (۲۴۷۳) فقہ حنفی کے بعض علماء کا بھی یہی رجحان ہے، حنفی اور حنبلی علماء میں سے امام ابن قدامہ المغنی (۳/۴۴۱) میں فرماتے ہیں کہ: "اس کے بارے میں ۱۲ حدیثیں ہیں" (۳/۴۴۶)۔

(۲) سنن ابن ماجہ، آب زمزم کا بیان، باب الشرب من ماء زمزم (۱/۵۱۸) حدیث نمبر (۳۰۶۲)، امام البوصیری رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۱۹۳) اور امام البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (۴/۳۳۰) میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(۳) سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ وعمرتہ، حدیث نمبر (۲۶۸۷)، وقال الشیخ شعیب الارنؤوط: اسنادہ ضعیف، اور امام البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی (۱/۴۴۹) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۶/۵۷۲) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: "ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ بارش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جسم سے کپڑا اتارا یہاں تک کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے جسم تک پہونچا، ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لأنه حديث عهد بربه" (۱)۔

کیوں کہ وہ ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے آیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حديث عهد بربه" کا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اسے مسخر فرمایا ہے" یعنی بارش ایک رحمت ہے، جو ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے اللہ کی مخلوقات کی طرف آئی ہے، لہٰذا اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے (۲)۔

ناجائز تبرکات:

ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے تبرک حاصل کرنا درج ذیل دو صورتوں کے علاوہ ممنوع ہے:

۱- آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ کی اطاعت اور اتباع کرنا۔

ایسا کرنے والا خوب خوب بھلائیوں اور اجر عظیم سے بہرہ مند ہوگا، اور دنیا و عقبیٰ کی سعادتوں سے سرفراز ہوگا۔

۲- ان تمام چیزوں سے تبرک کا حصول جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہوئی ہیں، مثلاً آپ کے کپڑے، ہوئے مبارک، یا برتن وغیرہ (ان تمام چیزوں کی تفصیل گزر چکی ہے)۔

ان دو صورتوں کے علاوہ اور کسی چیز سے برکت کا حصول جائز نہیں، چنانچہ نہ تو آپ ﷺ کی قبر مبارک سے برکت کا حصول جائز ہے، اور نہ ہی آپ کی قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا جائز ہے، سفر صرف مسجد

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیۃ المطر، ۲/ ۶۱۵، حدیث نمبر (۸۹۸)۔

(۲) صحیح مسلم بشرح النووی، ۶/ ۳۹۹۔

حرام، مسجد نبوی ﷺ، اور مسجد اقصیٰ میں سے کسی مسجد کی زیارت کے لئے جاتا ہے، وہاں آپ ﷺ کی قبر کی زیارت اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مدینہ منورہ میں ہے یا پھر اس شخص کے لئے جو مسجد نبوی کی زیارت کے لئے جائے تو قبر نبی کی بھی زیارت کرے۔

زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو کر پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر قبر نبی کے پاس جائے اور انتہائی ادب کے ساتھ حجرہ کے بالمقابل ٹھہرا ہو، اور پھر نہایت ادب و وقار اور پست آواز کے ساتھ کہے:

"السلام علیک یا رسول اللہ" (ﷺ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ زیارت کے وقت اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔

اور اگر زیارت کرنے والا حسب ذیل الفاظ کہے:

"السلام علیک یا رسول اللہ، یا خیرۃ اللہ من خلقہ، أشھد أنک رسول اللہ حقاً، وأنک قد بلّغت الرسالۃ، وأدیت الأمانۃ، وجاھدت في اللہ حق جھادہ، ونصحت الأمۃ"۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! اے اللہ کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ ذات! آپ پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں، اور یہ کہ آپ نے پیغام رسالت تمام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، اور اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کیا، اور امت کو نصیحت کر دی۔

تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ مذکورہ تمام باتیں آپ ﷺ کے اوصاف میں شامل ہیں (۱)۔

اور قبر نبوی ﷺ کے پاس اس خیال سے دعا نہ کرے کہ وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، نہ آپ سے شفاعت کا سوال کرے، نہ قبر اور بقیہ دیواروں کو چومے اور نہ ہی انہیں بوسہ دے (چومے)، اور ان جگہوں سے تبرک کا حصول نہ کرے جہاں آپ ﷺ بیٹھے ہوں، یا نماز ادا فرمائی ہو، اور نہ ان راستوں سے جن پر آپ چلے، اور نہ اس جگہ سے جہاں وحی نازل ہوئی، نہ جائے ولادت سے، نہ ہی شب والادت سے، نہ شب اسراء و معراج سے، اور نہ ہی ہجرت کی یاد وغیرہ سے، کیوں کہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جنہیں نہ اللہ تعالیٰ نے

(۱) دیکھئے: مجموع فتاوی ابن باز، الجزء الثامن، ص ۳۸۹۔

مشروع فرمایا ہے، اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے (۱)۔

(۲) ناجائز تبرکات میں سے صالحین (نیکوکاروں) سے برکت کا حصول بھی ہے، اس لئے نہ تو ان کی ذاتوں سے برکت کا حصول جائز ہے، اور نہ ہی ان کے آثار سے، نہ ان کی عبادات کی جگہوں سے، نہ ان کی جائے اقامت سے، نہ ان کی قبروں سے، اور نہ ہی ان کی قبروں کی زیارت کی خاطر سفر کرنا جائز ہے، نہ وہاں نماز ادا کرنا، نہ حاجات کا سوال کرنا، نہ انہیں چھونا، نہ ہی وہاں اعتکاف کرنا (بیٹھ کر بیٹھنا)، اور نہ ہی ان کی تاریخ ولادت سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

ان تمام چیزوں میں سے کچھ بھی بغرض تقرب انجام دینے والا اگر اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نفع پہنچا سکتے ہیں، زیادہ سکتے ہیں یا منع کر سکتے ہیں، تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہے، البتہ جو شخص ان کے تبرک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے برکت کا خواہاں ہو تو وہ شخص بھی ایک بدترین قسم کی بدعت کا مرتکب اور ایک گھناؤنے عمل کا دیکار ہے (۲)۔

(۳) ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے پہاڑوں اور دیگر مقامات سے تبرک کا حصول بھی ہے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے، ان پہاڑوں اور جگہوں سے تبرک کے حصول سے ان کی عظمت ثابت ہوتی ہے، اور ان ساری چیزوں کو حجر اسود کو بوسہ دینے یا خانہ کعبہ کے طواف کرنے پر قیاس کرنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توقیفی عبادتیں ہیں (جن میں عقل و قیاس کا کوئی دخل نہیں)۔

اور خانہ کعبہ میں سے بھی سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے اور کسی چیز کا چھونا جائز نہیں، اس لئے کہ باتفاق اہل علم نبی کریم ﷺ نے حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ اور کسی چیز کو نہ چھوا (۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "روئے زمین پر حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں جس کا دھونا اور بوسہ دینا مشروع ہو، اور جہاں گناہ مٹائے جاتے ہوں" (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، د/ ناصر الجديع، ص ۳۱۸-۳۲۸۔

(۲) دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، د/ ناصر الجديع، ص ۳۲۸-۳۳۸۔

(۳) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقيم، لشيخ الإسلام ابن تيمية، ۱/ ۲۹۹۔

(۴) زاد المعاد في هدي خير العباد، لابن القيم، ۱/ ۳۹۔

مکہ مکرمہ کے خصائص پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روئے زمین پر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں ہر قدرت رکھنے والے کا جانا، اور اس جگہ پائے جانے والے گھر کا طواف کرنا واجب اور ضروری ہو سوائے مکہ کے''(۱)۔

خانہ کعبہ کے علاوہ کسی چیز کے طواف کرنے کے حکم کے سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''رہا غیر کعبہ کے طواف کا مسئلہ تو وہ عظیم قسم کی حرام بدعات میں سے ہے، اور جس نے اسے دین سمجھ لیا ہو اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے''(۲)۔

مقام ابراہیم، حطیم اور مسجد حرام کی کسی دیوار کو چھونا جائز نہیں، اور نہ ہی حراء پہاڑی (جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے) سے تبرک لینا جائز ہے، نہ اس کی زیارت مشروع ہے، نہ ہی اس پر چڑھنا اور نماز کی غرض سے اس کا قصد کرنا جائز ہے، اسی طرح جبل ثور سے برکت حاصل کرنا، اور اس کی زیارت کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور نہ ہی جبل عرفات، جبل ابو قبیس، اور جبل ثبیر وغیرہ کی زیارت کرنا مشروع ہے، اور نہ ہی (عہد نبوی سے معروف) گھروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، خواہ وہ ارقم ہو یا دیگر دیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اسی طرح کوہ طور کی زیارت کرنا اور اس کے لئے سفر کرنا بھی جائز نہیں، اور نہ ہی کسی بھی قسم کے درختوں اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے(۳)۔

ممنوع تبرکات کے اسباب:

ممنوع تبرکات کے اسباب میں سے دین سے جہالت، نیکوکاروں کے سلسلہ میں غلو، کفار کی مشابہت اور مکانی آثار و نشانات کی تعظیم کرنا وغیرہ ہیں(۴)۔

ممنوع تبرکات کے آثار و مظاہر:

ممنوع تبرکات کے آثار و مظاہر بے کثرت ہیں، جن کی امثال ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

---

(۱) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، لابن قیم الجوزیہ، ۱/۶۸۔

(۲) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲۶/۱۲۱۔

(۳) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، د/ناصر الجدیع، ص: ۳۹-۶۳۔

(۴) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، د/ناصر الجدیع، ص: ۲۲۰-۲۸۱۔

شرک اکبر، اگر تبرک فی نفسہ شرک ہو تو وہ ناجائز تبرکات کا سب سے عظیم اور خطرناک مظہر ہے، اور اگر تبرک شرک اکبر تک پہنچنے کا ذریعہ ہو تو اس کا شمار شرک اکبر کے وسائل میں سے ہوگا۔

اسی طرح ناجائز تبرکات کے مظاہر میں سے دین میں بدعت کی ایجاد، گناہوں کا ارتکاب، ہر قسم کے جھوٹ کا شکار ہونا، نصوص کی تحریف اور باطل تاویلات، سنتوں کا ضیاع، جاہلوں کو دھوکہ میں ڈالنا، اور نسلوں کو برباد کرنا، وغیرہ یہ ساری چیزیں ناجائز و حرام تبرکات کے آثار و مظاہر ہیں۔

ناجائز و ممنوع تبرکات کے دفاع کے وسائل و ذرائع:

ناجائز تبرکات کے دفاع کے چند وسائل درج ذیل ہیں:

علم کی نشر و اشاعت، صحیح اور حق منہج کی دعوت، غلو اور ناجائز تبرکات کے وسائل کا ازالہ، اور اس طرح کے دیگر تمام ذرائع کا خاتمہ وغیرہ (۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ کتاب التوحید کی تعلیق میں "باب من تبرک بشجر ونحوہا" (درخت یا پتھر سے تبرک کے حصول کا بیان) کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی یہ شرک اور مشرکین کے اعمال میں سے ہے، اس لئے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی درخت، پتھر، جگہ اور مشاہد وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تبرک ان اشیاء میں غلو ہے، جس کا انجام رفتہ رفتہ انہیں پکارنا اور ان کی عبادت کرنا ہے، اور یہی شرک اکبر ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حدیث گزر چکی ہے، اور یہ حکم تمام چیزوں کو عام ہے، حتی کہ مقام ابراہیم، حجر اسود ﷺ، قبہ بیت المقدس اور اس کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ بھی اس میں شامل ہیں۔

رہا خانہ کعبہ میں حجر اسود کو چھونا اور چومنا، اور رکن یمانی کو چھونا، تو یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی تعظیم، اور اس کی عظمت و جلال کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے، جو کہ عبادت کی روح ہے۔

چنانچہ یہ باری تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے، اور وہ مخلوق کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے، اور ان

---

(۱) دیکھئے: التبرک (دراسۃ عقدیۃ تأصیلیۃ) د/ ناصر الجدیع ص ۳۹۳-۵۰۰، القول السدید فی مقاصد التوحید، د/ ابن عتیق ص ۱۵-۲۰، وکتاب التوحید د/ صالح بن فوزان الفوزان ص ۹۳۔

دونوں کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور مخلوق کو پکارنے کے درمیان ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس کی دہائی دینا توحید و اخلاص ہے، اور مخلوق کو پکارنا شرک باللہ ہے(۱)۔

[۲] مختلف قسم کی منکر بدعات:

یہ بہت ہیں، بطور مثال چند بدعات درج ذیل ہیں:

۱- جہری نیت کرنا، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ "نویت ان اصلي لله كذا وكذا" (میں نیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اتنی نمازیں پڑھوں گا) یا "نویت ان اصوم هذا اليوم فرضاً او نفلاً لله تعالى" (میں نیت کرتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے لئے فرض یا نفل روزہ رکھوں گا) یا یہ کہے کہ "نویت ان اتوضأ، او نویت ان اغتسل، او نحو ذلك" (میں وضو کرنے کی نیت کرتا ہوں، یا غسل کرنے کی نیت کرتا ہوں، وغیرہ)۔

اس طرح زبان سے بول کر نیت کرنا بدعت ہے، کیوں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل اتعلمون الله بدينكم والله يعلم ما في السماوات وما في الأرض والله بكل شيء عليم﴾ (۲)۔

کہہ دیجئے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نیت کی جگہ دل ہے، اس لئے کہ نیت قلبی عمل ہے نہ کہ زبانی عمل، حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اس لئے کسی بھی قسم کی عبادت کے سلسلہ میں جو چیز دل میں ہو اسے زبان سے کہنا واجب نہیں" (۳)۔

---

(۱) القول السدید فی شذا العقود الخلیلیہ، ص: ۱۱۔

(۲) سورۃ الحجرات: ۱۶۔

(۳) جامع العلوم والحکم، ۱/ ۹۲۔

۲- نمازوں کے بعد اجتماعی ذکر و دعا: مشروع یہ ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر ذکر و دعا کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ پنجوقتہ نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، اور جس طرح آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سکھایا تھا، کیونکہ صحابہ کرام ہی نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو عملی جامہ پہنانے والے تھے، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اجتماعی ذکر و دعا بدعت اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔

۳- مردوں کی روحوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں کے حق میں دعا کرنے کے بعد یا خطبۂ نکاح کے وقت فاتحہ خوانی وغیرہ:

یہ ساری چیزیں انتہائی بدترین قسم کی بدعات ہیں جو نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، اور نہ ہی انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انجام دیا ہے، حالانکہ وہ نبی کریم ﷺ کے احوال کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ بدترین قسم کی نو ایجاد بدعت ہے۔

۴- مردوں پر ماتم اور بین کرنا، کھانے پکوانا اور اجرت پر قاریوں کو لا کر قرآن خوانی کرانا وغیرہ:

یہ ساری چیزیں لوگ بطور تعزیت اور اس خوشی غمی میں انجام دیتے ہیں کہ یہ میت کے حق میں قطع بخشش ہیں، حالانکہ یہ ساری چیزیں بدعت اور وہ طوق اور بیڑیاں ہیں جس کی کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے۔

۵- صوفیوں کے وہ مختلف اذکار اور دعائیں (بھی بدعت ہیں) جو سنت رسول ﷺ کی مخالف ہیں، خواہ صیغہ میں مخالف ہوں یا ہیئت اور وقت میں مخالف ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (۱)۔

جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

۶- قبروں پر عمارت کی تعمیر، انہیں سجدہ گاہ بنانا، ان پر مسجد کی تعمیر کرنا، ان میں مردوں کو دفنانا، قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، تبرک کی خاطر ان کی زیارت کرنا، ان قبروں میں مدفون یا ان کے علاوہ دیگر اموات سے وسیلہ لینا، ان کی قبروں کے پاس نماز ادا کر کے یا دعا کر کے تبرک حاصل کرنا، عورتوں کا قبروں

(۱) صحیح مسلم، ۳/۱۳۴۳، حدیث (۱۷۱۸)، نیز اس حدیث کی تخریج ص (۳۳۳، ۳۳۴) میں گزر چکی ہے۔

کی زیارت کرنا، اور ان پر چراغاں کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں انتہائی گھناؤنی اور قبیح قسم کی بدعات ہیں (۱)۔

نواں مسلک: بدعتی کی توبہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعتی گناہوں سے خطرناک ہے، کیونکہ جب انسان پر گناہوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے، اور وہ اسی پر مصر رہتا ہے تو وہ گناہ اسے ہلاک و برباد کر دیتے ہیں، لیکن بدعت ان سے کہیں زیادہ ہلاکت انگیز ہے، جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی" (۲)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سلف کے قول "إن البدعة لا يتاب منها" (بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی) کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی کسی ایسی چیز کو جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع نہ کیا ہو، جب اسے دین سمجھ لیتا ہے تو اسے اس کی یہ بدعملی اچھی اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے، اور جب وہ اسے اچھی معلوم ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے توبہ نہیں کر سکتا، کیونکہ توبہ کی ابتداء ہی انسان کے اس شعور سے ہوتی ہے کہ اس کا عمل بُرا ہے اس سے توبہ کر لینی چاہئے، اسی طرح اس شعور سے ہوتی ہے کہ وہ کسی واجب یا مستحب عمل کا تارک ہے، اسے تائب ہو کر اس نیک عمل کو انجام دینا چاہئے، لیکن جب وہ اپنے کسی عمل کو اچھا تصور کر رہا ہے، حالانکہ وہ فی الحقیقت برا ہے، تو ظاہر ہے اس سے توبہ نہیں کر سکتا (۳)۔

پھر فرماتے ہیں: "البتہ توبہ اس طور پر ممکن اور واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے کر اس کی رہنمائی فرمائے، یہاں تک کہ حق اس کے لئے آشکارا ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کفار و منافقین اور اہل بدعت و ضلالت کو ہدایت عطا فرمائی" (۴)۔

نیز فرماتے ہیں: "جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بدعتی کی توبہ مطلقاً قبول نہ ہوگی، ایسے لوگ انتہائی

---

(۱) دیکھئے: کتاب الحوادث والبدع، از: ابوبکر محمد بن الولید الطرطوشی، ص: ۹۳۔
(۲) شرح السنۃ، از: امام البغوی، ۱/۲۱۴۔
(۳) مجموع فتاوی، از: شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۰/۹۔
(۴) حوالہ سابق، ۱۰/۹-۱۰۔

قابل تسلی کا شکار ہیں" (۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی اس گفتگو کے ذریعہ بدعتی کی توبہ کی عدم قبولیت والی حدیث کی بڑی واضح تشریح فرمائی ہے والحمد للہ۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله حجب التوبة عن صاحب كل بدعة" (۲)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔

اس حدیث کے مفہوم کی وضاحت ابھی ابھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گفتگو سے ہوئی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نصوص سے بعض نصوص کی تفسیر ہوتی ہے، اور اللہ عزوجل نے اپنے بندوں سے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ حسب ذیل شرطوں کے ساتھ قبول فرماتا ہے:

☆ اپنے جرائم اور غلطیوں سے باز آجائیں۔

☆ سابقہ جرائم پر نادم ہوں، اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کریں۔

☆ اگر جرائم حقوق العباد سے متعلق ہوں تو انہیں حقداروں کو واپس کریں۔

مشرکین، قاتلین اور زنا کاروں کا ذکر کرنے اور انہیں ذلت وخیانت کی وعید سنانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إلا من تاب و آمن وعمل عملاً صالحاً فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفوراً رحيماً﴾ (۳)۔

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو

---

(۱) مجموع الفتاوی، ۱۰/۳۹۸۔

(۲) المعجم الاوسط للطبرانی، ۸/۶۲، حدیث نمبر (۷۴۱۳)، [صحیح الترغیب فی دعاء المیتین] امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں، سوائے ہارون ابن موسیٰ فروی کے، ابن حبان نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے" ۲/۱۸۹، نیز اس حدیث کی صحت کو علامہ البانی نے "سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" میں صحیح قرار دیا ہے ۴/۱۵۷، حدیث نمبر (۱۶۲۰) اور اس کی تخریج بھی کی ہے۔

(۳) سورۃ الفرقان: ۷۰۔

اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإني لغفار لمن تاب و آمن وعمل صالحاً ثم اهتدى﴾ (۱)۔

اور یقیناً میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں، نیک عمل کریں، اور راہ راست پر بھی رہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل يا عبادي الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً إنه هو الغفور الرحيم﴾ (۲)۔

(میری جانب سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔

مزید ارشاد باری ہے:

﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (۳)۔

جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

اور یہ توبہ ملحدوں، کافروں، مشرکوں، بدعتیوں اور ان کے علاوہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اپنے گناہوں اور معاصی سے توبہ کریں، بشرطیکہ توبہ کے شرائط مکمل ہوں۔ والحمد للہ

---

(۱) سورۃ طٰہٰ: ۸۲۔

(۲) سورۃ الزمر: ۵۳۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۱۰۔

دسواں مسلک: بدعات کے آثار ونقصانات:

بدعات کے انتہائی خطرناک آثار، جیسا کہ نتائج اور تباہ کن نقصانات ہیں، چند حسب ذیل ہیں:

(۱) بدعات کفر کی ڈاک ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى تأخذ أمتي بأخذ القرون قبلها شبراً بشبر، وذراعاً بذراع" فقيل: يا رسول الله، كفارس والروم؟ فقال: "ومن الناس إلا أولئك"(۱)۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں پر نہ چلے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا اہل فارس و روم (یہود و نصاریٰ) کی طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کے علاوہ اور کن لوگوں کی طرح؟!!"۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لتتبعن سنن من كان قبلكم، شبراً بشبر، وذراعاً بذراع، حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم" قلنا: يا رسول الله - اليهود والنصارى؟ قال: "فمن"(۲)۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کروگے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں بھی داخل ہوئے ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم بھی اس میں داخل ہوگے" ہم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا یہود و نصاریٰ کی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کے علاوہ اور کس کی"۔

(۲) بلا علم اللہ پر جھوٹ بات کہنا، کیونکہ جو شخص بھی بدعتیوں کو دیکھے گا اور ان کے حالات کا جائزہ لے گا، وہ لوگوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سب سے زیادہ جھوٹ باندھنے والا، نہی کو پائے گا، جب کہ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی ﷺ: "لتتبعن سنن من كان قبلكم" ۸/۱۹۱ حدیث نمبر (۷۳۱۹)۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی ﷺ: "لتتبعن سنن من كان قبلكم" ۸/۱۹۱ حدیث نمبر (۷۳۲۰)، وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ، ۴/۲۰۵۴ حدیث نمبر (۲۶۶۹)۔

اللہ رب العالمین نے اپنی ذات پر جھوٹ بات منسوب کرنے سے ڈرایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ولو تقول علينا بعض الأقاويل، لأخذنا منه باليمين، ثم لقطعنا منه الوتين﴾ (۱)۔

اور اگر یہ ہم پر کوئی جھوٹی بات گھڑ لیتا، تو ہم اس کا داہاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات پر جھوٹ منسوب کرنے سے متنبہ فرمایا ہے، اور ایسا کرنے والے کے لئے سخت عذاب کی وعید فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے:

"من تعمد علي كذباً فليتبوأ مقعده من النار" (۲)۔

جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹ بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۳) بدعتیوں کا سنت اور اہل سنت سے بغض رکھنا: اس سے بدعات کی خطرناکی کی وضاحت ہوتی ہے۔ امام اسماعیل بن عبد الرحمن صابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اہل بدعت کی نشانیاں ظاہر و باہر ہیں، ان کی سب سے واضح علامت یہ ہے کہ وہ حاملین سنت رسول اللہ ﷺ سے شدید دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں، اور انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں" (۳)۔

(۴) بدعتی کے عمل کی عدم قبولیت: کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (۴)۔

---

(۱) سورۃ الحاقۃ: ۴۴-۴۶۔

(۲) متفق علیہ، روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، ۱/۳۱، حدیث نمبر (۱۰۸)، صحیح مسلم، المقدمۃ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، ۱/۹، حدیث نمبر (۲)۔

(۳) حقیدۃ اہل السنۃ واصحاب الحدیث، ص ۲۹۸۔

(۴) متفق علیہ، روایت عائشہ رضی اللہ عنہا: بخاری، ۱/۱۹۰، حدیث (۱) و مسلم، ۲/۱۳۴۳، حدیث (۱۷۱۸)، اس کی تخریج میں (۲۳۱، ۲۳۲) میں گزر چکی ہے۔

جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

(۵) بدعتی کا برا انجام: کیونکہ شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو مختلف گمراہیوں میں سے کسی گمراہی میں ڈالے، چنانچہ اس کی سب سے پہلی گمراہی شرک باللہ ہے، اگر بندۂ مومن اس گمراہی سے نجات پا لیتا ہے، تو وہ اسے بدعت کی گمراہی پر طلب کرنا اور دعوت دیتا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ بدعات عام گناہوں کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہیں(۱)۔

اسی لئے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی"(۲)۔

اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(۶) بدعتی کی سمجھ کا الٹا ہو جانا: چنانچہ بدعتی نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی، اسی طرح سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھتا ہے، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

"واللہ لتغشون البدع حتی إذا ترك شيء منها، قالوا: "ترکت السنة"(۳)۔

اللہ کی قسم بدعات اس طرح عام ہو جائیں گی کہ اگر ان میں سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے گی، تو لوگ کہیں گے کہ سنت چھوڑ دی گئی۔

(۷) بدعتی کی شہادت (گواہی) اور روایت کی عدم قبولیت: تمام اہل علم، محدثین، فقہاء اور اصحاب اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفریہ بدعت والے بدعتی کی روایت قبول نہ کی جائے گی، البتہ جس کی بدعت کفریہ نہ ہو اس کی روایت قبول کرنے کے سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، اور اگر اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو تو قبول نہ کی جائے گی(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین، ابن قیم، ۱/۲۲۴۔

(۲) شرح اصول اعتقاد، امام لالکائی، ۱/۱۰۱۔

(۳) اس اثر کی تخریج امام محمد بن وضاح نے "کتاب ما جاء فی البدع" میں کی ہے، ص ۱۳۳، حدیث نمبر (۱۶۲)، اسی طرح کے لئے اور دیکھئے: وہی کتاب، ص ۱۳۴-۱۳۶۔

(۴) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۱/۶۰۔

(۸) بدعتی سب سے زیادہ فتنوں سے دوچار ہوتے ہیں: جب کہ اللہ تعالیٰ نے فتنوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا أن الله شديد العقاب﴾ (۱)۔

اور ایسے فتنہ سے بچو جو صرف تم میں سے ظلم کرنے والوں ہی پر نہ واقع ہوگا، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم﴾ (۲)۔

سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہونچے۔

کیا سنت رسول ﷺ کی مخالفت اور آپ کے حکم کی نافرمانی سے زیادہ خطرناک کوئی اور فتنہ ہو سکتا ہے؟؟

نبی کریم ﷺ نے فتنوں کے وقوع سے قبل اعمال صالحہ کی ترغیب دلائی ہے، ارشاد ہے:

"بادروا بالأعمال فتناً كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمناً ويمسي كافراً، أو يمسي مؤمناً ويصبح كافراً، يبيع دينه بعرض من الدنيا" (۳)۔

ان فتنوں کے وقوع سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت اور جلدی کرو جو شب دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، اپنے دین کو ایک دنیوی سامان کے عوض فروخت کر دے گا۔

---

(۱) سورۃ انفال: ۲۵۔

(۲) سورۃ النور: ۶۳۔

(۳) صحیح مسلم، روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرۃ بالاعمال قبل تظاہر الفتن، رقم الحدیث (۱۱۸)۔

(۹) بدعتی شریعت کا استدراک (نکتہ چینی) کرتا ہے: کیونکہ اپنی بدعت کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو شریعت ساز اور دین کی تکمیل کرنے والے کی حیثیت سے کھڑا کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے اور اپنی نعمت تمام کردی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دیناً﴾ (۱)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ اس نے قرآن کریم میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شيء وھدیً ورحمة وبشریٰ للمسلمین﴾ (۲)۔

اور ہم نے آپ (ﷺ) پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے، اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔

(۱۰) بدعتی پر حق و باطل گڈمڈ ہوجاتے ہیں: کیونکہ علم ایک نور ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، اور بدعتی اس تقویٰ سے محروم ہوتا ہے جس کے ذریعہ اصابت حق کی توفیق نصیب ہوتی ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿یا أیھا الذین آمنوا إن تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ ۳۔

(۲) سورۃ النحل ۸۹۔

(۳) سورۃ الأنفال ۲۹۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے گا، اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

(۱۱) بدعتی اپنا اور اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً"(۱)۔

جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اتنی طرح اجر و ثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے ثوابوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی، اور جس نے کسی کو گمراہی کی بات کی طرف بلایا، اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔

(۱۲) بدعت بدعتی کو لعنت کا مستحق بناتی ہے: چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بدعت ایجاد کرنے والے کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

"من أحدث فيها حدثاً أو آوى محدثاً فعليه لعنة الله، والملائكة، والناس أجمعين، لا يقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً"(۲)۔

جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ فرمائے گا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث عموم کے سیاق میں ہے، لہٰذا اس میں شریعت کی مخالفت بدعتی

---

(۱) صحیح مسلم ۴/۲۰۶۰، حدیث نمبر (۲۶۷۴)، مختصر تخریج میں گزر چکی ہے۔

(۲) فتح الباری، کتاب الاعتصام، باب إثم من آوى محدثاً ۱۳/۸، حدیث نمبر (۷۳۰۶)، مسلم کتاب الحج، باب فضل المدینة ودعاء النبی ﷺ فیها ۲/۹۹۴، حدیث نمبر (۱۳۶۶)۔

چیز شامل ہے، اور بدعت سب سے بدترین شے ہے"(۱)۔

(۱۳) قیامت کے روز بدعتی کو رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے پینے سے روک دیا جائے گا:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أنا فرطكم على الحوض، من ورد شرب ومن شرب لم يظمأ أبداً، وليردن علي أقوام أعرفهم ويعرفونني، ثم يحال بيني وبينهم" (۲)۔

میں حوض کوثر پر تمہارا استقبال رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا نوش کرے گا، اور جو بھی نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی، اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: "إنهم مني" یہ میرے امتی ہیں" تو کہا جائے گا: "إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك" آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں، تو میں کہوں گا: "سحقاً سحقاً لمن غير بعدي" ایسے لوگوں کو مجھ سے دور بناؤ جنھوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر لی تھیں"(۳)۔

اور شقیق سے روایت عبداللہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يا رب أصحابي أصحابي، فيقال: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك" (۴)۔

(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، تو کہا جائے گا:

---

(۱) الاعتصام ۱/۹۰۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقاق، باب فی حوض النبی ﷺ ۱۱/۴۶۲، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاتہ ۴/۱۷۹۳، حدیث نمبر (۲۲۹۰)۔

(۳) البخاری، کتاب الرقاق، باب فی حوض النبی ﷺ ۱۱/۴۶۲، حدیث نمبر (۶۵۸۴)۔

(۴) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقاق، باب فی حوض النبی ﷺ ۱۱/۴۶۱، حدیث نمبر (۶۵۷۵)، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاتہ ۴/۱۷۹۹، حدیث نمبر (۲۲۹۶)۔

آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔

نیز ام المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إني على الحوض حتى أنظر من يرد علي منكم، وسيؤخذ ناس من دوني فأقول: يا رب مني ومن أمتي، فيقال: هل شعرت ما عملوا بعدك، والله ما برحوا يرجعون على أعقابهم". فكان ابن أبي مليكة يقول: "اللهم إنا نعوذ بك أن نرجع على أعقابنا أو أن نفتن في ديننا"(۱)۔

میں حوض کوثر پر ہوں گا تا کہ تم میں جو لوگ میرے پاس آتے ہیں انہیں دیکھوں، اور کچھ لوگوں کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ مجھ سے اور میری امت کے لوگ ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟! اللہ کی قسم! یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گئے تھے" چنانچہ ابن ابو ملیکہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: اے اللہ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں، یا اپنے دین میں فتنے سے دوچار ہوں۔

(۱۴) بدعتی ذکر الٰہی سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے: کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبانی ہمارے لئے کچھ اذکار اور دعائیں مشروع فرمائی ہیں، جن میں سے کچھ اذکار مقید ہیں مثلاً، پنجوقتہ نمازوں کے بعد کے اذکار، صبح وشام کی دعائیں، سونے اور بیدار ہونے کے وقت کے اذکار وغیرہ، اور کچھ مطلق ہیں جن کے لئے کسی زمان یا مکان کی قید نہیں ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا، وسبحوه بكرة وأصيلا﴾ (۲)۔

اے ایمان والو! اللہ کا خوب خوب ذکر کرو، اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

لیکن بدعتی ان اذکار اور دعاؤں سے اعراض کرتے ہیں، اپنی بدعات میں مشغول رہتے اور اس فتنہ میں

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب في حوض النبي ﷺ، ۱۱/۴۲۹، حدیث نمبر (۶۵۹۳)، و مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ وصفاته، ۴/۱۷۹۶، حدیث نمبر (۲۲۹۳)۔

(۲) سورۃ الأحزاب: ۴۱-۴۲۔

چھوڑنے کے سبب، یا مشروع اذکار اور دعاؤں کو بدعی اذکار اور دعاؤں سے تبدیل کر دینے کے سبب، انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ اذکار کو ترک کر رکھا ہے، اور اس بنیاد پر وہ ذکر الٰہی سے غافل ہیں (۱)۔

(۱۵) بدعتی حق کو چھپاتے ہیں اور اپنے متبعین سے حق کو پوشیدہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان جیسے لوگوں کو لعنت کی وعید سنائی ہے، ارشاد ہے:

﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب أولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون﴾ (۲)۔

جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوتی ہے۔

(۱۶) بدعتی کا عمل اسلام سے نفرت دلاتا ہے: چنانچہ جب بدعتی اپنی بدعت کے خرافات پر عمل کرتا ہے تو یہ چیز دشمنان اسلام کے دین اسلام سے تمسخر اور استہزاء کرنے کا سبب بنتی ہے: جب کہ دین اسلام ان تمام بدعات سے بری ہے (۳)۔

(۱۷) بدعتی امت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے: اس لئے کہ بدعتی اور اس کے متبعین اس بدعت کے ذریعہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ گروہوں اور مختلف ٹولیوں میں بٹے نظر آتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم في شيء إنما أمرهم إلى الله ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون﴾ (۴)۔

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، پھر اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کئے کی خبر کر دے گا۔

---

(۱) دیکھئے: صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان، ص: ۱۹۲، الفرقان مع سعد محمی، ص: ۱۹۲۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۵۹۔

(۳) دیکھئے: صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان، ص: ۱۹۵، الفرقان مع سعد محمی، ص: ۱۹۵۔

(۴) سورۃ الانعام: ۱۵۹۔

(۱۸) ایسا بدعتی جو اپنی بدعت کو علانیہ طور پر بیان کرتا اور اس کی تشہیر کرتا ہو، امت کو اس کی بدعت سے متنبہ کرنے کے لئے اس کی غیبت جائز ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت کو ظاہر کرنے والا شخص فسق کے ظاہر کرنے والے کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہے۔

غیبت کتاب وسنت کی روشنی میں حرام ہے لیکن شرعی مقاصد کے تحت مندرجہ ذیل چھ امور میں غیبت جائز ہے(۱):

ظلم کی شکایت کی غرض سے، منکر کی تبدیلی پر مدد طلبی کی خاطر، استفتاء کے لئے، مسلمانوں کو کسی شر وفساد سے محفوظ رکھنے کے لئے، اسی طرح جب کوئی شخص اپنے فسق اور بدعت کو علانیہ طور پر ظاہر کرتا ہو، اور کسی کا تعارف (پہچان) کروانے کے لئے (۲)۔

اور کسی نے ان چھ اسباب کو حسب ذیل دو شعروں میں یوں جمع کیا ہے:

القدح ليس بغيبة في ستة متظلم ومعرف ومحذر

ومجاهر فسقاً ومستفت ومن طلب الإعانة في إزالة منكر(۳)

چھ امور میں برائی غیبت نہیں ہے: ظلم کی شکایت میں، تعارف کے لئے، کسی شر سے بچانے کے لئے، علانیہ فسق کرنے والے کے بالمقابل فتوی طلب کرنے والے کے لئے، اور کسی منکر کے ازالہ کی خاطر مدد طلب کرنے والے کے لئے۔

(۱۹) بدعتی اپنی خواہشات نفسانی کا پیروکار، شریعت کا باغی اور اس کی مخالفت کرنے والا ہوتا ہے (۴)۔

(۲۰) بدعتی اپنے آپ کو شارع کے درجہ میں سمجھتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے شریعت کے اصول وضع فرمائے ہیں، اور مکلفین پر ان اصولوں اور ان راہوں پر چلنا لازمی قرار دیا ہے (۵)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو دنیا وآخرت کی عفو وعافیت سے نوازے (آمین)۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد۔

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی (۱۶/۱۴۲)، نیز دیکھئے: حسین اولی لا بصار، از ڈاکٹر صالح احمد محمی، ص: ۱۸۹۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاری، از حافظ ابن حجر (۱۰/۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶)۔

(۳) دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از ابن ابی العز، ص: ۴۳۰۔

(۴) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی (۱/۶۱)۔

(۵) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی (۱/۶۱-۶۷)۔

ساتواں مبحث:

تقویٰ کا نور اور گناہوں کی تاریکیاں

پہلا مطلب: تقویٰ کا نور

پہلا مسلک: تقویٰ کا مفہوم:

تقویٰ کا لغوی مفہوم:

(عربی) زبان میں تقویٰ کے معنی بچنے ڈرنے اور متنبہ رہنے کے ہیں، کہا جاتا ہے: "اتقيت الشيء، وتقيته أتقيه تقى، وتقية، وتقاة" یعنی میں فلاں چیز سے بچ کر رہا۔ فرمان باری تعالیٰ:

﴿هو أهل التقوىٰ وأهل المغفرة﴾ (۱)۔

کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے عذاب سے بچا جائے اور اس کی ذات اس لائق ہے کہ ایسا عمل کیا جائے جو اس کی بخشش تک پہنچانے کا سبب ہو (۲)۔

تقویٰ کی اصل (اصطلاحی تعریف):

تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے اور جس چیز سے وہ ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اس کے درمیان بچاؤ کا ایک ذریعہ بنالے، چنانچہ بندے کا اپنے رب سے تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے اور اپنے رب کے غیظ وغضب، ناراضگی اور عذاب کے خوف کے درمیان بچاؤ کا ایک ایسا ذریعہ بنالے جو اسے اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھے، اور وہ اللہ کے احکام کی بجاآوری اور اس کی نافرمانی سے اجتناب ہے (۳)۔

---

(۱) سورۃ المدثر: ۵۶۔

(۲) دیکھئے: لسان العرب، مادۃ (وقی) ۱۵/۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، المفردات في غريب القرآن، باب الواو والقاف وما يثلثهما، مادۃ (وقی) ص ۵۳۱، ۵۳۲۔

(۳) جامع العلوم والحكم، لابن رجب ۱/۳۹۸، نیز دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، لابن جریر ۱/۱۸۱۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کی حقیقت جیسا کہ طلق بن حبیب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ: ''آپ اللہ کی روشنی میں، اس کے ثواب کی امید کرتے ہوئے اس کی اطاعت کا عمل انجام دیں، اور اللہ کی روشنی میں اللہ کے عذاب کا خوف رکھتے ہوئے اس کی معصیت و نافرمانی ترک کر دیں''(۱)۔

مکمل تقویٰ میں واجبات کی انجام دہی اور حرام و مشتبہ امور کا ترک، بلکہ بسا اوقات اس کے ساتھ مستحب امور کی انجام دہی اور مکروہ و ناپسندیدہ امور کا ترک بھی داخل ہو جاتا ہے، یہ تقویٰ کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے(۲)۔

مکمل تقویٰ کی تعریف جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمان باری ﴿اتقوا اللہ حق تقاتہ﴾ (۳) کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمائی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ''(تقویٰ یہ ہے کہ) اللہ کی اطاعت کی جائے تو نافرمانی نہ کی جائے، یاد کیا جائے تو بھلایا نہ جائے اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے تو ناشکری نہ کی جائے''(۴)۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کے شکر میں اطاعت کے سبھی اعمال شامل ہیں اور اللہ کو یاد کرنے اور اسے بھلائے نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ کے اوامر کو اپنے جملہ حرکات و سکنات، چال چلن اور گفتگو میں یاد کر کے اپنے دل سے ان کی تابعداری کرے، اور ان تمام چیزوں میں اللہ کے منع کردہ امور کو یاد کر کے ان سے اجتناب کرے''(۵)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿اتقوا اللہ حق تقاتہ﴾ ''یعنی اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے'' کی تفسیر اللہ عزوجل کے دوسرے فرمان: ﴿فاتقوا اللہ ما استطعتم﴾ (۶) ''یعنی اپنی استطاعت بھر اللہ سے ڈرو'' سے ہوتی ہے، اور (دونوں آیتوں کے مجموعہ) کا مفہوم یہ ہوگا کہ اپنی استطاعت بھر اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے نیز اقوال (امام

---

(۱) جامع العلوم والحکم لابن رجب ۱/۳۰۷۔

(۲) حوالہ سابق ۱/۳۹۹۔

(۳) سورۃ آل عمران ۱۰۲۔

(۴) اسے امام طبرانی نے معجم الکبیر میں روایت کیا ہے ۹/۱۲۲ حدیث نمبر (۸۵۰۰) مستدرک حاکم ۲/۲۹۴ حدیث نمبر (۳۱۷۰) ابن جریر جامع البیان فی تاویل آی القرآن ۷/۶۸ نیز ملاحظہ ہو (۷/۶۸۰، ۶۸۱) ثابت ہی مرفوعاً روایت کی ہے۔

(۵) جامع العلوم والحکم لابن رجب ۱/۳۰۱۔

(۶) سورۃ التغابن ۱۶۔

قرطبی) نے بیان فرمایا ہے کہ یہ کہنا آیت کریمہ کو منسوخ کہنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ نسخ کا مرحلہ تطبیق ممکن نہ ہونے کی صورت میں آتا ہے، اور چونکہ (یہاں) تطبیق ممکن ہے اس لئے وہی اولیٰ و بہتر ہے(۱)۔

کبھی کبھی تقویٰ کا استعمال حرام امور سے اجتناب پر غالب ہوتا ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تقویٰ کے متعلق سوال کئے جانے پر (سائل سے) فرمایا: کیا تم خاردار راستے سے گزرے ہو؟ اس نے کہا: ہاں ابو ہریرہ نے پوچھا: تو تم نے کیسے کیا کیا؟ اس نے کہا: جب میں کانٹا دیکھتا تو اس سے بچ جاتا یا اسے پھلانگ جاتا یا اسے چھوڑ ہی دیتا تو انھوں نے فرمایا: "یہی تقویٰ ہے"۔

ابن المعتز نے تقویٰ کے اسی مفہوم کو نظم کیا ہے:

خل الذنوب صغيرها ... وكبيرها فهو التقى

واسع كماش فوق ... أرض الشوك يحذر ما يرى

لا تحقرن صغيرة ... ان الجبال من الحصى (۲)

چھوٹے سے چھوٹے تمام گناہوں کو ترک کر دو، کہ یہی تقویٰ ہے اور اس طرح کرو جس طرح پر خاردار زمین پر چلنے والا (کانٹوں وغیرہ کو دیکھ کر) اس سے بچ کر چلتا ہے، چھوٹے گناہوں کو حقیر نہ سمجھو کہ کنکریوں ہی سے پہاڑ بنتے ہیں۔

دوسرا مسلک: تقویٰ کی اہمیت:

تقویٰ کئی وجوہ سے دنیا و آخرت کی کامیابی کے اہم ترین اسباب میں سے ہے، ان میں سے چند وجوہ درج ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل نے تمام اولین و آخرین (اگلوں پچھلوں) کو تقویٰ کی وصیت فرمائی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولقد وصينا الذين أوتوا الكتاب من قبلكم وإياكم أن اتقوا الله﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع احکام القرآن للقرطبی، ۴/۲۲۶۔

(۲) جامع الاصول فی الحکم والمواعظ لابن زنجویہ، ۱/۲۰۳۔

(۳) سورۃ النساء، ۴/۱۳۱۔

اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

چنانچہ یہ تمام اولین و آخرین کو امر دینی، شرعی احکام، وصیت الٰہی کے انجام دینے والے کو ثواب اور اسے ضائع کرنے اور اس سے بے توجہی برتنے والے کو دردناک عذاب کی سزا پر مشتمل ایک عظیم الشان وصیت ہے، اسی لئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإن تكفروا فإن لله ما في السماوات وما في الأرض وكان الله غنيا حميداً﴾۔

اور اگر تم کفر کرو تو یاد رکھو کہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بہت بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "﴿وإن تكفروا﴾ (اور اگر تم کفر کرو) یعنی اللہ کا تقویٰ ترک کر دو اور اللہ کے ساتھ ایسی چیز شریک کرو جس کی اللہ نے دلیل نازل نہیں فرمائی تو تم اس سے اپنی ذات ہی کو نقصان پہنچاؤ گے، اللہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ اس کی بادشاہت میں کمی کر سکتے ہو، اللہ کے بے شمار تم سے بہتر بندے ہیں جو اس کے اطاعت گزار اور اس کے حکم کے تابعدار ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے (وصیت کے بعد) یہ بات ذکر فرمائی:

﴿وإن تكفروا فإن لله ما في السماوات وما في الأرض وكان الله غنيا حميداً﴾۔

اور اگر تم کفر کرو تو یاد رکھو کہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بہت بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مکمل جود و سخا اور احسان عام ہے، جس کے بخشے اس کی رحمت کے ان خزانوں سے بھرتے ہیں جس میں خرچ کرنے سے کمی نہیں ہوتی اور نہ شب و روز لٹانے سے اس میں ذرا بھی نقص پیدا ہوتا ہے"(۱)۔

اس کی مالداری کا کمال یہ ہے کہ وہ مکمل خوبیوں والا ہے، اور "حمید" اس کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح کی حمد و ثنا اور محبت و عظمت کا مستحق ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حمد

(۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۱۷۱۔

سنا ئش کے جملہ اوصاف جلال و جمال سے متصف ہے۔

اور اس لئے بھی کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر بڑی عظیم نعمتیں نچھاور کی ہیں، چنانچہ وہ ہر حال میں لائق تعریف ہے، اور ان دونوں معزز ناموں "غنی" اور "حمید" کا ایک جگہ اکٹھا ہونا بھی کیا خوب ہے کہ اللہ تعالیٰ مالدار (بے نیاز) اور تعریف کیا ہوا ہے، اسی کے لئے اپنی مالداری میں کمال، اپنی تعریف میں کمال اور دونوں ناموں کے اکٹھا ہونے کا کمال ہے(۱)۔

دوم: اللہ عزوجل نے بے شمار آیات میں اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے، ان میں سے چند آیات حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واتقوا یوما ترجعون فیه إلی الله ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون﴾ (۲)۔

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۲- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولا هم ینصرون﴾ (۳)۔

اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ ہی اس کی بابت کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اس کے عوض لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

۳- اللہ کا ارشاد ہے:

﴿واتقوا الله واعلموا أن الله بکل شیء علیم﴾ (۴)۔

---

(۱) تفسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۸۰۰۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۸۱۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۱۲۳، نیز دیکھئے: آیت نمبر: ۴۸۔

(۴) سورۃ البقرۃ: ۲۳۱۔

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الناس اتقوا ربکم الذي خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا الله الذي تساءلون به والأرحام إن الله کان علیکم رقیباً﴾ (۱)۔

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

۵- فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا الله إن الله خبیر بما تعملون﴾ (۲)۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے اعمال کا کیا ذخیرہ بھیجا ہے، اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

تقویٰ کے حکم کے بارے میں بے شمار آیتیں ہیں (۳)۔

دوم: نبی کریم ﷺ نے اپنی بہت ساری حدیثوں میں تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس کی جانب رغبت دلائی ہے، ان میں سے چند احادیث حسب ذیل ہیں:

۱- ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد کرتے ہوئے سنا، آپ نے (خطبہ کے دوران) فرمایا:

"اتقوا الله ربکم، وصلوا خمسکم، وصوموا شهرکم، وأدوا زکاة أموالکم،

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۔

(۲) سورۃ الحشر: ۱۸۔

(۳) دیکھئے: المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص ۶۷۵-۶۷۶، یا پھر قرآن کریم میں ۱۵۰ سے زائد جگہ پر تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔

وأطيعوا ذا أمركم، تدخلوا جنة ربكم"(۱)۔

اپنے پروردگار اللہ سے ڈرو، اپنی پنج وقتہ نمازیں ادا کرو، اپنے مہینہ (رمضان) کا روزہ رکھو، اپنے مالوں کی زکاۃ دو اور اپنے حاکم کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

۲- نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو تقویٰ کی وصیت فرمائی، اور آپ کا ایک شخص کو وصیت کرنا پوری امت کو وصیت کرنا ہے، چنانچہ فرمایا:

"اتق الله حيثما كنت، وأتبع السيئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن"(۲)۔

جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور بدی کے بعد نیکی کرو وہ اسے (بدی کو) مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

فرمان نبوی "جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو" کے سلسلہ میں علامہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آپ کا مقصد پوشیدہ اور علانیہ ہے، کہ جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور جہاں نہ دیکھ رہے ہوں"(۳)۔

اور نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل سے خلوت وجلوت میں اللہ کی خشیت کا سوال کرتے تھے، چنانچہ آپ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے:

"... أسألك خشيتك في الغيب والشهادة"(۴)۔

اے اللہ میں تجھ سے غیب وحاضر (خلوت وجلوت) میں تیری خشیت کا سوال کرتا ہوں۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خلوت وجلوت میں اللہ کا خوف نجات دینے والے امور میں سے ہے"(۵)۔

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ، حدیث نمبر (۶۱۶)، علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی (۱/۱۹۰) اور سلسلہ الاحادیث الصحیحہ (حدیث نمبر ۸۶۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس (۴/۳۵۵، حدیث نمبر: ۱۹۸۷)، امام ترمذی فرماتے ہیں: "یہ حدیث حسن صحیح ہے" مسند احمد (۵/۱۵۳)، امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے نیز امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے (۱/۵۴)۔

(۳) جامع العلوم والحکم، ابن رجب (۱/۲۰۸)۔

(۴) سنن نسائی، کتاب السہو، باب الدعاء بعد الذکر، نوع آخر (۳/۵۴، حدیث نمبر: ۱۳۰۵)، علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن النسائی (۱/۲۷۰) میں صحیح قرار دیا ہے، یہ ایک لمبی حدیث ہے۔

(۵) جامع العلوم والحکم، ابن رجب (۱/۲۰۸)۔

نیز فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

إذا ما خلوت الدهر يوماً فلا تقل ... خلوت ولكن قل علي رقيب

ولا تحسبن الله يغفل ساعة ... ولا أن ما يخفى عليه يغيب (۱)

اگر تم زندگی میں کسی دن تنہا رہے ہو تو یہ نہ کہنا کہ میں تنہا تھا، بلکہ یہ کہنا کہ مجھ پر ایک نگراں موجود تھا، اور تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ ایک پل بھی غافل رہتا ہے یا یہ کہ مخفی چیزیں اس سے اوجھل اور پوشیدہ رہتی ہیں۔

ابن ممّاکل رحمہ اللہ (۲) فرماتے ہیں:

يا هاتك الذنب أما تستحي ... والله في الخلوة ثانيكا

غرك من ربك إمهاله ... وستره طول مساويكا (۳)

اے گناہوں کے عادی (شخص) کیا تجھے حیا نہیں آتی، تنہائی میں اللہ تعالیٰ تیرا دوسرا ہوتا ہے، اللہ کی مہلت اور تیری مسلسل برائیاں پر اس کی پردہ پوشی نے تجھے اللہ سے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

ابو محمد عبداللہ بن محمد اندلسی قحطانی رحمہ اللہ اپنے (ردیف ان کے) مجموعہ کلام میں فرماتے ہیں:

وإذا ما خلوت بريبة في ظلمة ... والنفس داعية إلى الطغيان

فاستحي من نظر الإله وقل لها ... إن الذي خلق الظلام يراني (۴)

جب تم تاریکی میں تنہا کوئی برائی کر رہے ہو اور نفس سرکشی پر آمادہ ہو تو اللہ کے دیکھنے سے حیا کرو اور نفس سے کہو کہ جس ذات نے تاریکی پیدا فرمائی ہے وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

يا من يرى مد البعوض جناحه ... في ظلمة الليل البهيم الأليل

ويرى نياط عروقها في نحرها ... والمخ يجري في تلك العظام النحل

---

(۱) بہجۃ المجالس وانس المجالس لابن عبد البر ۱/۴۰۹۔

(۲) یہ ابو حسن یوسف بن اسحاق بن ممّاکل ہیں جو اپنے زمانہ کے بڑے واعظین میں سے تھے، یہ ۴۹۳ھ میں وفات پائے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۸/۳۳۹-۳۴۰۔

(۳) بہجۃ المجالس وانس المجالس لابن عبد البر ۱/۴۱۰۔

(۴) مجموعہ کلام ابن ردیف ان کا قحطانی ص ۲۵۔

امنن علي بتوبة تمحو بها ما كان مني في الزمان الأول

اے تیرہ و تار یک لمبی شب کی تاریکی میں محشر کے بازو کے پھیلاؤ کو اور اس کی گھبراہٹ کی تکلیفوں اور ان تکلیف دہ باریک بڑیوں میں دماغ کو دیکھنے والے! مجھ پر توبہ کا احسان فرما جس کے ذریعہ مجھ سے پچھلے زمانہ میں سرزد ہوئے گناہوں کو معاف فرما۔

۳- عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی نصیحت فرمائی جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت کیجئے آپ نے فرمایا:

"أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة ..."(۱)۔

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع و طاعت کی وصیت کرتا ہوں ...

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ دونوں باتیں دنیا و آخرت کی سعادت کو شامل ہیں"(۲)۔

۴- برید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر یا سریہ کا کوئی امیر بناتے تو اسے خصوصی طور پر اللہ کے تقویٰ کی اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے انہیں بھلائی کی وصیت فرماتے ..."(۳)۔

۵- تقویٰ کی اہمیت ہی کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے اپنی دعاؤں اپنے رب سے تقویٰ کا سوال کیا، چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"اللهم إني أسألك الهدى والتقى والعفاف والغنى"(۴)۔

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت و پاکدامنی اور مالداری کا سوال کرتا ہوں۔

---

(۱) سنن ابوداؤد (۲/۲۱۰) حدیث نمبر (۴۶۰۷) سنن ترمذی (۵/۴۴) حدیث نمبر (۲۶۷۶) مسند احمد (۴/۱۲۶) دارمی (۱/۱۵۰) حدیث نمبر (۲۴۳)۔

(۲) جامع العلوم والحکم لابن رجب (۲/۴۱۶)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب تامیر الامراء علی البعوث ووصیتہ ایاہم بآداب الغزو وغیرہا (۳/۱۳۵۶) حدیث نمبر (۱۷۳۱)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل (۴/۲۰۷۸) حدیث نمبر (۲۷۲۱)۔

چہارم: سب سے زیادہ جو چیز جنت میں داخلہ کا سبب بنتی ہے وہ تقویٰ ہے چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کونسی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کراتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا "التقوی و حسن الخلق" اللہ کا تقویٰ اور حسن اخلاق، نیز آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ کونسی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کراتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا "الفم و الفرج" منہ اور شرمگاہ(۱)۔

پنجم: تقویٰ اس (حسی) ظاہری لباس سے زیادہ اہم ہے جس سے انسان بے نیاز نہیں ہوسکتا، کیونکہ تقویٰ کا لباس نہ پرانا ہوتا ہے اور نہ بوسیدہ اور نہ ہی بدبو کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے، تقویٰ دل اور روح کی زینت ہے، رہا ظاہری لباس تو وہ زیادہ سے زیادہ تھوڑی دیر کے لئے ظاہری شرمگاہ کی پردہ پوشی کرتا ہے یا انسان کی زیب و زینت کا سبب ہوتا ہے، اس کے علاوہ اسکا کوئی فائدہ نہیں، اگر فرض کیا جائے کہ یہ ظاہری لباس نہیں ہے تو (زیادہ سے زیادہ) اس کی ظاہری شرمگاہ ہی کھلے گی کہ ضرورت کی بنیاد پر اسے کھولنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر تقویٰ کا لباس نہ ہو تو اس کی پوشیدہ شرمگاہ عریاں ہو جائے گی اور وہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہوگا(۲)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباساً یواري سوآتکم وریشاً و لباس التقوی ذلک خیر﴾ (۳)۔

اے آدم علیہ السلام کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرمگاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے، اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بہتر ہے۔

یہ وہ لباس ہے جس سے انسان ایک لمحہ بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا اس کے بغیر اس کی کوئی قدر و قیمت اور کامیابی نہیں اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب ماجاء فی حسن الخلق ۴/۳۶۲ حدیث نمبر (۲۰۰۴) امام ترمذی نے فرمایا "یہ حدیث صحیح غریب ہے" علامہ البانی نے صحیح سنن ترمذی (۲/۱۹۴) میں اس کی حدیث صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۲۸۸۔

(۳) سورۃ الاعراف ۲۶۔

إن المرء لم يلبس ثياباً من التقى ... تقلب عريانا ولو كان كاسياً

وخير لباس المرء طاعة ربه ... ولا خير فيمن كان لله عاصياً

جب انسان تقویٰ کے لباس میں ملبوس نہیں ہوتا ہے تو کپڑے پہننے کے باوجود بھی عریاں گھومتا پھرتا ہے، انسان کا سب سے اچھا لباس اس کے رب کی اطاعت ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

ششم: تقویٰ کھانے پینے سے بھی زیادہ اہم ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وتزودوا فإن خير الزاد التقوى واتقون يا أولي الألباب﴾ (۱)۔

اور اپنے ساتھ توشہ (سامان سفر) لے لیا کرو سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے، اور اے عقلمندو مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "سفر میں اچھی زاد راہ آدمی کے کرم کی دلیل ہے" (۲)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سفر میں زاد راہ لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ سفر میں زاد راہ لینے میں مخلوق سے بے نیازی اور ان کے اموال سے بے زاری (عدم ضرورت) ہے، اور اس لئے بھی کہ زاد راہ میں مسافروں کے لئے فائدہ اور مدد ہے اور اس زاد سفر سے توشہ و سامان سفر کے ذریعہ جسم کی حفاظت مقصود ہے، جب اللہ عزوجل نے دنیوی سفر میں زاد راہ لینے کا حکم دیا تو حقیقی زاد راہ یعنی توشہ آخرت کا بھی حکم دیا یعنی آخرت میں تقویٰ لیکر جانا جو ایسی زاد راہ ہے جس کا فائدہ مسافر کو اس کی دنیوی و اخروی دونوں زندگیوں میں ملے گا، چنانچہ یہ تقویٰ کا توشہ ہے جسے لیکر مسافر سکون و قرار کی منزل (آخرت) کو سدھارے گا، وہ زاد راہ جو بھرپور لذت اور عظیم نعمت تک پہنچانے والی ہے اور جس نے یہ زاد راہ ترک کر دیا وہ راستے میں لٹا ہوا وہ مسافر ہے جو ہر مصیبت سے دوچار ہونے کا مرکز اور جس کے لئے متقیوں کی منزل (جنت) تک پہنچنے کا ہر راستہ بند ہو چکا ہے (۳)۔

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خذ من الدنيا فإنك لا تدري ... إذا حان لك هل تمهل بالسحر

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۹۷۔

(۲) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۱/ ۲۲۰، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان لسعدی، ص ۱۰۴۔

(۳) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۱۰۴۔

فکم من صحیح مات من غیر علة وکم من علیل عاش حیناً من الدهر

تقویٰ کا توشہ اختیار کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ جب رات ڈھل جائے گی تو تم فجر تک زندہ بھی رہو گے۔ چنانچہ نہ جانے کتنے صحت مند لوگ بغیر کسی مرض کے موت کی آغوش میں چلے گئے اور نہ جانے کتنے مریض ایک مدت تک حیات مستعار کی لذت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

تیسرا مسلک: متقیوں کے اوصاف:

متقیوں کے کچھ اوصاف و اعمال ہیں جن کی پاداش میں انہیں دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے ان میں سے چند اوصاف بطور شمار نہیں بلکہ بطور مثال درج ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الم ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین، الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلاة ومما رزقناهم ینفقون، والذین یؤمنون بما أنزل الیک وما أنزل من قبلک وبالآخرة هم یوقنون﴾ (۱)۔

الم، اس کتاب کے (اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں متقیوں کے کچھ بابرکت اوصاف ہیں وہ یہ ہیں:

۱- غیب (ان دیکھی چیزوں) پر ایمان لانا۔

۲- نماز قائم کرنا۔

۳- نیکی کی تمام راہوں میں واجب اور مستحب (طور پر) خرچ کرنا۔

۴- قرآن کریم اور اللہ کی طرف سے اتاری گئی تمام کتابوں پر ایمان لانا۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ ۱-۴۔

۵- آخرت کا یقین اور اس پر کامل ایمان، اور یقین اس مکمل علم کو کہتے ہیں جس میں ذرا بھی شک نہ ہو۔
جو ان صفات پر عمل پیرا ہوگا وہ عظیم ہدایت سے سرفراز اور دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوگا(۱)۔

دوم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لیس البر أن تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والكتاب والنبيين وآتى المال على حبه ذوي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل والسائلين وفي الرقاب وأقام الصلاة وآتى الزكاة والموفون بعهدهم إذا عاهدوا والصابرين في البأساء والضراء وحين البأس أولئك الذين صدقوا وأولئك هم المتقون﴾(۲)۔

ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرلے ہی میں نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکاۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی (جنگ) کے وقت صبر کرے یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

چنانچہ اس عظیم الشان آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے بہت سارے اعمال اور عظیم اوصاف کو یکجا ذکر فرمائے ہیں جو یہ ہیں:

۱- اللہ عزوجل پر ایمان۔

۲- یوم آخرت پر ایمان۔

۳- فرشتوں پر ایمان۔

۴- اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان۔

۵- انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۱۲۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۷۷۔

۶- رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، دست سوال دراز کرنے والوں اور غلاموں کی آزادی میں مال خرچ کرنا۔

۷- نماز قائم کرنا۔

۸- زکاۃ دینا۔

۹- وعدہ پورا کرنا۔

۱۰- تنگی و بیماری (کی حالت) میں اور دشمنوں سے جہاد کے وقت صبر کرنا۔

۱۱- اقوال و افعال اور حالات میں سچائی اپنانا۔

چنانچہ یہ لوگ جنھوں نے یہ اعمال انجام دیے ہیں اپنے ایمان میں سچے لوگ ہیں، کیونکہ انھوں نے اپنے اعمال سے اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت دیا ہے اور یہی کامیاب لوگ ہیں، کیونکہ انھوں نے منع کردہ امور کا ترک اور حکم کردہ امور کی انجام دہی کی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ امور لازمی اور تضمنی طور پر خیر و بھلائی کے تمام اوصاف پر مشتمل ہیں، کیونکہ وعدہ وفائی میں پورا دین اسلام داخل ہے، جس نے یہ اعمال انجام دیے وہ ان کے علاوہ احکام کا بدرجۂ اتم بجالانے والا ہوگا، چنانچہ یہی بھلائی کا ڈبہ اور متقی لوگ ہیں (۱)۔

سوم: اس چیز کے بیان کے بعد کہ شہوتیں (نفسانی خواہشات) لوگوں کے لئے مزین و آراستہ کردی گئی ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل أؤنبئكم بخير من ذلكم للذين اتقوا عند ربهم جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها و أزواج مطهرة و رضوان من الله والله بصير بالعباد، الذين يقولون ربنا إننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار، الصابرين والصادقين والقانتين و المنفقين و المستغفرين بالأسحار﴾ (۲)۔

آپ کہہ دیجئے! کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور

---

(۱) دیکھئے تفسیر احکام القرآن لابن العربی، تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۹۶۔

(۲) سورۂ آل عمران: ۱۵-۱۷۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے' اور اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کے پچھلے پہر بخشش مانگنے والے ہیں۔

ان تینوں آیتوں میں متقیوں کے اوصاف میں سے کچھ مبارک اعمال اور اوصاف کریمانہ کا علم ہوا جو یہ ہیں:

۱- اللہ پر ایمان لا کر اس کا وسیلہ قائم کرنا۔

۲- اللہ عزوجل سے بخشش و مغفرت کا حصول۔

۳- متقیوں کا اللہ عزوجل سے جہنم کے عذاب سے بچاؤ طلب کرنا۔

۴- اللہ کی اطاعت اس کے حرام کردہ امور سے اجتناب اور اللہ کی دائمی قضاء و قدر پر صبر کرنا۔

۵- گفتار و کردار اور حالات میں سچائی۔

۶- قنوت' یعنی خشوع کے ساتھ اللہ کی پیہم اطاعت و بندگی۔

۷- بھلائی کی راہوں میں فقیروں اور حاجتمندوں پر خرچ کرنا۔

۸- استغفار بالخصوص سحر کے وقت' کیونکہ وہ لوگ نماز فجر کے وقت تک نفل ادا کرتے ہیں اور پھر بیٹھ کر اللہ سے بخشش کا سوال کرتے ہیں(۱)۔

چنانچہ ان حضرات کے لئے طرح طرح کی بھلائیاں' دائمی نعمت' اللہ کی رضامندی جو سب سے عظیم نعمت ہے' نیز ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک نیک سیرت اور مخلوقات میں سب سے کامل و اکمل بیویاں ہیں(۲)۔

چہارم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والأرض أعدت للمتقين* الذين ينفقون في السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۱۰۳۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، لابن جریر الطبری ۲۰/ ۲۵۹، ۲۶۷، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۱۰۳۔

واللہ یحب المحسنین، والذین إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن یغفر الذنوب إلا الله ولم یصروا علی ما فعلوا وهم یعلمون، أولئک جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنات تجري من تحتها الأنهار خالدین فیها ونعم أجر العاملین﴾ (۱)۔

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ آسانی میں اور تنگی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔ جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔ ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کو اپنی مغفرت اور ان کے لئے تیار کردہ جنت کے حصول کی طرف سبقت کرنے کا حکم دینے کے بعد ان کے کچھ شیم الشان اعمال و اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے جو یہ ہیں:

۱- تنگ دستی و خوشحالی پریشانی و آسانی جذبہ و شوق و بے شوقی صحت و بیماری ہر حال میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنا۔

۲- غصہ پی لینا اور اس کا اظہار نہ کرنا اور اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے کے خلاف صبر کرنا چنانچہ وہ اس کا انتقام نہیں لیتے۔

۳- جو بھی ان کے ساتھ قول یا فعل سے بدسلوکی کرے اسے معاف کر دینا۔

۴- اللہ عزوجل اور جن چیزوں سے اللہ نے گنہگاروں کو ڈرایا ہے نیز جن چیزوں کا متقیوں سے وعدہ فرمایا ہے انہیں یاد کرنا تاکہ اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں۔

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۶۔

۵- چھوٹے بڑے گناہوں کا عمل سرزد ہونے پر جلد از جلد توبہ و استغفار کرنا۔

۶- مسلسل گناہوں پر گناہ نہ کرنا' بلکہ وہ اس سے جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔

پھر اللہ عزوجل نے ان صفات کے اپنانے پر اپنی بخشش اور دائمی نعمتوں والے باغات کی شکل میں ان کی جزا بیان فرمائی کہ (یہ نعمتیں ایسی ہوں گی) جنہیں نہ کبھی آنکھ نے دیکھا نہ کبھی کان نے ان کے متعلق سنا اور نہ ہی کسی فرد بشر کے دل میں کبھی (اس کا حقیقی تصور آیا)(۱)۔

پنجم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقين في جنات و عيون آخذين ما آتاهم ربهم إنهم كانوا قبل ذلك محسنين كانوا قليلا من الليل ما يهجعون وبالأسحار هم يستغفرون وفي أموالهم حق للسائل والمحروم﴾ (۲)۔

بیشک تقویٰ والے لوگ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب نے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اسے لے رہے ہوں گے وہ تو اس سے پہلے ہی نیکوکار تھے۔ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ اور سحر کے وقت استغفار کیا کرتے تھے۔ ان کے اموال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔

ان آیات میں متقیوں کے اوصاف کریمانہ میں سے حسب ذیل کچھ اعمال کا ذکر ہے:

۱- اللہ کی عبادت میں احسان اور اللہ کے بندوں پر احسان۔

۲- اخلاص اور دل و زبان کے اتفاق پر دلالت کرنے والی نماز شب (تہجد) چنانچہ وہ راتوں میں بہت کم سوتے تھے۔

۳- فجر سے کچھ پہلے سحر کے وقت اللہ سے استغفار کرنا چنانچہ یہ اپنی نماز سحر کے وقت تک لمبی کرتے ہیں پھر نماز (تہجد) کے اختتام پر بیٹھ کر اللہ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

۴- لوگوں سے مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں قسم کے) محتاجوں پر خرچ کرنا۔

---

(۱) دیکھیے تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (۳/۸۴) و تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۱۱۹۔

(۲) سورۃ الذاریات: ۱۵-۱۹۔

یہ متقیوں کے اوصاف کریمانہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کرے گا جن میں ہر قسم کے درخت اور میوہ جات ہوں گے اور پینے کے چشمے ہوں گے جن سے وہ باغات سیراب ہوں گے اور ان باغات سے اللہ کے تقویٰ شعار بندے سیراب و متنعم ہوں گے (۱)۔

یہ متقیوں کے اوصاف کے چند نمونے اور مثالیں ہیں ورنہ کتاب و سنت میں ان کے اوصاف بکثرت موجود ہیں۔

چوتھا مسلک: تقویٰ کے ثمرات:

تقویٰ کے کچھ ثمرات ہیں جو تقویٰ شعار شخص کو دنیا و آخرت میں حاصل ہوں گے اور ان ثمرات کے حصول کی پیش رفت متقیوں کے اوصاف پر کاربند ہونے کے اعتبار سے ہوگی ان میں سے بطور نمونہ ہیں بطور مثال چند ثمرات حسب ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم سے استفادہ اور ہدایت ارشاد و توفیق سے سرفرازی: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الم ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین﴾ (۲)۔

الم، اس کتاب کے (اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔

(۲) متقیوں کو اللہ کی معیت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واتقوا الله واعلموا أن الله مع المتقین﴾ (۳)۔

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون﴾ (۴)۔

---

(۱) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۷۵۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۱۹۴۔

(۴) سورۃ النحل: ۱۲۸۔

بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

یہ معیت (جو سابقہ آیات میں گزری) توفیق اصلاح و درستگی نصرت و تائید اور اعانت و حمایت کی معیت ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بارے میں اور جو بات آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لا تحزن ان اللہ معنا﴾ (۱)۔

غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

رہی عام معیت تو وہ اللہ عزوجل کے سننے دیکھنے اور علم کے ذریعہ ہر چیز کو شامل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وھو معکم اینما کنتم و اللہ بما تعملون بصیر﴾ (۲)۔

تم جہاں کہیں بھی ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

(۳) قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بلند مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿زین للذین کفروا الحیاۃ الدنیا ویسخرون من الذین آمنوا والذین اتقوا فوقھم یوم القیامۃ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب﴾ (۳)۔

کافروں کے لئے دنیوی زندگی مزین و آراستہ کر دی گئی ہے وہ ایمان والوں سے ہنسی و مذاق کرتے ہیں حالانکہ پرہیز گار لوگ قیامت کے دن ان سے اعلیٰ ہوں گے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

(۴) نفع بخش علم کے حصول کی توفیق:

اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

﴿واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ و اللہ بکل شیء علیم﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ التوبہ ۴۰۔

(۲) سورۃ الحدید ۴۔

(۳) سورۃ البقرہ ۲۱۲۔

(۴) سورۃ البقرہ ۲۸۲۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(۵) جنت اور اس کی ہر قسم کی نعمتوں میں داخلہ: ان میں سے چند نعمتیں حسب ذیل ہیں:

۱- جنت سے سرفرازی:

ارشاد باری ہے:

﴿للذين اتقوا عند ربهم جنات تجري من تحتها الأنهار﴾ (۱)۔

متقیوں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

۲- جنت کی وراثت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا﴾ (۲)۔

یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے متقیوں کو وارث بنائیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والأرض أعدت للمتقين﴾ (۳)۔

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿قل متاع الدنيا قليل والآخرة خير لمن اتقى ولا تظلمون فتيلا﴾ (۴)۔

کہہ دیجئے کہ دنیا کی سودمندی تو بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کے لئے تو آخرت ہی بہتر ہے اور تم

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۵۔

(۲) سورۃ مریم: ۶۳۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۱۳۳۔

(۴) سورۃ النساء: ۷۷۔

یا ایک دھاگے کے برابر بھی ستم روا نہ رکھا جائے گا۔

۳- بہترین مراتب و درجات:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ولدار الآخرة خير ولنعم دار المتقين﴾ (۱)۔

اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور کیا ہی خوب پرہیزگاروں کا گھر ہے۔

۴- من چاہی نعمتوں کا حصول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿جنات عدن يدخلونها تجري من تحتها الأنهار لهم فيها مايشاءون كذلك يجزي الله المتقين﴾ (۲)۔

ہمیشگی والے باغات جہاں وہ جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جو کچھ یہ چاہیں گے وہاں ان کے لئے موجود ہوگا متقیوں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلہ دیا کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يطاف عليهم بصحاف من ذهب وأكواب وفيها ماتشتهيه الأنفس وتلذ الأعين وأنتم فيها خالدون﴾ (۳)۔

ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس چیز سے ان کی آنکھیں لذت پائیں سب وہاں ہوگا اور تم اسی میں ہمیشہ رہو گے۔

۵- متقیوں کو معزز مہمانوں کی شکل میں اکٹھا کیا جائے گا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) سورۃ النحل: ۳۰۔

(۲) سورۃ النحل: ۳۱۔

(۳) سورۃ الزخرف: ۷۱۔

﴿یوم نحشر المتقین إلی الرحمن وفداً﴾ (۱)۔

جس دن ہم پرہیزگاروں کو اللہ رحمٰن کی طرف بحیثیت مہمان جمع کریں گے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ متقیوں کو اونٹنیوں پر لے جایا جائے گا جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے اور ان کی لگامیں زبرجد (سبز اور زرد رنگ کا ایک مقدس قیمتی پتھر) کی ہوں گی وہ ان پر سوار ہو جائیں گے یہاں تک کہ (پہنچ کر) جنت کے دروازوں پر دستک دیں گے (۲)۔

۶۔ متقیوں کے لئے جنت قریب لائی جائے گی:

ارشاد باری ہے:

﴿وأزلفت الجنة للمتقین﴾ (۳)۔

اور پرہیزگاروں کے لئے جنت قریب لائی جائے گی۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وأزلفت الجنة للمتقین غیر بعید﴾ (۴)۔

اور جنت پرہیزگاروں کے لئے بالکل قریب کر دی جائے گی ذرا بھی دور نہ ہوگی۔

۷۔ متقیوں کے لئے جنت میں بالا خانے ہوں گے جن کے اوپر بھی بالا خانے بنے ہوں گے جن کا ظاہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آئے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لکن الذین اتقوا ربهم لهم غرف من فوقها غرف مبنیة تجري من تحتها الأنهار وعد الله لا یخلف الله المیعاد﴾ (۵)

ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اللہ عزوجل کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی

---

(۱) سورۃ مریم: ۸۵۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری ۱۸/۲۵۷، ۲۵۸۔

(۳) سورۃ الشعراء: ۹۰۔

(۴) سورۃ ق: ۳۱۔

(۵) سورۃ الزمر: ۲۰۔

نہیں کرتا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿والذين آمنوا وعملوا الصالحات لنبوئنهم من الجنة غرفا تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها نعم أجر العاملين﴾ (۱)۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔

۸۔ متقیوں کو عذاب نہ چھوئے گا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اسباب نجات سے نجات عطا فرمائے گا:

ارشاد باری ہے:

﴿وينجي الله الذين اتقوا بمفازتهم لا يمسهم السوء ولا هم يحزنون﴾ (۲)۔

اور جن لوگوں نے پرہیزگاری کی اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کامیابی کے ساتھ بچالے گا انہیں کوئی برائی چھو بھی نہ سکے گی اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے۔

۹۔ متقی حضرات عذاب جہنم سے محفوظ ہوں گے اور پل صراط پر (بآسانی) گزر جائیں گے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإن منكم إلا واردها كان على ربك حتما مقضيا ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظالمين فيها جثيا﴾ (۳)۔

تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے یہ تمہارے رب کے ذمہ قطعی فیصل شدہ امر ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

۱۰۔ متقیوں کی صحبت اور محبت دنیا و آخرت میں دائمی ہوگی اس کے علاوہ ہر صحبت قیامت کے دن عداوت و دشمنی میں بدل جائے گی:

---

(۱) سورۃ العنکبوت: ۵۸۔

(۲) سورۃ الزمر: ۶۱۔

(۳) سورۃ مریم: ۷۱، ۷۲۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الأخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو إلا المتقين﴾ (۱)۔

اس دن جگری دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے متقیوں کے۔

۱۱۔متقیوں کے لئے پر امن جگہ ہوگی:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقين في مقام أمين، في جنات وعيون، يلبسون من سندس واستبرق متقابلين، كذلك وزوجناهم بحور عين، يدعون فيها بكل فاكهة آمنين، لايذوقون فيها الموت إلا الموتة الأولى ووقاهم عذاب الجحيم، فضلاً من ربك ذلك هو الفوز العظيم﴾ (۲)۔

بیشک اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے امن وسکون کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہاں طرح ہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کا نکاح کر دیں گے۔ اطمینان بے فکری کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائش کرتے ہوں گے۔ وہاں وہ موت چکھنے کے نہیں سوائے پہلی موت کے اور اللہ نے انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔ یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے یہی سب سے عظیم کامیابی ہے۔

۱۲۔تقویٰ کے نتیجہ میں جنت کی نہروں پر حاضری اور ان سے سیرابی نصیب ہوگی:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿مثل الجنة التي وعد المتقون فيها أنهار من ماء غير آسن وأنهار من لبن لم يتغير طعمه وأنهار من خمر لذة للشاربين وأنهار من عسل مصفى ولهم فيها من كل الثمرات ومغفرة من ربهم كمن هو خالد في النار وسقوا ماء حميماً فقطع أمعاءهم﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الزخرف: ۶۷۔

(۲) سورۃ الدخان: ۵۱تا۵۷۔

(۳) سورۃ محمد: ۱۵۔

اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے کیا یہ اس شخص کے مثل ہے جو ہمیشہ آگ (جہنم) میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

۱۳۔ متقی حضرات اللہ عزوجل کے پاس سچائی (عزت واحترام) کی مجلس میں ہوں گے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقين في جنات ونهر في مقعد صدق عند مليك مقتدر﴾ (۱)۔

بیشک اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔ راستی اور عزت کی جگہ میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

۱۴۔ متقیوں کو ان کے تقویٰ کی پاداش میں جنت کے درختوں کے سائے میں سیر وتفریح اور حسب خواہش ان نعمتوں سے لطف اندوزی نصیب ہوگی:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقين في ظلال وعيون وفواكه مما يشتهون كلوا واشربوا هنيئاً بما كنتم تعملون﴾ (۲)۔

بیشک پرہیزگار لوگ سایوں میں اور بہتے چشموں میں ہوں گے۔ اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں گے۔ (اے متقیو!) کھاؤ پیو مزے سے اپنے ان اعمال (صالحہ) کے بدلے جنہیں تم نے انجام دیا ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ القمر ۵۴: ۵۴-۵۵۔

(۲) سورۃ المرسلات ۷۷: ۴۱-۴۳۔

"إن في الجنة شجرة يسير الراكب الجواد المضمر السريع في ظلها مائة عام ما يقطعها"(۱)۔

بیشک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں ایک گھوڑ سوار عمدہ، چھریرے اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر سو برس چلتا رہے گا پھر بھی اسے طے نہ کر سکے گا۔

۱۵۔ متقیوں کے لئے جنت میں بڑا اچھا ٹھکانہ ہوگا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هذا ذكر وإن للمتقين لحسن مآب جنات عدن مفتحة لهم الأبواب، متكئين فيها يدعون فيها بفاكهة كثيرة وشراب، وعندهم قاصرات الطرف أتراب، هذا ما توعدون ليوم الحساب، إن هذا لرزقنا ما له من نفاد﴾ (۲)۔

یہ نصیحت ہے اور یقین مانو کہ پرہیزگاروں کے لئے بڑی اچھی جگہ ہے۔ (یعنی ہمیشگی والی) جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ جن میں وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے میووں اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائش کر رہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر حوریں ہوں گی۔ یہ وہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کے لئے کیا جاتا تھا۔ بیشک یہ ہماری روزی (یعنی ہمارا دیا ہوا عطیہ) ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

(۱۶) متقیوں سے اللہ کی محبت:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿بلى من أوفى بعهده واتقى فإن الله يحب المتقين﴾ (۳)۔

کیوں نہیں البتہ جو شخص اپنا وعدہ پورا کرے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ تقویٰ شعاروں

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، رقم: ۶۵۵۲، صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب إن في الجنة شجرة يسير الراكب في ظلها مائة عام، رقم: ۲۸۲۶۔

(۲) سورہ ص: ۴۹-۵۴۔

(۳) سورہ آل عمران: ۷۶۔

سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن الله يحب المتقين﴾ (۱)۔

بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي" (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار، مالدار (بے نیازی کا اظہار کرنے والا) پوشیدہ (گمنام) بندے سے محبت کرتا ہے۔

امام قرطبی اور امام نووی رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: مالدار سے مراد نفس کی مالداری و بے نیازی ہے یعنی اس کا پسندیدہ و مطلوب ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"ليس الغنى عن كثرة العرض، ولكن الغنى غنى النفس" (۳)۔

مالداری زیادہ ساز و سامان کی نہیں بلکہ مالداری دراصل نفس کی مالداری و بے نیازی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے لو لگا کر (غیروں سے) بے نیاز ہو جائے اور اللہ کی متعین کردہ خوشۂ تقدیر پر راضی و خوش ہو۔

اور "پوشیدہ" سے مراد وہ گمنام ہے جو دنیا میں بلندی اور دنیوی عہدوں پر فائز ہونے کا خواہش مند نہ ہو۔

بعض روایات میں: "إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي" کے الفاظ آئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار، مالدار اور عالم بندے سے محبت کرتا ہے۔

"خفی" کے معنی عالم کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ التوبۃ: ۴

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب: ۴/ ۲۲۷۷، حدیث نمبر: ۲۹۶۵، وہ روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے۔

(۳) متفق علیہ، روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۱۱/ ۲۸۸، حدیث نمبر: (۶۴۴۶) و صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض، ۲/ ۷۲۶، حدیث نمبر: (۱۰۵۱)۔

﴿كأنك حفي عنها﴾ (۱)۔

گویا کہ آپ اس کا علم رکھنے والے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ درشت کو چھوڑنے والے نیز ان پر اور ان کے علاوہ دیگر کمزوروں پر رحم کرنے والے ہیں اور ان کی ضرورتوں میں دوڑ دھوپ کرنے والے ہیں (۲)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ (لفظ) لفظ کے ساتھ یعنی "حفی" ہے (۳)۔

(۷) دشمنوں کے مکر وفریب اور ضرر رسانی سے بے خوفی:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإن تصبروا وتتقوا لا يضركم كيدهم شيئا إن الله بما يعملون محيط﴾ (۴)۔

اور اگر تم صبر کرو اور اللہ کا تقویٰ اپناؤ تو ان کی ساز باز تمہیں کچھ بھی نقصان نہ دے گی اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(۸) آسمان سے نصرت وامداد کا نزول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون، إذ تقول للمؤمنين ألن يكفيكم أن يمدكم ربكم بثلاثة آلاف من الملائكة منزلين، بلى إن تصبروا وتتقوا ويأتوكم من فورهم هذا يمددكم ربكم بخمسة آلاف من الملائكة مسومين﴾ (۵)۔

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی تھی جبکہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے اس لئے اللہ ہی سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔ (اور یہ شکر گزاری باعث نصرت وامداد

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۸۷۔

(۲) دیکھئے: المعلم بفوائد من مبهمات مسلم للقرطبی، ۱/۱۰۰، وشرح النووی علی صحیح مسلم، ۱/۳۱۴۔

(۳) شرح النووی علی صحیح مسلم ۱/۳۱۴۔

(۴) سورۃ آل عمران: ۱۲۰۔

(۵) سورۃ آل عمران: ۱۲۳-۱۲۵۔

ہو) جب آپ مومنوں کو تسلی دے رہے تھے کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا۔ کیوں نہیں بلکہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آجائیں تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا جو نشانہ زد ہوں گے۔

(۹) تقویٰ ظلم و سرکشی اور اللہ کے بندوں کو اپنے پیچھے لانے سے روکنے کا باعث ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ (۱)۔

نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم و زیادتی (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے واقعہ میں فرمایا:

﴿فأرسلنا إليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا۔ قالت إني أعوذ بالرحمن منك إن كنت تقيا﴾ (۲)۔

تو ان کے پاس اپنی روح (جبریل علیہ الصلاۃ والسلام) کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ یہ کہنے لگیں میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

(۱۰) اعمال صالحہ کی قبولیت:

ارشاد باری ہے:

﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾ (۳)۔

بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں ہی سے قبول فرماتا ہے۔

(۱۱) کامیابی کا حصول: کیوں کہ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے کامیاب و کامراں ہوتا ہے اور جو اس کا تقویٰ

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۲۔

(۲) سورۃ مریم: ۱۷، ۱۸۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۲۷۔

ترک کر دیتا ہے خسارہ سے دوچار ہوتا ہے نیز بہت سارے فوائد سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فاتقوا الله يا أولي الألباب لعلكم تفلحون﴾ (۱)۔

لہٰذا اے عقلمندو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہو۔

(۱۲) گمراہی سے حفاظت: تقویٰ ہدایت کے بعد گمراہی و کجروی سے محفوظ رکھتا ہے:

ارشاد باری ہے:

﴿وأن هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون﴾ (۲)۔

بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا اسی کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی اتباع نہ کرو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اللہ نے تمہیں اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

اللہ اور اللہ کی جنت تک پہنچانے والا اللہ کا راستہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں احکام شرائع اور اخلاق کریمانہ کی صورت میں بتایا ہے چنانچہ جس شخص نے اعتقادی علمی عملی اور قولی طور پر اللہ کے احکامات کی تعمیل کر کے اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کر کے اللہ کے راستہ کی پیروی کی وہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا اللہ کے متقی شعار بندوں میں سے قرار پائے گا نیز گمراہی و انحراف سے محفوظ رہے گا (۳)۔

(۱۳) خوف و ملال سے سلامتی: چنانچہ جس نے اپنے آپ کو شرک اور کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے محفوظ رکھا جسے اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے اور اپنے ظاہری و باطنی اعمال کی اصلاح کی اس پر برائی کا کوئی خطرہ نہیں اور نہ ہی وہ سابقہ چیزوں پر رنجیدہ ہوگا اور جب خوف و ملال نہ ہوگا تو مکمل امن اور دائمی فلاح و سعادتمندی حاصل ہوگی (۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فمن اتقى وأصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۵)۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ: ۱۰۰۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۵۳۔

(۳) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۲۳۳۔

(۴) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۲۵۰۔

(۵) سورۃ الاعراف: ۳۵۔

جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(۱۴) برکتوں کا نزول: تقویٰ آسمان وزمین سے برکتوں کے دہانے کھولنے کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض ولكن كذبوا فأخذناهم بما كانوا يكسبون﴾ (۱)۔

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انھیں پکڑ لیا۔

نیز اللہ عزوجل نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے بارے میں فرمایا:

﴿ولو أنهم أقاموا التوراة والإنجيل وما أنزل إليهم من ربهم لأكلوا من فوقهم ومن تحت أرجلهم منهم أمة مقتصدة وكثير منهم ساء ما كانوا يعملون﴾ (۲)۔

اور اگر یہ لوگ توراۃ وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے ان کے پورے پابند رہتے تو اپنے اوپر سے اور پیروں تلے سے روزیاں پاتے اور کھاتے ایک جماعت تو ان میں سے درمیانہ روش کی ہے اور جتنیان میں زیادہ تر لوگ بہت ہی برے اعمال کرتے ہیں۔

(۱۵) اللہ کی رحمت کا حصول:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ورحمتي وسعت كل شيء فسأكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكاة والذين هم بآياتنا يؤمنون﴾ (۳)۔

اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ الاعراف ۹۶۔

(۲) سورۃ المائدۃ ۶۶۔

(۳) سورۃ الاعراف ۱۵۶۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وهذا كتاب مبارك فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون﴾ (۱)۔

یہ ایک بابرکت کتاب ہے لہٰذا اسی کی اتباع کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۱۶) ولایت الٰہی سے سرفرازی: تقویٰ اللہ عزوجل کی ولایت سے سرفرازی عطا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ان أولياؤه إلا المتقون ولكن أكثرهم لا يعلمون﴾ (۲)۔

بیشک اس (مسجد حرام) کے اولیاء (دیکھ بھال کرنے والے) تو حقیقت میں متقی حضرات ہی ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإن الظالمين بعضهم أولياء بعض والله ولي المتقين﴾ (۳)۔

بیشک ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔

(۱۷) تمیز حق و باطل کی توفیق: تقویٰ متقی کو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إن تتقوا الله يجعل لكم فرقاناً ويكفر عنكم سيئاتكم ويغفر لكم والله ذو الفضل العظيم﴾ (۴)۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت کریمہ میں) بیان فرمایا کہ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اسے چار عظیم

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۵۵۔

(۲) سورۃ الانفال: ۳۴۔

(۳) سورۃ الجاثیہ: ۱۹۔

(۴) سورۃ الانفال: ۲۹۔

چیزیں حاصل ہوں گی، ان میں سے ہر ایک دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے:

پہلی چیز: 'فرقان' یعنی وہ علم و ہدایت جس سے سرفراز ہونے پر ہدایت و ضلالت، حق و باطل اور حلال و حرام کے درمیان فرق و امتیاز کرے گا۔

دوسری اور تیسری چیز: برائیوں کا کفارہ اور گناہوں کی بخشش، مطلق ذکر کیے جانے کی صورت میں دونوں چیزیں ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہیں اور اکٹھا ذکر کیے جانے کی صورت میں (تکفیر السیئات) کی تفسیر صغیرہ گناہوں سے اور (مغفرۃ الذنوب) کی تفسیر کبیرہ گناہوں کی بخشش سے کی جاتی ہے۔

چوتھی چیز: عظیم اجر اور بے پناہ ثواب (۱)۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله آمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نورا تمشون به ویغفر لکم والله غفور رحیم﴾ (۲)۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے:

﴿أومن کان میتا فأحییناه وجعلنا له نورا یمشي به في الناس کمن مثله في الظلمات لیس بخارج منها کذلک زین للکافرین ما کانوا یعملون﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

---

(۱) دیکھئے تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان لسعدی ص ۸۸۱۔

(۲) سورۃ الحدید: ۲۸۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

(۱۸) شیطان سے تحفظ: تقویٰ شیطان لعین کی ضرر رسانی سے انسان کی حمایت کرتا ہے چنانچہ متقی اپنی ذات پر اللہ کے واجبات کو یاد کرتا ہے دیکھتا ہے اور اللہ سے استغفار کرتا ہے ارشاد باری ہے:

﴿إن الذين اتقوا إذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فإذا هم مبصرون﴾ (۱)۔

بیشک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

(۱۹) دنیوی زندگی اور آخرت میں بشارت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين آمنوا وكانوا يتقون لهم البشرى في الحياة الدنيا وفي الآخرة لا تبديل لكلمات الله ذلك هو الفوز العظيم﴾ (۲)۔

یاد رکھو کہ اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی یہ بڑی کامیابی ہے۔

رہی دنیا میں بشارت تو وہ اچھی تعریف مومنوں کے دلوں میں محبت سچا خواب (۳) بندے پر اللہ کا لطف وکرم اسے اچھے اعمال واخلاق کی توفیق اور برے اخلاق سے اس کا تحفظ وغیرہ ہیں۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آدمی بھلائی کا عمل کرتا ہے لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اس مسئلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا:

"تلك عاجل بشرى المؤمن" (۴)۔

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۲۰۱۔

(۲) سورۃ یونس: ۶۲-۶۴۔

(۳) دیکھئے صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ۱۴، حدیث نمبر: (۲۲۶۴، ۲۲۶۵)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ۱۰، باب إذا أثني على الصالح فهي بشرى ولا تضره، حدیث نمبر: (۲۶۴۲)۔

یہ مومن کی فوری خوشخبری ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جلد فیصلہ کرنے والی خوشخبری ہے جو اس سے اللہ کے راضی و خوش ہونے اور محبت کرنے کی دلیل ہے چنانچہ مخلوق کے نزدیک بھی اللہ اسے محبوب بنا دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس شرط کے ساتھ کہ لوگوں کی مدح و ستائش میں اس کا ذاتی دخل نہ ہو وہ تعریف کی خاطر کسی بھی قسم کا تعرض نہ کرے مذموم ہے(۱)۔

اور رہی آخرت میں بشارت تو سب سے پہلی بشارت ان کی روح قبض کرنے کے وقت ہوگی جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ألا تخافوا ولا تحزنوا وأبشروا بالجنة التي كنتم توعدون﴾ (۲)۔

واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اور قبر میں بشارت اللہ کی رضا و خوشنودی اور دائمی نعمت کی ہوگی اور آخرت میں بشارت کا اختتام نعمتوں بھرے باغات میں داخلہ اور دردناک عذاب سے نجات پر ہوگا(۳)۔

(۴۰) اجر و ثواب کی حفاظت: کیونکہ جو شخص اللہ کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرے گا اطاعت کے کاموں پر حرام کاموں سے اور اللہ عزوجل کی اس کے قضا و قدر پر صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب ضائع نہ کرے گا ارشاد باری ہے:

﴿إنه من يتق ويصبر فإن الله لا يضيع أجر المحسنين﴾ (۴)۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم (۱۶/ ۲۲۸)۔

(۲) سورۃ حم السجدۃ: ۳۰۔

(۳) دیکھیے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۳۳۹ تحقیق خلیل الشیخ ط ۱ ۱۴۲۷ھ۔

(۴) سورۃ یوسف: ۹۰۔

بیشک جو اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیک کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

(۴) دنیا و آخرت کی نیک انجامی: متقیوں کے لئے دنیا و آخرت میں نیک انجام ہوگا:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وأمر أهلك بالصلاة واصطبر عليها لا نسألك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوى﴾ (۱)۔

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو ہم تم سے روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم خود تمہیں روزی دیتے ہیں نیک انجام تقویٰ ہی کا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قال موسى لقومه استعينوا بالله واصبروا إن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين﴾ (۲)۔

موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنا دے اور نیک انجام متقیوں ہی کے لئے ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فاصبر إن العاقبة للمتقين﴾ (۳)۔

لہٰذا آپ صبر کرتے رہئے یقیناً انجام کار متقیوں ہی کے لئے ہے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الأرض ولا فساداً والعاقبة للمتقين﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۂ طٰہٰ: ۱۳۲۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۲۸۔

(۳) سورۂ ھود: ۴۹۔

(۴) سورۂ القصص: ۸۳۔

آخرت کا یہ گھر ہم انہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں اور نیک انجام کار متقیوں کے لئے ہے۔

نبی کریم ﷺ نیک انجام کی دعا کیا کرتے تھے چنانچہ فرماتے تھے:

"اللهم أحسن عاقبتنا في الأمور كلها وأجرنا من خزي الدنيا وعذاب الآخرة"(۱)۔

اے اللہ! تمام معاملات میں ہمارے انجام کو بہتر بنا دے اور دنیا کی رسوائی اور قبر کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما۔

(۲۲) دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی: متقیوں کو دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی نصیب ہوگی:

ارشاد باری ہے:

﴿ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فأولئك هم الفائزون﴾ (۲)۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۲۳) مومن کے لئے طغرۂ امتیاز: تقویٰ مومنوں اور بدکاروں کے درمیان فرق و امتیاز کرتا ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أم نجعل الذين آمنوا وعملوا الصالحات كالمفسدين في الأرض أم نجعل المتقين كالفجار﴾ (۳)۔

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے جو (ہمیشہ) زمین میں فساد مچاتے رہے یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) احمد ۱/۱۸۱، والمعجم الکبیر للطبرانی ۱۰/۳۳۰ حدیث نمبر (۱۰۶۹۱) امام ہیثمی مجمع الزوائد (۱۰/۱۷۸) میں فرماتے ہیں: احمد اور طبرانی کی ایک سند کے راویان ثقہ ہیں۔

(۲) سورۂ نور: ۵۲۔

(۳) سورۂ ص: ۲۸۔

﴿أم حسب الذين اجترحوا السيئات أن نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصالحات سواءً محياهم و مماتهم ساء ما يحكمون﴾ (۱)۔

کیا ان لوگوں کو جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے' برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کر رہے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ان للمتقين عند ربهم جنات النعيم، أفنجعل المسلمين كالمجرمين، مالكم كيف تحكمون﴾ (۲)۔

پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ کیا ہم مسلمانوں کو مثل گناہ گاروں کے کر دیں گے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے' کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

چنانچہ اللہ عزوجل اللہ کا حکم بجالانے' اس کے منع کردہ امور سے دور رہنے والے متقیوں کو زمین میں فساد مچانے والوں اور کثرت سے گناہ کر کے اپنے پروردگار کے حقوق میں کوتاہی کرنے والوں کی طرح ہرگز نہ بنائے گا' کیونکہ اللہ عزوجل کی حکمت کے منافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزاروں' اپنے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں اور اپنی مرضیات کے بجا لانے والے بندوں کو ان جرم پیشہ افراد کی طرح کر دے جو اللہ کی نافرمانیوں اور اللہ کی آیتوں کے انکار میں ہمہ وقت مصروف رہے۔ اور جس کا یہ گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں برابر کر دے گا اس نے بڑا برا فیصلہ کیا' اس کا فیصلہ باطل اور اس کی رائے فاسد ہے' کیونکہ واقعی اور قطعی فیصلہ یہ ہے کہ عمل کے مطابق تمام مومنوں متقیوں کو دیر سویر (یعنی دنیا و آخرت میں) نصرت' کامیابی اور سعادت مندی حاصل ہو گی اور تمام مجرم گناہ گاروں کو دنیا و آخرت میں غضب' توہین' عذاب اور بدبختی سے دوچار ہونا پڑے گا (۳)۔

(۲۳) تقویٰ اللہ کے شعائر کی تعظیم کا سبب ہے: کیونکہ اللہ کے شعائر دین کے روشن منارے ہیں' ان کی

---

(۱) سورۃ الجاثیہ ۲۱۔

(۲) سورۃ القلم ۳۴تا۳۶۔

(۳) دیکھئے: تفسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۷۹۰ و ۸۱۵۔

تعظیم' ان کے احترام سے' ان کی ادائیگی اور بندے کی استطاعت کے مطابق ان کی تکمیل سے ہوتی ہے' اور اس تعظیم کا صدور دلوں کے تقویٰ سے ہوتا ہے' کیونکہ ان کی تعظیم کرنے والا دراصل اپنے تقویٰ اور ایمان کی صحت کی شہادت دیتا ہے' کیونکہ ان (شعائر) کی تعظیم اللہ کی تعظیم و تکریم کے تابع ہے(۱) ارشاد باری ہے:

﴿ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾ (۲)۔

اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی جانب سے ہے۔

(۲۵) اعمال کی درستی اور قبولیت: تقویٰ ہی سے اعمال درست اور قبولیت سے سرفراز ہوتے ہیں:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً﴾ (۳)۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور راست گوئی سے کام لو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادے اور تمہارے گناہ بخش دے، اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے وہ بڑی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔

چنانچہ اللہ نے خصوصی طور پر تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس میں سے راست گوئی کو خاص قرار دیا ہے اور یہ راست گوئی یقین کی دشواری کے وقت وہ بات ہے جو حق و صداقت کے مطابق یا اس سے قریب ہو' جیسے علاوت قرآن' ذکر' بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا' علم سیکھنا اور سکھانا' علمی مسائل میں درستگی تک پہنچنے کی خواہش و جستجو اور نرم و نازک گفتگو وغیرہ۔

اس کے نتیجہ میں عمل کی درستی اور گناہوں کی بخشش حاصل ہوتی ہے' الغرض تقویٰ سے تمام امور درست ہو جاتے ہیں اور ہر برائی ختم ہو جاتی ہے (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۵۴۷۔

(۲) سورۃ الحج: ۳۲۔

(۳) سورۃ الاحزاب: ۷۰-۷۱۔

(۴) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص ۶۷۰۔

(۳۶) تقویٰ اللہ عزوجل کے پاس اعزاز و اکرام کا سبب ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا ایھا الناس إنا خلقناکم من ذکر و أنثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند اللہ أتقاکم إن اللہ علیم خبیر﴾ (۱)۔

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے بیشک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

چنانچہ لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے اور سب سے زیادہ تقویٰ شعار وہ ہے جو اللہ کا سب سے زیادہ اطاعت گزار اور گناہوں سے دور ہو نہ کہ وہ جو سب سے زیادہ کنبے قرابت والا ہو اور نہ وہ جو سب سے اعلیٰ حسب و نسب والا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے وہ ظاہری و باطنی طور پر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور نہ کرنے والوں کو جو بھی جانتا ہے وہ ان کو ان کے استحقاق کے مطابق بدلہ عطا فرمائے گا (۲)۔

(۳۷) تقویٰ کے ذریعہ ہر دشواری پریشانی اور مصیبت سے نجات اور سہل حاصل ہوتی ہے نیز اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ متقی کو ایسے راستے سے روزی عطا فرماتا ہے جس کا اسے وہم و گمان اور تصور بھی نہیں ہوتا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ إن اللہ بالغ أمرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدراً﴾ (۳)۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا اللہ تعالیٰ

---

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۳۔

(۲) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی کلام المنان لعبد الرحمن السعدی ص ۷۵۰۔

(۳) سورۃ الطلاق: ۲، ۳۔

اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

(۲۸) معاملات میں آسانی: تقویٰ کے ذریعہ معاملات میں آسانی حاصل ہوتی ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ من أمرہ یسرا﴾ (۱)۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے (ہر) کام میں آسانی کر دے گا۔

چنانچہ جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے سارے معاملات آسان کر دے گا اور اس کی ہر دشواری کو حل بنا دے گا۔

(۲۹) گناہوں کی معافی اور اجر و ثواب: تقویٰ سے متقی کے گناہ معاف اور اجر و ثواب دوبالا ہوتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ أجرا﴾ (۲)۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولو أن أہل الکتاب آمنوا واتقوا لکفرنا عنہم سیئاتہم ولأدخلناہم جنات النعیم﴾ (۳)۔

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انہیں راحت و آرام کی جنتوں میں لے جاتے۔

(۳۰) تقویٰ متقیوں کو ہدایت یابی اور فصیحت مندی عطا کرتا ہے: کیونکہ اللہ کی آیتوں سے وہی لوگ استفادہ کرتے ہیں چنانچہ یہ آیتیں انہیں ہدایت کی راہ دکھاتی ہیں انہیں نصیحت کرتی ہیں اور انہیں ضلالت کی راہ سے روکتی ہیں ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ الطلاق: ۴۔

(۲) سورۃ الطلاق: ۵۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۶۵۔

﴿هذا بيان للناس وهدى وموعظة للمتقين﴾ (۱)۔

عام لوگوں کے لئے تو یہ (قرآن) بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿هذا بيان للناس..﴾ یعنی اس قرآن کو اللہ نے سارے لوگوں کے لئے عمومی طور پر بیان اور متقیوں کے لئے خصوصی طور پر ہدایت و نصیحت کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے (۲) اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی یہی بات جزم کے ساتھ کہی ہے (۳) اور کہا گیا ہے کہ ﴿هذا﴾ سے (درج ذیل) اگلی آیت کی طرف اشارہ ہے:

﴿قد خلت من قبلكم سنن فسيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين﴾ (۴)۔

تم سے پہلے بھی اس طرح کے واقعات گزر چکے ہیں سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ دونوں معانی حق اور درست ہیں" (۵)۔

میں عرش عظیم کے رب اللہ عظیم و برتر سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مومنوں کو ان تمام ثمرات سے سرفراز مند متقی بندوں میں شامل فرمائے کہ وہ ہر چیز پر قادر اور قبولیت کا مستحق ہے۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۳۸۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری: ۷/۲۳۲۔

(۳) دیکھئے تفسیر القرآن العظیم: ۲/۳۹۶۔

(۴) سورۃ آل عمران: ۱۳۷، امام ابن جریر نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ دیکھئے جامع البیان عن تاویل آی القرآن: ۷/۲۳۲۔

(۵) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی: ص ۱۱۱۔

دوسرا مطلب: گناہوں کی تاریکیاں

پہلا مسلک: گناہوں کا مفہوم اور ان کے نام:

اولاً: گناہوں کا مفہوم:

معاصی (گناہوں) کی لغوی تعریف:

عصیان (معصیت) اطاعت کی ضد ہے کہا جاتا ہے: "عصی العبد ربہ" جب بندہ اللہ کے حکم کی مخالفت کرے اور کہا جاتا ہے: "عصی فلان أمیرہ یعصیہ عصیاً وعصیاناً ومعصیۃً" جب کوئی شخص اپنے امیر کی اطاعت نہ کرے چنانچہ وہ (عاصی) گناہ گار قرار پائے گا(۱) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وکرہ إلیکم الکفر والفسوق والعصیان﴾ (۲)۔

اور اللہ عزوجل نے تمہارے لئے کفر فسق اور نافرمانی کو ناپسند بنا دیا ہے۔

امام جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "معصیان تابعداری ترک کر دینے کا نام ہے(۳)۔

معاصی (گناہوں) کی اصطلاحی تعریف:

شرعی اصطلاح میں معاصی "حکم کردہ امور کو چھوڑ دینے اور منع کردہ امور کو انجام دینے کا نام ہے۔

معلوم ہوا کہ معاصی اللہ یا اس کے رسول ﷺ کے حکم کردہ ظاہر و پوشیدہ اقوال، افعال اور مقاصد کے ترک کرنے اور اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی منع کردہ ظاہر و پوشیدہ اقوال، افعال اور مقاصد کی انجام دہی کو کہتے ہیں(۴)۔

---

(۱) لسان العرب [illegible] ۱۵/۵۷۔

(۲) سورۃ الحجرات: ۷۔

(۳) التعریفات للجرجانی ص ۱۹۵۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدعاء والدواء للابن القیم ص ۲۲ والمعاصی وأثرھا علی الفرد والمجتمع للدکتور محمد بن محمد المصلح ص ۳۰۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن یعص اللہ و رسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین﴾ (۱)۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً﴾ (۲)۔

اور کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابداً﴾ (۳)۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ثانیاً: معاصی (گناہوں) کے نام:

معصیت کے معنی میں بہت سارے الفاظ وارد ہوئے ہیں چند الفاظ درج ذیل ہیں:

۱۔ فسق وعصیان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۴۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۳۶۔

(۳) سورۃ الجن: ۲۳۔

(۴) سورۃ الحجرات: ۷۔

اور اللہ عزوجل نے تمہارے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسند بنا دیا ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲- سبب:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿و آتوا اليتامى أموالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب ولا تأكلوا أموالهم إلى أموالكم إنه كان حوباً كبيراً﴾ (۱)۔

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر نہ کھاؤ بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۳- سبب: اللہ عزوجل نے قوم اوطامدین عاد ثمود قارون فرعون اور ہامان کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿فكلاً أخذنا بذنبه فمنهم من أرسلنا عليه حاصباً ومنهم من أخذته الصيحة ومنهم من خسفنا به الأرض ومنهم من أغرقنا وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون﴾ (۲)۔

تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں گرفتار کر لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسا دی اور ان میں سے بعض کو زوردار چیخ نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۴- نصیحت:

برادران یوسف علیہ السلام کے قول کو ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قالوا يا أبانا استغفر لنا ذنوبنا إنا كنا خاطئين﴾ (۳)۔

انھوں نے کہا اے ابا جان! آپ ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بیشک ہم قصوروار ہیں۔

---

(۱) سورۃ النساء ۲۔

(۲) سورۃ العنکبوت ۴۰۔

(۳) سورۃ یوسف ۹۷۔

۵- سیئہ:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الحسنات يذهبن السيئات﴾ (۱)۔

بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

۶- اثم:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق وأن تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطاناً وأن تقولوا على الله ما لا تعلمون﴾ (۲)۔

آپ فرمائیے کہ بیشک میرے رب نے حرام و پوشیدہ فواحش، ہر گناہ کی بات ناحق کسی پر ظلم کرنے اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاؤ جس کو تم نہیں جانتے (ان تمام چیزوں کو) حرام قرار دیا ہے۔

۷- فساد:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فساداً أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم﴾ (۳)۔

جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ذلت و خواری اور آخرت میں ان کے

---

(۱) سورۃ ھود: ۱۱۴۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۳۳۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۳۳۔

لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔

۸- عقل:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فلما عتوا عما نهوا عنه قلنا لهم كونوا قردة خاسئين﴾ (۱)۔

تو جب وہ جس کام سے انہیں روکا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے انہیں کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

دوسرا مسلک: معاصی کے اسباب:

گناہوں کے سرزد ہونے کے بہت سے اسباب ہیں اور اس کی کثرت وقلت کے بھی اسباب ہیں یہ اسباب دو قسم کے ہیں:

پہلی قسم: ابتلاء وآزمائش اس کی (حسب ذیل) کئی نوعیتیں ہیں:

(۱) بھلائی وبرائی کے ذریعہ آزمائش: اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ونبلوكم بالشر والخير فتنة وإلينا ترجعون﴾ (۲)۔

ہم بطور ابتلاء وآزمائش تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آسانی وپریشانی، صحت وبیماری، مالداری وفقر وتنگی، حلال وحرام، اطاعت ومعصیت اور ہدایت وگمراہی کے ذریعہ آزماتا ہے، خیر وبھلائی سے یوں آزماتا ہے کہ کیا بندہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے یا نہیں اور شر وبرائی سے یوں آزماتا ہے کہ وہ اس کی تکلیف پر صبر کرتا ہے یا نہیں (۳)۔

(۲) مال واولاد کے ذریعہ آزمائش:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۶۶۔

(۲) سورۃ الانبیاء: ۳۵۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری: ۱۸/۳۳۰۔

﴿إنما أموالكم و أولادكم فتنة والله عنده أجر عظيم﴾ (۱)۔

تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

چنانچہ مال و اولاد فتنہ یعنی اللہ کی جانب سے مخلوق کی ابتلاء و آزمائش کا سبب ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اطاعت گزاروں اور گنہگاروں کو جان لے (۲)۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "تم میں کوئی شخص ہرگز یہ دعا نہ کرے کہ "اے اللہ میں فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں" کیونکہ تم میں سے ہر شخص فتنہ میں مبتلا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إنما أموالكم و أولادكم فتنة﴾۔

تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں۔

بلکہ تم میں سے جو بھی پناہ مانگنا چاہے گمراہ کن فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے (۳)۔

(۳) کبھی کبھار فتنہ (سابقہ) فتنوں سے عام ہوتا ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وجعلنا بعضكم لبعض فتنة أتصبرون و كان ربك بصيرا﴾ (۴)۔

اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

یہ اور انہی جیسے دیگر فتنے آزمائش میں کامیابی کے وقت نجات کا سبب ہوتے ہیں اور آزمائش میں ناکامی کے وقت گناہوں اور ہلاکت و بربادی کا سبب ہوتے ہیں۔ ہم اللہ عزوجل سے توفیق، معافی اور دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

دوسری قسم: گناہوں میں مبتلا ہونے کے اسباب، چند اسباب حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ عزوجل پر ایمان و یقین کی کمزوری اور اس سے لاعلمی و جہالت کیونکہ اللہ کا مراقبہ نہ کرنا اس سے نہ

---

(۱) سورۃ التغابن: ۱۵۔

(۲) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر ۴/ ۳۵۶۔

(۳) مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین ۴/ ۱۹۰۔

(۴) سورۃ الفرقان: ۲۰۔

ڈرنا' اس سے محبت نہ کرنا' اس کی خشیت نہ اپنانا اور اس کی تعظیم نہ کرنا انسان کو اللہ کے وعد و وعید کے استخفاف (معمولی سمجھنے) کا عادی بنا دیتا ہے اور اللہ عزوجل سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں' ارشاد باری ہے:

﴿يعلم خائنة الأعين وما تخفي الصدور﴾ (۱)۔

اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿الذي يراك حين تقوم وتقلبك في الساجدين﴾ (۲)۔

جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی۔

۲- شبہات: امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فتنوں کی دو قسمیں ہیں: ایک شبہات کا فتنہ جو کہ دونوں میں سے عظیم تر ہے اور دوسرے شہوات (خواہشات) کا فتنہ' کبھی بندے میں دونوں فتنے اکٹھا ہو جاتے ہیں اور کبھی ایک" (۳)۔

چنانچہ شبہات کا فتنہ بصیرت کی کمزوری' علم کی کمی' نیت کی خرابی' خواہش نفس کا حصول اور فاسد سمجھ سے وجود پاتا ہے اور کبھی بھولی خبر سے' کبھی ثابت شدہ حق سے لاعلمی کی بنا پر اور کبھی فاسد غرض اور خواہش نفس کی اتباع سے الغرض شبہات کا فتنہ بصیرت کے اندھے پن اور ارادہ کی خرابی کے سبب ہوتا ہے (۴)۔

۳- شہوات (خواہشات نفس): اللہ تعالیٰ نے شبہات اور خواہشات نفس کو درج ذیل آیت کریمہ میں اکٹھا بیان فرمایا ہے:

﴿كالذين من قبلكم كانوا أشد منكم قوة وأكثر أموالا وأولادا فاستمتعوا بخلاقهم فاستمتعتم بخلاقكم كما استمتع الذين من قبلكم بخلاقهم وخضتم كالذي خاضوا﴾ (۵)۔

---

(۱) سورۃ غافر (المؤمن): ۱۹۔

(۲) سورۃ الشعراء: ۲۱۸، ۲۱۹۔

(۳) إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان: ۱/ ۶۵۔

(۴) مزید دیکھئے: تحفۃ المودود بأحکام المولود لابن القیم: ۱۲۶۔

(۵) سورۃ التوبۃ: ۶۹۔

ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے وہ تم سے زیادہ قوت والے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے تو انھوں نے اپنے دنیوی نصیب سے فائدہ اٹھالیا تو تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اٹھالیا جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے لطف اندوز ہوئے تھے اور تم بھی اسی طرح دنیا میں مست و مگن رہے جس طرح وہ مست رہے تھے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی انھوں نے دنیا اور دنیا کی رنگینیوں سے اپنے حصے کا لطف اٹھالیا" اور ﴿خلاق﴾ کے معنی مقدر کردہ نصیب کے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وخضتم كالذي خاضوا﴾ یعنی تم اسی طرح دنیا میں مست و مگن رہے جس طرح وہ مست رہے تھے" یہ باطل یعنی شبہات میں پڑنا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا جن سے دلوں اور دینوں کی بربادی ہوتی ہے، یعنی دنیوی ساز و سامان میں مست و مگن رہنا اور اور باطل میں پڑنا کیونکہ دین کی خرابی یا تو باطل اعتقاد اور اس کے پرچار کرنے یا صحیح علم کے خلاف عمل کرنے سے ہوتی ہے، پہلی چیز بدعت اور اس کے متعلقات ہیں اور دوسری چیز اعمال کی خرابی چنانچہ پہلی خرابی شبہات کی جانب سے جبکہ دوسری خرابی خواہشات نفس کی جانب سے ہوتی ہے(۱)۔

شبہات کے فتنہ کو یقین سے اور خواہشات نفس کے فتنہ کو صبر کے ذریعہ دفع کیا جاتا ہے، اسی لئے اللہ عزوجل نے دین کی امامت صبر و یقین پر موقوف قرار دیا ہے ارشاد باری ہے:

﴿وجعلنا منهم أئمة يهدون بأمرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون﴾ (۲)۔

اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ صبر و یقین سے دین میں امامت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ عقل و صبر کے کمال سے شبہات کے فتنہ کا اور بصیرت و یقین کے کمال سے شہوات کے فتنے کا مقابلہ کیا جاتا ہے(۳)۔

---

(۱) اغاثۃ اللہفان، ابن القیم، ۱/ ۱۹۹۔

(۲) سورۃ السجدۃ، ۲۴۔

(۳) اغاثۃ اللہفان، ابن القیم، ۱/ ۱۹۷۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ خواہشات حلال اور جائز ہوتے ہیں اور کچھ حرام، حلال خواہشات وہ ہیں جنھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہے اور حرام خواہشات وہ ہیں جنھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۴۔ شیطان گناہوں میں واقع ہونے کا سب سے عظیم سبب ہے کیونکہ وہ انسان کا بدترین دشمن ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدواً انما یدعو حزبہ لیکونوا من أصحاب السعیر﴾ (۱)۔

یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن ہی جانو وہ اپنے گروہ کو محض اسی لئے بلاتا ہے کہ وہ جہنمی ہو جائیں۔

شیاطین دو قسم کے ہوتے ہیں: انسانوں کے شیاطین اور جنوں کے شیاطین، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وکذلک جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الإنس والجن یوحی بعضھم إلی بعض زخرف القول غرورا﴾ (۲)۔

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ انسان اور کچھ جن، جن میں سے بعض بعض کو بھلی چکنی باتوں کا دھوکہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

انسانوں کے شیاطین سے بچنے کا راستہ ان کے ساتھ حسن سلوک، اچھی طرح سے دفع اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا ہے۔

رہے جنوں کے شیاطین تو ان سے بچنے کا راستہ ان سے اللہ کی پناہ مانگنا ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ إنہ ھو السمیع العلیم﴾ (۳)۔

اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے والا جاننے

---

(۱) سورۃ فاطر: ۶۔

(۲) سورۃ الأنعام: ۱۱۲۔

(۳) سورۃ حم السجدۃ: ۳۶۔

والا ہے۔

اور شیطان انسان کو سات گھاٹیوں میں سے کسی ایک گھاٹی میں گرفتار کرنا چاہتا ہے' یہ گھاٹیاں بعض بعض سے زیادہ دشوار گزار ہیں' شیطان دشوار ترین گھاٹی سے کمتر کی طرف اسی صورت میں تنازل کرتا ہے جب انسان کو اس (دشوار ترین) گھاٹی میں گرفتار کرنے میں ناکام ہوتا ہے۔

پہلی گھاٹی: اللہ عزوجل' اس کے دین' اس کی ملاقات' اس کے اوصاف کمال اور اس کی بابت اس کے رسولوں کی دی ہوئی خبروں کے ساتھ کفر و شرک کی گھاٹی' کیونکہ اگر وہ اس گھاٹی میں انسان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کی عداوت کی آگ سرد پڑ جاتی ہے اور وہ مطمئن ہو جاتا ہے' اور اگر بندہ اس گھاٹی سے نجات پا لیتا ہے تو وہ دوسری گھاٹی میں اس کے درپے ہوتا ہے۔

دوسری گھاٹی: بدعت کی گھاٹی' خواہ وہ اس حق کے خلاف عقیدہ رکھنا ہو جسے دے کر اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے یا دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات جن میں سے اللہ کچھ بھی قبول نہیں کرسکتا' کے ذریعہ اللہ کی بندگی کرنا ہو جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہے' اب اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو اس گھاٹی سے بچ نکلنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے تو شیطان اسے تیسری گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

تیسری گھاٹی: کبیرہ گناہوں کی گھاٹی' اگر شیطان کا اس گھاٹی میں انسان پر بس چلتا ہے تو وہ اس گھاٹی کو اس کے لئے مزین و آراستہ کرکے اور اس کی نگاہ میں سنوار کر پیش کرتا ہے' اگر بندہ اس گھاٹی کو بھی اللہ کی توفیق سے طے کر لیتا ہے تو وہ اسے چوتھی گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

چوتھی گھاٹی: صغیرہ گناہوں کی گھاٹی' کہ شیطان انسان کے لئے بڑے عظیم آلات پیمائش سے صغیرہ گناہوں کو تولتا ہے اور مسلسل ان کے معاملہ کو اس پر آسان اور کمتر بناتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کا عادی ہو جاتا ہے' نتیجہ یہاں تک جا پہنچتا ہے کہ خوف و ندامت کرنے والا کبیرہ گناہوں کا مرتکب بھی اس سے بہتر ہوتا ہے' کیونکہ مسلسل صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بدتر ہے' توبہ و استغفار سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا (اسی طرح) اصرار (پختگی) سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا' اگر انسان اس گھاٹی سے نجات پا لیتا ہے تو شیطان اسے پانچویں گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

پانچویں گھاٹی: مباح اور جائز امور کی گھاٹی جن میں کوئی حرج نہیں' کہ شیطان ان میں مشغول کرکے کثرت

سے نیکیاں اکٹھا کرنے اور آخرت کے لئے توشہ جمع کرنے کی کوشش سے روکتا ہے پھر اسے ڈھیل دے کر سنتوں کے چھوڑنے اور پھر رفتہ رفتہ فرائض و واجبات کے ترک کرنے تک لے جاتا ہے اور اگر کچھ نہیں تو کم از کم اس سے عظیم فوائد و منافع تو فوت ہوتے ہی ہیں، اگر انسان مکمل بصیرت، نور ہدایت اور نیکیوں کی قدر و قیمت کی معرفت کے ذریعہ اس گھاٹی سے نجات پالیتا ہے تو شیطان اسے چھٹی گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

چھٹی گھاٹی: غیر افضل اور معمولی نیکیوں والے اعمال کی گھاٹی: چنانچہ شیطان اسے ان چیزوں کا حکم دیتا ہے اور اس کی نگاہ میں انہیں مزین و آراستہ کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ انہیں افضل اور زیادہ نیکیوں والے اعمال سے غافل کردے، چنانچہ وہ اسے مفضول و مرجوح عمل میں پھنسا کر افضل و راجح عمل سے غافل کردیتا ہے۔ اگر بندہ اعمال اللہ کے نزدیک ان کے مراتب اور فضیلت و اہمیت میں ان کے مقام کی معرفت کے ذریعہ اس گھاٹی سے نجات پالیتا ہے تو اسے تلاش کرنے کے لئے ایک گھاٹی کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا، جس کے بغیر چارہ کار نہیں اور وہ ساتویں گھاٹی ہے۔

ساتویں گھاٹی: بندے کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ہاتھ، زبان اور دل سے مختلف قسم کی تکلیفوں اور اذیتوں کے لئے اپنے لشکر کو اس بندہ پر مسلط کردیتا ہے، چنانچہ جس قدر بندے کا مقام و مرتبہ بلند ہوتا ہے اسی قدر دشمن اپنے سواروں اور پیادوں کو اس کے پیچھے دوڑاتا ہے اور اپنے لشکر سے اس پر غالب ہونے کی کوشش کرتا ہے اور مختلف انداز سے اپنے گروہ اور افراد کو اس پر مسلط کرتا ہے۔ یہ وہ گھاٹی ہے جس سے نجات کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ بندہ جس قدر اللہ کی طرف دعوت و استقامت میں کوشش اور جدوجہد کرے گا دشمن بھی اپنے حیلوں سے اسے ورغلانے کی کوشش کرے گا، اللہ ہی مددگار اور اسی پر بھروسہ ہے(۱)۔

تیسرا مسلک: گناہوں کے راستے:

☆ اول: نفس امارہ (برائی پر آمادہ کرنے والی نفس) شیطان اس کے حواری اور اس کے لشکری نفس امارہ میں اس کی چاہتوں، پسندیدہ چیزوں اور خواہشات کے راستوں سے داخل ہوتے ہیں، اور جب نفس امارہ شیطان اور اس کے لشکریوں کے ساتھ ہوجاتی ہے تو وہ دل کو خراب کرنے کی غرض سے اس میں داخل ہوتے

(۱) دیکھئے مدارج السالکین، ابن القیم، ۱/۲۲۲-۲۲۳۔

کے درج ذیل چھ راستوں پر قابض ہو جاتے ہیں:

۱- آنکھ کا راستہ: گناہ اس کی نظر کو آوارہ بنا دیتے ہیں نہ کہ عبرت و نصیحت کی۔

۲- کان کا راستہ: جس سے وہ باطل چیزیں داخل کرتے اور حق داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

۳- زبان کا راستہ: چنانچہ وہ اس پر ایسی بات لاتے ہیں جو نقصان دہ ہو، نفع بخش نہ ہو اور اس سے نفع بخش باتیں روکتے ہیں۔

۴- سن کا راستہ: چنانچہ وہ اس راستے سے پیٹ میں قسم قسم کی حرام چیزیں داخل کرتے ہیں۔

۵- ہاتھ کا راستہ: چنانچہ وہ اسے باطل چیز کو لینے اور حق سے رکنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

۶- پیر کا راستہ: چنانچہ اسے باطل کی طرف چلنے پر آمادہ کرتے ہیں (۱)۔

شیطان کی اپنے لشکریوں سے گفتگو اور ان (مذکورہ چھ) راستوں پر قبضہ کرنے کی ترغیب کو بیان کرتے ہوئے امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (شیطان کہتا ہے) "ان راستوں کی پوری نگہداشت کرو (کیونکہ) جب تم ان راہوں سے دل تک پہنچ جاؤ گے تو دل مقتول قیدی یا دشمن سے لہولہان ہو جائے گا" (۲)۔

☆دوم: شیطان کے وہ دروازے جن سے وہ لوگوں کو جہنم میں داخل کرتا ہے تین ہیں:

۱- شبہہ کا دروازہ جو اللہ کے دین میں شک پیدا کرے۔

۲- شہوت کا دروازہ جو خواہشات نفس کو اللہ کی اطاعت و رضا پر ترجیح دینے کا سبب ہو۔

۳- اللہ کے غضب کا دروازہ جو اللہ کی مخلوق پر ظلم و سرکشی کا سبب ہو (۳)۔

☆سوم: شیطان کے انسان تک پہنچنے کے راستے تین جانب سے ہیں:

پہلا جانب: اسراف و فضول خرچی:

چنانچہ انسان ضرورت سے زیادہ خرچ کرتا ہے جو بلا ضرورت ہوتا ہے اور یہی شیطان کا حصہ اور دل تک پہنچنے کا راستہ ہے، اس سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ نفس کو دل کی پوری مطلوبہ غذا یا تغذیہ یا آرام نہ دیا جائے چنانچہ

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی للابن القیم، ص ۱۸۰-۱۸۹۔

(۲) حوالہ سابق، ص ۱۸۱۔

(۳) دیکھئے: الفوائد لابن القیم، ص ۱۹۶۔

جب یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا تو اس سے دشمن کے داخل ہونے سے امن وسکون حاصل ہو جائے گا۔

دوسرا جانب: غفلت:

کیونکہ بیدار مغز شخص یاد کے محفوظ قلعہ میں ہوتا ہے جیسے ہی وہ غافل ہوتا ہے قلعہ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شیطان اس میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس کا اس سے نکالنا بڑا مشکل یا دشوار ہوتا ہے۔

تیسرا جانب: کسی بھی قسم کی فضول چیز میں پڑنا (۱)۔

☆ چہارم: وہ راستے جن کی بندے نے حفاظت کر لی تو بلاکتوں سے نجات پالے گا اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے ان چار چیزوں کی حفاظت کی اس نے اپنا دین بچالیا:

نگاہیں، دل کی وحرکتیں، منہ اور قدم (۲)۔

عام طور پر بندہ انہی چار دروازوں سے گناہوں میں ملوث ہوتا ہے:

(۱) نگاہ: نگاہیں شہوت کی قاصد اور پیغامبر ہیں ان کی حفاظت دراصل شرمگاہ کی حفاظت ہے اور جس نے اپنی نگاہ کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں آزاد چھوڑ دیا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت وبربادی کے دہانے پر ڈال دیا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم إن الله خبير بما يصنعون. وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن﴾ (۳)۔

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نگاہ ان تمام حوادث کی اصل اور بنیاد ہے جن سے انسان دوچار ہوتا ہے:

---

(۱) الفوائد لابن القیم ص ۳۳۴۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی ص ۹۰۔

(۳) سورۃ النور: ۳۰-۳۱۔

شاعر کہتا ہے:

كل الحوادث مبدأها من النظر ... ومعظم النار من مستصغر الشرر

كم نظرة بلغت من قلب صاحبها ... كمبلغ السهم بين القوس والوتر

والعبد مادام ذا طرف يقلبه ... في أعين الغير موقوف على الخطر

يسر مقلته ما ضر مهجته ... لا مرحباً بسرور عاد بالضرر(۱)

تمام حادثات کی ابتدا نگاہ سے ہوا کرتی ہے اور اکثر و بیشتر آگ معمولی چنگاریوں ہی سے لگتی ہے۔ بہت سی نگاہیں نگاہ باز کے دل میں اس حد تک اثر انداز ہو جاتی ہیں جہاں تک تیر اور دھانے کے درمیان سے تیر جا پہنچتا ہے، اور بندہ جب تک غیروں سے نگاہیں چار کرتا رہتا ہے خطرہ کی آغوش میں ہوتا ہے، وہ اپنی آنکھ کو لذت پہنچاتا ہے لیکن اس کے خون دل (روح) کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایسی خوشی نامبارک ہو جس کا انجام کار نقصان اور خسارہ ہو۔

(۴) دل کی دھڑکن: دل کی دھڑکنوں کا معاملہ بہت سنگین ہے، کیونکہ یہ دھڑکنیں خیر و شر کی بنیاد ہیں، انہی سے ارادے، عزائم اور عزم پیدا ہوتے ہیں، جو شخص اپنی دھڑکنوں کی نگرانی کرتا ہے وہ اپنے نفس کی تکمیل کا مالک بنتا ہے اور اپنی خواہش نفس پر غلبہ پالیتا ہے اور جو دھڑکنوں کو معمولی سمجھتا ہے تو دھڑکنیں اسے تباہیوں میں ڈال دیتی ہیں۔

محمود دھڑکنوں کی کئی قسمیں ہیں جن کا دارومدار مندرجہ ذیل چار اصولوں پر ہے:

۱- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے دنیوی منافع حاصل کرتا ہے۔

۲- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے دنیوی نقصانات دور کرتا ہے۔

۳- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے اخروی مصالح (فوائد) حاصل کرتا ہے۔

۴- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے اخروی نقصانات دور کرتا ہے۔

بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنی تمام تر دھڑکنیں، سوچ اور جانچیں انہی چار قسموں میں محدود رکھے(۲)۔

---

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص ۶۸۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص ۶۹ تا ۷۲۔

(۳) الفاظ (گفتگو): الفاظ کی حفاظت یہ ہے کہ کوئی لفظ بیکار نہ نکلے پائے، بندہ وہی بات بولے جس سے اسے فائدہ اور دین میں خیر کی امید ہو، چنانچہ جب کوئی بات کہنا چاہے تو پہلے غور کرلے کہ اس میں کوئی فائدہ ہے کہ نہیں؟ اگر اس میں فائدہ نہ ہو تو اس سے باز رہے، اور اگر اس میں فائدہ ہو تو دیکھے کہ کیا اس کے نتیجہ میں کوئی اس سے زیادہ فائدہ مند بات تو فوت نہیں ہوتی؟ (اگر ایسا ہو تو) اسے اس کے بدلے ضائع نہ کرے، اور اگر آپ دل کی باتوں کا پتہ لگانا چاہیں تو زبان کی حرکت سے پتہ لگائیں کیونکہ زبان آپ کو دل کی باتوں کا پتہ دے گی خواہ جس کے دل کا آپ پتہ لگانا چاہتے ہیں وہ چاہے یا نہ چاہے، اسی لئے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مجلسوں میں دل کی مثال جوش مارتی ہوئی ہانڈیوں کی طرح ہے، زبانیں ان کی کفگیر ہیں، لہٰذا آدمی کے بولنے تک انتظار کرو کیونکہ زبان تمہیں اس کے دل میں جو کچھ میٹھا کھٹا، تلخ و شیریں ہوگا نکال کر دے دے گی، اس کے زبان کی کفگیر تمہیں اس کے دل کے مزاج کی خبر دے گی" (۱)۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ اپنی زبان سے ہانڈیوں کے کھانے کا مزہ چکھتے ہیں اور آپ کو اس کی حقیقت کا علم ہوتا ہے اسی طرح آپ آدمی کی زبان سے اس کے دل کا حال معلوم کر سکتے ہیں، چنانچہ جس طرح آپ اپنی زبان سے برتن کا مزہ چکھتے ہیں اسی طرح آدمی کی زبان سے اس کے دل کا مزہ چکھ سکتے ہیں (۲)۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے، کیونکہ سب سے زیادہ جو چیز انسان کو جہنم میں داخل کرتی ہے وہ منہ اور شرمگاہ ہے، اور زبان لوگوں کو ان کی ناک کے بل جہنم میں ڈھکیل دیتی ہے، کبھی اوقات آدمی کوئی بات کہتا ہے جس کی پرواہ نہیں کرتا لیکن وہ اسے مشرق و مغرب سے بھی دور جہنم میں ڈھکیل دیتی ہے، یا اس کے سبب وہ ستر برسوں کے لئے جہنم رسید ہو جاتا ہے، یا اللہ کی ناراضگی کی کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بھیانک انجام کا اسے احساس و گمان بھی نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں قیامت تک کے لئے اس سے اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والا شخص یا تو بھلی بات کہتا ہے یا خاموش رہتا ہے، اور جب اس کا اسلام سنور جاتا ہے تو وہ ضرورت ہی کی بات کہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسلمان پر سب سے زیادہ زبان ہی کا خوف

---

(۱) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ۱۰/۷۳، نیز دیکھئے: الجواب الکافی، لابن القیم ص ۱۰۷۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۲۰۶۔

کھاتے تھے اور بنی آدم کی کوئی بھی بات اس کے حق میں نہیں ہوتی ہے سوائے بھلائی کا حکم دینے یا برائی سے روکنے یا اللہ کے یاد کرنے کے۔

گفتگو تمہاری اسیر (قیدی) ہوتی ہے اور جب تمہارے منہ سے نکل جاتی ہے تو تم اس کے اسیر ہو جاتے ہو اور کسی کی کوئی بات بھی اللہ عزوجل سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہتا کا ارشاد ہے:

﴿ما یلفظ من قول إلا لدیه رقیب عتید﴾ (۱)۔

(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا کہ اس کے پاس ایک نگراں حاضر ہوتا ہے۔

زبان میں دو بڑی آفتیں ہیں اگر انسان ان میں ایک سے چھٹکارا پالیتا ہے تو دوسرے سے نہیں پاتا: ایک بولنے کی آفت اور دوسری خاموش رہنے کی چنانچہ باطل بات کہنے والا شیطان اللہ کا نافرمان ہوتا ہے اور حق بات سے خاموش رہنے والا اللہ کا نافرمان گونگا اور اگر اپنی ذات پر رحم کرے تو ربانی کارکن غیرت شیطان ہے، البتہ اعتدال پسند اہل حق اپنی زبانوں کو باطل سے روکتے اور اپنے حق میں نفع بخش اور سودمند چیزوں میں استعمال کرتے ہیں۔ بندہ قیامت کے روز پہاڑوں کے حجم نیکیاں لے کر آئے گا لیکن اس کی زبان ان نیکیوں کو ہلیامیٹ کر دے گی اور پہاڑوں کے برابر برائیاں لے کر آئے گا لیکن اس کی زبان اللہ کے ذکر اور اس سے متعلقہ امور کی انجام دہی کے سبب ان تمام برائیوں کو مٹا دے گی (۲)۔

(۴) قدم (چلنا پھرنا): قدموں کی حفاظت یہ ہے کہ بندہ اپنے قدم کو انہی چیزوں میں حرکت دے جس میں ثواب کی امید ہو، چنانچہ اگر اس کے قدم میں ثواب کا اضافہ نہ ہو تو اسے روکے رکھنا ہی اس کے لئے بہتر ہے اور اس کے لئے ممکن ہے کہ اللہ کے تقرب کی نیت سے اپنے قدم سے ہر جائز و مباح چیز سے بھی نکل جائے تاکہ نیک نیتی کے سبب اس کے سارے قدم اللہ کی قربت ہی میں واقع ہوں (۳)۔

اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو ان کی باتوں اور قدموں میں استقامت کے وصف سے متصف فرمایا ہے، ارشاد ہے:

---

(۱) سورۂ ق: ۱۸۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص: ۲۷۶، ۲۸۱۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص: ۲۸۱۔

﴿وعباد الرحمن الذين يمشون على الأرض هوناً وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً﴾ (۱)۔

رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نگاہوں اور دل کی دھڑکنوں کو بھی یکجا ذکر فرمایا ہے ارشاد ہے:

﴿يعلم خائنة الأعين وما تخفي الصدور﴾ (۲)۔

(اللہ) خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

چوتھا مسلک: گناہوں کے اصول:

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تمام گناہوں کے اصل محرکات تین ہیں:

۱- تکبر: جس نے ابلیس لعین کو جس نتیجہ تک پہنچایا تھا پہنچا دیا۔

۲- لالچ: جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوایا۔

۳- حسد: جس نے آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے ایک کو دوسرے کے خلاف (قتل پر) جرأت مند بنا دیا۔

چنانچہ جو ان تین چیزوں سے محفوظ رہا وہ تمام برائیوں سے محفوظ ہو گیا کیونکہ کفر تکبر کے سبب، گناہ لالچ کے سبب اور ظلم و زیادتی حسد کے سبب انجام پاتی ہے (۳)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ کبیرہ و صغیرہ تمام گناہوں کی اصل تین چیزیں ہیں:

۱- دل کا اللہ کے علاوہ سے لگے رہنا اور وہ شرک ہے یعنی غیر اللہ سے تعلق کی غایت (انتہاء) شرک اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارنا ہے۔

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۶۳۔

(۲) سورۃ المؤمن: ۱۹۔

(۳) الفوائد لابن القیم: ص ۱۵۰۔

۲- غضبی قوت کی پیروی کا درجہ ظلم ہے اور اس کا انجام قتل و خونریزی ہے۔

۳- شہوانی قوت کی پیروی بے حیائی و بے حیائی کے کام ہیں اور اس کا انجام کار زنا و بدکاری ہے۔

اللہ عزوجل نے ان تینوں اصول کو اپنے درج ذیل فرمان میں ذکر فرمایا ہے:

﴿والذين لا يدعون مع الله إلهاً آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق اثاماً يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهاناً﴾ (۱)۔

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو، برحق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہے گا۔

نیز یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے کے ارتکاب پر آمادہ کرتی ہیں، چنانچہ شرک ظلم و بے حیائی کی دعوت دیتا ہے جس طرح اخلاص و توحید نفس اور توحید پرست سے ظلم و بے حیائی دور کرتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء إنه من عبادنا المخلصين﴾ (۲)۔

اسی طرح تاکہ ہم اس سے برائی و بے حیائی دور کر دیں بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

﴿سوء﴾ سے مراد عشق اور ﴿فحشاء﴾ سے مراد زنا کاری ہے۔

اسی طرح ظلم شرک و فحش کاری کی دعوت دیتا ہے، کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے جس طرح توحید سب سے بڑا عدل و انصاف ہے۔

عدل توحید کا ساتھی اور ظلم شرک کا ساتھی ہے اور فحاشی بھی شرک و ظلم پر آمادہ کرتی ہے، چنانچہ یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے پر آمادہ کرتی ہیں اور ایک دوسرے کا حکم دیتی ہیں (۳)۔

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۶۸، ۶۹۔

(۲) سورۃ یوسف: ۲۴۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص: ۱۴۶۔

نیز امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ کفر کے چار ارکان ہیں:

۱- تکبر ۲- حسد ۳- غضب ۴- شہوت

چنانچہ تکبر بندے کو نافرمانی سے، حسد نصیحت کرنے اور نصیحت کی قبولیت سے، غضب عدل سے اور شہوت عبادت کے لئے فرصت اور فارغ البالی سے روکتے ہیں۔ تکبر کا رکن (ستون) منہدم ہونے سے نافرمانی، حسد کا رکن منہدم ہونے سے نصیحت اور نصیحت کی قبولیت، غضب کا رکن منہدم ہونے سے عدل و انکساری اور شہوت کا رکن منہدم ہونے سے صبر، عفت و پاکدامنی اور عبادت بندہ پر آسان اور سہل ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ ان چیزوں میں مبتلا ہوں ان کے لئے بیماریوں کا ٹل جانا، ان اوصاف کے زوال سے آسان ہے، خاص طور پر اگر یہ چیزیں ان میں راسخ اور پیوست ہو چکی ہوں اور ان کا ملکہ اور لازمی وصف بن چکی ہوں، تب تو اس کے ساتھ کوئی عمل ہرگز کارگر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے، جب بھی وہ عمل میں جد وجہد کرے گا یہ چاروں چیزیں اس کے اس عمل کو برباد کر دیں گی، اور اگر یہ چاروں چیزیں دل میں راسخ و پیوست ہو جائیں گی تو اسے باطل حق کی صورت میں اور حق باطل کی صورت میں، نیکی برائی کی صورت میں اور برائی نیکی کی صورت میں دکھائیں گی نیز دنیا اس سے قریب اور آخرت اس سے دور ہو جائے گی (۱)۔

پانچواں مسلک: گناہوں کی قسمیں:

گناہوں کی درج ذیل چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ملکی گناہ: یعنی انسان ربوبیت کے اوصاف اپنائے (جو اس کے شایان شان نہیں) جیسے عظمت، کبریائی، قہاریت، بلندی اور مخلوق کی بندگی کی طلب وغیرہ۔

دوسری قسم: شیطانی گناہ: یعنی وہ گناہ جن کے ارتکاب میں انسان شیطان کے مشابہ ہوتا ہے۔ چنانچہ شیطان کی مشابہت حسد، ظلم، خیانت، بغض و کینہ، دھوکہ، مکر و فریب، اللہ کی نافرمانیوں کا حکم اور اس کی تزئین و آرائش، اللہ کی اطاعت سے روکنے اور اسے معمولی اور کمتر دکھانے، دین میں بدعت کی ایجاد اور بدعات و ضلالت کی دعوت دینے وغیرہ میں ہوتی ہے، یہ قسم فساد و خرابی میں پہلی قسم کے ہم پلہ ہے گرچہ اس کا نقصان

(۱) دیکھئے: الفوائد، لابن القیم، ص ۱۱۸۔

پہلی قسم سے کم تر ہے۔

تیسری قسم: وحشیانہ گناہ: یعنی وہ گناہ جن کے ارتکاب میں انسان وحشی درندوں کے مشابہ ہوتا ہے' یہ ظلم و سرکشی' غضب' خونریزی اور کمزوروں اور عاجزوں پر قبضہ جمانے کے گناہ ہیں۔

اس قسم سے نوع انسانی کی اذیت کی مختلف صورتیں اور ظلم و سرکشی پر جرأت پیدا ہوتی ہے۔

چوتھی قسم: حیوانی گناہ: یعنی وہ گناہ جن کے ارتکاب میں انسان حیوان چوپایوں کے مشابہ ہوتا ہے' جیسے شدید لالچ اور شکم اور شرمگاہ کی خواہشوں کی تکمیل کی ہوس' اور اس سے زنا کاری' چوری' قیموں کا مال کھانا' بخیلی (حد درجہ کی) کنجوسی' بزدلی' خوف اور گھبراہٹ وغیرہ پیدا ہوتی ہے' مخلوق کی اکثریت گناہوں کی اسی قسم میں ملوث ہے' گناہوں کی اس قسم کے ذریعہ لوگ بقیہ قسموں میں داخل ہوتے ہیں' چنانچہ یہ قسم لوگوں کی نکیل پکڑ کر دوسرے گناہوں تک لے جاتی ہے(۱)۔

چھٹا مسلک: گناہوں کے انواع:

گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں: کبائر (بڑے گناہ) اور صغائر (چھوٹے گناہ)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قرآن وسنت' صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور ائمہ کا اجماع اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں: کبائر اور صغائر (۲)۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم وندخلكم مدخلا كريما﴾ (۳)۔

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور عزت و بزرگی کی جگہ داخل کریں گے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی ص ۲۲۳-۲۲۴۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی ص ۲۲۳۔

(۳) سورۃ النساء: ۳۱۔

﴿الذین یجتنبون کبائر الإثم والفواحش إلا اللمم﴾ (۱)۔

وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی' سوائے چھوٹے گناہ کے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کا کوئی شریک بناؤ' جبکہ تمہارا اس نے تمہیں پیدا کیا ہے' میں نے کہا: واقعی یہ تو بہت بڑا گناہ ہے' کہتے ہیں کہ میں عرض کیا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: پھر یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: پھر یہ کہ تم اپنی پڑوسن سے زنا کرو (۲)۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ (تین مرتبہ)' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! (ضرور بتلیجئے) فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا' آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! اور جھوٹی بات' آپ اسے مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: اے کاش آپ خاموش ہو جاتے (۳)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الصلوات الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان، مكفرات لما بينهن إذا اجتنبت الكبائر" وفي رواية: "مالم تغش الكبائر" (۴)۔

پنجوقتہ نمازیں' ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان میں سرزد

---

(۱) سورۃ النجم: ۳۲۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ ﴿فلا تجعلوا للہ أندادا وأنتم تعلمون﴾ حدیث نمبر: (۴۴۷۶) ومسلم، کتاب الایمان، باب کون الشرک أقبح الذنوب وبیان أعظمہا بعد الکفر، حدیث نمبر: (۸۶)۔

(۳) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب ما قیل فی شہادۃ الزور، ۲/۹۴۳، حدیث نمبر: (۲۶۵۴) ومسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرہا، ۱/۹۱، حدیث نمبر: (۸۸)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ إلی الجمعۃ ورمضان إلی رمضان مکفرات لما بینہن إذا اجتنب الکبائر، ۱/۲۰۹، حدیث نمبر: (۲۳۳)۔

ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اجتنبوا السبع الموبقات" قالوا: یا رسول اللہ، وما ھن؟ قال: "الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات" (۱)۔

سات مہلک چیزوں سے بچو، صحابۂ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، جادو، اللہ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے روز پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاکباز، بھولی بھالی مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

کبیرہ گناہ کی تعریف اور اس کی تعداد کے سلسلہ میں اختلاف ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ چار ہیں، اور کہا گیا ہے کہ سات ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: نو ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: گیارہ ہیں، اور کہا گیا ہے کہ یہ ستر ہیں، اور بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ کیا یہ سات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ان کا سات کے بجائے ستر ہونا زیادہ قریب ہے، ہاں مگر استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار (ہٹ دھرمی) کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا (۲)۔

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کی کوئی محدود و متعین تعداد نہیں ہے، البتہ جس گناہ پر دنیا میں کوئی حد (متعین شرعی سزا) مرتب ہوتی ہو، جس پر جہنم یا لعنت یا غضب یا سزا یا نفی ایمان کی وعید سنائی گئی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور جس گناہ پر دنیا میں کوئی حد مرتب نہ ہو اور نہ آخرت میں کوئی وعید تو وہ گناہ صغیرہ ہے (۳)۔

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ: إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا و سيصلون سعيرا، ۲/۱۰۱۵، حدیث نمبر: (۲۷۶۶)؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر وأکبرھا، ۱/۹۲، حدیث نمبر: (۸۹)۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۸/۲۹۵، حدیث نمبر: (۹۲۰۵)، نیز کبائر کی تعداد کے لئے دیکھئے مرجع سابق ۸/۲۹۳ تا ۲۹۸، اور فتح الباری لابن حجر (۱۲/۱۸۳) کا مطالعہ کریں۔

(۳) دیکھئے شرح نووی علی صحیح مسلم ۱/۳۲۲، وشرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن ابی العز ص ۴۱۸، والجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن قیم ص ۲۲۵، ۲۲۶۔

لیکن کبھی کبھار (درج ذیل) چند اسباب کی بنا پر صغیرہ گناہ بھی کبیرہ ہو جاتے ہیں:

(۱) صغیرہ گناہوں پر مداومت اور پختگی برتنا، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لا كبيرة مع الاستغفار ولا صغيرة مع الإصرار"(۱)۔

کسی استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوتا اور اصرار (پختگی) کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہوتا۔

(۲) گناہ کو معمولی اور حقیر سمجھنا: چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"يا عائشة إياك ومحقرات الأعمال فإن لها من الله طالباً"(۲)۔

اے عائشہ! حقیر اعمال (چھوٹے گناہوں) سے بچو کیونکہ اللہ کی جانب سے اس کا ایک طلب کرنے والا (نگراں) ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إياكم و محقرات الذنوب، كقوم نزلوا في بطن واد فجاء ذا بعود، وجاء ذا بعود، حتى أنضجوا خبزتهم، وإن محقرات الذنوب متى يؤخذ بها صاحبها تهلكه"(۳)۔

چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو، ان لوگوں کی طرح جو ایک وادی میں اترے، ایک لکڑی یہ لے کر آیا اور ایک لکڑی یہ لے کر آیا، یہاں تک کہ انھوں نے اپنی روٹی پکالی، چھوٹے گناہوں پر جب اس کے مرتکب کا مواخذہ ہوگا تو وہ اسے ہلاک و برباد کر دیں گے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

"إن المؤمن يرى ذنوبه كأنه قاعد تحت جبل يخاف أن يقع عليه، وإن الفاجر يرى

---

(۱) اس کی تخریج ص (۴۸۰) کے حاشیہ (۲) میں گزر چکی ہے۔

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الذنوب، ۲/۱۴۱۸ حدیث نمبر (۴۲۴۳) اور مسند احمد ۶/۶۰، ۶۷، اس حدیث کو علامہ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۲۶) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث نمبر ۲۷۸۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) مسند احمد ۵/۳۳۱، اس حدیث کی سند کو ہیثمی نے صحیح قرار دیا ہے (مجمع الزوائد ۱۰/۱۹۰) اور علامہ البانی اس حدیث کے بارے میں سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۶/۱۲۹۸ حدیث نمبر ۲۷۸۶) میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح ہے"۔

ذنوبه كذباب مر على أنفه فقال به هكذا"(۱)۔

مومن اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا وہ ایک پہاڑ تلے بیٹھا ہوا اور اسے خوف ہو کہ کہیں وہ اس پر گر نہ پڑے، اور فاسق وفاجر شخص اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک مکھی ہو جو اس کی ناک پر سے گزرے تو وہ اسے اس طرح کر دے۔ ابو شہاب نے اپنی ناک کے اوپر ہاتھ ہلا کر بتایا۔

(۳) صغیرہ گناہوں سے خوشی اور ان پر فخر: گویا وہ کہے: دیکھا میں نے کس طرح فلاں کی عزت وآبرو تار تار کر دی اور اس کی برائیاں ذکر کر کے اسے شرمندہ کر دیا، یا اسے دھوکہ دے دیا، یا اس کا غبن کر لیا۔

(۴) یہ کہ وہ کوئی عالم ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہو، چنانچہ اگر یہ عالم کوئی گناہ صغیرہ کرے گا اور لوگوں کو اس کا علم ہوگا تو اس کا گناہ بڑھ جائے گا۔

(۵) یہ کہ گناہ کرے اور پھر اس کا اعلان اور اس کی تشہیر کرے: کیونکہ گناہوں کی تشہیر کرنے والے کی معافی نہیں ہے(۲)۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے دور رہے تاکہ دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو۔

ساتواں مسلک: فرد ومعاشرہ پر گناہوں کے اثرات:

اولاً: انسان کی ذات پر گناہوں کے اثرات:

(الف) دل پر گناہوں کے اثرات:

(۱) دل پر گناہوں (ضرر رسانی میں اختلاف مراتب کے ساتھ) کا نقصان اسی طرح ہے جس طرح جسموں پر ہر کا نقصان، اور دنیا وآخرت میں جو بھی برائی یا بیماری ہے اس کا سبب گناہ ومعاصی ہی ہیں(۳)۔

(۲) علم سے محرومی: کیونکہ علم ایک ایسی روشنی ہے جس سے اللہ تعالیٰ دل کی دنیا آباد کرتا ہے، اور گناہ اس

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبۃ، ۶/۱۸۸، حدیث نمبر: (۶۳۰۸)۔

(۲) مزید دیکھئے: جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی، ص ۲۸۸۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن قیم، ص ۸۶۔

روشنی کو کمل کر دیتا ہے، دل کی بصیرت اندھی کر دیتا ہے، علم کی راہیں بند کر دیتا ہے، ہدایت کا سرچشمہ ڈھانپ دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فإنها لا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور﴾ (۱)۔

"درحقیقت آنکھیں بے نور نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں (چھپے) دل بے نور ہو جاتے ہیں۔"

جب امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کے روبرو بیٹھے اور ان پر پڑھا تو آپ ان (امام شافعی) کی بے پناہ ہوشیاری، خداداد ذہانت اور کمال فہم کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، انھوں نے فرمایا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں نور رکھا ہے، لہٰذا اسے گناہ و معصیت کی تاریکی سے گل نہ کرنا" (۲)۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

شكوت إلى وكيع سوء حفظي — فأرشدني إلى ترك المعاصي

وأخبرني بأن العلم نور — ونور الله لا يهدى لعاصي (۳)

"میں نے امام وکیع (رحمہ اللہ) سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی تو انھوں نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کی نصیحت فرمائی، اور مجھے بتایا کہ اللہ کا علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور کسی گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔"

(۳) دل میں قسم قسم کی وحشت: جیسے گناہ گار اور اللہ کے درمیان وحشت، گناہ گار اور اس کے نفس کے درمیان وحشت، گنہگار اور مخلوقات کے درمیان وحشت، اور جس قدر گناہ زیادہ ہوں گے وحشت بھی شدید تر ہوگی، بندے اور اس کے رب کے درمیان جو وحشت ہوتی ہے کوئی بھی نعمت اس کے مقابل اور ہم پلہ نہیں ہو سکتی، اگر دنیا کی ساری لذتیں اس کے مقابل اکٹھی ہو جائیں تب بھی اس وحشت کی تلافی نہیں کر سکتیں، اور اگر اس وحشت میں پڑنے کے خوف ہی سے گناہوں کو ترک کیا جائے تو عقلمند ان گناہوں کے ترک کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔

رہی وہ وحشت جو گنہگار اور دیگر لوگوں بالخصوص اہل خیر حضرات کے درمیان ہوتی ہے تو بندہ (گنہگار) اور

---

(۱) سورۃ الحج: ۴۶۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم: ص ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۱۲، ۱۱۳۔

(۳) دیوان الشافعی: ص ۸۸، نیز دیکھئے: الجواب الکافی، لابن القیم: ص ۱۰۲۔

اپنے اور دیگر لوگوں کے درمیان وحشت محسوس کرتا ہے، جس قدر وہ وحشت قوی تر ہوتی ہے وہ نیکوکار حضرات اور ان کی ہم نشینی سے دور اور ان سے استفادہ کی برکت سے محروم ہوتا جاتا ہے، اور جس قدر وہ اللہ والوں سے دور ہوتا ہے اسی قدر شیطان کے حیلوں سے قریب ہوتا ہے، اس وحشت میں قوت پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ مستحکم اور پائیدار ہو جاتی ہے اور نتیجۃً اس کے اس کی بیوی، اس کے بچے، رشتہ دار نیز اس کے اور اس کے نفس کے درمیان وحشت پھیل جاتی ہے، چنانچہ آپ خود اسے اپنی ذات سے وحشت محسوس کرتا ہوا پائیں گے۔

بعض سلف نے کہا ہے کہ: "جب میں اللہ کی نافرمانی (گناہ) کرتا ہوں تو اس کی وحشت و نحوست اپنے چوپائے اور اپنی بیوی کے چال چلن میں محسوس کرتا ہوں"(۱)۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "(جب) میں گناہ کرتا ہوں تو اس کی وحشت و نحوست اپنے گدھے اور خادم کی چال چلن میں محسوس کرتا ہوں"(۲)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اطاعت اللہ عزوجل سے قربت واجب کرتی ہے، اور قربت جتنی پائیدار ہوگی انسیت و محبت اتنی ہی گہری ہوگی، اور گناہ رب سبحانہ وتعالیٰ سے دوری واجب کرتا ہے، اور دوری جتنی زیادہ ہوگی وحشت و نحوست اتنی ہی پائیدار ہوگی، اور وحشت کا سبب حجاب (پردہ) ہے، حجاب جتنا دبیز ہوگا وحشت اتنی زیادہ ہوگی، چنانچہ ظلمت وحشت پیدا کرتی ہے اور اس سے سخت گناہ گی وحشت ہے، اور اس سے کہیں زیادہ سخت شرک و کفر کی وحشت ہے، اور آپ کسی ایسے شخص کو نہیں پائیں گے جو ان میں سے کسی چیز میں ملوث ہو مگر جس قدر وہ ان میں ملوث ہوگا اسی قدر اس پر وحشت و نحوست چھائی ہوگی، چنانچہ اس کے چہرے اور دل پر بھی وحشت چھا جاتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود وحشت محسوس کرتا ہے اور لوگ اس سے وحشت محسوس کرتے ہیں(۳)۔

(۴) دل میں تاریکی: گناہ گار اپنے دل میں اسی طرح واضح تاریکی محسوس کرتا ہے جس طرح سیاہ رات کی تاریکی محسوس کرتا ہے، چنانچہ اس کے دل کے لئے معصیت کی تاریکی اس کی بصارت کی محسوس تاریکی کے مثل ہو جاتی ہے، کیونکہ اطاعت نور اور معصیت تاریکی ہے، اور جس قدر تاریکی قوی تر ہوتی ہے اس کی حیرت

---

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۸۵، رقم ۱۳۲۔

(۲) حلیۃ الأولیاء، لأبی نعیم، ۸/۹۰۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۲۔

بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ بے شعوری میں بدعات و گمراہی اور ہلاکت انگیز امور میں جا واقع ہوتا ہے اور یہ تاریکی قوی تر ہوتی ہے یہاں تک کہ آنکھ میں ظاہر ہوتی ہے پھر اور قوی تر ہوتی ہے یہاں تک کہ چہرے پر چھا جاتی ہے الغرض اس کی ذات میں ایسی ہر تاریکی پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر شخص کو نظر آتی ہے (۱)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "نیکی چہرے پر روشنی دل میں نورانیت قلب وجسم میں قوت اور مخلوق کے دلوں میں محبت (کا سبب) ہوتی ہے اور بدی چہرے پر سیاہی دل میں تاریکی جسم میں کمزوری روزی میں کمی اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت (کا سبب) ہوتی ہے" (۲)۔

(۵) گناہ دل کو کھوکھلا اور کمزور کر دیتا ہے:

رہی دل کی ناتوانی تو گناہ اسے کھوکھلا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ مکمل طور پر اس کی زندگی ختم کر دیتے ہیں (۳)۔

اور جہاں تک دل کو کمزور کرنے کی بات ہے تو گناہ اسے (درج ذیل) طریقوں سے کمزور کرتے ہیں:

(الف) بندے کے دل میں اللہ جل جلالہ کی عظمت و وقار کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندہ چاہے یا نہ چاہے ایسا ہوتا ہی ہے، اگر اللہ کی عظمت و وقار بندے کے دل میں پیوست ہوتی تو وہ اللہ کی نافرمانیوں کی جرأت ہی نہ کرتا کیونکہ بندے کے دل میں اللہ کی جلال و عظمت کا وجود اللہ کے حرمات کی تعظیم و توقیر کا متقاضی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذلک ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ﴾ (۴)۔

یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے۔

بندے کے دل میں اللہ کے حرمات کی تعظیم بندے اور اس کے گناہوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے (۵)۔

(ب) گناہ بندے کے دل میں خیر کے ارادہ کو کمزور اور گناہ کے ارادہ کو مضبوط بنا دیتا ہے، چنانچہ اس کے

---

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۸۵ ملخصاً۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۰۹۔

(۳) حوالہ سابق ص ۹۰۔

(۴) سورۃ الحج ۳۰۔

(۵) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۳۳۔

دل میں توبہ کا ارادہ رفتہ رفتہ کمزور ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اگر وہ آدھا مرجھی جائے تو بھی توبہ نہیں کرتا ہے (بلکہ) صرف زبان سے خوب جھوٹوں کی توبہ و استغفار کرتا ہے جبکہ اس کا دل گناہوں سے وابستہ اس پر آمادہ اور حسب امکان اس کے سرانجام دینے کا عزم کئے ہوتا ہے یہ سب سے عظیم اور ہلاکت سے سب سے زیادہ قریب ترین مرض ہے (۱)۔

(ج) گناہ اللہ اور دار آخرت کی طرف دل کے سفر کو کمزور کرتے ہیں یا اس کی راہ میں آڑے پڑتے یا اسے روکتے اور اس کا راستہ کاٹ دیتے ہیں، چنانچہ گناہ دل کو مردہ کر دیتا ہے یا اسے خوفناک مرض میں مبتلا کر دیتا ہے یا اس کی قوت کو کمزور کر دیتا ہے (اور اس کے بغیر چارہ کار نہیں) یہاں تک کہ اس کی کمزوری ان آٹھ امور تک جا پہنچتی ہے جن سے نبی کریم ﷺ نے پناہ مانگی ہے، آپ کا ارشاد ہے:

"اللهم إني أعوذ بك من الهم والحزن، والعجز والكسل، والبخل والجبن، وضلع الدين وغلبة الرجال" (۲)۔

اے اللہ! میں رنج و غم، عاجزی و سستی، کنجوسی و بزدلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ گناہ ان (مذکورہ) آٹھ امور میں ملوث ہونے نیز "معصیت کی سختی" بدبختی کا شکار ہونے "برے فیصلے اور دشمنوں کی شماتت" (۳) اسی طرح "اللہ کی نعمت کے زائل ہونے" اس کی عافیت کے پلٹ جانے اس کے عذاب کے اچانک آجانے اور اس کی تمام ناراضگیوں" (۴) سے دوچار ہونے کا قوی ترین سبب ہیں۔

(د) دنیا میں دل کو اللہ سے روکتا ہے، اور سب سے بڑا حجاب قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ اللہ عزوجل کا

---

(۱) مدارج السالکین ۱/۱۱۹ وغیرہ۔

(۲) متفق علیہ، روایت انس رضی اللہ عنہ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب أعوذ بك من الجبن، ۱۱/۱۷۵، حدیث نمبر (۶۳۶۳) وسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل، ۴/۲۰۷۸، حدیث نمبر (۲۷۰۶)۔

(۳) متفق علیہ، روایت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب أعوذ بك من قطيعة الرحم، ۱۱/۱۹۹، حدیث نمبر (۶۳۴۷) وصحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ، ۴/۲۰۸۰، حدیث نمبر (۲۷۰۸)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ۴/۲۰۸۶، حدیث نمبر (۲۷۳۹) نیز دیکھئے: الجواب الکافی، (اردو ترجمہ) ص ۱۴۔

ارشاد ہے:

﴿كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون كلا إنهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون﴾ (۱)۔

ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔ ہرگز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھ دیے جائیں گے۔

چنانچہ گناہ ان کے اور ان کے دلوں کے درمیان اور ان کے اور ان کے رب وخالق سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان حجاب بن جائیں گے (۲)۔

(۷) گناہ کافرمانی ومعصیت سے الفت وانسیت پیدا کرتا ہے چنانچہ دل سے گناہ کی قباحت وشناعت جاتی رہتی ہے اور اس کی عادت ایسی بن جاتی ہے کہ نہ تو لوگوں کا اسے دیکھنا برا لگتا ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں تفتیش کرنا یہ اہل فسق (بدکار وگنہگار) کے نزدیک گرادت واحتیاط کی حد اور لذت وچاشنی کی انتہاء ہے یہاں تک کہ ان کا کوئی شخص معصیت پر فخر کرنے لگتا ہے اور ایسے لوگوں کو اپنا کارنامہ بیان کرتا ہے جن کی لاعلمی کا اسے علم ہوتا ہے اس قسم کے لوگوں کی معافی نہیں ہوسکتی، ان کے لئے توبہ کی راہ مسدود اور عام طور پر توبہ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"كل أمتي معافى إلا المجاهرين، وإن من المجاهرة أن يعمل الرجل بالليل عملاً ثم يصبح وقد ستره الله فيقول: يافلان عملت البارحة كذا وكذا، وقد بات يستره ربه ويصبح يكشف ستر الله عنه" (۳)۔

میری امت کے سارے لوگ معاف ہیں سوائے ان کے جو گناہوں کے ارتکاب کے بعد ان کا اعلان

---

(۱) سورۃ المطففین: ۱۴-۱۵۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۱۵۔

(۳) متفق علیہ بخاری، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی نفسہ، ح ۱۱۷، حدیث نمبر (۶۰۶۹) ومسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب النھی عن ھتک الانسان ستر نفسہ، ۴/ ۲۲۹۰ حدیث نمبر (۲۹۹۰)۔

کرتے ہیں اور گناہوں کا اعلان یہ بھی ہے کہ آدمی رات میں کوئی (برا) عمل کرے پھر صبح اٹھ کر جبکہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر دی تھی کہتا پھرے: کہ اے فلاں میں نے کل رات ایسا ایسا کیا، جبکہ وہ اس حالت میں سویا تھا کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اور صبح اٹھ کر اس نے اپنی ذات سے اللہ کا پردہ فاش کر دیا۔

(۸) گناہ کے عادی لوگوں پر گناہ کا کمتر ہو جانا: چنانچہ بندہ مسلسل گناہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل و نگاہ میں وہ گناہ کمتر اور حقیر ہو جاتا ہے، درحقیقت یہ ہلاکت و بربادی کی علامت ہے، کیونکہ گناہ بندے کے دل و نگاہ میں جس قدر حقیر اور معمولی ہوگا اسی قدر اللہ کے یہاں بڑا اور عظیم تر ہوگا، اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"إن المؤمن يرى ذنوبه كأنه قاعد تحت جبل يخاف أن يقع عليه، وإن الفاجر يرى ذنوبه كذباب مر على أنفه فقال به هكذا"(۱)۔

مومن اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا اور اسے خوف ہو کہ کہیں وہ اس پر گر نہ پڑے اور فاسق و فاجر شخص اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا ایک مکھی ہو جو اس کی ناک پر سے گزرے تو وہ اسے یوں ہانک دے۔

چنانچہ مومن کے دل میں چونکہ نور ہوتا ہے اس لئے وہ بخشش پر اعتماد کر کے نہیں بیٹھتا بلکہ چھوٹے گناہ پر یقین کرتا ہے اور چھوٹے سے گناہ کو پہاڑ سمجھ کر اس کی ہلاکت انگیزی سے ڈرتا ہے اور فاجر شخص کو چونکہ اللہ کی بابت بہت معمولی معرفت ہوتی ہے اس لئے وہ اللہ سے بہت کم ڈرتا ہے اور گناہ کو معمولی اور حقیر سمجھتا ہے(۲)۔

(۹) گناہ و معصیت ذلت و خواری کا سبب ہے کیونکہ ہر طرح کی عزت اللہ کی اطاعت میں اور ہر طرح کی ذلت و رسوائی اللہ کی نافرمانی میں ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿من كان يريد العزة فلله العزة جميعاً﴾ (۳)۔

---

(۱) صحیح بخاری ۱۱/۸۸ (فتح الباری حدیث نمبر ۶۳۰۸) اس کی تخریج پس (۸۸۰) میں گزر چکی ہے۔

(۲) دیکھئے: ابن قیم: الفوائد ص ۱۱۵۔

(۳) سورۃ فاطر: ۱۰۔

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون ﴾ (۱)۔

عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے لیکن یہ منافقین جانتے نہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك له، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذل والصغار على من خالف أمري، ومن تشبه بقوم فهو منهم" (۲)۔

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی عبادت وپرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت وخواری اس شخص کا مقدر بنادی گئی ہے جس نے میرے حکم کی مخالفت کی، اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

لہٰذا جسے عزت کی خواہش ہو وہ اسے اللہ کی اطاعت میں تلاش کرے کیونکہ عزت اللہ کی اطاعت ہی میں مل سکتی ہے۔ بعض سلف اپنی دعاء میں یوں کہا کرتے تھے "اے اللہ! مجھے اپنی اطاعت سے عزت عطا فرما اور اپنی نافرمانی سے مجھے ذلیل ورسوا نہ کر"۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ لوگ کر چہ لمبے اور (قیمتی عربی) گھوڑے پر سوار ہو کر شان وشوکت سے چلیں لیکن گناہوں کی رسوائی ان کے دلوں سے جدا نہیں ہو سکتی، اللہ عزوجل اپنے نافرمان کو ذلیل ورسوا کر کے ہی رہے گا" (۳)۔

---

(۱) سورۃ المنافقون: ۸۔

(۲) مسند احمد: ۲/۵۰، ۹۲، ۱۱۵، وصححہ ابن ابی شیبہ: ۵/۳۰۳، اس حدیث کو علامہ البانی نے ارواء الغلیل (۵/۱۰۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) الوجاب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ابن قیم: ص ۳۳۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رأيت الذنوب تميت القلوب — وقد يورث الذل إدمانها

وترك الذنوب حياة القلوب — وخير لنفسك عصيانها

وهل أفسد الدين إلا الملوك — وأحبار سوء ورهبانها (۱)

میں نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں اور یقیناً گناہ پر گناہ کرنا ذلت و رسوائی کا سبب بنتا ہے اور گناہوں کو چھوڑ دینا دلوں کی زندگی ہے اور تمہاری اپنی ذات کے حق میں گناہوں کی نافرمانی (کا ترک کر دینا) ہی بہتر ہے، اور دین کو شاہان، پادری حضرات اور علماء سوء ہی خراب کرتے ہیں۔

(۱۰) گناہ عقل کو خراب کر دیتے ہیں اور اس میں اثر انداز ہوتے ہیں کیونکہ عقل میں ایک روشنی ہوتی ہے اور گناہ اس روشنی کو گل کر دیتا ہے، اور جب عقل کی روشنی گم ہو جاتی ہے تو وہ کمزور اور ناقص ہو جاتی ہے اور جاتی رہتی ہے اور کوئی شخص اس حد تک اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا کہ اس کی عقل ضائع ہو جائے کیونکہ قرآن ایمان، موت اور جہنم کے نصیحت گر اسے ضائع ہونے سے روکتے ہیں، البتہ (اتنا ضرور ہے کہ) معصیت کے سبب دنیا و آخرت کی فوت ہونے والی بھلائی گناہ کے سبب حاصل ہونے والی لذت و سرور سے کئی گنا زیادہ ہے، تو کیا کوئی عقل سلیم سے بہرہ مند شخص ان تمام خرابیوں کے باوجود گناہوں کو معمولی اور آسان سمجھنے کا اقدام کر سکتا ہے؟؟

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ معصیت اگر عقل کو خراب نہیں کرتی تو اس کے کمال میں نقص ضرور پیدا کرتی ہے، چنانچہ آپ ایسے دو عقلمندوں کو جن میں سے ایک اللہ کا فرمانبردار اور دوسرا اللہ کا نافرمان ہو نہیں پائیں گے، مگر ان میں سے فرمانبردار کی عقل نافرمان کی عقل سے کامل و مکمل، اس کی فکر سے درست تر، اس کی رائے سے صحیح تر ہوگی اور سوابد یہ اس کے حق میں ہوگی (۲)۔

(۱۱) گناہ دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، چنانچہ جب گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو گنہگار کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں اور وہ ناظرین میں سے ہو جاتا ہے، کیونکہ دل گناہ سے زنگ آلود ہو جاتا ہے، اور جب گناہ زیادہ ہو جاتا ہے تو زنگ غالب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر زنگ سے گدلا ہو جاتا ہے پھر زنگ بہت ہی زیادہ ہو جاتا

---

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ذکرہ ابن القیم، ص ۱۰۳۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۱۲۔

ہے یہاں تک کہ اس پر مہر اور تالا لگ جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں دل (مکمل طور پر) پردے اور اوٹ میں ہو جاتا ہے(۱)۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون﴾ (۲)۔

ہرگز نہیں بلکہ ان کی بدعملی کے سبب ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔

(۱۴) گناہ دل کی غیرت کو مٹا دیتے ہیں، کیونکہ لوگوں میں سب سے زیادہ شریف اور بلند ہمت وہ شخص ہے جو اپنی ذات، اپنے خواص اور عام لوگوں پر سب سے زیادہ غیرت مند ہو، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اپنی امت پر پوری مخلوق میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے اور اللہ عزوجل آپ (ﷺ) سے بھی زیادہ غیرت مند ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"أتعجبون من غيرة سعد؟ فوالله لأنا أغير منه، والله أغير مني، من أجل غيرة الله حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن، ولا شخص أغير من الله، ولا شخص أحب إليه العذر من الله، ومن أجل ذلك بعث الله المرسلين مبشرين ومنذرين، ولا شخص أحب إليه المدحة من الله، ومن أجل ذلك وعد الله الجنة" (۳)۔

کیا تم سعد (رضی اللہ عنہ) کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے، محض اللہ کی غیرت ہی کے سبب تمام ظاہری و باطنی فواحش و منکرات کو حرام قرار دیا گیا ہے، کوئی بھی شخص اللہ سے زیادہ غیرت نہیں ہو سکتا، اور کوئی شخص اللہ سے بڑھ کر عذر پسند نہیں ہو سکتا، اسی (عذر پسندی) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بشارت دینے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، اور کوئی شخص اللہ عزوجل سے بڑھ کر مدح و ستائش سے محبت کرنے والا نہیں ہو سکتا، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

---

(۱) دیکھئے الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی (الداء والدواء) ص ۱۵۲۔

(۲) سورۃ المطففین ۱۴۔

(۳) عن علیہ رضی اللہ عنہ، صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ "لا شخص أغير من الله" ۸/۲۰۸ رقم الحدیث (۷۴۱۶)، صحیح مسلم، کتاب اللعان ۲/۱۱۳۲ رقم الحدیث (۱۴۹۹)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یا أمة محمد ما أحد أغير من الله أن يرى عبده أو أمته أن يزني، يا أمة محمد لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا"(۱)۔

اے محمد (ﷺ) کی امت! اپنے غلام یا لونڈی کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھ کر اللہ عزوجل سے بڑھ کر غیرت مند کوئی نہیں ہے، اے محمد (ﷺ) کی امت! جو میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لیتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله يغار وإن المؤمن يغار، وغيرة الله أن يأتي المؤمن ما حرم [الله] عليه"(۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے، اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے۔

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"إن من الغيرة ما يحب الله ومنها ما يبغض الله، ومن الخيلاء ما يحب الله ومنها ما يبغض الله، فأما الغيرة التي يحب الله فالغيرة في ريبة، وأما التي يبغض الله فالغيرة في غير ريبة، والاختيال الذي يحب الله اختيال الرجل نفسه عند القتال وعند الصدقة، والاختيال الذي يبغض الله عز وجل الخيلاء في الباطل"(۳)۔

کچھ غیرتیں اللہ کو محبوب ہیں اور کچھ غیرتیں مبغوض ہیں، اور کچھ تکبر اللہ کو محبوب ہیں اور کچھ تکبر مبغوض ہیں، چنانچہ جو غیرت اللہ کو محبوب ہے وہ شک وشبہ کے موقع پر کی جانے والی غیرت ہے اور جو غیرت

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، ح ۵۲۲۳، ۱۹۹/۹ مع الفتح، رقم: (۵۲۲۱)۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، ۱۹۰/۹ مع الفتح، رقم: (۵۲۲۳) وصحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ وتحریم الفواحش، ۱۱۱۹/۲، رقم: (۲۷۶۱)، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں، اور نوٹ میں کہ میں نے الفاظ صحیح بخاری میں ہے۔

(۳) سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب الاختیال فی الصدقۃ، ۵/۷۷، حدیث نمبر (۲۵۵۸)، مسند احمد، ۵/۲۳۵، اس حدیث کی سند ابن خزیمہ (حدیث نمبر ۱۹۲۶) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک شاہد ہے، شیخ البانی نے اس حدیث کو اس کی، مگر سند اس کی ابوداؤد الطیالسی (۳/۵۸، حدیث نمبر ۱۹۹۹) میں حسن قرار دیا ہے۔

اللہ کو مبغوض ہے وہ غیر شک وشبہ کے موقع پر کی جانے والی (بے جا) غیرت ہے، اور جو تکبر اللہ کو محبوب ہے وہ جہاد اور صدقہ کے وقت آدمی کا اپنی ذات پر تکبر کرنا ہے اور جو تکبر اللہ کو مبغوض ہے وہ (امر) باطل میں تکبر کرنا ہے۔

شک وشبہ کے موقع پر غیرت کا مطلب تہمت وتردد کی جگہوں میں غیرت کرنا ہے جس کا فائدہ خوف و سبب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور اگر غیرت غیر شک وشبہ کے موقع پر ہو تو وہ نفرت اور فتنہ کا سبب بنتی ہے(۱)، اور صدقہ میں تکبر یہ ہے کہ آدمی غنی اور فیاض ہو، بہ طیب خاطر اور شرح صدر کے ساتھ مال خرچ کرے، زیادہ کو بہت زیادہ نہ سمجھے، جو کچھ بھی خرچ کرے اسے کم ہی سمجھے، اور جنگ میں تکبر یہ ہے کہ اس میں چستی، طاقت اور پامردی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لے(۲)۔

مقصود یہ ہے کہ گنہ گار شخص جس قدر گناہوں میں ملت ہوتا ہے وہ گناہ اس کے نفس، اہل وعیال اور عام لوگوں کے قلوب میں اس کے دل سے غیرت ختم کر دیتے ہیں، اور اس کے دل میں غیرت کو بہت ہی کمزور کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ بری چیزوں کو برا نہیں سمجھتا نہ اپنی ذات کے تعلق سے اور نہ ہی اپنے علاوہ کسی اور کے تعلق سے، اور جب انسان اس حد تک پہنچ جائے تو (یوں سمجھو کہ) وہ ہلاکت کے دروازہ میں داخل ہو گیا ہے، اسی لئے دیوث (۳) مخلوق کا سب سے بدترین شخص قرار پایا ہے اور اس پر جنت حرام ہے، کیونکہ اس کے پاس غیرت نام کی چیز ہی نہیں ہوتی، (اور) اسی لئے وہ اہل وعیال میں برائی پر راضی ہو جاتا ہے۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غیرت دین کی بنیاد ہے، جس کے پاس غیرت نہیں اس کے پاس دین نہیں، چنانچہ غیرت دل کی حفاظت کرتی ہے اور دل کے لئے اعضاء وجوارح کی حفاظت کرتی ہے، برائی اور فحاشی روکتی ہے جبکہ بے غیرتی دل کو مردہ کر دیتی ہے اور اسی کے سبب اعضاء وجوارح بھی مردہ ہو جاتے ہیں، ان میں دفع کرنے کا سرے سے ملکہ ہی باقی نہیں رہتا، اس چیز سے غیرت کی اہمیت اور اس کا مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: حاشیہ سندھی بر سنن نسائی، ۶/۱۱ ۱۔

(۲) دیکھئے: شرح سیوطی بر سنن نسائی، ۶/۱۱ ۱۔

(۳) "دیوث" اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اہل خانہ کے سلسلہ میں برائی غیرت نہ ہو، مثلاً وہ اپنے گھر میں (جنسی کردار) کی برائی کو دیکھ کر بھی نہ روکے۔ (مترجم)

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی لابن قیم، ص ۱۳۰-۱۳۱۔

(۱۳) گناہ دل سے حیا کو ختم کر دیتے ہیں جو ہر بھلائی کی اصل اور بنیاد ہے، حیاء کا ختم ہونا ساری بھلائی کا ختم ہو جانا ہے، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الحياء خير كله" أو قال: "الحياء كله خير"(۱)۔

حیاء مکمل طور پر خیر ہی خیر ہے، یا فرمایا: حیاء سراپا خیر و بھلائی ہے۔

نجراٹی سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"الحياء لا يأتي إلا بخير"(۲)۔

حیاء خیر و بھلائی ہی لاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ گناہ بندے کی حیاء کو کمزور کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ بسا اوقات حیاء پورے طور پر ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ (اس کے نتیجہ میں) لوگوں کو اس کی بری حالت کا علم یا اس کی اطلاع ہونے سے اس پر سرے سے کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ بہت سے گنہگار لوگ (بذات خود) اپنی حالت اور اپنے کالے کرتوت کی خبر دیتے ہیں، انہیں اس چیز پر آمادہ کرنے والی شے (مکمل طور پر) شرم و حیاء کا فقدان ہوتا ہے، اور جب بندے کی یہ حالت ہو جائے تو اس کی اصلاح و درستی کی کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی (۳) ایسے شخص پر نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی (درج ذیل) حدیث کے دو معانی میں سے کوئی ایک معنی صادق آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى: إذا لم تستح فاصنع ما شئت"(۴)۔

پہلی (سابقہ) نبوت کی جو باتیں لوگوں کو ملی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے: جب تمہیں حیاء نہ آئے تو جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی دو تفسیریں ہیں:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان ۱/۶۳، حدیث نمبر (۳۷)۔

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحیاء ۴/۲۵۳، حدیث نمبر (۴۷۹۵) و صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان ۱/۶۳، حدیث نمبر (۳۷)۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ابن قیم، ص ۱۳۳، ۱۳۴۔

(۴) صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۵۴، ۴/۱۸۳، حدیث نمبر (۳۴۸۳)۔

پہلی تفسیر: یہ ہے کہ یہ حدیث وعید اور دھمکی پر محمول ہے، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جسے شرم وحیاء نہیں ہوتی ہے وہ جو برائی کرنا چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کیونکہ برائیوں کے ترک کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حیاء ہی ہے، اور جب اس میں حیاء جو برائیوں سے منتبہ کرتی ہے مفقود ہے تو وہ شخص برائیوں میں لامحالہ واقع ہوگا، یہی (اس حدیث کا) مشہور معنی ہے۔

دوسری تفسیر: یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی کام کرنے میں اللہ سے حیاء آتی ہو تو وہ کام کرو اور جبکہ (حقیقت میں) اللہ سے شرم وحیاء کرتے ہوئے اسے ترک کرنا ہی مناسب اور بہتر ہے۔

چنانچہ پہلا معنی وعید کے طور پر ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اعملوا ما شئتم إنه بما تعملون بصير﴾ (۱)۔

جو چاہو کرو، بیشک وہ تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔

اور دوسرا معنی اباحت اور جواز کے لئے ہے (۲)۔

(۱۴) گناہ دلوں میں خوف اور رعب ڈال دیتے ہیں، چنانچہ آپ گنہگار کو ہمیشہ ڈرتا، گھبراتا اور مرعوب ہی پائیں گے، کیونکہ اطاعت اللہ کا وہ عظیم ثمرہ ہے کہ اس میں جو بھی داخل ہوتا ہے دنیا وآخرت کے عذاب سے امن وامان میں ہو جاتا ہے اور اس سے جو نکل جاتا ہے خوف ودہشت اور خطرناکیاں اسے ہر جانب سے گھیر لیتی ہیں، چنانچہ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس کے حق میں خوفناکیاں امن وسکون میں بدل جاتی ہیں، اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس کا امن وسکون خوف ورعب میں بدل جاتا ہے، جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر چیز سے امن میں داخل کر دیتا ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا ہے اللہ اسے ہر چیز سے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے (۳)۔

(۱۵) گناہ دل کو مریض بنا دیتا ہے اور اسے اس کی صحت واستقامت سے ہٹا کر مرض وانحراف کا شکار بنا دیتا ہے، دلوں میں گناہوں کی تاثیر اسی طرح ہوتی جس طرح جسموں میں بیماریوں کی تاثیر، بلکہ گناہ ہی دلوں کی بیماریاں ہیں، اور گناہوں کا ترک کرنا ہی ان کی دوا اور علاج بھی، اور جس طرح اپنے نفسانی خواہشات پر

---

(۱) سورۃ حم السجدۃ: ۴۰۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص: ۱۳۲، وبدائع الفوائد لابن القیم ۳/ ۶۱۱۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص: ۱۳۳، ۱۳۴۔

قابو پانے والے کا ٹھکانہ جنت ہوتا ہے اسی طرح اطاعت گزار کا دل اس دنیوی زندگی میں ایک ایسی خوشگی جنت میں ہوتا ہے جس سے سرفراز مند کی نعمت کے مثل کوئی نعمت ہی نہیں، اور آپ ہرگز یہ نہ سوچیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿ان الأبرار لفي نعيم، وان الفجار لفي جحيم﴾ (۱)۔

یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ اور یقیناً بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے۔

محض آخرت کی نعمت وعذاب کے ساتھ خاص ہے، بلکہ یہ فرمان دنیوی، برزخی اور قرار (یعنی اخروی) تینوں زندگیوں کو شامل ہے، چنانچہ یہ (نیکوکار) لوگ نعمتوں میں اور یہ (بدکار) لوگ جہنم میں ہوں گے۔ اور نعمت درحقیقت دل کی نعمت اور عذاب دراصل دل کا عذاب ہے، اسی لئے بعض صالحین نے کہا ہے: بیشک دنیا میں ایک جنت ہے جو اس میں نہ داخل ہوگا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہ ہوگا، اور ایک دوسرے (بزرگ) فرماتے ہیں: اگر شاہوں اور شہزادوں کو ہمیں عطا ہونے والی نعمتوں کا علم ہو جائے تو وہ اس کے لئے ہم سے تلواروں سے مقابلہ کریں (۲)۔

(۱۶) گناہ نفوس انسانی کو حقیر وذلیل بنا دیتے ہیں اور انہیں ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ انتہائی حقیر اور کمتر ہو جاتی ہیں، جبکہ اطاعت اور نیکی انہیں بڑھاتی، پروان چڑھاتی اور سانجھ کر صیقل کرتی ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قد أفلح من زكاها وقد خاب من دساها﴾ (۳)۔

جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے نفس کو اللہ کی اطاعت کے ذریعہ پروان چڑھایا، اسے طاہر و بلند کیا وہ کامیاب وکامراں ہوا، اور جس نے اللہ کی نافرمانی سے اسے پوشیدہ رکھا اور اس کی تحقیر وتذلیل کی وہ ناکام ونامراد ہوا، چنانچہ اطاعت نفس انسانی کو عزت وسربلندی عطا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ سب سے زیادہ شریف، عظیم اور پاکیزہ وبرتر

---

(۱) سورۃ الانفطار: ۱۳، ۱۴۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، دوسرا ایڈیشن، ص: ۱۴۲۔

(۳) سورۃ الشمس: ۹، ۱۰۔

ہو جاتی ہے، (الغرض) نفس کو شرافت، بڑائی اور عزت و رفعت عطا کرنے والی اللہ کی اطاعت کے مثل کوئی چیز نہیں، اور اسے ذلت، رسوائی اور حقارت سے دوچار کرنے والی اللہ کی نافرمانی کے مثل کوئی چیز نہیں (۱)۔

(۱۷) دل کو دھنسانا اور اس کی صورت بگاڑ دینا: دل کے دھنسنے کی علامت یہ ہے کہ دل ہمیشہ گندگیوں، برائیوں اور گری ہوئی چیزوں کے گرد گھومتا پھرے جبکہ جس دل کو اللہ تعالیٰ بلندی اور قربت عطا کرتا ہے وہ ہمیشہ عرش الٰہی کے گرد گھومتا رہتا ہے، رہا دل کا مسخ ہونا تو بعض دل گناہوں کے سبب اس طرح مسخ ہو جاتے ہیں جس طرح صورت مسخ ہو جاتی ہے، چنانچہ دل (مکمل طور پر) اعمال، اخلاق اور طبیعت میں حیوان کے دل کی طرح ہو جاتا ہے، اور بعض دل مسخ ہو کر سور کے دل کی طرح ہو جاتے ہیں اور بعض دل مسخ ہو کر کتے، گدھے یا سانپ یا بچھو کے دل کی طرح ہو جاتے ہیں، بعض لوگ عام درندوں کے ہم اخلاق ہوتے ہیں، اور بعض لوگ اچھے کیڑوں میں (بظاہر) خوبصورت بنتے ہیں جس طرح سورا اپنی بگھی میں خوبصورت نظر آتا ہے، اور بعض لوگ گدھے وغیرہ کی طرح کند ذہن اور بودے ہوتے ہیں (۲)۔

(۱۸) گناہ دل کو اندھا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اسے باطل حق اور حق باطل، معروف منکر اور منکر معروف نظر آتا ہے، کوئی چیز فاسد ہوتی ہے اسے درست نظر آتی ہے، وہ ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتا ہے اور اپنے آپ کو ہدایت یاب سمجھتا ہے، یہ ساری چیزیں دل پر جاری ہونے والے گناہوں کی سزائیں ہیں (۳)۔

(۱۹) گناہ سینے کو تنگ کر دیتے ہیں، چنانچہ جو جرائم میں واقع ہوتا ہے اور اللہ کی اطاعت سے اعراض کرتا ہے اس کے انحراف و اعراض کے اعتبار سے اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لا يؤمنون﴾ (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۳۹۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۳۳، ۱۳۹۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق ص ۱۵۵۔

(۴) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ کرنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

چنانچہ سینہ کی تنگی کے عظیم ترین اسباب میں سے اللہ عزوجل سے اعراض، غیر اللہ سے دل لگانا، اللہ کی یاد سے غفلت اور اس کے علاوہ سے محبت وغیرہ ہیں، کیونکہ جو اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت کرتا ہے، اسے اس کی پاداش میں عذاب ہوگا اور اس کا دل اسی کی محبت کا قیدی ہو جائے گا (۱)۔

(ب) دین پر گناہوں کے اثرات:

(۱/۴۰) گناہ سے گناہ ہی اگتے ہیں، اور گناہ ایک دوسرے کو جنم دیتے ہیں، اور (پھر) بندے کے لئے گناہ سے چھٹکارا پانا بڑا مشکل ہوتا ہے، جیسا کہ بعض سلف کہتے ہیں: بیشک گناہ کا خمیازہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب اور نیکی کا ثواب اس کی بعد نیک عمل کی توفیق ہے، اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ نیکی اور گناہ پائیدار حالت اور لازمی وصف بن جاتے ہیں، اگر نیک آدمی نیکی اور اطاعت کا کام بند کر دے تو اس کے نفس اور زبان اپنی وسعتوں کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے گی یہاں تک کہ اطاعت کی طرف لوٹ آئے، اور مجرم شخص اگر گناہ کا عمل ترک کر کے اطاعت گزار بن جائے تو اس کا نفس اور اس کا سینہ تنگ ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ گناہ کی طرف لوٹ آئے (۲)۔

لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ اطاعت کی طرف متوجہ ہو اور گناہ ترک کر دے اور اللہ سے اس بات کا سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کو اس کے نزدیک محبوب بنا دے اسے اس کے دل میں مزین اور آراستہ کر دے اور کفر، فسق اور نافرمانی کو اس کے نزدیک مبغوض و ناپسندیدہ بنا دے اور اسے ہدایت یافتگان میں شامل فرمائے۔

(۲/۴۱) گناہ اطاعت سے محروم و نامراد کر دیتے ہیں، چنانچہ اگر گناہ کی صرف یہی سزا ہو کہ وہ کسی نیک اطاعت سے روک کر اس کا بدلہ بن جائے اور دوسری نیکی کی راہ روک دے تو اس کے نقصان دہ ہونے کے لئے

---

(۱) دیکھئے: زاد المعاد لابن القیم ۴/۱۶۷۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۸۸۔

یہی کافی ہے، حالانکہ گناہ (بے شمار) نیکیوں سے محروم کرتا ہے اور اعمال صالحہ کی راہیں کاٹ دیتا ہے (۱)۔

(۲۲/۳) گناہ و گنہگار بندے کے اللہ کے یہاں ذلیل ہونے اور اس کی نظر سے گر جانے کا سبب ہے، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "(گناہ گار لوگ) اللہ کے یہاں ذلیل ہوئے اس لئے اللہ کی نافرمانی کی، اگر اللہ کے یہاں عزت دار ہوتے تو اللہ ان کی حفاظت فرماتا" (۲)۔

اور اگر بندہ اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہو جائے تو اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن يهن الله فما له من مكرم﴾ (۳)۔

اور جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

اگر لوگ ان کے ڈر سے یا حاجت براری کے لئے بظاہر ان کی تعظیم و تکریم بھی کریں تو بھی (درحقیقت) وہ ان کے دلوں میں حقیر و ذلیل ہی ہوں گے (۴)۔

(۲۳/۴) گناہ بندے کو رسول اللہ ﷺ کی لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے چھوٹے بڑے گناہ پر لعنت فرمائی ہے لہٰذا ان کے مرتکبین بدرجۂ اولیٰ لعنت کے مستحق ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے گودنا گودنے والی اور گودنا گودوانے والی اور بال جوڑنے والی اور بال جوڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے (۵) اور بال اکھیڑنے والی اور بال اکھڑوانے والی نیز حسن کی خاطر دانتوں کے درمیان فاصلہ کروا کر اللہ کی تخلیق کو بدلنے والی پر لعنت فرمائی ہے (۶) اسی طرح سود کھانے والے کھلانے والے اس کے لکھنے والے

---

(۱) دیکھئے: ابن قیم، الداء والدواء، ص ۱۰۶-۱۱۶۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۲۲۱/۴۔

(۳) الحج: ۱۸۔

(۴) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ابن قیم، ص ۱۱۶۔

(۵) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب وصل الشعر، ۱۸۷/۱۰، حدیث نمبر (۵۹۳۳)، صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلۃ ۳/ ۱۶۷۶، حدیث نمبر (۲۱۲۴)۔

(۶) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ۱۸۱/۱۰، حدیث نمبر (۵۹۳۱)، صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلۃ ۳/ ۱۶۷۸، حدیث نمبر (۲۱۲۵)۔

اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سب کے سب (گناہ میں) برابر ہیں (۱)، نیز رسول اللہ ﷺ کا ایک گدھے کے پاس سے گزر ہوا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا تو آپ نے فرمایا:

"لعن الله الذي وسمه" (۲)۔

اس کے داغنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسی طرح آپ نے چور پر لعنت فرمائی ہے کہ (اگر) انڈا چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، رسی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے (۳)، اسی طرح غیر اللہ کے لئے قربانی کرنے والے، بدعتی کو پناہ دینے والے، اپنے والدین پر لعنت کرنے والے اور زمین کے نشان (حد بندیاں) بدلنے والے پر لعنت فرمائی ہے (۴)، اسی طرح مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے (۵)، اسی طرح شراب "شراب ساقی" اس کے فروخت کرنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچوڑوانے والے، لادنے والے، لدوانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے (۶)، اسی طرح نشانہ لگانے کے لئے کسی ذی روح چیز کو باندھ کر مارنے والے پر لعنت فرمائی ہے (۷)، نیز تصویر کشی کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے (۸)، اسی طرح اپنی ماں اور باپ کو برا بھلا کہنے (گالی دینے) والے، چوپایا کو نشانہ بنا کر کھانے والے، چوپائے سے بدفعلی کرنے والے، قوم لوط کا عمل (اغلام بازی) کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے (۹)، اسی طرح رشوت لینے اور دینے والے پر

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ ۳/۱۲۱۸، حدیث نمبر (۱۵۹۷)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النہی عن ضرب الوجہ وعن وسم البہیمۃ في الوجہ ۳/۱۶۷۳، حدیث نمبر (۲۱۱۷)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقۃ ونصابہا ۳/۱۳۱۴، حدیث نمبر: (۱۶۸۷)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الأضاحي، باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ۳/۱۵۶۷، حدیث نمبر: (۱۹۷۸)۔

(۵) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبہین بالنساء والمتشبہات بالرجال، حدیث نمبر: (۵۸۸۵)۔

(۶) سنن ابوداود، کتاب الأشربۃ، باب العنب یعصر للخمر ۳/۳۲۱، حدیث نمبر (۳۶۷۴)، ابن ماجہ، کتاب الأشربۃ، باب لعنت الخمر علی عشرۃ أوجہ ۲/۱۱۲۲، حدیث نمبر (۳۳۸۰)، البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ابوداود (۲/۷۰۰) میں صحیح قرار دیا ہے، ابن القیم نے الداء والدواء میں اس کو حسن کہا ہے۔

(۷) صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب النہی عن صبر البہائم ۳/۱۵۵۰، حدیث نمبر (۱۹۵۸)۔

(۸) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من کرہ القعود علی الصور ۵/۲۲۱۹، حدیث نمبر (۵۹۶۴)۔

(۹) مسند احمد ۲/۲۱۷، حدیث عبداللہ بن عمرو، احمد شاکر نے مسند احمد کی تخریج میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے ۱۰/۲۶۶، حدیث نمبر (۶۶۸۳)۔

لعنت فرمائی ہے(۱)' اسی طرح کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والیوں' ان پر مسجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۲)' اسی طرح عورت کی پچھلی شرمگاہ میں جنسی عمل کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۳)' نیز بتایا ہے کہ اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارنے والی عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں(۴)' نیز اس بات کی خبر دی ہے کہ جو اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں(۵)' نیز اللہ عزوجل نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کو ایذا پہنچانے والے پر اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہے(۶)' نیز زمین میں فساد پھیلانے والے' اللہ کے عہد و پیمان کو توڑنے والے اور اللہ نے جس کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۷)' نیز اللہ کی نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپانے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۸)' اسی طرح بھولی بھالی' پاک دامن مومنہ عورتوں پر فحش کاری (زنا) کی تہمت لگانے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۹)' اسی طرح کافروں کی راہ کو مومنوں کی راہ سے زیادہ صحیح اور ہدایت سمجھنے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۱۰)' نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کے علاوہ اور بہت سی دوسری چیزوں پر لعنت فرمائی ہے' اگر ان کے ارتکاب میں صرف اتنی ہی

---

(۱) سنن ترمذی' کتاب الاحکام' باب ماجاء فی الرائی والمرتشی' ۳/۶۱۳' حدیث نمبر (۱۳۳۶)' سنن ابوداود' کتاب الادب' باب کراہیۃ الرفث' ۳/۳۰۹' حدیث نمبر (۳۵۸۰)' علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۳۵) ابوداود الطیالسی (حدیث نمبر ۲۴۲۶) اور صحیح سنن ابوداود (حدیث نمبر ۳۰۵۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن ابوداود' کتاب الجنائز' باب فی زیارۃ النساء القبور' ۳/۲۱۸' حدیث نمبر (۳۲۳۶)' سنن ترمذی' ۲/۱۳۹' علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی (۱/۲۰۸) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۳) سنن ابوداود' کتاب النکاح' باب ماجاء فی جامع النکاح' ۲/۲۲۹' حدیث نمبر (۲۱۶۲)' اس حدیث کو علامہ البانی نے صحیح سنن ابوداود (۲/۳۰۹) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۴) صحیح بخاری' کتاب النکاح' باب اذا باتت المرأۃ مھاجرۃ فراش زوجھا' ۶/۱۸۳' حدیث نمبر (۵۱۹۳)۔

(۵) صحیح مسلم' کتاب البر والصلۃ' باب النھی عن الاشارۃ بالسلاح الی المسلم' ۴/۲۰۲۰' حدیث نمبر (۲۶۱۶)۔

(۶) دیکھئے سورۃ الاحزاب: ۵۷۔

(۷) دیکھئے سورۃ الرعد: ۲۵۔

(۸) دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۱۵۹۔

(۹) سورۃ النور: ۲۳۔

(۱۰) سورۃ النساء: ۵۱۔

قباحت ہو کہ ان کا مرتکب اللہ اس کے رسول ﷺ اور فرشتوں کے لعنت کردہ لوگوں میں سے ہونے پر راضی ہے تو محض اتنی چیز ہی اسے اس گناہ سے رکنے پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے لہٰذا متقی کو چاہئے کہ ہر قسم کے گناہ سے دور رہے تاکہ فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہو۔ واللہ المستعان (۱)۔

(۲۳/۵) رسول اکرم ﷺ اور فرشتوں کی دعاء (رحمت) سے محرومی:

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے لئے استغفار کا حکم دیا ہے، نیز بیان فرمایا ہے کہ فرشتے بھی ان کے لئے استغفار کرتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الذين يحملون العرش ومن حوله يسبحون بحمد ربهم ويؤمنون به ويستغفرون للذين آمنوا ربنا وسعت كل شيء رحمةً وعلماً فاغفر للذين تابوا واتبعوا سبيلك وقهم عذاب الجحيم، ربنا وأدخلهم جنات عدن التي وعدتهم ومن صلح من آبائهم وأزواجهم وذرياتهم إنك أنت العزيز الحكيم، وقهم السيئات ومن تق السيئات يومئذ فقد رحمته وذلك هو الفوز العظيم﴾ (۲)۔

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچا لے۔ اے ہمارے رب! تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں سے (بھی) ان کو جو نیکوکار ہیں بیشک تو غالب و باحکمت ہے۔ اور انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ! جس تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچا لیا اس پر تو ارحم ہوا اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

یہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے پیروکار (جن کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں) توبہ کرنے والے مومنوں کے حق میں فرشتوں کی دعاء ہے لہٰذا ان مومنوں کے علاوہ کوئی (اپنے حق

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن قیم ص ۱۱۸ تا ۱۲۱۔

(۲) سورۃ المومن ۷ تا ۹۔

میں) اس دعا کی قبولیت کی خواہش نہ کرے(۱)۔

(۲۵/۶) گناہ خود فراموشی کا باعث ہے نیز اللہ عزوجل کے اپنے بندے کو بھلا دینے کا سبب ہے اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو بھلا دیتا ہے تو یہ ہلاکت کی وہ منزل ہوتی ہے جس سے نجات کی کوئی امید نہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا الله إن الله خبیر بما تعملون، ولا تکونوا کالذین نسوا الله فأنساهم أنفسهم أولئک هم الفاسقون﴾ (۲)۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا اور ایسے ہی لوگ فاسق ہوتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کا تقویٰ ترک کر دیتا ہے وہ اس کا معاملہ اس طرح کرتا ہے کہ اسے اس کی ذات یعنی اس کی مصلحتوں اور اسے اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی چیزوں نیز ابدی زندگی اس کی لذت کا کمال، فرح و سرور اور اس کی نعمت کو واجب کرنے والی چیزوں سے غافل کر دیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت، خوف اور اپنے حکم کی بجا آوری سے غافل ہونے کی جزا کے طور پر ان چیزوں سے غافل کرتا ہے، چنانچہ آپ گنہ گار کو پائیں گے کہ وہ اپنی ذاتی مصلحتوں کو ضائع و پامال کرنے والا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنے ذکر سے غافل کر دیتا ہے تو وہ اپنی خواہشات نفسانی کا اسیر ہو جاتا ہے اس کی دنیوی و اخروی مصلحتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی ابدی سعادت کے حصول میں کوتاہی کرتا ہے، اور مصنوعی لذت کے عوض اسے تبدیل کر دیتا ہے وہ محض ایک جلد فنا ہونے والا ساز و سامان ہوتا ہے جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی، جیسا کہ کہا گیا ہے:

---

(۱) دیکھئے: آداب القتال لمن ینال من العلماء والصالحین، ابن القیم، ص ۱۱۹-۱۲۰۔

(۲) سورۃ الحشر: ۱۸-۱۹۔

أحلام نوم أو كظل زائل إن اللبيب بمثلها لا يخدع

(یہ) جھوٹے خواب یا دھوکے چھاؤں کی مانند ہیں، دانشمند اس طرح کی چیزوں سے فریب نہیں کھاتا۔

اور سب سے بڑی سزا بندے کا اپنے نفس کو بھلا دینا، پامال کر دینا، اس کے نصیبہ اور اللہ کی جانب سے اس کے معاون کو ضائع کر دینا، نیز دھوکہ، ذلت و رسوائی اور حقیر و کمتر قیمت کے عوض اسے فروخت کر دینا ہے، چنانچہ بندہ (گنہگار) ایسی چیز کو ضائع کر دیتا ہے جس سے اسے بے نیازی اور جس کا کوئی عوض ہی نہیں ہے (شاعر کہتا ہے):

من كل شيء إذا ضيعته عوض وما من الله إن ضيعته عوض

ہر چیز کو جسے آپ ضائع کر دیں (کھو دیں) کوئی نہ کوئی عوض ہوتا ہے، (لیکن) اگر آپ اللہ کو ضائع کر دیں تو اس کا کوئی عوض نہیں۔

چنانچہ اللہ عزوجل اپنے سوا ہر چیز کا عوض عطا فرماتا ہے، اور کوئی بھی شے اس (اللہ) کا عوض عطا نہیں کر سکتی (۱)۔

(۲۰/۷) گناہ گنہگار کو احسان کے دائرہ سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ گناہوں کا انجام یہ ہے کہ وہ گنہگار کو محسنین کے ثواب سے محروم کر دیتا ہے، اس لئے کہ جب دل میں احسان ہوتا ہے تو وہ اسے گناہوں سے روکتا ہے، کیونکہ محسن اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور عبادت کا یہ وصف بندہ اور اس کے گناہ کے ارادہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے چہ جائے کہ وہ گناہوں میں واقع ہو (۲)۔

(۲۰/۸) گناہ مومنوں کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے، اور جس سے مومنوں کا ثواب اور ان سے اللہ کا حسن دفاع فوت ہو جائے تو سمجھو کہ اس سے وہ ساری بھلائی فوت ہو گئی جسے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب (قرآن) میں ایمان پر مرتب فرمایا ہے، اور وہ تقریباً خیر و بھلائی کی سو خصلتیں ہیں، ان میں سے ہر خصلت دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے، چند خصلتیں درج ذیل ہیں:

(الف) اجر عظیم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، یا الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ۳/۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۹۸۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق، ۳/۱۲۶۔

﴿وسوف يؤتي الله المؤمنين أجراً عظيماً﴾ (۱)۔

عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔

(ب) ان سے دنیا و آخرت کی برائیاں دور کرنا: ارشاد باری ہے:

﴿إن الله يدافع عن الذين آمنوا﴾ (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔

(ج) ان سے اللہ کی دوستی اور اللہ تعالیٰ جسے اپنا دوست رکھتا ہے اسے ذلیل نہیں کرتا، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿الله ولي الذين آمنوا﴾ (۳)۔

اللہ ایمان والوں کا ولی اور دوست ہے۔

(د) ان کے لئے درجات، بخشش اور باعزت روزی ہے۔

﴿لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم﴾ (۴)۔

ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجات، بخشش اور باعزت روزی ہے۔

(ھ) ان کے لئے اللہ کی معیت (ساتھ) ارشاد باری ہے:

﴿وأن الله مع المتقين﴾ (۵)۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

(و) دنیا و آخرت میں رفعت و سربلندی: ارشاد ہے:

﴿يرفع الله الذين آمنوا والذين أوتوا العلم درجات﴾ (۶)۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان لانے والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔

---

(۱) سورۃ نساء: ۱۴۶۔

(۲) سورۃ حج: ۳۸۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۵۷۔

(۴) سورۃ الانفال: ۴۔

(۵) سورۃ الانفال: ۱۹۔

(۶) سورۃ المجادلہ: ۱۱۔

(ز) عزت اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون﴾ (۱)۔

عزت تو صرف اللہ، اس کے رسول (ﷺ) اور مومنوں ہی کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

(ح) اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے دو حصے اور ایک ایسا نور عطا فرمائے گا جس میں وہ چلیں گے اور ان کے گناہوں کی بخشش فرمائے گا (۲)۔

(ط) خوف کی شدت (قیامت) کے روز انہیں خوف سے امن و سکون عطا فرمائے گا، ارشاد الٰہی ہے:

﴿فمن آمن و أصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾ (۳)۔

جو لوگ ایمان لائے اور اصلاح کی انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(ی) قرآن ان کے لئے ذریعہ ہدایت اور شفاء ہے، ارشاد ہے:

﴿قل ھو للذین آمنوا ھدیً وشفاء والذین لا یؤمنون فی آذانھم وقر وھو علیھم عمیً أولئک ینادون من مکان بعید﴾ (۴)۔

آپ کہہ دیجئے! کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ایمان دنیا و آخرت میں ہر طرح کی بھلائی کے حصول کا سبب ہے اور دنیا و آخرت کی ہر برائی کا سبب ایمان سے محرومی ہے، چنانچہ بندے کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جو اس کے لئے دنیا و آخرت میں خسارے کا سبب ہو کیونکہ گناہوں پر اصرار کرنا دلوں پر زنگ چڑھ جانے کا سبب ہے، اور اس پر برقرار رہنے سے اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ وہ کہیں ایسی چیز کا ارتکاب نہ کر بیٹھے جو

---

(۱) سورۃ المنافقون: ۸۔

(۲) دیکھئے سورۃ الحدید: ۲۸۔

(۳) سورۃ الانعام: ۴۸۔

(۴) سورۃ حم السجدۃ: ۴۴۔

اسے ایمان سے مکمل طور پر خارج کر دے' اسی بنیاد پر سلف صالحین (گناہوں سے) بہت زیادہ ڈرتے تھے، بعض سلف کا قول ہے: "تم گناہوں سے ڈرتے رہو اور میں کفر سے ڈرتا ہوں" (۱)۔

(۹/۲۸) گناہ بندے اور اس کے رب کے درمیان قطع تعلق پیدا کرتا ہے' اور جب بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو اس سے بھلائی کے سارے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور برائی کے تمام اسباب جڑ جاتے ہیں، چنانچہ جس سے بھلائی کے سارے اسباب منقطع ہو گئے ہوں نیز اس کے اور اس کے آقا و مولا جس سے اسے پل بھر کے لئے بھی بے نیازی نہیں' کے درمیان سے واسطے ٹوٹ گئے ہوں اس کے لئے کیسی کامیابی' کون سی امید اور کیسی زندگی؟ (۲)۔

(۱۰/۲۹) گناہ گنہگار کو شیطان کا اسیر' اس کی شہوت کا غلام اور اس کی نفسانی خواہشات کا قیدی بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے (سب سے) بڑے دشمن کی قید میں ہو اس سے زیادہ بدحال قیدی کوئی نہیں' نہ خواہشات کی بندش سے تنگ کوئی بندش ہے اور نہ ہی شہوت کی قید سے بڑا شیطان کی کوئی قید و بند' چنانچہ جو دل کسی کی قید و بند میں ہو وہ اللہ اور دار آخرت کی طرف کیسے چل سکتا ہے؟ واللہ المستعان (۳)۔

(۱۱/۳۰) گناہ گنہگار کو سافلین (نیچے اور پست طبقے والوں) میں سے بنا دیتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو دو طرح سے پیدا فرمایا ہے: علیہ (اونچے اور بلند طبقے والے) اور سفلہ (نیچے اور پست طبقے والے)' اور علیہ کا ٹھکانہ علیین بنایا ہے اور سفلہ کا ٹھکانہ پست کر دیا ہے (سافلین بنایا ہے)' نیز اپنے اطاعت گزاروں کو دنیا و آخرت میں سربلندی عطا فرمائی ہے اور اپنے نافرمانوں کو دنیا و آخرت میں ذلت و پستی کی تہوں میں ڈال دیا ہے (۴)۔

(۱۲/۳۱) گناہ کرامت و بزرگی کو ختم کر دیتا ہے' گناہوں کا انجام اللہ عزوجل کے نزدیک قدر و منزلت اور بزرگی کا گر جانا بھی ہے' کیونکہ اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے باعزت شخص وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو (۵) اور سب سے زیادہ قریب قدر و منزلت والا وہ ہے جو اس کا سب سے زیادہ اطاعت

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی لابن القیم ص ۱۳۹ و ۱۴۲ و ۱۴۳۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی لابن القیم ص ۵۵ و ۱۳۹ و ۱۴۰۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق ص ۶۵۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی لابن القیم ص ۱۰۱۔

(۵) ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [سورۃ الحجرات: ۱۳]۔

گزار ہو اللہ کی اطاعت کے مطابق ہی اللہ کے نزدیک کسی بندے کا مقام و مرتبہ ہوتا ہے، جب بندہ اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اللہ کی نگاہ سے گر جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے بندوں کی نگاہ سے بھی گرا دیتا ہے، اور جب مخلوق کے درمیان اس کا کوئی مقام و مرتبہ اور وزن نہیں ہوتا ہے تو وہ اسی حساب سے اس سے معاملہ بھی کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ گمنامی، بے قدری اور خستہ حالی کے درمیان بڑی بری زندگی گزارتا ہے نہ اس کا کوئی احترام ہوتا ہے، نہ ہی فرحت و مسرت، کیونکہ گمنام اور بے قدر و قیمت ہونا ہر طرح کے غم و غم اور حزن و ملال کا سبب ہوتا ہے، جس میں خوشی و مسرت کا کوئی تصور ہی نہیں، جبکہ اطاعت شعار بندے پر اللہ کی سب سے عظیم نعمت یہ ہے کہ دونوں جہاں میں اس کا ذکر بلند کر دے اور اس کی قدر و قیمت بڑھا دے(۱)۔

(۳۲/۱۳) گناہگار سے اللہ کی نفرت و کراہت، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿واللہ لا یحب کل کفار اثیم﴾ (۲)۔

اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہگار سے محبت نہیں کرتا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا﴾ (۳)۔

بیشک اللہ تعالیٰ کسی بھی خیانت کرنے والے گناہگار سے محبت نہیں کرتا۔

(ج) جسم پر گناہوں کے اثرات:

گناہگار کے جسم پر بھی گناہوں کے کچھ اثرات ہوتے ہیں، بطور مثال چند اثرات حسب ذیل ہیں:

(۳۳/۱) شرعی سزائیں: اگر گنہگار کو سابقہ سزاؤں سے کوئی خوف و دہشت نہ ہو اور وہ اپنے دل پر ان کا کوئی اثر نہ پائے تو اسے چاہئے کہ وہ جرائم پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی متعین کردہ سزاؤں اور عقوبتوں کی طرف دیکھے (ان سے عبرت حاصل کرے) جو حدود، کفارے اور تعزیری سزائیں ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ابن قیم ص ۱۵۱۔

(۲) سورۃ البقرۃ ۲۷۶۔

(۳) سورۃ النساء ۳۶۔

حدود:

جیسے مرتد کا قتل، زنا، ڈکیتی، چوری، تہمت تراشی اور شراب خوری وغیرہ کی حدیں۔

یہ حدود (حدیں) پانچ ضروریات کی حفاظت کرتی ہیں:

دین، جان، نسل، عقل اور مال۔

اللہ عزوجل نے محض ان پانچ ضروریات کی حفاظت ہی کے لئے یہ حدیں مشروع فرمائی ہیں۔

کفارے:

یہ قتل خطا، ظہار(۱) اور رمضان کے دن، حالت احرام، ایام حیض و نفاس وغیرہ میں بیوی سے ہمبستری کر لینے اور قسم کے کفارے ہیں۔

تعزیرات (تعذیبی سزائیں):

یہ سزائیں مسلمان حاکم کی صوابدید پر مبنی ہیں، وہ ان کے ذریعہ زجر و توبیخ کرتا ہے(۲) تعذیبی سزائیں حدود کے درجہ تک نہیں پہنچتیں، الا یہ کہ جرم بہت سنگین ہو تو تعزیر قتل تک بھی پہنچ سکتی ہے، اور یہ تمام چیزیں حاکم کی خواہش نفس کے مطابق نہیں بلکہ شرعی قواعد کے مطابق ہیں(۳)۔

(۳/۳۴) تقدیری سزائیں: اس کی دو قسمیں ہیں:

دل و جان پر، اور جسم و مال پر۔

دل و جان کو ہونے والی تقدیری سزائیں وہ وجودی آلام و مصائب ہیں جن سے دل دوچار ہوتا ہے، نیز ان

---

(۱) "ظہار" ظہر سے ماخوذ ہے جس کے معنی پشت کے ہوتے ہیں، اصطلاح میں ظہار اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو، یا یہ کہے کہ میں نے کسی کی بھی پشت کی طرح ہے، اور کہنے والے پر یا ترتیب یہ کفارے لازم ہوتے ہیں: ۱- ایک غلام آزاد کرنا، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ۲- مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ۳- ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، کھانے کی ادائیگی کے بعد وہ اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کر سکتا۔ (مترجم)

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء المطبق للدواء المعروف بالجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح (۱۱۸/۱۲).

(۳) جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ حاکم کو تعزیر کا اختیار ہے، (الشرح الممتع ۱۴/۲۱۱، نیز ۲۵۵) جس میں وہ آزاد شخص کی اہانت کرنے اور اس کی توہین کرنے والے کے بارے میں جیسا کہ مناسب سمجھے، اجتہاد کی قدر اور زجر (۱۳۶) کا ملاحظہ فرمائیں۔

سواد کو کاٹ دیتا ہے جس پر اس کی زندگی اور صلاح و درستگی کی بنیاد قائم ہے، اور جب یہ سواد اس سے کاٹ دیے جائیں گے تو دل ان کے برعکس چیزوں سے دوچار ہوگا۔

جسموں پر قدری سزاؤں کی دو قسمیں ہیں:

دنیا کی قدری سزائیں اور آخرت کی قدری سزائیں۔

مقصود یہ ہے کہ گناہوں کی سزائیں دو طرح کی ہوتی ہیں، شرعی سزائیں اور قدری سزائیں اور یہ سزائیں یا تو دل پر ہوتی ہیں یا جسم پر، یا دل و جسم دونوں پر اور کچھ سزائیں مرنے کے بعد برزخی زندگی میں اور کچھ جسموں کے حشر کے دن ہوں گی (۱)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قدری سزائیں انسان کو اس کے دین یا دنیا یا دین و دنیا دونوں میں لاحق ہونے والے نقص، مصیبتیں اور آلام و مصائب کی دیگر تمام قسموں اور شکلوں کے ذریعہ ابتلاء و آزمائش ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں:

ایک وہ جو بلندیٔ درجات کے لئے ہوتی ہیں، دوسرے وہ جو گناہوں کی معافی کے لئے ہوتی ہیں اور تیسرے وہ جو انسان پر اس کے ظلم و سرکشی اور اپنے رب کی نافرمانی کی سزا کے طور پر ہوتی ہیں۔

یہ آخری درجہ جرم و گناہ کے اعتبار سے مسلم و کافر دونوں کو شامل ہے (۲)۔

(۳۵/۳) گناہ جسم کو کھوکھلا کر دیتے ہیں: کیونکہ مومن کی اصل قوت اس کے دل میں ہوتی ہے، جس قدر اس کے دل میں قوت پیدا ہوگی اسی قدر اس کا جسم بھی قوی تر ہوگا، رہا فاسق و فاجر شخص تو وہ اگرچہ جسمانی طور پر طاقتور کیوں نہ ہو لیکن ضرورت کے وقت کمزور سے کمزور تر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی طاقت و قوت اس کے نفس کی شدید ضرورت کے وقت اس کی خیانت کر جاتی ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فارس و روم کی جسمانی قوت پر غور کرو کہ کس طرح شدید ضرورت کے مواقع پر ان کی قوت نے انہیں دھوکا دے دیا، اور اہل ایمان نے اپنی جسمانی و قلبی قوت (ایمان) کے بل بوتے انہیں تہس نہس کر دیا" (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۸۰، ۱۳۲۔

(۲) دیکھئے: الداء والدواء، والفوائد المجموعۃ، لابن القیم، المطبع ص ۸۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۰۔

(د) روزی پر گناہوں کے اثرات:

(۳۶/۱) گناہ روزی سے محروم کر دیتے ہیں: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی گناہ کے سبب انسان روزی سے محروم ہو جاتا ہے، اور جس طرح اللہ کا تقویٰ حصول رزق کا ذریعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحتسب﴾ (۱)۔

جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے سبیل نکال دیتا ہے اور اسے اس کی جگہ سے روزی عطا فرماتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

اسی طرح اللہ کے تقویٰ کا ترک کرنا فقر وفاقہ کا سبب ہے نبی (مذکورہ) آیت کریمہ کا مفہوم ہے، کیونکہ جو شخص اللہ کا تقویٰ نہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے نہ سبیل بنائے گا اور نہ ہی اسے اس کی جگہ سے روزی ہی عطا کرے گا جس کا اسے وہم وگمان بھی نہ ہو، اور گناہوں کے ترک کی طرح حصول رزق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے (۲)۔

(۳۷/۲) گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں: گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں اور عذاب اتارتے ہیں، بندے سے جو بھی نعمت زائل ہوتی ہے یا اس پر جو بھی عذاب اترتا ہے وہ گناہ ہی کے سبب ہوتا ہے، جیسا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا: "ہر مصیبت گناہ ہی کے سبب نازل ہوتی ہے اور ہر مصیبت توبہ ہی سے ختم ہوتی ہے" (۳)، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير﴾ (۴)۔

تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورہ الطلاق: ۲، ۳۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ابن القیم، ص ۱۲۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ابن القیم، ص ۱۳۔

(۴) سورہ الشوریٰ: ۳۰۔

﴿ذلک بأن اللہ لم یک مغیراً نعمۃ أنعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بأنفسہم﴾ (۱)۔

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کردہ نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل لے، وہ اس طور پر کہ اللہ کی اطاعت کو نافرمانی سے، شکر کو ناشکری سے، رضا و خوشنودی کے اسباب کو نیز و غضب کے اسباب سے بدل لے، جب وہ (اپنی حالت) بدلتا ہے تو اس کی نعمت بھی برابر سرابر بدلے کے طور پر بدل دی جاتی ہے، اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اگر بندہ گناہ کو اطاعت سے بدل دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عافیت کے بدلے سزا اور عزت کے بدلے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بأنفسہم وإذا أراد اللہ بقوم سوء اً فلا مرد لہ وما لہم من دونہ من وال﴾ (۲)۔

کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ ہٹا نہیں کرتا اور اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إذا کنت في نعمۃ فارعہا ... فإن المعاصي تزیل النعم

وحطہا بطاعۃ رب العباد ... فرب العباد سریع النقم (۳)

جب تم کسی نعمت میں ہو تو اس کی دیکھ ریکھ (حفاظت) کرو کیونکہ گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں، اور ان (گناہوں) کو بندوں کے رب کی اطاعت کے ذریعہ مٹاؤ کیونکہ بندوں کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے۔

---

(۱) سورۃ الانفال: ۵۳۔

(۲) سورۃ الرعد: ۱۱۔

(۳) الجواب الکافی لمن یسأل عن الدواء الشافی (الداء والدواء) ص: ۱۴۱۔

(۳/۳۸) گناہ مال کی برکت کو ختم کر دیتے ہیں اور کبھی تو کلی طور پر مٹا دیتے ہیں اسی میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنی خرید و فروخت میں جھوٹ بولے گا اور سامانوں کے عیوب چھپائے گا سزا کے طور پر اس کی برکت ختم کر دی جائے گی، چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"البیعان بالخیار مالم یتفرقا فإن صدقا وبینا بورك لهما في بیعهما وإن كتما وكذبا محقت بركة بیعهما"(۱)۔

خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہے جبتک دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، اگر دونوں سچ سچ بولیں گے اور معاملات واضح رکھیں گے تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی اور اگر دونوں چھپائیں گے اور جھوٹ بولیں گے تو دونوں کی خرید و فروخت کی برکت مٹا دی جائے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"من أخذ أموال الناس یرید أداءها أدى الله عنه، ومن أخذها یرید إتلافها أتلفه الله"(۲)۔

جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی ادائیگی کے اسباب مہیا فرمائے گا اور جو اسے ضائع و برباد کرنے کی نیت سے لے گا اللہ اسے ضائع کر دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگوں کا مال ادا کرنے (لوٹانے) کی غرض سے لے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا میں فراخی و کشادگی پیدا کرے اس پر اس کی ادائیگی آسان کر دے گا، یا اس کی جانب سے قیامت کے روز اس کا خسارہ دور ہو جائے گا اور جو لوگوں کا مال ہڑپ کرنے کی نیت سے لے گا اس کی معیشت اور مال و دولت میں تباہی واقع ہو جائے گی، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے(۳)۔

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ۱۷ إذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا، ۳/۱۱۲، حدیث نمبر (۲۰۷۹)، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب الصدق في البیع والبیان، ۳/۱۱۶۴، حدیث نمبر (۱۵۳۲)۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب من أخذ أموال الناس یرید أداءها أو إتلافها، ۳/۱۱۳، حدیث نمبر (۲۳۸۷)۔

(۳) دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح بخاری، لابن حجر، ۵/۵۴۱۔

(ھ) فرد پر گناہوں کے عام اثرات:

(۳۹/۱) گناہ عمر، روزی، علم، عمل اور طاقت کی برکتیں مٹا دیتا ہے، اور مجموعی طور پر دین و دنیا کی ساری برکتیں ختم کر دیتا ہے، چنانچہ آپ اللہ عزوجل کے نافرمان سے بڑھ کر زندگی اور دین و دنیا میں بے برکت شخص کسی کو نہ پائیں گے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض﴾ (۱)۔

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

چنانچہ گناہ ہر چیز کی برکت کو مٹانے کا سبب ہیں، لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ گناہوں سے دور بھاگے تاکہ اسے اپنے دین اور دنیا میں برکت حاصل ہو (۲)۔

(۴۰/۲) گناہ مذمت و برائی کا سبب ہیں، کیونکہ گناہوں کی تباہ کاریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ گناہ گار کی ذات سے مدح و ستائش اور شرافت کے نام چھین کر رذالت و خواری اور مذمت کے نام چسپاں کر دیتے ہیں، چنانچہ اس سے مومن، نیکوکار، محسن، متقی، اطاعت گزار، ولی، زاہد، صالح، عابد اور اچھا وغیرہ جیسے نام سلب کر کے بدکار، گنہ گار، مخالف، بدفساد، کمینہ، جھوٹا، خائن، قطع تعلق کرنے والا، دھوکے باز اور فاسق و فاجر جیسے اسماء سے موسوم کر دیتا ہے، اگر گناہ کی تباہ کاری صرف اسی حد تک ہو کہ وہ گنہ گار کو ان بدترین القاب اور اسماء سے واجب کرنے والی اشیاء کا مستحق بنا دیتا ہے تو (اسے سے بھی) عقل ان سے روکنے کی باعث ہے، واللہ المستعان (۳)۔

(۴۱/۳) گناہ انسان پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیتے ہیں، یہ گنہ گار پر گناہوں کی سزاؤں میں سے ہے، چنانچہ (گناہ) اذیت، گمراہ گری، وسوسہ، ڈرانے، غمگین کرنے اور جس چیز میں اس کی مصلحت ہو اس سے غافل کرنے کے ذریعہ شیطانوں کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں، اسی طرح اس کے حاضر اور غائب ہونے کی صورت

---

(۱) سورۃ الاعراف ۹۶۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۲۵۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۲۶۔

میں ان تمام چیزوں کے ذریعہ جن سے انسانی شیاطین کو اسے اذیت پہنچانا ممکن ہوتا ہے اس پر مسلط کر دیتے ہیں، نیز اس پر اس کے اہل و عیال، خدمتگاروں، اولاد اور اس کے ہمسایوں کو اس کے خلاف جرئی بنا دیتے ہیں، گناہوں کی قباحت کے لئے یہی کافی ہے، واللہ المستعان (۱)۔

(۴۴/۴) گناہ بندے کو اپنے نفس کے سامنے کمزور کر دیتا ہے، یہ گناہوں کی سب سے بڑی تباہی ہے، کیونکہ جب بندہ اپنے نفس (پر قابو پانے) کا سخت حاجتمند ہوتا ہے تو وہ اس کی خیانت کرتے ہیں، کیونکہ ہر شخص کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو چیز اس کے لئے اس کی دنیا و آخرت میں نفع بخش اور ضرر رساں ہو اس کی معرفت حاصل کرے، اور لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا شخص وہ ہے جو ان تمام چیزوں کی تفصیلی معرفت ہو، اور گناہ اس علم و معرفت کے حصول اور دائمی بلند نصیبہ (خوش قسمتی) کو وقتی معمولی نصیبہ پر ترجیح دینے میں بندے کی خیانت کرتے ہیں، چنانچہ اسے اس علمی کمال اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے جو چیز زیادہ نفع بخش اور مناسب و بہتر ہوتی ہے اس میں دلچسپی لینے سے روک دیتے ہیں۔ جب بندہ کسی برائی میں واقع ہوتا ہے اور اسے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے دل و جان اور اعضاء جسمانی اس کی خیانت کرتے ہیں، اور اس کی مثال اس آدمی کی سی ہوتی ہے جس کے پاس کوئی دشمن آکر وارد ہو اور وہ نیام میں اس طرح پیوست ہو کہ جب وہ اسے کھینچے تو وہ نہ نکلے، عین اسی موقع پر اسے جانی دشمن کا سامنا ہو جائے۔ اور جب وہ اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر رکھ کر اسے سونتنے کی کوشش کرے تو وہ نکلے ہی نہ اور انجام کار یہ ہو کہ دشمن اس پر قابو پا کر اس کا کام تمام کر دے، یعنیہ اسی طرح دل پر گناہوں کا زنگ چڑھ جاتا ہے اور مرض میں لت پت ہو جاتا ہے اور جب بندہ کو دشمن کے مقابلہ کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے اس سے کوئی سہارا نہیں ملتا، بندہ تو اپنے دل ہی سے مقابلہ کرتا ہے اعضاء و جوارح دل کے تابع ہوتے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ بندہ جب کبھی پریشانی یا مصیبت یا آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا دل، زبان اور اس کے اعضاء اس کے حق میں مفید ترین شے سے اسکی خیانت کرتے ہیں، چنانچہ اس کا دل اللہ پر توکل، اس کی طرف رجوع و انابت اور اس کے سامنے تواضع و انکساری کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا، اس کی زبان اللہ کے ذکر کے لئے راضی نہیں ہوتی، اور اگر وہ اپنی زبان سے اللہ کا ذکر بھی کرتا ہے تو دل و زبان کو اکٹھا نہیں کر پاتا (اخلاص نہیں

(۱) دیکھئے حوالہ سابق، ص ۱۲۶۔

اپنا تا ہے) ایسی صورت میں وہ غافل و بے توجہ دل سے اللہ کا ذکر کرتا ہے، اور اگر وہ اپنے اعضاء سے کسی نیکی کے ذریعہ تعاون چاہتا ہے تو وہ اس سے دور بھاگتے ہیں اس کی تابعداری نہیں کرتے، یہ تمام چیزیں گناہوں اور نافرمانیوں کے اثرات ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر ایک خوفناک اور تباہ کن امر یہ ہے کہ گنہگار کا دل اور زبان جانکنی اور اللہ کی طرف منتقلی کے وقت اسے دھوکہ دیں اور ایسا واقعات اس پر کلمہ شہادت کی ادائیگی بھی دشوار ہو جائے جیسا کہ لوگوں نے عالم جانکنی میں مبتلا ہونے والے بہت سے لوگوں پر اس قسم کی چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اس قسم کے بہت سے واقعات ذکر فرمائے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دانشمند شخص نے اپنی موت کے وقت کہا: "ایک فلس (روپیہ) اللہ کے لئے، ایک فلس اللہ کے لئے"، یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی، اور ایک تاجر سے اس کی موت کے وقت "لا الہ الا اللہ" کہنے کے لئے کہا گیا تو وہ کہنے لگا "یہ کلمہ سستا ہے یہ خریدنے کے لئے اچھا ہے" اور اسی حالت میں وفات پا گیا، اسی طرح ایک اور شخص کو "لا الہ الا اللہ" کی تلقین کی گئی تو اس نے کہا: "جب بھی میں یہ کلمہ کہنا چاہتا ہوں میری زبان ہی رک جاتی ہے" ان کے علاوہ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں (۱)، ہم اللہ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(۴۳/۵) مکر کرنے والے کے ساتھ اللہ کا مکر، دھوکے باز کے ساتھ اللہ کا دھوکہ، استہزاء و مذاق کرنے والے کے ساتھ اللہ کا استہزاء و مذاق اور حق سے مائل و منحرف کے دل کو اللہ کا مزید منحرف کر دینا، یہ ساری چیزیں گناہوں کی تباہیاں اور نقصانات ہیں، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں (۲)۔

(۴۴/۶) دنیا اور عالم برزخ میں تنگ زندگی اور آخرت میں عذاب، یہ ساری چیزیں گناہوں کی تباہیاں ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن أعرض عن ذكري فإن له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيامة أعمى﴾ (۳)۔

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا

---

(۱) دیکھئے الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۹۸ فما بعدہا۔

(۲) دیکھئے حوالہ سابق ص بالا۔

(۳) سورۂ طٰہٰ ۱۲۴۔

کر کے اٹھائیں گے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر جو ذکر نازل فرمایا ہے اس سے اعراض کرنے والوں کی زندگی دنیا، برزخ اور آخرت تمام جگہوں میں تنگ اور پریشان کن رہے گی، آنکھ کو ٹھنڈک دل کو سکون اور نفس کو اطمینان اس اللہ کی ذات سے مل سکتا ہے جو معبود برحق ہے اور اس کے سوا ہر معبود باطل ہے، چنانچہ جس کی آنکھ کو اللہ سے ٹھنڈک حاصل ہو جائے اس سے ہر آنکھ کو ٹھنڈک مل جائے گی اور جس کی آنکھ اللہ سے ٹھنڈی نہ ہوگی اس کا نفس دنیا پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے گھلتا پگھلتا اور کلیجے کو لگا ہوتا رہے گا(۱)۔

(۴۵/۷) گناہوں کے معاملات کی دشواری: یہ ان عظیم چیزوں میں سے ہے جن سے گنہگار دوچار ہوتا ہے، چنانچہ گنہگار جس معاملہ کی طرف بھی رخ کرتا ہے اسے اپنے خلاف بند یا دشوار گذار ہی پاتا ہے، جس طرح تقویٰ شعار کا معاملہ اللہ تعالیٰ آسان کر دیتا ہے اسی طرح جو اللہ کا تقویٰ ترک کر دیتا ہے اللہ اس کا معاملہ دشوار کر دیتا ہے، تعجب ہے کہ بندہ کیسے خیر و بھلائی کے سارے دروازے اپنے لئے بند اور اس کی راہیں دشوار گزار پاتا ہے اور اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ کیوں اور کیسے ہو رہا ہے؟(۲)۔

(۴۶/۸) گناہ عمر کم کر دیتا ہے اور اس کی برکت مٹا دیتا ہے، اور اس سے کوئی چارہ کار بھی نہیں، کیونکہ جس طرح نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح گناہ اور فجور سے عمر میں کمی پیدا ہوتی ہے، علماء کرام کا اس (کی تشریح) کے سلسلہ میں اختلاف ہے، ایک جماعت کہتی ہے کہ گنہگار کی عمر میں کمی کا مطلب اس کی عمر کی برکت کا ختم ہونا اور مٹ جانا ہے، یہ حق ہے اور یہ گناہوں کے بعض اثرات ہیں۔

اور ایک جماعت کہتی ہے کہ گناہ جس طرح رزق میں کمی پیدا کرتا ہے اسی طرح حقیقت میں عمر میں بھی کمی کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزی میں برکت کے بہت سے اسباب مہیا فرمائے ہیں جن سے اس میں اضافہ اور بڑھوتری ہوتی ہے، اور عمر میں برکت کے بہت سے اسباب بتائے ہیں جن سے اس میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے، جس طرح کچھ اسباب کی بنا پر عمر میں کمی ہوتی ہے اسی طرح چند اسباب کی بنا پر عمر میں اضافہ اور بڑھوتری ہونا ممتنع نہیں ہے، کیونکہ روزی، مدت زندگی، صحت و بیماری، مالداری و فقیری اگرچہ اللہ عزوجل کی

---

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۲۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۵۔

قضاوقدر سے متعین کردہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کچھ اسباب کی بنا پر جو اپنے مسببات کی مقتضی ہوتی ہیں جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے۔

ایک دوسری جماعت کہتی ہے: عمر کے کم کرنے میں گناہوں کی تاثیر اس اعتبار سے ہے کہ حقیقی زندگی دل کی زندگی ہے اور انسان کی عمر اس کی زندگی کی مدت ہے، چنانچہ اس کی عمر اللہ کی اطاعت میں گزری ہوئی زندگی کے اوقات ہیں اور یہی اس کی عمر کی گھڑیاں ہیں، چنانچہ نیکی، تقویٰ اور اطاعت سے ان اوقات میں اضافہ ہوتا ہے جو اس کی حقیقی عمر ہے جس کے سوا اس کی کوئی عمر ہی نہیں، اور جب بندہ اللہ سے اعراض کرتا ہے اور گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے تو اس کی حقیقی زندگی کے ایام ضائع ہو جاتے ہیں (۱)۔

(۹/۴۷) اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں سے گناہ گار کی ہیبت ختم کر دیتا ہے، یہ بھی گناہوں کی ایک تباہی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح گنہگار کا معاملہ معمولی اور حقیر و کمتر ہو جاتا ہے اسی طرح وہ خود بھی لوگوں (کی نگاہوں اور دلوں) میں کمتر اور حقیر ہو جاتا ہے، جس قدر بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے اس قدر لوگ بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اور جس قدر وہ اللہ سے ڈرتا ہے اسی قدر لوگ بھی اس سے ڈرتے ہیں اور جس قدر وہ اللہ اور اس کی حرام کردہ چیزوں کی تعظیم کرتا ہے اسی قدر لوگ بھی اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ کیسے بندہ اللہ کی حرمات کو پامال کرتا ہے اور اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ لوگ اس کی حرمتوں کو پامال نہ کریں؟ اور کیسے وہ اپنے اوپر اللہ کے حق کو حقیر سمجھتا ہے اور اللہ سے لوگوں کی نظروں میں حقیر نہ کرے گا؟ اور کیسے وہ اللہ کی نافرمانیوں کا استخفاف کرتا ہے اور مخلوق اس کا استخفاف و توہین نہ کرے گی (۲)، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن يهن الله فما له من مكرم﴾ (۳)۔

اور جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

(و) اعمال پر گناہوں کے اثرات:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض حالات میں اعمال بھی گناہوں سے متاثر ہوتے ہیں، چند مثالیں حسب

---

(۱) دیکھئے الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء القاتل، ابن القیم ص ۱۰۰۔

(۲) دیکھئے الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء القاتل، ابن القیم ص ۱۳۳۔

(۳) سورہ حج: ۱۸۔

ذیل ہیں:

(۱/۴۱۸) ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"لأعلمن أقواماً من أمتي يأتون يوم القيامة بحسنات أمثال جبال تهامة بيضاً، فيجعلها الله عز وجل هباءً منثوراً" قال ثوبان رضي الله عنه: يارسول الله صفهم لنا، جلهم لنا، أن لانكون منهم ونحن لا نعلم، قال: "أما إنهم إخوانكم ومن جلدتكم ويأخذون من الليل كما تأخذون، ولكنهم أقوام إذا خلوا بمحارم الله انتهكوها"(۱)۔

میں اپنی امت کے کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے مثل سفید نیکیاں لے کر آئیں گے، تو اللہ عزوجل انہیں بکھرے ہوئے ذرات کے مثل بنادے گا، ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں ان کا وصف بتادیجئے اور ان کی حالت ذرا واضح کر دیجئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے شعوری میں ہم بھی انہی میں سے ہو جائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! یہ تمہارے ہی بھائی ہوں گے اور تمہاری ہی قوم و نسل کے ہوں گے اور جس طرح تم رات میں عبادت کرتے ہو یہ بھی کریں گے، لیکن یہ ایسے لوگ ہوں گے کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو اللہ کی حرمتوں کو پامال کریں گے۔

میں کہتا ہوں: شاید ان لوگوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا ہوگا، یا کوئی ایسا عمل کیا ہوگا جو انہیں دین اسلام سے خارج کر دے، یا ان کے قرض خواہ ہوں گے جنہیں یہ ساری نیکیاں ادا کر دے دی جائیں گی، واللہ عزوجل اعلم۔

(۲/۴۱۹) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أتدرون من المفلس؟" قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال: "إن المفلس من أمتي يأتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الذنوب، ۲/۱۴۱۸، علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو سلسلہ الاحادیث الصحیحہ (۳/۱۵۱، حدیث نمبر ۱۰۵۵) اور صحیح ابن ماجہ (۲/۳۱۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

حسناته قبل أن يقضى ما عليه، أخذ من خطاياهم فطرحت عليه، ثم طرح في النار"(۱)۔

کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے درمیان مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ ہی کوئی سرمایہ، تو آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکاۃ لے کر آئے گا اور ساتھ ہی (یہ بدیاں بھی لے کر آئے گا کہ) اسے گالی دیا ہوگا، اس پر تہمت لگایا ہوگا، اس کا مال ناحق کھایا ہوگا، اس کا خون (ناحق) بہایا ہوگا، اسے مارا ہوگا، تو (نتیجہ میں) اس کی کچھ نیکیاں اسے دے دی جائیں گی، اور کچھ نیکیاں اسے دے دی جائیں گی، اور اگر اس کے ذمہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، تو ان کی بداعمالیاں (گناہ) اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا۔

ثانیاً: سماج و معاشرہ پر گناہوں کے اثرات:

معاشروں اور قوموں پر بھی گناہوں کے بڑے مہلک اثرات مرتب ہوتے ہیں، بطور مثال چند امور ذیل میں ہیں:

(۱/۵۰) گناہوں کے سبب امتوں (اور قوموں) کی تباہی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت کے تمام نقصانات گناہوں کے سبب ہی ہوتے ہیں، چنانچہ بابا آدم اور مائی حوا علیہما السلام کو جنت جیسی لذت، راحت اور فرحت و سرور کی منزل سے نکال کر آلام و مصائب اور حزن و ملال کی دنیا میں کس چیز نے ڈالا؟

ابلیس کو آسمان کی ملکوت سے کس نے نکالا، اور کس نے اسے راندۂ درگاہ کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے ظاہر و باطن کو مسخ کر کے اسے بدنما اور قبیح کس نے بنایا؟ اور کس جرم کی پاداش میں اس کی قربت کو دوری، رحمت کو لعنت، خوبصورتی کو بدصورتی، جنت کو بھڑکتی جہنم اور ایمان کو کفر سے تبدیل کر دیا گیا؟

اور کس چیز نے تمام زمین والوں کو غرقاب کیا یہاں تک کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں تک جا پہنچا؟

کس چیز نے قوم عاد پر طوفانی ہوا مسلط کی یہاں تک کہ اس نے انہیں سطح زمین پر مردہ کر کے پھینک دیا گویا کہ وہ کھجور کی کھوکھلی شاخیں ہوں؟ اور ان کے جن گھروں، کھیتیوں اور جانوروں سے بھی اس کا گزر ہوا اسے

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ۴/۱۹۹۷، حدیث نمبر (۲۵۸۱)۔

قید خانہ میں بند کر کے رکھ دیا، یہاں تک کہ وہ قیامت تک کی تمام قوموں کے لئے عبرت و نصیحت بن کر رہ گئے؟

کس چیز نے قوم ثمود پر چیخ بھیجی جس نے ان کے جسموں کے اندر ہی ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا اور ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہا؟

کس چیز نے انتہائی بڑی میں ملوث بستیوں کو اٹھایا یہاں تک کہ ان کے کتوں کی آواز فرشتوں نے سنی اور پھر انہیں پلٹ کر تہ و بالا کر دیا اور سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے، پھر ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی اور انہیں یک وقت کئی ایسی سزائیں دیں جسے ان کے علاوہ کسی اور قوم کو نہ دی، ان کی روش پر چلنے والوں کا بھی وہی حشر ہوگا، یہ چیز ظالموں سے کچھ دور نہیں؟

قوم شعیب (علیہ السلام) پر سایوں کی شکل میں بادل کا عذاب کس نے بھیجا اور جب بادل ان کے سروں کے بالمقابل ہوا تو وہ کیا آگ کی شکل میں ان پر برس پڑا؟

کس چیز نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرقاب کیا پھر ان کی روحیں جہنم میں منتقل کر دی گئیں، چنانچہ جسم غرقاب ہوئے اور روحیں جہنم رسید!!

قارون کو اس کے گھر، مال و دولت اور اہل و عیال سمیت کس چیز نے زمین میں دھنسا دیا؟

نوح علیہ السلام کے بعد کی قوموں کو کس چیز نے طرح طرح کے عذاب سے دوچار کر کے پوری طرح تباہ و برباد کر دیا؟

صاحب یٰسین کی قوم کو کس چیز نے چیخ کے عذاب سے دوچار کیا جس کے نتیجہ میں سب کے سب بجھی ہوئی آگ کی مانند ہو گئے، کسی کا نام و نشان تک باقی نہ رہا؟ (۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ تمام قوموں اور بستیوں کو جن چیزوں سے دوچار ہونا پڑا اور جس چیز نے انہیں ہلاک و برباد کیا وہ ان کے گناہوں کا نتیجہ تھا۔

(۲/۵۱) نعمتوں کا زوال، چنانچہ گناہ تمام قسم کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں، کیونکہ اللہ کی نعمتوں پر شکر یہ سے ان میں بڑھوتری اور اضافہ ہوتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإذ تأذن ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم إن عذابي لشديد﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۸۹-۹۲۔

(۲) سورۂ ابراہیم: ۷۔

اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں مزید عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور بندوں پر اللہ کی لاتعداد بے شمار نعمتیں ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها إن الله لغفور رحيم﴾ (۱)۔

اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وإن تعدوا نعمت الله لا تحصوها إن الإنسان لظلوم كفار﴾ (۲)۔

اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے بیشک انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

ان نعمتوں میں سے بطور شمار نہیں بلکہ بطور مثال چند نعمتیں درج ذیل ہیں:

(الف) ایمان کی نعمت، جو کہ مطلق طور پر سب سے عظیم نعمت ہے۔

(ب) مال اور رزق حلال کی نعمت۔

(ج) اولاد کی نعمت۔

(د) وطن میں امن وسکون کی نعمت۔

(ھ) جسمانی صحت وعافیت کی نعمت (۳)۔

شکر گزاری کے سبب ان مثل اور ان کے علاوہ دیگر نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہ و نافرمانی اور اللہ عزوجل سے اعراض کے سبب یہ نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں، یا ان میں کمی واقع ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ بندہ کو ان میں برکت سے نہیں نوازتا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير﴾ (۴)۔

تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں

---

(۱) سورۃ النحل: ۱۸۔

(۲) سورۃ ابراہیم: ۳۴۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی: ۱۱ ابن القیم رحمہ اللہ، والمعاصی وآثارھا السیئ، وابن الجوزی المسمیٰ: ص: ۱۴۱ تا ۱۵۰۔

(۴) سورۃ الشوریٰ: ۳۰۔

سے درگزر فرما دیتا ہے۔

(۳/۵۲) عام ہلاکت انگیز عذاب کا نزول، ان میں کچھ عذاب درج ذیل ہیں:

(الف) طاعون کا ظہور۔

(ب) ایسی بیماریوں کا نزول جن کا وجود گذشتہ قوموں میں نہ تھا۔

(ج) قحط سالی، اخراجات کی دشواری اور حاکم وقت کا ظلم وتشدد۔

(د) آسمان سے بارش کا روک دیا جانا، اور اگر مویشی نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی۔

(ھ) دشمنوں کا غلبہ وتسلط۔

(و) اللہ تعالیٰ ان میں خانہ جنگی کی وبا ڈال دے گا۔

چنانچہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"يا معشر المهاجرين خمس إذا ابتليتم بهن وأعوذ بالله أن تدركوهن: لم تظهر الفاحشة في قوم حتى يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعون والأوجاع التي لم تكن مضت في أسلافهم الذين مضوا، ولم ينقصوا المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين وشدة المؤونة وجور السلطان عليهم، ولم يمنعوا زكاة أموالهم إلا منعوا القطر من السماء ولولا البهائم لم يمطروا، ولم ينقضوا عهد الله وعهد رسوله إلا سلط الله عليهم عدواً من غيرهم فأخذوا بعض ما في أيديهم، وما لم تحكم أئمتهم بكتاب الله ويتخيروا مما أنزل الله إلا جعل الله بأسهم بينهم"(۱)۔

اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو، اور میں اللہ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان سے دوچار ہو، جس کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اسے علانیہ کرنے

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۲/۱۳۳۲، حدیث نمبر (۴۰۱۹)، نیز امام حاکم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے ۴/۵۴۰، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۲۰) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۶/۱، حدیث نمبر ۱۰۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

لگتے ہیں ان میں طاعون اور ایسے امراض پھیل جاتے ہیں جن کا وجود ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں میں نہ تھا، اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں وہ خشک سالی، اخراجات کی دشواری اور حاکم وقت کے ظلم وستم سے دوچار ہوتے ہیں، اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ نہیں ادا کرتے ہیں ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی، اور جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ سے ایک دشمن ان پر مسلط کر دیتا ہے جو ان کی بعض ملکیت پر قابض ہو جاتا ہے، اور جن کے بھی ائمہ و حکام اللہ کی کتاب سے فیصلہ نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی نازل کردہ شریعت سے اختیار نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان میں خانہ جنگی پیدا کر دیتا ہے۔

یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نشانی ہے کہ جو لوگ بھی ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ان ساری چیزوں سے بھی لامحالہ دوچار ہوئے اور اس کی واضح اور ظاہر باہر دلیل ایڈز (AIDS) کی بیماری ہے جس میں علانیہ فحش کار لوگ ملوث ہیں، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں (۱)۔

(۴/۵۳) بزدلی و پسپائی کا نزول، کیونکہ جس طرح اطاعت اور اللہ کی طرف توجہ اور اس سے لو لگانا نصرت و تائید اور فتح و غلبہ کا سبب ہے اسی طرح گناہ و معاصی اور اللہ عزوجل کے دین سے اعراض شکست و ریخت اور پسپائی کا سبب ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إذا لقيتم فئة فاثبتوا واذكروا الله كثيراً لعلكم تفلحون، وأطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصابرين، ولا تكونوا كالذين خرجوا من ديارهم بطراً ورئاء الناس ويصدون عن سبيل الله والله بما يعملون محيط﴾ (۲)۔

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف

---

(۱) دیکھئے: الفتن فی الملاحم وأول الزمان لابن حماد ص ۳۰۰۔

(۲) سورۃ الأنفال: ۴۵-۴۶۔

نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ان لوگوں جیسے نہ ہو جو اترائے ہوئے اور لوگوں میں خود نمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إنا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحياة الدنيا ويوم يقوم الأشهاد﴾ (۱)۔

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیوی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وكان حقاً علينا نصر المؤمنين﴾ (۲)۔

ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولينصرن الله من ينصره إن الله لقوي عزيز﴾ (۳)۔

جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبہ والا ہے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إن تنصروا الله ينصركم ويثبت أقدامكم، والذين كفروا فتعساً لهم وأضل أعمالهم﴾ (۴)۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا۔

---

(۱) سورۃ المؤمن: ۵۱۔

(۲) سورۃ الروم: ۴۷۔

(۳) سورۃ الحج: ۴۰۔

(۴) سورۃ محمد: ۷، ۸۔

چنانچہ ان اسباب کو اپنانا نصرت الٰہی کا سب سے عظیم سبب ہے اور انہیں ترک کر دینا شکست و ہزیمت اور دنیا و آخرت میں خسارے کا سب سے عظیم سبب ہے(۱)۔

(۵/۵۴) گناہ اور معاصی گذشتہ قوموں کی وراثت ہیں، لہٰذا مسلمان کو ظالموں سے گناہوں کا وارث ہونے سے بچنا چاہئے، چنانچہ لواطت (اغلام بازی) قوم لوط (علیہ السلام) کی اپنا حق بڑھا کر لینا اور کم کر کے لوٹانا قوم شعیب (علیہ السلام) کی، زمین میں فتنہ و فساد کے ذریعہ تکبر و سرکشی قوم فرعون کی اور تجبر اور جبر و تشدد قوم ہود (علیہ السلام) کی وراثت ہیں، چنانچہ گناہ گار (جو ان گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے) انہی اللہ کی دشمن قوموں کا لباس زیب تن کرتا ہے(۲)۔

(۶/۵۵) گناہوں کے اثرات حیوانات، درختوں، زمین اور تمام مخلوقات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

(۷/۵۶) گناہ و معاصی تیز روز قیامت اور جہنم کے عذاب کا سبب ہیں، ہم ان چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں(۳)۔

آٹھواں مسلک: علاج:

بلاشبہ بندوں کو نجات دینے والی کچھ چیزیں ہیں جو انہیں ہلاکتوں، جرائم اور مصیبتوں کے نازل ہونے کے بعد ان سے نجات دیتی ہیں اور مصیبتوں کے نزول سے قبل بھی نجات دلاتی ہیں اور دنیا و آخرت میں ان کے لئے سعادت و نیک بختی کا سبب ہیں، ان میں سے چند نجات دہندہ امور حسب ذیل ہیں:

اول: سچی خالص توبہ اور تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے استغفار، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وتوبوا إلى الله جميعاً أيها المؤمنون لعلكم تفلحون﴾ (۴)۔

اے مومنو! سب کے سب اللہ کی جانب توبہ کرو تاکہ فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہو۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے الوابل الصیب و رافع الکلم الطیب لابن قیم الجوزیہ ص ۵۳، ۵۴۔

(۲) دیکھئے الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی و مدارج السالکین لابن القیم ۱/۱۱۱۔

(۳) دیکھئے حوالہ سابق ص ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۳۵ و الوابل الصیب و رافع الکلم الطیب ص ۱۹۴، ۲۲۲۔

(۴) سورۃ النور: ۳۱۔

﴿یا أیها الذین آمنوا توبوا إلی الله توبة نصوحاً﴾ (۱)۔

اے مومنو! اللہ کی جانب سچی خالص توبہ کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل یا عبادي الذین أسرفوا علی أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله یغفر الذنوب جمیعاً إنه هو الغفور الرحیم﴾ (۲)۔

آپ کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے توبہ کی طرف سبقت کرنے والوں کی مدح وستائش فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿والذین إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن یغفر الذنوب إلا الله ولم یصروا علی ما فعلوا وهم یعلمون﴾ (۳)۔

جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کبھی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدی﴾ (۴)۔

اور بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔

توبہ کی بڑی عظیم الشان فضیلتیں ہیں جو توبہ کرنے والے کو حاصل ہوتی ہیں، بطور مثال چند فضائل

---

(۱) سورۃ التحریم: ۸۔

(۲) سورۃ الزمر: ۵۳۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۱۳۵۔

(۴) سورۃ طٰہٰ: ۸۲۔

حسب ذیل ہیں:

۱- توبہ کرنے والوں سے اللہ کی محبت، ارشاد باری ہے:

﴿إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾ (۱)۔

بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۲- بندہ کی توبہ سے اللہ عزوجل کی فرحت و مسرت، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لله أشد فرحاً بتوبة عبده حين يتوب إليه من أحدكم كان على راحلته بأرض فلاة فانفلتت منه وعليها طعامه و شرابه، فأيس منها فأتى شجرة فاضطجع في ظلها قد أيس من راحلته فبينما هو كذلك إذ هو بها قائمة عنده، فأخذ بخطامها ثم قال من شدة الفرح: اللهم أنت عبدي وأنا ربك، أخطأ من شدة الفرح" (۲)۔

جب بندہ اللہ کی جانب توبہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے بندے کی توبہ سے تم میں اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں اپنی سواری پر ہو اور یکایک وہ سواری اپنے کھانے پانی سمیت اس سے کھو جائے اور وہ اس سواری سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں آ کر لیٹ جائے اور ابھی وہ اسی حالت میں ہو کہ اچانک کیا دیکھے کہ اس کی سواری اس کے سامنے کھڑی ہے، چنانچہ وہ اس کی نکیل پکڑ کر بول پڑے اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، مارے خوشی کے غلطی کر جائے۔

۳- اللہ عزوجل کا گناہوں کو نیکیوں میں بدل دینا، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿والذين لا يدعون مع الله إلهاً آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاماً يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه

---

(۱) سورۂ بقرہ/ ۲۲۲۔

(۲) أخرجه في كتاب الدعوات، باب التوبة/ ۸۹ الحديث نمبر: (۶۳۰۹) وصحيح مسلم (طبع دار السلام) كتاب التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها/ ۲۱۰۴ الحديث نمبر: (۶۹۷۸)۔

مهاناً إلا من تاب و آمن وعمل صالحاً فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفوراً رحيماً﴾ (۱)۔

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہے گا سوائے ان کے جو توبہ کریں ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۔ تمام گناہوں سے سچی خالص توبہ کرنے والا دخول جنت سے سرفراز ہوتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً عسى ربكم أن يكفر عنكم سيئاتكم ويدخلكم جنات تجري من تحتها الأنهار يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه نورهم يسعى بين أيديهم وبأيمانهم يقولون ربنا أتمم لنا نورنا واغفر لنا إنك على كل شيء قدير﴾ (۲)۔

اے مومنو اللہ کی جانب سچی خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ایمان والوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

توبہ کی قبولیت کے لئے درج ذیل چند شروط اور ارکان کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) گناہ سے کلی طور پر باز آنا اور اسے ترک کر دینا۔

(ب) ہمیشہ ہمیش کے لئے اس (گناہ) کی طرف نہ پلٹنے کا پختہ عزم وارادہ کرنا۔

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۶۸ تا ۷۰۔

(۲) سورۃ التحریم: ۸۔

(ج) (سابقہ) گناہ کے ارتکاب پر ندامت وشرمساری۔

(د) اگر گناہ کسی آدمی کے حق میں ہو تو اس کے لئے ایک چوتھی شرط یا یوں کہا جائے تو بھی ہے: وہ یہ ہے کہ حقدار سے اس حق کو حلال کروالے اور حقوق لوٹا دے۔

غرغرہ کے وقت یا آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ نفع بخش نہیں ہوتا (۱)۔

دوم: خلوت وجلوت میں اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنا، اور وہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کی روشنی میں، اس کے ثواب کی امید کرتے ہوئے اس کی اطاعت کا عمل انجام دے، اور اللہ کی روشنی میں اللہ کے عذاب کا خوف کرتے ہوئے اس کی معصیت ونافرمانی ترک کردے اور اپنے اور اپنے رب کے غضب وناراضگی اور عذاب کے خوف کے درمیان بچاؤ کا ایک ایسا ذریعہ بنالے جو اسے اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھے (۲)۔

سوم: معروف (بھلائی) کا حکم دینا اور منکر (برائی) سے روکنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ (۳)۔

تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔

نیز آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقاباً من عنده ثم تدعنه فلا يستجيب لكم" (۴)۔

اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے منع

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین (۱/ ابن القیم) (۱/ ۲۶۱) (۲۶۲) وشرح النووی علی صحیح مسلم (۱۷/ ۵۹) (۱۰/ آداب) الشرح الممتع لابن عثیمین (۱۵/ ۲۸۵) (۱۵۶) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (۱۲/ ۱۹۵) (۵۱۸)۔

(۲) دیکھئے کتاب کا ص (۲۱۷) اور اس کا حاشیہ۔

(۳) سورۃ آل عمران (۱۰۴)۔

(۴) سنن الترمذی (کتاب الفتن، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (۴/ ۶۹) حدیث نمبر (۲۱۶۹) مسند احمد (اللفظ لہ) (۵/ ۳۸۸) (۲۳۸۹) علامہ البانی نے اسے صحیح سنن الترمذی (۲/ ۳۳۳) میں حسن قرار دیا ہے۔

کروگے، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی جانب سے عذاب بھیج دے پھر تم دعا کروگے تو تمہاری دعا بھی قبول نہ ہوگی۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فلما نسوا ما ذكروا به أنجينا الذين ينهون عن السوء وأخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون﴾ (۱)۔

تو جب وہ اس چیز کو بھول گئے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بری عادت سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

چہارم: تمام اعتقادات اور اقوال و افعال میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء و پیروی کرنا (۲)۔

پنجم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کی پناہ لینا:

۱۔۔۔ دعا پریشانی کے دور کرنے اور مطلوب کے حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے، لیکن کبھی کبھار یا تو دعا کی کمزوری کے سبب اس کا اثر نہیں ہو پاتا ہے، وہ اس طور پر کہ وہ علم و سرکشی کی دعا ہو جسے اللہ تعالیٰ پسند نہ فرمائے، یا دل کی کمزوری اور اس کے اللہ کی جانب متوجہ نہ ہونے کے سبب، یا دعا کی قبولیت سے کسی مانع کے سبب، جیسے حرام خوری، ظلم اور دلوں پر گناہوں کے زنگ لگ جانے نیز غفلت، چوک اور بے توجہی کا تسلط وغیرہ، اور یا تو مقبول دعا کے ثمرات کا نہ پائے جانے کے سبب (۳)۔

۲۔۔۔ دعا نفع بخش دواؤں میں سے ہے، وہ مصیبت کی دشمن ہے، مصیبت کو نزول سے پہلے ہٹاتی ہے اور اس کا علاج کرتی ہے، اور اس کے نزول کو روکتی ہے یا نزول کے بعد اس میں تخفیف کرتی ہے، اور وہ مومن کا ہتھیار ہے (۴)۔

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۶۵۔

(۲) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، لابن تیمیہ، تصحیح: حامد الفقی، ۵/۳۰۳، ۳۰۴۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۲، ۲۵۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۲، ۲۳۔

۳- معصیت کے ساتھ دعاء کے تین مراتب ہیں:

(۱) یہ کہ دعا معصیت سے زیادہ طاقتور ہو تو اسے دور ہٹا دے۔

(۲) یہ کہ دعاء معصیت سے کمزور تر ہو تو معصیت دعاء پر غالب آ جائے اور بندہ اس معصیت سے دوچار ہو جائے، لیکن کبھی کمزور ہونے کے باوجود بھی دعاء اس معصیت کو ہلکا کر دیتی ہے۔

(۳) یہ کہ دونوں میں پنجہ آزمائی ہو اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو روکنے کی کوشش کرے(۱)۔

چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل، فعلیکم عباد الله بالدعاء"(۲)۔

دعاء نازل شدہ اور متوقع النزول ہر دو مصیبتوں میں مفید ہے، لہٰذا اے اللہ کے بندو اللہ سے دعاء کیا کرو۔

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا یرد القضاء إلا الدعاء، ولا یزید في العمر إلا البـــــر"(۳)۔

قضاء وقدر کو دعاء ہی ٹال سکتی ہے، اور عمر میں نیکی سے ہی اضافہ ہو سکتا ہے۔

۴- دعاء میں الحاح وزاری سب سے نفع بخش علاج ہے، چنانچہ جب مسلمان دعا پر پل پڑتا ہے اس کا التزام اور اس کی پابندی کرتا ہے، اور قبولیت کے اوقات میں اسے دوہراتا ہے تو یہ دعا کی قبولیت سے سرفرازی کا سب سے عظیم سبب ہے(۴)۔

---

(۱) دیکھئے حوالہ سابق ص (۲۵/۱۳) ۲۵۶۔

(۲) مستدرک حاکم (۱/۴۹۳) دار الفکر، علامہ البانی نے اسے صحیح الجامع (۳/۱۵۱ حدیث نمبر: ۳۴۰۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) سنن ترمذی (ذکر دعوۃ النبی ﷺ کے ساتھ) کتاب القدر، باب لا یرد القدر إلا بالدعاء (۴/۴۴۹ حدیث نمبر (۲۱۳۹) اور فرمایا ہے کہ "یہ حدیث حسن غریب ہے"۔ نیز اسے حاکم نے بھی اسی سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ (ثوبان رضی اللہ عنہ سے) روایت کیا ہے (۱/۴۹۳) اور صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ شیخ البانی نے اسی حدیث کو حاکم (و ثوبان رضی اللہ عنہ) ابن ماجہ (حدیث نمبر: ۹۰۴۴) اور مسند احمد (۵/۲۷۷) میں موجود اس حدیث کے شواہد کے سبب سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱/۹۰ حدیث نمبر: ۱۵۴) اور صحیح سنن ترمذی میں حسن قرار دیا ہے۔

(۴) دیکھئے الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۲۵، وثمرۃ الدعاء وصنوف الإجابۃ، سلف ص ۵۵۱۔

۵- دعا کی آفتیں: دعا کی ان آفتوں میں سے جو دعا اس کے اثرات مرتب ہونے سے مانع ہوتی ہیں یہ (بھی) ہے کہ بندہ جلدی مچائے اور قبولیت میں تاخیر محسوس کرنے لگے اور نا امید ہو کر (حسرت کرتے ہوئے) دعا کرنا ترک کر دے ایسے شخص کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کوئی بیج بوئے یا پودا لگائے اور اس کی خوب دیکھ بھال کرے اور اس کی آبیاری کرے، اور پھر اس کے پنپتے ہوئے اور درجہ کمال تک پہنچنے میں تاخیر محسوس کر کے اسے ترک کر دے اور اسے یونہی ضائع و برباد کر دے (۱)۔

۶- دعا کی قبولیت کے اوقات بہت ہی اہم ہیں دعا کرنے والے کو چاہئے کہ اپنی دعا کے لئے ان اوقات کا اہتمام کرے دعا کی قبولیت کے کچھ اہم اوقات یہ ہیں:

رات کا آخری تہائی حصہ، اذان کے وقت، اذان اور اقامت کے درمیان، فرض نمازوں کے بعد، جمعہ کے روز امام کے منبر پر چڑھنے سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک اور جمعہ کے روز عصر کے بعد کی ساعت، چنانچہ اگر ان اوقات میں دل حاضر ہو گا اور رب سبحانہ وتعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع، تواضع و انکساری، ذلت، گریہ وزاری اور رقت قلبی پائی جائے گی، دعا کرنے والا قبلہ رو اور حالت طہارت میں ہو گا، اللہ کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے گا، پہلے اللہ کی حمد و ثنا اور پھر اللہ کے بندے و رسول محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھے گا اور اپنی ضرورت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے گا، پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر الحاح و زاری سے سوال کرے گا اور اللہ کے اسماء و صفات اور اس کی توحید کا وسیلہ تھام کرے گا نیز اپنی دعا سے پہلے صدقہ کرے گا تو یہ دعا کسی بھی صورت میں رد نہیں ہو سکتی (۲)۔

۷- وہ اہم ترین امور جن کا بندہ اپنے رب سے سوال کرتا ہے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بندہ کو اللہ سے اپنے دین و دنیا کے معاملات میں ہر اس امر کا سوال کرنا چاہئے جس کی اسے ضرورت ہو، کیونکہ تمام خزانے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، اللہ عزوجل جسے عطا کرنا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے نہ دینا چاہے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، نیز اللہ کو یہ چیز بہت محبوب ہے کہ اس سے سوال کیا جائے لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ اپنی ضرورت کی ہر چیز حتیٰ کہ اپنے جوتے کا تسمہ بھی اللہ ہی

---

(۱) دیکھئے: آداب الدعاء (الداء والدواء کا تتمہ) ص ۲۱ اور شروط الدعاء وموانع الاجابۃ از مؤلف کتاب، ص ۹۳۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدعاء ص ۲۸، ۲۹، وشروط الدعاء وموانع الاجابۃ از مؤلف کتاب، ص ۳۵ تا ۹۱۔

سے مانگے (ایسا) بندہ کو ان اہم اور عظیم ترین امور کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے جس میں اس کی حقیقی سعادت کا راز پنہاں ہے، ان میں سے نو اہم ترین امور حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور اصلاح کا سوال کرنا۔

۲- اللہ تعالیٰ سے تمام گناہوں کی بخشش و مغفرت کا سوال کرنا۔

۳- اللہ عزوجل سے جنت کا سوال کرنا اور اس سے جہنم سے پناہ مانگنا۔

۴- اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرنا۔

۵- اللہ عزوجل سے دین پر استقامت اور ثابت قدمی کا سوال کرنا۔

۶- اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دنیا و آخرت میں حسن انجام کا سوال کرنا۔

۷- اللہ تعالیٰ سے نعمت کی بہتات کا سوال کرنا اور اس سے نعمت کے زوال سے پناہ مانگنا۔

۸- اللہ تعالیٰ سے مصیبت کی قسم سے بدبختی کے ملنے سے برے فیصلے اور دشمنوں کی شماتت سے پناہ مانگنا۔

۹- اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرنا (۱)۔

میں اللہ عزوجل سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس عمل کو خالص اپنے رخ کریم کے لئے بنائے اور اسے میرے لئے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع بخش بنائے اور جس تک بھی یہ کتاب پہنچے اسے اس کے ذریعہ فائدہ پہنچائے، کیونکہ وہ سب سے بہتر ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

اللہ کی رحمت و ملائکہ اور برکت نازل ہو اس کے بندہ و رسول، اور اس کی مخلوق میں سب سے پسندیدہ ذات، ہمارے نبی، ہمارے امام اور ہمارے آقا محمد بن عبداللہ ﷺ پر، آپ کے آل و اصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

الحمد للہ

---

(۱) دیکھئے جامع العلوم والحکم لابن رجب ۱/۳۹۸، ۴۰۰ وثمرۃ الدعاء صواعقہا، از مولف کتاب، ص ۹ تا ۱۱۔

فہرست موضوعات

موضوعات ومضامین	صفحہ نمبر
پیش لفظ (از مترجم)	۳
بسم اللہ الرحمن الرحیم	۱۰
مقدمہ مؤلف	۱۱
☆☆☆ پہلا بحث: **نور وظلمات کتاب وسنت کے آئینہ میں**	۱۳
☆☆☆ پہلا مطلب: نور وظلمات قرآن کریم کے آئینہ میں:	۱۳
(۱) ارشاد باری: ﴿مثلهم كمثل الذي استوقد...﴾	۱۳
(۲) ارشاد باری: ﴿أو كصيب من السماء فيه...﴾	۱۸
(۳) ارشاد باری: ﴿الله ولي الذين آمنوا...﴾	۲۱
(۴) ارشاد باری: ﴿يا أيها الناس قد جاءكم...﴾	۲۲
(۵) ارشاد باری: ﴿قد جاءكم من الله نور...﴾	۲۴
(۶) ارشاد باری: ﴿الحمد لله الذي خلق...﴾	۲۵
(۷) ارشاد باری: ﴿أومن كان ميتا فأحييناه...﴾	۲۶
(۸) ارشاد باری: ﴿يريدون أن يطفئوا نور الله...﴾	۲۷
(۹) ارشاد باری: ﴿قل هل يستوي الأعمى...﴾	۲۹
(۱۰) ارشاد باری: ﴿كتاب أنزلناه إليك...﴾	۲۹
(۱۱) ارشاد باری: ﴿ولقد أرسلنا موسى بآياتنا...﴾	۲۹
(۱۲) ارشاد باری: ﴿الله نور السماوات والأرض...﴾	۳۰
۱- "اللهم لك الحمد أنت نور..."	۳۲
۲- "إن الله عز وجل لا ينام..."	۳۳
۳- "نور أنى أراه"	۳۳

تشبیہ کے بارے میں اہل معانی دو طریقے ہیں: ۴۰
۱۔ تشبیہ مرکب کا طریقہ ۴۰
۲۔ تشبیہ مفصل کا طریقہ ۴۰
(۱۳) ارشاد باری: ﴿والذین کفروا أعمالهم...﴾ ۴۲
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو ہدایت دے کر مبعوث فرمایا ہے اس میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں: ۴۵
پہلی قسم: جنھوں نے اسے ظاہری و باطنی دونوں طرح قبول کیا: ۴۵
ان کی دو قسمیں ہیں: ۴۵
۱۔ اہل فقہ وفہم اور اہل تعمیم۔ ۴۵
۲۔ جنھوں نے اسے یاد کیا اور اس کے الفاظ امت تک پہنچائے۔ ۴۵
دوسری قسم: جنھوں نے اسے ظاہری و باطنی طور پر ٹھکرا دیا۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں: ۴۶
۱۔ جنھوں نے اسے جانا اور اس کی صحت وصداقت کا یقین کیا۔ ۴۶
۲۔ مذکورہ قسم والوں کے متبعین و پیروکار لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار اور... ۴۶
تیسری قسم: جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں سے منافق ہیں، ان کی بھی دو قسمیں ہیں: ۴۶
۱۔ جس نے دیکھا پھر اندھا بھی ہو گیا۔ ۴۶
۲۔ کم بصیرت لوگ جن کی نگاہوں کو بجلی کی چمک... ۴۶
چوتھی قسم: جو اپنی قوم میں اپنا ایمان چھپاتے ہیں... ۴۷
(۱۴) ارشاد باری: ﴿هو الذي يصلي عليكم...﴾ ۴۷
(۱۵) ارشاد باری: ﴿وما يستوي الأعمى والبصير...﴾ ۴۸
(۱۶) ارشاد باری: ﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام...﴾ ۵۰
(۱۷) ارشاد باری: ﴿وكذلك أوحينا إليك...﴾ ۱۵
(۱۸) ارشاد باری: ﴿هو الذي ينزل على عبده...﴾ ۵۷
(۱۹) ارشاد باری: ﴿يوم ترى المؤمنين...﴾ ۵۸
۱۔ "فيجلي لهم يضحك..." ۶۱
۲۔ "يؤتون نورهم على قدر أعمالهم:..." ۶۱
۳۔ "بشر المشائين في الظلم إلى المساجد..." ۶۱
۴۔ "إن الله ليعطي للذين يحتلون إلى..." ۶۲

(۲۰) ارشاد باری: ﴿ يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله .. ﴾ ۶۴
☆☆دوسرا مطلب: نور و ظلمات سنت نبوی کے آئینہ میں: ۷۰
(۱) "اللهم اجعل في قلبي نوراً، وفي لساني نوراً..". ۷۰
(۲) "الطهور شطر الإيمان، والحمد لله تملأ الميزان..". ۷۲
(۳) "أبشر بنورين أوتيتهما لم يؤتيهما..". ۷۳
(۴) "إن هذه القبور مملوءة ظلمة...". ۷۵
(۵) "اللهم اغفر لأبي سلمة .. وافسح له في قبره ونور له فيه". ۷۵
(۶) "وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما..". ۷۶
(۷) "ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعاً". ۷۷
(۸) "إنه نور المسلم". ۷۸
(۹) "من شاب شيبة في الإسلام كانت له..". ۷۸
(۱۰) "من شاب شيبة في سبيل الله كانت له..". ۷۸
(۱۱) "الشيب نور المؤمن: لا يشيب رجل..". ۷۹
(۱۲) "لا تنتفوا الشيب: فإنه نور يوم القيامة..". ۷۹
(۱۳) "... فإن الله تعالى قد جعل بين أظهركم..". ۸۸
(۱۴) "إن الله عز وجل خلق خلقه في ظلمة...". ۸۸
(۱۵) "وإذا نور بين أيديهما حتى تفرق..". ۸۹
(۱۶) "من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء..". ۹۰
(۱۷) "إن لقمان الحكيم أوصى فقال:..". ۹۱
(۱۸) "تعرض الفتن على القلب عوداً..". ۹۲
"قلب اجرد" وہ دل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ سے مجرد اور خالی ہو۔ ۹۳
"قلب اغلف" کافر کا دل ہے کیونکہ کفر اس کا غلاف ہوتا ہے اور اس کے زنگ در یشہ ہیں۔ ۹۳
"قلب منکوس" منافق کا دل ہے۔ ۹۳
"وہ دل جس کے دہانے ہوتے ہیں" یعنی وہ دل جس میں حق راسخ نہ ہوا ہو۔ ۹۳
(۱۹) "طوبى للغرباء...". ۹۵
(۲۰) "هم في الظلمة دون الجسر". ۹۶

(۲۱) "اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات..." ۹۸

☆☆☆دوسرا بحث: **توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں** ۱۰۱

☆☆پہلا مطلب: توحید کا نور: ۱۰۱

☆پہلا مسلک: توحید کا مفہوم ۱۰۱

☆دوسرا مسلک: توحید کے اثبات میں روشن دلائل: ۱۰۲

۱-ارشاد باری: ﴿وما خلقت الجن و الإنس إلا ليعبدون﴾ ۱۰۲

۲-ارشاد باری: ﴿ولقد بعثنا في كل أمة رسولاً...﴾ ۱۰۲

۳-ارشاد باری: ﴿وما أرسلنا من قبلك من رسول...﴾ ۱۰۳

۴-ارشاد باری: ﴿وقضى ربك أن لا تعبدوا إلا إياه...﴾ ۱۰۴

۵-ارشاد باری: ﴿يقوم اعبدوا الله ما لكم من إله غيره﴾ ۱۰۴

۶-ارشاد باری: ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين...﴾ ۱۰۴

۷-ارشاد باری: ﴿قل إن صلاتي ونسكي ومحياي...﴾ ۱۰۵

۸-بندوں پر اللہ کا حق یہ کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ ۱۰۵

۹-اللہ تعالیٰ نے "لا الہ الا اللہ" کہنے والے پر جہنم حرام کر دی ہے ۱۰۶

☆تیسرا مسلک: توحید کی قسمیں: ۱۰۷

۱-توحید خبری علمی اعتقادی ۱۰۷

۲-توحید طلبی قصدی ارادی ۱۰۷

پہلی قسم: توحید ربوبیت ۱۰۸

دوسری قسم: توحید اسماء وصفات ۱۰۸

تیسری قسم: توحید الوہیت ۱۰۸

☆چوتھا مسلک: توحید کے فوائد و ثمرات: ۱۱۰

۱-دنیا و آخرت کی بھلائی توحید کے فضائل میں سے ہے ۱۱۰

۲-توحید دنیا و آخرت کے مصائب سے نجات کا سبب ہے ۱۱۰

۳-توحید خالص دنیا و آخرت میں امن و امان کی ضامن ہے ۱۱۰

۴-موحد کو مکمل ہدایت اور ہر اچھی چیز کی توفیق حاصل ہے ۱۱۱

۵-اللہ تعالیٰ توحید کے سبب گناہوں کو بخش دیتا ہے ۱۱۱

۶- اللہ تعالیٰ توحید کے سبب جنت میں داخل کرتا ہے ۱۱۱
۷- توحید جب دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو جہنم میں... ۱۱۲
۸- توحید جہنم میں داخل ہونے سے مانع ہوتی ہے ۱۱۲
۹- اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کا سب سے عظیم سبب توحید ۱۱۲
۱۰- تمام اعمال کی قبولیت توحید پر موقوف ہے ۱۱۳
۱۱- توحید بندے پر بھلائی کی انجام دہی اور برائی کا ترک... ۱۱۳
۱۲- توحید کے دل میں راسخ ہو جانے پر اللہ ایمان کو محبوب... ۱۱۳
۱۳- توحید بندے پر تکلیفوں کو آسان کرتی ہے ۱۱۳
۱۴- توحید بندے کو مخلوق کی غلامی سے آزاد کرتی ہے ۱۱۳
۱۵- دل میں توحید کی تکمیل ہو جانے پر تھوڑا عمل بھی... ۱۱۳
۱۶- اللہ نے موحدین کے لئے فتح و کامرانی کی ضمانت لی ہے ۱۱۴
۱۷- اللہ موحدین کا دفاع کرتا ہے ۱۱۴
☆☆دوسرا مطلب: شرک کی تاریکیاں ۱۱۵
☆پہلا مسلک: شرک کا مفہوم ۱۱۵
☆☆دوسرا مسلک: اقسام شرک کے دلائل ۱۱۶
۱- ارشاد باری: ﴿ إن الله لا يغفر أن يشرك به ... ﴾ ۱۱۶
۲- ارشاد باری: ﴿ أم اتخذوا آلهة من الأرض ... ﴾ ۱۱۷
۳- اللہ کے علاوہ سارے معبودان باطلہ کمزور ہیں ۱۱۹
۴- مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جن انبیاء یا صالحین کی عبادت کرتے ہیں وہ خود عمل صالح کے ذریعہ... ۱۲۱
۵- اللہ کے علاوہ تمام معبودان میں عاجزی کے اسباب ہیں ۱۲۲
۶- ارشاد باری: ﴿ قل أفرءيتم ما تدعون من دون الله ... ﴾ ۱۲۳
۷- ارشاد باری: ﴿ ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ... ﴾ ۱۲۳
۸- ارشاد باری: ﴿ ومن أضل ممن يدعو من دون الله ... ﴾ ۱۲۴
۹- مثالوں کا بیان کرنا وضاحت کے قوی اسالیب میں... ۱۲۵
۱۰- جو ہر چیز پر قادر ہے وہی حقیقی مستحق عبادت ہے ۱۲۸
(۱) الوہیت میں منفرد ۱۲۹

(۲) وہی اللہ ہے ہر چیز جس کی بادشاہت کے نیچے ہے ۱۳۰
(۳) وہی اللہ ہے جس کے ہاتھ میں نفع و ضرر کا اختیار ہے ۱۳۰
(۴) وہی اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۳۱
(۵) اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے ۱۳۱
☆ تیسرا مسلک: شفاعت ۱۳۲
اولاً: شفاعت کی لغوی تعریف ۱۳۲
اصطلاحی تعریف ۱۳۲
ثانیاً: غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والوں کی تردید ۱۳۳
(۱) مخلوق خالق کی طرح نہیں ہے ۱۳۳
(۲) شفاعت کی دو قسمیں ہیں: ۱۳۵
(الف) مثبت شفاعت جو اللہ سے مانگی جائے، اسکی دو شرطیں ہیں ۱۳۵
پہلی شرط: شفاعت کی کو اللہ کی جانب سے سفارش کی اجازت ہو ۱۳۵
دوسری شرط: شافع اور مشفوع لہ دونوں سے اللہ کی رضامندی ۱۳۵
(ب) منفی شفاعت جو غیر اللہ سے مانگی جائے ۱۳۶
(۳) غیر اللہ سے طلب شفاعت کے خلاف حجت قائم کرنا ۱۳۹
☆ چوتھا مسلک: بھرپور نعمتیں عطا کرنے والا ہی مستحق عبادت ہے: ۱۴۷
اولاً: (اللہ کی نعمتیں) اجمالی طور پر: ۱۴۷
ثانیاً: (اللہ کی نعمتیں) تفصیلی طور پر: ۱۴۹
☆ پانچواں مسلک: شرک کے اسباب و وسائل: ۱۵۱
۱- صالحین کے بارے میں غلو ۱۵۱
۲- تعریف میں مبالغہ اور دین میں غلو ۱۵۴
۳- قبروں پر مساجد کی تعمیر اور ان میں تصویر کشی ۱۵۴
۴- قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ۱۵۵
۵- قبروں پر چراغاں کرنا اور عورتوں کا ان کی زیارت کرنا ۱۵۵
۶- قبروں پر بیٹھنا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ۱۵۶
۷- قبروں کو میلہ گاہ بنانا اور گھروں میں نوافل کی ادائیگی ترک کرنا ۱۵۶

۸- تصویریں اور قبروں پر قبوں کی تعمیر ۱۴۷
۹- تین مسجدوں کے علاوہ کا سفر کرنا ۱۴۷
۱۰- قبروں کی بدعی زیارت شرک کے اسباب میں سے ہے ۱۴۸
قبروں کی زیارت کی دو قسمیں ہیں ۱۴۸
پہلی قسم: مشروع زیارت ۱۴۸
دوسری قسم: شرکیہ اور بدعی زیارت، اور اس کی تین قسمیں ہیں: ۱۴۸
(الف) جو مردے سے اپنی حاجت کا سوال کرے ۱۴۹
(ب) جو مردے کے وسیلے سے اللہ سے مانگے ۱۴۹
(ج) جو یہ گمان رکھے کہ قبروں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے ۱۴۹
۱۱- سورج کے طلوع و غروب کے وقت نماز ادا کرنا ۱۴۹
☆ چھٹا مسلک: شرک کے انواع و اقسام: ۱۵۰
شرک کی کئی قسمیں ہیں: ۱۵۰
پہلی قسم: شرک اکبر، اس کی چار قسمیں ہیں: ۱۵۰
۱- دعا کا شرک ۱۵۰
۲- نیت، ارادہ اور قصد کا شرک ۱۵۰
۳- اطاعت کا شرک ۱۵۱
۴- محبت کا شرک ۱۵۱
دوسری قسم: شرک اصغر جو ملت سے خارج نہیں کرتا ۱۵۲
شرک کی قسموں میں سے شرک خفی بھی ہے ۱۵۲
خلاصہ کلام یہ کہ شرک اصغر کی دو قسمیں ہیں: ۱۵۳
پہلی قسم: شرک ظاہر، وہ کچھ اقوال و افعال ہیں ۱۵۳
دوسری قسم: شرک خفی، اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۵۵
۱- ریا و دکھاوا ۱۵۶
۲- انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا ۱۵۶
تنبیہ: شرک اکبر و شرک اصغر کے درمیان فرق ۱۵۶
☆ ساتواں مسلک: شرک کے آثار و نقصانات ۱۵۷

۱-دنیا و آخرت کی ہر برائی شرک کے نقصانات میں سے ہے	۱۵۷
۲-شرک دنیا و آخرت میں مصائب و مشکلات کا سبب ہے	۱۵۷
۳-شرک خوف پیدا کرتا ہے اور دنیا و آخرت سے امن و چین...	۱۵۷
۴-شرک دنیا و آخرت میں گمراہی کا سامنا کرتا ہے	۱۵۷
۵-شرک اکبر کا مرتکب اگر توبہ کرکے نہیں مرا تو اس کی بخشش...	۱۵۷
۶-شرک اکبر تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے	۱۵۸
۷-شرک اکبر کے مرتکب پر اللہ جنت کو واجب اور جنت حرام...	۱۵۸
۸-شرک اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا	۱۵۹
۹-شرک سب سے بڑا ظلم اور بہتان ہے	۱۵۹
۱۰-اللہ اور اس کے رسول شرکین سے بری ہیں	۱۵۹
۱۱-شرک اللہ کے غضب اور سزا کے حصول کا عظیم سبب ہے	۱۶۰
۱۲-شرک فطرت کے نور کو گل کر دیتا ہے	۱۶۰
۱۳-شرک اخلاق حمیدہ کو ملیامیٹ کر دیتا ہے	۱۶۱
۱۴-شرک غیرت انسانی کو ختم کر دیتا ہے	۱۶۱
۱۵-شرک اکبر خون و مال کو حلال کر دیتا ہے	۱۶۱
۱۶-شرک اکبر موحدین اور مشرک کے درمیان عداوت کو واجب...	۱۶۲
۱۷-شرک اصغر ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے	۱۶۲
۱۸-شرک خفی ریاء اور دنیا طلبی کیلئے عمل کا شرک ہے	۱۶۲
☆☆☆تیسرا بحث: **اخلاص نور اور اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں:**	۱۶۳
☆☆پہلا مطلب: اخلاص کا نور:	۱۶۳
☆پہلا مسئلہ: اخلاص کا مفہوم:	۱۶۳
اخلاص کی لغوی تعریف	۱۶۳
اخلاص کی حقیقت (اصطلاحی تعریف)	۱۶۳
☆دوسرا مسئلہ: اخلاص کی اہمیت:	۱۶۴
☆تیسرا مسئلہ: اخلاص کی ثبوت کا مقام اور اس کے ثمرات:	۱۶۸
☆چوتھا مسئلہ: اخلاص کے ثمرات و فوائد:	۱۷۳

۱- دنیا و آخرت کی بھلائی اخلاص کے فضائل میں سے ہے۔	۱۷۳
۲- اتباع نبوی کے ساتھ اخلاص اعمال کی قبولیت کا عظیم ترین سبب ہے۔	۱۷۳
۳- اخلاص کے نتیجہ میں بندہ کو اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔	۱۷۳
۴- اخلاص عمل کی اساس اور اس کی روح ہے۔	۱۷۳
۵- اخلاص تھوڑے عمل اور معمولی دعا پر بہت بڑا اجر۔	۱۷۳
۶- مخلص کا ہر عمل جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔	۱۷۳
۷- مخلص جس عمل کی بھی نیت کرے لکھ لیا جاتا ہے۔	۱۷۳
۸- مخلص اگر سو جائے یا بھول جائے تو معمول۔	۱۷۳
۹- اگر مخلص بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو۔	۱۷۳
۱۰- اخلاص کے سبب اللہ تعالیٰ امت کی مدد فرماتا ہے۔	۱۷۳
۱۱- اخلاص آخرت کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔	۱۷۳
۱۲- دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے نجات اخلاص کے ثمرات۔	۱۷۳
۱۳- اخلاص کے سبب آخرت میں درجات کی۔	۱۷۳
۱۴- (اخلاص کے سبب) گمراہی سے نجات (ملتی ہے)۔	۱۷۳
۱۵- اخلاص ہدایت میں اضافہ کا سبب ہے۔	۱۷۴
۱۶- لوگوں میں نیک نامی اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔	۱۷۴
۱۷- دل کا اطمینان اور نیک خلق کا احساس۔	۱۷۴
۱۸- دل (نفس) میں ایمان کی تزئین و آرائش۔	۱۷۴
۱۹- مخلص لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی کی توفیق۔	۱۷۴
۲۰- حسن خاتمہ۔	۱۷۴
۲۱- دعاؤں کی قبولیت۔	۱۷۴
۲۲- قبر میں نعمت اور شادمانی کی بشارت۔	۱۷۴
۲۳- جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات۔	۱۷۴
☆☆دوسرا مطلب: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں:	۱۷۵
☆پہلا مسلک: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکی:	۱۷۵
☆دوسرا مسلک: دنیا کی خاطر عمل کی قسمیں:	۱۷۹

اس سلسلہ میں سلف صالحین سے چار قسمیں منقول ہیں۔	۱۷۹
پہلی قسم: وہ نیک عمل جسے بہت سے لوگ اللہ کی رضا...	۱۷۹
دوسری قسم: انسان نیک اعمال انجام دے اور...	۱۷۹
تیسری قسم: انسان نیک اعمال انجام دے اور اس کی نیت...	۱۷۹
چوتھی قسم: انسان خالص اللہ وحدہ لاشریک کیلئے اطاعت کا...	۱۷۹
☆تیسرا مسئلہ: ریاکاری کی خطرناکی اور اس کے انواع واسباب:	۱۸۰
اولاً: ریاکاری کی خطرناکی:	۱۸۰
(۱) ریاکاری مسلمانوں کے لئے مسیح دجال سے بھی...	۱۸۰
(۲) ریاکاری بندوں کے درمیان بغیر بیج کے وجود سے بھی...	۱۸۰
(۳) ریاکاری اعمال صالحہ کے لئے بہت بڑا خطرہ...	۱۸۱
(۴) ریاکاری آخرت کے عذاب کا سبب ہے...	۱۸۳
(۵) ریاکاری ذلت وخواری اور پستی ورسوائی کا سبب...	۱۸۳
(۶) ریاکاری آخرت کے ثواب سے محروم کردیتی ہے۔	۱۸۳
(۷) ریاکاری امت کی ذلت اور پسپائی کا سبب ہے۔	۱۸۳
(۸) ریاکاری گمراہی میں اضافہ کرتی ہے۔	۱۸۳
ثانیاً: ریاکاری کے انواع:	۱۸۳
۱- بندہ کا مقصود اللہ کے علاوہ (کچھ اور) ہو اور...	۱۸۵
۲- بندہ کا مقصود اللہ کی رضا ہو لیکن جب...	۱۸۵
۳- بندہ اللہ کے واسطے عبادت میں داخل ہو اور...	۱۸۵
۴- جسمانی ریاکاری جیسے کوئی شخص پیلا پڑ جائے...	۱۸۵
۵- لباس یا وضع قطع کے ذریعہ ریاکاری...	۱۸۵
۶- قولی ریاکاری: جیسے علم اور پرہیزگاری نصیحت...	۱۸۶
۷- عملی ریاکاری: جیسے دکھاوے کے لئے نمازی کا نماز...	۱۸۶
۸- ساتھیوں اور ملاقاتیوں کے ذریعہ ریاکاری...	۱۸۶
۹- لوگوں کے درمیان اپنی ذات کی مذمت کے ذریعہ ریا...	۱۸۶
۱۰- عمل کرنے والا اپنی نیکی چھپائے اس طور پر...	۱۸۶

۱۱- انسان اخلاص کو اپنے مقاصد کے حصول کا... ۱۸۶

ریا کاری کے اقسام: ۱۸۷

(۱) عمل پر اثر دکھاوا ہو... ۱۸۷

(۲) عمل تو اللہ کے لئے ہو لیکن شروع سے آخر... ۱۸۷

(۳) اصل عمل تو خالص اللہ کے لئے ہو پھر عبادت کے دوران... دو حالتوں سے خالی نہیں: ۱۸۸

(الف) عبادت کے ابتدائی حصہ کا آخری حصہ سے رابطہ ہو... ۱۸۸

(ب) عبادت کے ابتدائی... دو حالتوں سے خالی نہیں: ۱۸۸

پہلی حالت: ریا کاری اس کے دل میں کھٹکتی ہو پھر... ۱۸۸

دوسری حالت: ریا کاری اس کے ساتھ بدستور... ۱۸۸

(۴) ریا کاری عبادت سے فارغ ہونے کے بعد ہو... ۱۸۹

ریا کاری کے اسباب و محرکات: ۱۸۹

۱- حمد و ثنا اور مدح و ستائش کی لذت کی محبت و چاہت... ۱۸۹

۲- مذمت و برائی سے فرار... ۱۸۹

۳- لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس کی لالچ... ۱۹۰

☆ چوتھا مسلک: اخلاص کے حصول کے طریقے اور ریا کاری کا علاج: ۱۹۱

(۱) دنیا کی خاطر عمل اور ریا کے اقسام و اسباب... ۱۹۱

(۲) اللہ کی عظمت کی معرفت... ۱۹۱

(۳) آخرت میں اللہ کی تیار کردہ چیزوں کی معرفت... ۱۹۱

(۴) دنیا کے لئے عمل کرنے نیز عمل کو ضائع کرنے والی ریا... ۱۹۱

(۵) اللہ کی مذمت سے فرار... ۱۹۴

(۶) جن چیزوں سے شیطان دور بھاگتا ہے ان کی معرفت... ۱۹۵

(۷) کثرت سے خیر کے کام اور خفیہ عبادتیں انجام دینا... ۱۹۵

(۸) لوگوں کی مذمت اور تعریف کی پرواہ نہ کرنا... ۱۹۶

(۹) موت کی یاد اور قلت آرزو... ۱۹۷

(۱۰) سوء خاتمہ کا خوف... ۱۹۸

(۱۱) مخلص و متقی صالح افراد کی صحبت اور ہم نشینی... ۱۹۸

(۱۲) اللہ عزوجل سے دعا و مناجات اور اس کی پناہ لینا۔ ۱۹۸
(۱۳) بندہ کی یہ چاہت کہ اللہ سے یاد کرے اور وہ اللہ ۔۔۔ ۱۹۸
(۱۴) لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کی لالچ نہ کرنا۔ ۱۹۹
(۱۵) اخلاص کے فوائد و ثمرات۔ نیک انجام کی معرفت۔ ۲۰۰
☆☆☆ چوتھا مبحث: **اسلام کا نور اور کفر کی تاریکیاں:** ۲۰۱
☆☆ پہلا مطلب: اسلام کا نور: ۲۰۱
☆ پہلا مسلک: اسلام کا مفہوم: ۲۰۱
اسلام کے لغوی معنی۔ ۲۰۱
پہلی حالت: یہ ہے کہ ایمان کا ذکر کئے بغیر صرف اسلام کا ذکر کیا جائے۔ ۲۰۱
دوسری حالت: یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اسلام کا ذکر کیا جائے۔ ۲۰۲
☆ دوسرا مسلک: دین اسلام کے مراتب۔ ۲۰۳
اول: اسلام کا مرتبہ: ۲۰۳
دوم: ایمان کا مرتبہ: ۲۰۳
سوم: احسان کا مرتبہ: ۲۰۴
☆ تیسرا مسلک: اسلام کے ثمرات اور اس کی خوبیاں: ۲۰۷
۱- صحیح اسلام دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کا باعث ہے۔ ۲۰۷
۲- اسلام پاکیزہ زندگی اور دنیا و آخرت کی سعادت کا عظیم ترین سبب ہے۔ ۲۰۷
۳- اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) کفر کی تاریکیوں سے نکالتا ۔۔۔ ۲۰۷
۴- اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرماتا ہے۔ ۲۰۷
۵- جب مسلمان کا اسلام بہتر ہوتا ہے تو اس سے اس کے حالت کفر کے اعمال کا مواخذہ نہیں۔ ۲۰۸
۶- اسلام سے محبوب اللہ تعالیٰ بندے کے لئے اس کی کفر اور اسلام دونوں حالتوں۔ ۲۰۹
۷- اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ ۲۰۹
۸- اسلام جہنم سے نجات کا سبب ہے۔ ۲۰۹
۹- فلاح و کامرانی اور نعیم کا میابی اسلام ہی کے ثمرات میں سے ہے۔ ۲۱۰
۱۰- اسلام کے باعث اللہ تعالیٰ نیکیاں کئی گنا درگنا کرتا ہے۔ ۲۱۰
۱۱- صحیح اسلام کے نتیجہ میں تھوڑا عمل بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ ۲۱۱

۱۲- ساری بھلائی اسلام ہی میں ہے، عرب وعجم میں جو بھی خیر وبھلائی ہے اسلام ہی کے سبب ہے۔ ۴۱۱

۱۳- اسلام دنیا وآخرت میں ہر خیر وبرکت کا سبب ہے۔ ۴۱۱

۱۴- اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمان کے سینہ کو کھول دیتا ہے۔ ۴۱۲

۱۵- اسلام دنیا وآخرت میں مسلمان کے لئے روشنی اور بصیرت کا سبب ہے۔ ۴۱۲

۱۶- اسلام مسلمان کو اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔ ۴۱۲

۱۷- مکمل اسلام مسلمان کو ایمان کی چاشنی عطا کرتا ہے۔ ۴۱۳

۱۸- اسلام اللہ عزوجل کا سیدھا راستہ ہے، جو اس پر گامزن ہوگا کامیاب وکامران ہوگا۔ ۴۱۳

۱۹- جو شخص اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیتا ہے اللہ دنیا وآخرت میں اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ ۴۱۵

۲۰- اسلام حق دین ہے جس کی اللہ نے تکمیل فرمائی ہے اور اسے پسند فرمایا ہے۔ ۴۱۵

۲۱- اسلام ہر قسم کی خیر وبھلائی کا حکم دیتا ہے اور ہر طرح کی برائی اور نقصان سے منع کرتا ہے۔ ۴۱۵

۲۲- اسلام باوجود تنظیم اور نمایاں خصوصیات کا حامل ہے، ان میں سے چند خصوصیات حسب ذیل ہیں: ۴۱۶

(الف) اسلام اللہ کی جانب سے (آیا) ہے۔ ۴۱۶

(ب) اسلام زندگی کے تمام نظام اور انسانی سلوک کو مکمل طور پر شامل اور محیط ہے۔ ۴۱۶

(ج) اسلام ہر وقت وہر جگہ کے مکلف جن وانس کے لئے عام ہے۔ ۴۱۷

(د) اسلام ثواب وعذاب کے اعتبار سے دنیوی جزاء کے ساتھ اخروی جزاء کا دین ہے۔ ۴۱۷

(ھ) اسلام لوگوں کو انسانی کمال کے اعلیٰ ترین معیار تک پہنچانے کا حریص ہے۔ ۴۱۷

(و) اسلام اپنے حق کو عبادات، اخلاق اور حقوق العباد میں معتدل ہے۔ ۴۱۷

☆ چوتھا مطلب: اسلام کو توڑنے والی چیزیں: ۴۱۷

اول: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا۔ ۴۱۸

دوم: جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنائے اور ان کی دعا کرے۔ ۴۱۸

سوم: جو مشرکوں کو کافر نہ قرار دے یا ان کے کفر میں شک کرے۔ ۴۱۸

چہارم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کا طریقہ آپ کی ہدایت سے زیادہ کامل۔ ۴۱۸

پنجم: جو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی چیز سے بغض ونفرت کرے اگرچہ۔ ۴۲۲

ششم: جو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا استہزاء ومذاق کرے۔ ۴۲۲

ہفتم: جادو اور اسی قبیل سے صرف اور عطف بھی ہے۔ ۴۲۳

ہشتم: مشرکین کی حمایت اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا۔ ۴۲۳

ششم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگوں کو محمد ﷺ کی شریعت سے نکلنے کا اختیار ہے۔ ۲۲۳

دہم: اللہ کے دین سے اعراض کرنا، یہ بلا کہ نہ اسے سیکھے اور نہ ہی اس پر عمل کرے۔ ۲۲۳

☆☆دوسرا مطلب: کفر کی تاریکیاں: ۲۲۵

☆پہلا مسلک: کفر کا مفہوم: ۲۲۵

اولاً کفر: ۲۲۵

(الف) وہ کفر جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ ۲۲۶

(ب) وہ کفر جو ملت سے خارج نہیں کرتا۔ ۲۲۶

ثانیاً الحاد: ۲۲۶

☆دوسرا مسلک: کفر کی قسمیں: ۲۲۷

اولاً: کفر اکبر جو انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے اس کی پانچ قسمیں ہیں: ۲۲۷

اول: کفر تکذیب (جھٹلانے کا کفر): ۲۲۷

دوم: تصدیق کے ساتھ تکبر و انکار کا کفر: ۲۲۷

سوم: شک کا کفر یہ سوچ و گمان کا کفر ہے: ۲۲۷

چہارم: اعراض و پہلو تہی کا کفر: ۲۲۸

پنجم: نفاق کا کفر: ۲۲۸

ثانیاً: کفر اصغر جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا: ۲۲۹

ثالثاً: کفر اکبر اور کفر اصغر کے درمیان فرق: ۲۳۰

☆تیسرا مسلک: تکفیر (کافر قرار دینے) کی خطرناکی: ۲۳۱

☆چوتھا مسلک: تکفیر کے اصول: ۲۳۲

اولاً: کفار دو قسم کے ہیں: ۲۳۲

پہلی قسم: وہ کفار جو سرے سے دین اسلام میں داخل ہی نہ ہوئے اور نہ ... ۲۳۲

دوسری قسم: جو لوگ دین اسلام کی طرف منسوب ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ ... ۲۳۲

ثانیاً: تمام تکفیری اسباب چار نواقض میں داخل ہیں: ۲۳۳

برائیاں دو قسم کی ہیں: ۲۳۴

پہلی قسم: دائرہ کفر میں داخل کر دینے والی برائیاں: ۲۳۴

۱-قولی ارتداد: ۲۳۵

۲- عملی ارتداد: ۴۳۶
۳- اعتقادی ارتداد: ۴۳۷
۴- شک کے ذریعہ ارتداد: ۴۳۱
دوسری قسم: دائرۂ کفر میں داخل کرنے والی برائیاں: ۴۳۲
☆ پانچواں مسلک: کفر کے اثرات ونقصانات: ۴۳۳
۱- دنیا اور آخرت کی ساری برائی کفر کے اثرات ونقصانات میں سے ہے۔ ۴۳۳
۲- کفر اپنے مرتکب کے لئے گمراہی کا سبب ہے۔ ۴۳۳
۳- کفر اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہ فرمائے گا۔ ۴۳۴
۴- کفر ذلت ورسوائی کا سبب اور سبب ہے۔ ۴۳۴
۵- کافر کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم واجب کردیتا ہے۔ ۴۳۴
۶- کفر سارے اعمال کو مٹادیتا ہے۔ ۴۳۵
۷- کفر ہمیشہ کے لئے جہنم واجب کردیتا ہے۔ ۴۳۶
۸- کفر اللہ کے دربار سے دھتکار دیے جانے اور اس کی رحمت سے دور کئے جانے کا سبب ہے۔ ۴۳۶
۹- کفر اللہ کے غضب اور اس کے دردناک عذاب کا عظیم ترین سبب ہے۔ ۴۳۶
۱۰- کفر کافر کے سینے کو سب سے زیادہ تنگ بنادیتا ہے۔ ۴۳۶
۱۱- کفر دل پر مہر لگادیتا ہے۔ ۴۳۷
۱۲- کفر اکبر جہاد یا مسلمانوں کے نظام کے ذریعہ جان ومال کو حلال کردیتا ہے۔ ۴۳۷
۱۳- کفر اکبر کافر اور مومنوں کے درمیان دشمنی وعداوت کو واجب کردیتا ہے۔ ۴۳۷
۱۴- کفر اصغر ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے اور اسے کمزور کردیتا ہے اور اس کا مرتکب ۔۔۔ ۴۳۷
☆☆☆ پانچواں مبحث: **ایمان کا نور اور نفاق کی تاریکیاں:** ۴۳۹
☆☆ پہلا مطلب: ایمان کا نور: ۴۳۹
☆ پہلا مسلک: ایمان کا مفہوم: ۴۳۹
اولاً: ایمان کا لغوی واصطلاحی مفہوم ۴۳۹
ایمان کا لفظی مفہوم ۴۳۹
ایمان کی حقیقت ۴۳۹
اول: دل کا قول۔ ۴۳۹

دوم: زبان کا قول۔ ۲۴۸
سوم: دل کا عمل۔ ۲۴۹
چہارم: زبان اور جوارح کا عمل۔ ۲۵۰
ثانیاً: ایمان اور اسلام کے درمیان فرق ۲۵۰
☆ دوسرا مسلک: حصول ایمان اور اس میں زیادتی کے اسباب و ذرائع: ۲۵۲
(۱) اللہ کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت ۲۵۲
(۲) کونی جلد پر قرآن کریم میں غور و تدبر ۲۵۳
(۳) نبی کریم ﷺ کی احادیث میں غور و تدبر ۲۵۳
(۴) نبی کریم ﷺ اور آپ کے اعلیٰ اخلاق کی معرفت ۲۵۳
(۵) کائنات عالم میں غور و فکر ۲۵۴
(۶) ہر وقت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ۲۵۴
(۷) اسلام کی خوبیوں کی معرفت ۲۵۴
(۸) اللہ عزوجل کی عبادت میں "احسان" کا وصف پیدا... ۲۵۵
(۹) مومنوں کے اوصاف سے متصف ہونا ۲۵۵
(۱۰) اللہ عزوجل اور اس کے دین کی دعوت دینا ۲۵۵
(۱۱) کفر و نفاق اور فسق و نافرمانی کی شاخوں سے دور رہنا ۲۵۵
(۱۲) فرائض کے بعد نوافل کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرنا ۲۵۶
(۱۳) اللہ کے نزول کے وقت اس سے مناجات کی تناظر... ۲۵۶
(۱۴) سچے اور مخلص علماء کی صحبت اختیار کرنا ۲۵۶
☆ تیسرا مسلک: ایمان کے ثمرات و فوائد: ۲۵۶
۱- اللہ عزوجل کی ولایت پر رشک ۲۵۶
۲- رضاء الٰہی کا حصول ۲۵۷
۳- مکمل ایمان جہنم میں داخل ہونے سے مانع ہوتا ہے ۲۵۸
۴- اللہ تعالیٰ تمام ناپسندیدہ امور سے مومنوں کا دفاع کرتا ہے ۲۵۸
۵- ایمان دنیا و آخرت میں پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے ۲۶۰
۶- تمام اقوال و احوال کی صحت و کمال خود حاصل کرنے والے ۲۶۲

۷-مومن کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے	۲۶۲
۸-ایمان بندے کے لئے اللہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور...	۲۶۳
۹-دین میں امامت کا حصول	۲۶۴
۱۰-بلندیٔ درجات کا حصول	۲۶۴
۱۱-اللہ کی کرامت (عزت و مقام) اور ہر طرح سے...	۲۶۴
۱۲-ایمان سے گناہوں کا کفارہ اور ثواب اور...	۲۶۶
۱۳-مومنوں کو اپنے ایمان کے سبب ہدایت و...	۲۶۶
۱۴-پند و نصائح سے استفادہ و انتفاع ایمان کے...	۲۶۶
۱۵-ایمان صاحب ایمان کو خوشی میں شکر گزار کرتا ہے	۲۶۷
۱۶-سچا ایمان شک و شبہ ختم کر دیتا ہے	۲۶۸
۱۷-اللہ عزوجل پر ایمان خوشی و غم دونوں میں...	۲۶۹
۱۸-سچا ایمان بندے کو ہلاکت انگیز چیزوں سے...	۲۷۰
۱۹-مخلوق میں سب بہتر لوگ دو قسم کے ہیں اور وہ...	۲۷۰
پہلی قسم: وہ جو بذات خود بہتر ہیں اور ان کی...	۲۷۱
دوسری قسم: جو بذات خود اچھا اور بھلائی والا ہے...	۲۷۱
تیسری قسم: وہ جو خیر و بھلائی سے محروم ہے...	۲۷۱
چوتھی قسم: جو خود بذات اور بھی انسان دوسرے...	۲۷۱
۲۰-ایمان دنیا کی خلافت (جانشینی) عطا کرتا ہے	۲۷۲
۲۱-ایمان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے	۲۷۲
۲۲-ایمان بندے کو عزت (غلبہ و سربلندی) عطا کرتا ہے	۲۷۲
۲۳-ایمان اہل ایمان پر دشمنوں کے غلبہ و تسلط سے...	۲۷۳
۲۴-مکمل امن و سکون اور ہدایت یابی	۲۷۳
۲۵-مومنوں کی کد و کاوش کی حفاظت	۲۷۳
۲۶-مومنوں کے ایمان میں زیادتی اور اضافہ	۲۷۳
۲۷-مومنوں کی نجات	۲۷۴
۲۸-اہل ایمان کے لئے اجر عظیم	۲۷۴

۲۹-مومنوں کے لئے اللہ کی معیت ۲۷۴
۳۰-اہل ایمان خوف وملال سے امن میں ہوں گے ۲۷۴
۳۱-بڑا اجر وثواب ۲۷۵
۳۲-کبھی نہ ختم ہونے والا اجر وثواب ۲۷۵
۳۳-قرآن کریم مومنوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے ۲۷۵
۳۴-اہل ایمان کے لئے اللہ کے یہاں بلند درجات ۲۷۵
☆چوتھی مسلک: ایمان کی شاخیں: ۲۷۵
۱-اللہ عزوجل پر ایمان۔ ۲۷۶
۲-انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان۔ ۲۷۶
۳-فرشتوں پر ایمان۔ ۲۷۶
۴-قرآن کریم اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان۔ ۲۷۶
۵-تقدیر پر ایمان کہ بھلی بری تقدیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے ۲۷۶
۶-یوم آخرت پر ایمان۔ ۲۷۶
۷-مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان۔ ۲۷۶
۸-لوگوں کے اپنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد۔ ۲۷۷
۹-اس بات پر ایمان کہ مومنوں کا ٹھکانہ جنت اور کافروں۔ ۲۷۷
۱۰-اللہ عزوجل کی محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔ ۲۷۷
۱۱-اللہ عزوجل سے خوف کھانے کے وجوب پر ایمان۔ ۲۷۷
۱۲-اللہ عزوجل سے امید رکھنے کے وجوب پر ایمان۔ ۲۷۷
۱۳-اللہ عزوجل پر اعتماد وتوکل کرنے کے وجوب پر ایمان۔ ۲۷۷
۱۴-نبی کریم ﷺ سے محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔ ۲۷۷
۱۵-غلو کئے بغیر نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور احترام کے۔ ۲۷۷
۱۶-آدمی کا اپنے دین سے اس قدر محبت کرنا کہ جتنی ہیں۔ ۲۷۷
۱۷-طلب علم یعنی دلائل کی روشنی میں اللہ اس کے دین۔ ۲۷۷
۱۸-علم کی نشر واشاعت اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینا۔ ۲۷۷
۱۹-قرآن کریم سیکھ کر دوسروں کو سکھا کر اس کی تعظیم کرنا۔ ۲۷۷

۲۰- طہارت و پاکی اور وضو کی پابندی کرنا۔	۲۷۷
۲۱- پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرنا۔	۲۷۷
۲۲- زکاۃ کی ادائیگی۔	۲۷۷
۲۳- فرض و نفل روزے رکھنا۔	۲۷۷
۲۴- اعتکاف کرنا۔	۲۷۸
۲۵- خانہ کعبہ کا حج کرنا۔	۲۷۸
۲۶- اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔	۲۷۸
۲۷- اللہ عزوجل کی راہ میں مرابطہ کرنا۔	۲۷۸
۲۸- دشمن کے سامنے ثابت قدمی اور میدان جنگ سے نہ ...	۲۷۸
۲۹- مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔	۲۷۸
۳۰- اللہ عزوجل سے قربت کی خاطر غلام آزاد کرنا۔	۲۷۸
۳۱- سیئات (جرائم) پر واجب ہونے والے کفاروں ...	۲۷۸
۳۲- معاملات کو پورا کرنا۔	۲۷۸
۳۳- اللہ کی نعمتوں کو شمار اور اس پر واجب شکر گزاری۔	۲۷۸
۳۴- غیر ضروری (لایعنی) چیزوں سے زبان کی حفاظت کرنا۔	۲۷۸
۳۵- امانتوں کی حفاظت اور انہیں ان کے مستحقین کو ادا کرنا۔	۲۷۸
۳۶- کسی جان کے قتل اور اس پر ظلم کرنے کو حرام جاننا۔	۲۷۸
۳۷- شرمگاہوں کی حفاظت اور ان میں لازم عفت ...	۲۷۸
۳۸- حرام اموال سے ہاتھ سمیٹنا اور اس میں چوری ...	۲۷۸
۳۹- کھانے پینے میں احتیاط کا واجب اور کھانے پینے کی ...	۲۷۸
۴۰- حرام اور مکروہ لباس و وضع قطع اور رنگوں سے اجتناب ...	۲۷۸
۴۱- شریعت کے مخالف کھیل کود اور تفریحی اشیاء کو حرام جاننا۔	۲۷۹
۴۲- شریعت میں مباح تفریحی ایام اور باطل طریقے سے ...	۲۷۹
۴۳- بغض و حسد سے اجتناب۔	۲۷۹
۴۴- لوگوں کی عزت و ناموس کی حرمت اور ان میں ...	۲۷۹
۴۵- اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص عمل اور ریا کاری سے اجتناب۔	۲۷۹

۴۶-سختی پر صبر، دشنام دہی اور گناہ پر درگزر و چشم پوشی (کا احساس)۔	۴۷۹
۴۷-توبہ نصوح (خالص توبہ) سے ہر گناہ کا علاج کرنا۔	۴۷۹
۴۸-تقرب الٰہی کے اعمال، اجمالی طور پر یہ۔	۴۷۹
۴۹-اولوالامر (ائمہ، امراء اور حکام) کی اطاعت۔	۴۷۹
۵۰-جماعت کے عقیدہ و منہج کی پابندی۔	۴۷۹
۵۱-لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔	۴۷۹
۵۲-بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔	۴۷۹
۵۳-نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون۔	۴۷۹
۵۴-شرم و حیا۔	۴۷۹
۵۵-والدین کے ساتھ حسن سلوک۔	۴۷۹
۵۶-صلہ رحمی (رشتہ جوڑنا)۔	۴۷۹
۵۷-حسن اخلاق۔	۴۷۹
۵۸-غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔	۴۷۹
۵۹-غلاموں پر ان کے آقاؤں (مالکان) کے حقوق۔	۴۷۹
۶۰-اہل و عیال اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی۔	۴۷۹
۶۱-دین داروں سے قربت، ان سے محبت اور ان سے...	۴۸۰
۶۲-سلام کا جواب دینا۔	۴۸۰
۶۳-بیمار کی عیادت کرنا۔	۴۸۰
۶۴-اہل قبلہ میں سے مرنے والوں پر نماز جنازہ کی ادائیگی۔	۴۸۰
۶۵-چھینکنے والے کو جواب دینا۔	۴۸۰
۶۶-کفار اور فسادیوں سے دوری اختیار کرنا اور... شدت برتنا۔	۴۸۰
۶۷-پڑوسی کی عزت کرنا۔	۴۸۰
۶۸-مہمان کی عزت و تکریم۔	۴۸۰
۶۹-کمزوروں کی پردہ پوشی کرنا۔	۴۸۰
۷۰-مصائب پر اور جن الدقوں اور خواہشات... پر صبر کرنا۔	۴۸۰
۷۱-دنیا سے بے رغبتی اور قلت آرزو۔	۴۸۰

۴۷- غیرت اور (بے جا) شرم کا ترک۔ ۴۸۰
۴۸- ملاوت اجتناب۔ ۴۸۰
۴۹- سخاوت وفیاضی۔ ۴۸۰
۵۰- چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام۔ ۴۸۰
۵۱- باہمی اختلافات کی اصلاح۔ ۴۸۰
۵۲- آدمی اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو ۴۸۰
☆ پانچواں مسلک: مومنوں کے اوصاف ۴۸۱
اول: ارشاد باری: ﴿وأطيعوا الله ورسوله إن كنتم مؤمنين﴾ ۴۸۱
۱- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ ۴۸۱
۲- اللہ عزوجل کا خوف وخشیت اور اس کا ذکر۔ ۴۸۱
۳- قرآن کریم کی سماعت کے وقت اس میں غور وتدبر کرنے کے سبب ان کے ایمان میں اضافہ۔ ۴۸۱
۴- اسباب ووسائل اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد۔ ۴۸۱
۵- نماز کے ظاہری وباطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نفل نمازیں ادا کرنا۔ ۴۸۱
۶- واجب انفاق جیسے زکاۃ اور کفارے، اور جن لوگوں پر خرچ کرنا واجب ہے ان پر خرچ کرنا۔ ۴۸۱
دوم: ارشاد باری: ﴿والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء...﴾ ۴۸۲
۱- مومنوں سے محبت ودینی اخوت کی مدد۔ ۴۸۲
۲- معروف (بھلائی) کا حکم دینا۔ ۴۸۲
۳- منکر (برائی) سے روکنا۔ ۴۸۲
۴- نماز کے ظاہری وباطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نفل نمازیں ادا کرنا۔ ۴۸۲
۵- آٹھ قسم کے مستحقین زکاۃ کو زکاۃ ادا کرنا۔ ۴۸۲
۶- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور ہر حال میں اسے لازم پکڑنا۔ ۴۸۲
سوم: ارشاد باری: ﴿إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم...﴾ ۴۸۲
۱- اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اس میں محنت ومشقت صرف کرنا۔ ۴۸۳
۲- تمام گناہوں سے توبہ کرنا اور ہر حال میں توبہ کا دامن تھامے رہنا۔ ۴۸۳
۳- تمام واجب ومستحب اعمال انجام دے کر اور... اللہ عزوجل کی عبودیت وبندگی بجالا کر۔ ۴۸۳
۴- خوشی ہو یا پریشانی ہر حالت میں اللہ کی حمد اور... اعتراف کر کے اس کی مدح وثنا کرنا۔ ۴۸۳

۵- طلب علم، حج، عمرہ، جہاد، قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کے لئے سفر کرنا اور اسی طرح ... ۲۸۳
۶- رکوع و سجدہ والی نمازیں کثرت سے پڑھنا۔ ۲۸۳
۷- بھلائی کا حکم دینا، اس میں تمام واجب و مستحب اعمال شامل ہیں۔ ۲۸۳
۸- برائی سے منع کرنا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کردہ تمام امور داخل ہیں۔ ۲۸۳
۹- اللہ کی جانب سے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کردہ حدود و تعزیرات کو سیکھنا... ان کا علم حاصل کرنا۔ ۲۸۳
چہارم: ارشاد باری: ﴿قد افلح المؤمنون﴾ ۲۸۳
۱- نماز میں خشوع و خضوع اور اللہ عزوجل کے سامنے دل کے ساتھ حاضری۔ ۲۸۵
۲- لایعنی اور فضول چیزوں سے اجتناب، کیونکہ ان سے اعراض کرنے ... ۲۸۵
۳- مالوں کی زکاۃ کی ادائیگی اور برے اخلاق سے اجتناب کرکے نفس کو اخلاقی گندگیوں ... ۲۸۵
۴- شرمگاہوں کو زناکاری سے محفوظ رکھنا نیز زناکاری کے اسباب جیسے نظر بازی وغیرہ ... ۲۸۵
۵- امانتوں کی حفاظت کرنا، خواہ وہ اللہ کے حقوق سے متعلق ہوں یا بندوں کے حقوق سے۔ ۲۸۵
۶- بندے اور اللہ کے درمیان نیز بندے اور انسانوں کے درمیان کئے گئے وعدوں کی حفاظت کرنا۔ ۲۸۵
۷- تمام ارکان، شروط اور واجبات و مستحبات کے ساتھ نماز کی پابندی کرنا۔ ۲۸۵
☆☆ دوسرا مطلب: نفاق کی تاریکیاں: ۲۸۶
☆ پہلا مسئلہ: نفاق کا مفہوم: ۲۸۶
اول: نفاق کا لغوی و شرعی مفہوم ۲۸۶
دوم: زندیق کا مفہوم ۲۸۷
☆ دوسرا مسئلہ: نفاق کی قسمیں: ۲۸۹
اول: نفاق اکبر (یا نفاق) ۲۸۹
دوم: نفاق اصغر (یا عملی نفاق) ۲۸۹
سوم: نفاق اصغر اور نفاق اکبر کے درمیان فرق ۲۹۳
☆ تیسرا مسئلہ: منافقین کے اوصاف۔ ۲۹۳
اول: اللہ کا ارشاد: ﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله...﴾ ۲۹۳
دوم: اللہ کا ارشاد: ﴿ومن الناس من يعجبك قوله...﴾ ۲۹۶
سوم: اللہ کا ارشاد: ﴿بشر المنافقين بأن لهم عذابا أليما﴾ ۲۹۷
چہارم: اللہ کا ارشاد: ﴿إن المنافقين يخادعون الله وهو...﴾ ۲۹۸

ششم: اللہ کا ارشاد: ﴿قل انفقوا طوعاً أو كرهاً لن يتقبل..﴾	۲۹۸
ہفتم: اللہ کا ارشاد: ﴿يحذر المنافقون أن تنزل عليهم..﴾	۲۹۹
ہشتم: اللہ کا ارشاد: ﴿المنافقون والمنافقات بعضهم..﴾	۳۰۰
نہم: اللہ کا ارشاد: ﴿الذين يلمزون المطوعين..﴾	۳۰۱
دہم: اللہ کا ارشاد: ﴿وإذا ما أنزلت سورة نظر بعضهم..﴾	۳۰۲
دہم: فرمان نبوی: "یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہے۔"	۳۰۳
یازدہم: فرمان نبوی: "منافقوں پر سب سے گراں عشاء اور فجر کی نمازیں۔"	۳۰۳
منافقین کے اور بھی اوصاف:	۳۰۴
۱- وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔	۳۰۴
۲- اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، جبکہ...	۳۰۴
۳- ان کے دلوں میں مرض ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے...	۳۰۴
۴- وہ اصلاح کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ وہ فسادی ہیں	۳۰۴
۵- مومنوں کو سفاہت (کم عقلی) کا الزام دیتے ہیں۔	۳۰۴
۶- مومنوں سے تمسخر اور مذاق کرتے ہیں۔	۳۰۴
۷- ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔	۳۰۴
۸- ان کی باتیں اچھی لگتی ہیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں۔	۳۰۴
۹- اپنے دل کی باتوں پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں جبکہ...	۳۰۴
۱۰- باطل کے ذریعہ بحث ومباحثہ میں بڑے ماہر ہیں۔	۳۰۴
۱۱- جب لوگوں سے اوجھل ہوتے ہیں تو باطل کاموں...	۳۰۴
۱۲- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر...	۳۰۴
۱۳- کافروں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد اور...	۳۰۴
۱۴- کافروں سے عزت اور نصرت طلب کرتے ہیں۔	۳۰۴
۱۵- جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بوجھل کاہل...	۳۰۵
۱۶- لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں۔	۳۰۵
۱۷- اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔	۳۰۵
۱۸- کافروں اور مومنوں کے درمیان متردد اور پریشان ہیں۔	۳۰۵

۱۹- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کرتے ہیں۔	۳۰۵
۲۰- منافقین ہی فاسق و بدکار ہیں۔	۳۰۵
۲۱- اللہ کی راہ میں بادل ناخواستہ خرچ کرتے ہیں۔	۳۰۵
۲۲- منافقین آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔	۳۰۵
۲۳- اپنا ہاتھ سمیٹتے ہیں چنانچہ خیر کی راہوں میں خرچ نہیں کرتے۔	۳۰۵
۲۴- برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔	۳۰۵
۲۵- انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔	۳۰۵
۲۶- دل کھول کر صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی۔	۳۰۵
۲۷- نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کرتے ہیں۔	۳۰۵
۲۸- چونچ مارنے کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور۔	۳۰۵
۲۹- منافقوں پر سب سے بوجھل اور شاق عشاء اور فجر کی نمازیں۔	۳۰۵
۳۰- نماز باجماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔	۳۰۵
۳۱- ان کے دل سخت اور ان کی عقلیں ناقص ہیں۔	۳۰۵
۳۲- ان لوگوں نے اسلام کو حیثیت دین پسند نہ کیا۔	۳۰۵
۳۳- یہ لوگ دین کی صرف وہی باتیں لیتے ہیں جو ان کی۔	۳۰۵
۳۴- جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔	۳۰۵
۳۵- اس کی حالت میں بہادری ظاہر کرتے ہیں اور جنگ میں۔	۳۰۵
۳۶- اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ نہیں لیتے۔	۳۰۶
۳۷- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے اپنے دلوں۔	۳۰۶
۳۸- جہاد سے مسلمانوں کی ہمت پست کرتے ہیں۔	۳۰۶
۳۹- اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں اور اللہ کی مدد۔	۳۰۶
۴۰- جہاد سے دنیا چاہتے ہیں اور جب اس سے مایوس۔	۳۰۶
۴۱- جھگڑے اور بحث و تکرار میں کافی گرج اور جوش دکھاتے ہیں۔	۳۰۶
۴۲- اسلام مسلمان اور اسلامی نام رکھنے سے خفیہ طور پر۔	۳۰۶
۴۳- انہیں صرف اپنے ذاتی مفادات کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔	۳۰۶
۴۴- دروغ گوئی اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش علماء پر۔	۳۰۶

۴۵-لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے اسلام سے متعلق شکوک۔ ۳۰۶
۴۶-دین اسلام کے بندگاروں سے بغض رکھتے ہیں۔ ۳۰۶
۴۷-بات چیت میں جھوٹ بولتے ہیں۔ ۳۰۶
۴۸-اللہ اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کی خیانت کرتے ہیں۔ ۳۰۶
۴۹-وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ ۳۰۶
۵۰-ہر منافق کے دو رخ ہوا کرتے ہیں ایک رخ مومنوں۔ ۳۰۶
۵۱-یہ لوگ نفع بخش چیزیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی۔ ۳۰۶
۵۲-منافق بات شروع کرنے سے پہلے ہی قسم کھا لیتا ہے۔ ۳۰۶
۵۳-ان کے دل خیر سے خالی اور ان کے جسم فضول۔ ۳۰۷
۵۴-یہ دل کے اعتبار سے سب سے بدتر اور جسم کے اعتبار۔ ۳۰۷
۵۵-یہ لوگ نفاق کے راز چھپاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے۔ ۳۰۷
۵۶-دنیا کی خاطر عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں۔ ۳۰۷
۵۷-قرآن کریم کا تمسخر کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ ۳۰۷
☆چوتھا مسلک: نفاق کے اثرات و نقصانات: ۳۰۷
(۱) نفاق اکبر منافقین کے دلوں میں خوف و ہراس اور رعب۔ ۳۰۷
(۲) نفاق اکبر اللہ کی لعنت کا موجب ہے۔ ۳۰۸
(۳) نفاق اکبر کا مرتکب دین اسلام سے خارج۔ ۳۰۸
(۴) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مر جائے۔ ۳۰۹
(۵) نفاق اکبر اپنے مرتکب پر جہنم کو واجب اور۔ ۳۰۹
(۶) نفاق اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔ ۳۰۹
(۷) نفاق اکبر اپنے مرتکب کے لئے اللہ کو بھلا دینے کا سبب۔ ۳۰۹
(۸) نفاق اکبر سارے اعمال صالحہ ضائع و برباد کر دیتا ہے۔ ۳۱۰
(۹) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نفاق اکبر کے۔ ۳۱۰
(۱۰) نفاق اکبر بندے کو اس کی موت کے وقت۔ ۳۱۰
(۱۱) نفاق اکبر دنیا و آخرت کے عذاب کا سبب ہے۔ ۳۱۱
(۱۲) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنے نفاق کا اظہار۔ ۳۱۱

(۱۳) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنا کفر ظاہر کردے ۳۱۱
(۱۴) نفاق اصغر جو کہ عملی نفاق ہے ایمان میں کمی ہے ۳۱۲
(۱۵) نفاق اصغر کا مرتکب اس خطرہ میں ہوتا ہے ۳۱۲
☆☆☆ چوتھا بحث: **سنت کا نور اور بدعت کی تاریکیاں:** ۳۱۳
☆☆ پہلا مطلب: سنت کا نور: ۳۱۳
☆ پہلا مسلک: سنت کا مفہوم: ۳۱۳
اولاً: عقیدہ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم ۳۱۳
ثانیاً: اہل سنت کا مفہوم ۳۱۴
سنت کا لغوی مفہوم ۳۱۴
علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح ۳۱۴
ثالثاً: جماعت کا مفہوم ۳۱۵
جماعت کا لغوی مفہوم ۳۱۵
جماعت کا اصطلاحی مفہوم ۳۱۵
☆ دوسرا مسلک: اہل سنت کے نام اور ان کے اوصاف: ۳۱۵
۱- اہل سنت و جماعت ۳۱۵
۲- فرقہ ناجیہ (نجات یافتہ جماعت) ۳۱۷
۳- طائفہ منصورہ (غالب اور نصرت الٰہی سے سرفراز جماعت) ۳۱۷
۴- اہل سنت کتاب اللہ اور سنت رسول پر مضبوطی سے قائم رہیں گے ۳۱۸
۵- اہل سنت ہی اکثریت میں ہوں گے جو راہ حق کی رہنمائی کرتے ہیں ۳۱۸
۶- اہل سنت سب سے بہتر لوگ ہیں ۳۱۹
۷- اہل سنت لوگوں میں فساد واقع ہونے پر اجنبی کہلائیں گے ۳۱۹
۸- اہل سنت ہی حاملین علم ہیں اور ان کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے ۳۲۰
☆ تیسرا مسلک: سنت مطلق نجات ہے: ۳۲۱
اولاً: مطلق نجات۔ ۳۲۱
ثانیاً: مقید نجات۔ ۳۲۲
☆ چوتھا مسلک: سنت کا مقام: ۳۲۳

☆ پانچواں مسلک: صاحب سنت کا مقام اور بدعتی کا انجام: ۳۲۴
اولاً: صاحب سنت کا مقام ۳۲۴
ثانیاً: اہل سنت کی پہچان ۳۲۵
ثالثاً: بدعتی کا انجام ۳۲۵
☆ دوسرا مطلب: بدعت کی تاریکیاں: ۳۲۷
☆ پہلا مسلک: بدعت کا مفہوم ۳۲۷
بدعت کا لغوی مفہوم۔ ۳۲۷
بدعت کا اصطلاحی مفہوم۔ ۳۲۷
بدعت کی دو قسمیں ہیں: ۳۲۸
بدعتیں دو طرح کی ہیں: ۳۳۰
☆ دوسرا مسلک: قبولیت عمل کی شرطیں: ۳۳۰
پہلی شرط: اخلاص۔ ۳۳۰
دوسری شرط: رسول اللہ ﷺ کی اتباع۔ ۳۳۱
☆ تیسرا مسلک: دین اسلام میں بدعت کی مذمت: ۳۳۳
اولاً: بدعت کی مذمت قرآن کریم کی روشنی میں۔ ۳۳۳
ثانیاً: بدعت کی مذمت سنت نبوی کی روشنی میں۔ ۳۳۹
ثالثاً: بدعت کے سلسلہ میں صحابہ کے چند اقوال۔ ۳۴۱
رابعاً: بدعت کے سلسلہ میں تابعین وتبع تابعین کے چند اقوال۔ ۳۴۱
خامساً: بدعات کی مذمت کے چند اسباب۔ ۳۴۳
☆ چوتھا مسلک: بدعات کے اسباب: ۳۴۴
۱- جہالت، ایک خطرناک آفت ۳۴۴
۲- خواہش نفس کی اتباع ۳۴۴
۳- شبہات میں پڑنا ۳۴۶
۴- عقل پر اعتماد کرنا ۳۴۹
۵- تقلید وتعصب ۳۴۷
۶- بدعتیوں کی صحبت اور ان سے میل جول ۳۴۸

۷۔ کتمانِ علم اور علماء کی خاموشی	۳۵۰
۸۔ کفار کی مشابہت اور اس کی تنقید	۳۵۳
۹۔ ضعیف و موضوع احادیث پر اعتماد	۳۵۵
۱۰۔ غلو بدعات کی ترویج کا عظیم ترین سبب	۳۵۶
☆ پانچواں مسلک: بدعات کی قسمیں:	۳۵۷
۔ پہلی قسم: بدعت حقیقی اور بدعت اضافی	۳۵۷
۱۔ بدعت حقیقی	۳۵۷
۲۔ بدعت اضافی	۳۵۸
۔ دوسری قسم: بدعت فعلی و بدعت ترکی	۳۵۹
۱۔ بدعت فعلی	۳۵۹
۲۔ بدعت ترکی	۳۵۹
اگر کسی چیز کا ترک دین سمجھ کر کیا جائے تو وہ دین میں بدعت ہے	۳۶۱
۔ تیسری قسم: بدعت قولی اعتقادی اور بدعت عملی	۳۶۲
۱۔ بدعت قولی اعتقادی	۳۶۲
۲۔ بدعت عملی: اور اس کی کئی قسمیں ہیں:	۳۶۳
قسم اول: اصل عبادت میں بدعت	۳۶۳
قسم دوم: شروع عبادت میں اضافہ کی بدعت	۳۶۳
قسم سوم: طریقہ عبادت میں بدعت	۳۶۳
قسم چہارم: عبادت میں تحدید کی بدعت	۳۶۳
☆ چھٹا مسلک: دین میں بدعت کا حکم	۳۶۳
۔ بعض بدعتیں کفر ہیں	۳۶۴
۔ بعض بدعتیں شرک تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں	۳۶۴
۔ بعض بدعتیں معصیت ہیں	۳۶۴
☆ ساتواں مسلک: قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات	۳۶۷
پہلی قسم: میت سے حاجت براری کا سوال کرنا	۳۶۷
دوسری قسم: میت کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرنا	۳۶۸

تیسری قسم: قبروں کے پاس دعاؤں کی قبولیت کا عقیدہ رکھنا	۳۶۸
☆ آٹھواں مسئلہ: اور حاضری بدعات:	۳۷۰
اولاً: یہی کہ رسول ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانا	۳۷۰
درج ذیل دلائل وبراہین کی روشنی میں کسی کی یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں:	۳۷۰
۱- یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے۔	۳۷۰
۲- رسول اللہ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام نے آپ کی یوم پیدائش کا جشن نہیں منایا۔	۳۷۱
۳- یوم پیدائش کا جشن منانا جاہ وزر سے منحرف گمراہوں کا طور طریقہ ہے۔	۳۷۱
۴- اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرما دی ہے۔	۳۷۲
۵- اس طرح کی سالگرہوں کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا۔	۳۷۳
۶- علماء محققین نے ایام پیدائش کی محفلوں کا انکار کیا ہے۔	۳۷۳
۷- یوم ولادت کے جشن سے محبت رسول ﷺ کا تحقق نہیں ہوتا۔	۳۷۳
۸- رسول اللہ کی یوم پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے میں اہل کتاب کی مشابہت ہے۔	۳۷۳
۹- تعجب کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔	۳۷۴
۱۰- شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو جائے اسے کتاب اللہ اور سنت رسول۔	۳۷۴
۱۱- مسلمان کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ اگر چاہے تو عید کے دن کا روزہ رکھے۔	۳۷۵
۱۲- جشن عید میلاد النبی ﷺ میں اکثر و بیشتر منکرات اور مفاسد کی بھرمار ہوتی ہے۔	۳۷۶
ثانیاً: ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا	۳۷۸
یہ نماز مندرجہ ذیل تین وجوہات کے سبب شریعت کے مخالف ہے:-	۳۸۰
پہلی وجہ: یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مخالف ہے۔	۳۸۰
دوسری وجہ: رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت ہیں۔	۳۸۱
اس سے درج ذیل خرابیاں لازم آتی ہیں:	۳۸۱
(۱) پہلی خرابی۔	۳۸۱
(۲) دوسری خرابی۔	۳۸۱
(۳) تیسری خرابی۔	۳۸۱
(۴) چوتھی خرابی۔	۳۸۱
تیسری وجہ: یہ بدعی نماز نماز سے متعلق کئی مسائل میں شریعت کے اصولوں کی مخالفت پر مشتمل ہے:	۳۸۲

۱- پہلا مسئلہ۔	۳۸۲
۲- دوسرا مسئلہ۔	۳۸۲
۳- تیسرا مسئلہ۔	۳۸۲
۴- چوتھا مسئلہ۔	۳۸۲
۵- پانچواں مسئلہ۔	۳۸۲
ثالثاً: اسراء ومعراج کی شب میں جشن منانا	۳۸۲
رابعاً: پندرہویں شعبان کی شب میں جشن منانا	۳۸۶
خلاصۂ تبرک (حصولِ برکت)	۳۹۰
۔ مشروع اور جائز تبرک	۳۹۳
مشروع تبرک کی کئی قسمیں ہیں:	۳۹۳
۱- اکرابی اور تلاوت قرآن کریم سے شرعی طریقہ کے مطابق برکت کا حصول۔	۳۹۳
۲- نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے آپ کی زندگی میں مشروع طریقہ پر برکت کا حصول۔	۳۹۳
۳- زمزم پانی سے تبرک کا حصول۔	۳۹۶
۴- آب باراں سے برکت کا حصول۔	۳۹۶
ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے چند درج ذیل ہیں:	۳۹۷
(۱) نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے تبرک حاصل کرنا درج ذیل دو صورتوں کے علاوہ ممنوع ہے:	۳۹۷
۱- آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ کی اطاعت اور اتباع کرنا۔	۳۹۷
۲- ان تمام چیزوں سے تبرک کا حصول جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہوئی ہیں۔	۳۹۷
(۲) ناجائز تبرکات میں سے صالحین (نیکوکاروں) سے برکت کا حصول بھی ہے۔	۳۹۹
(۳) ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے پہاڑوں اور دیگر مقامات سے تبرک کا حصول بھی ہے۔	۳۹۹
ممنوع تبرکات کے اسباب۔	۴۰۰
ممنوع تبرکات کے آثار ومظاہر۔	۴۰۰
ناجائز تبرکات کے دفاع کے چند وسائل۔	۴۰۱
سادساً: مختلف قسم کی متفرق دعوات۔ یہ بہت ہیں:	۴۰۲
۱- جہراً نیت کرنا:	۴۰۲
۲- نمازوں کے بعد اجتماعی ذکر ودعاء:	۴۰۳

۳- مردوں کی روحوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں کے حق میں دعا ... ۴۰۳
۴- مردوں پر ماتم اور بین کرنا، کھانے پکوانا اور اجرت پر قاریوں کو لا کر قرآن خوانی کرانا وغیرہ ۴۰۳
۵- صوفیوں کے وہ مختلف اذکار اور دعائیں (بھی بدعت ہیں) جو سنت رسول ﷺ کی خلاف ہیں.. ۴۰۳
۶- قبروں پر عمارت کی تعمیر، انہیں سجدہ گاہ بنانا، ان پر مسجد کی تعمیر کرنا، ان میں مردوں کو دفنانا.. ۴۰۳
☆ نواں مسئلہ: بدعتی کی توبہ ۴۰۴
☆ دسواں مسئلہ: بدعات کے برے نقصانات: ۴۰۷
۱- بدعات کفر کی راہ ہیں ۴۰۷
۲- بلا علم اللہ پر جھوٹی بات کرنا ۴۰۷
۳- بدعتیوں کا سنت اور اہل سنت سے بغض رکھنا ۴۰۸
۴- بدعتی کے عمل کی عدم قبولیت ۴۰۸
۵- بدعتی کا برا انجام ۴۰۹
۶- بدعتی کی بھوکا اٹھایا ہونا ۴۰۹
۷- بدعتی کی شہادت و روایت کی عدم قبولیت ۴۰۹
۸- بدعتی سب سے زیادہ فتنوں سے دوچار ہوتے ہیں ۴۱۰
۹- بدعتی شریعت کا مستقد راک کرتا ہے ۴۱۱
۱۰- بدعتی پر حق و باطل گڈمڈ ہو جاتے ہیں ۴۱۱
۱۱- بدعتی اپنا اور اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا ۴۱۲
۱۲- بدعت بدعتی کو لعنت کا مستحق بناتی ہے ۴۱۳
۱۳- بدعتی اور حوض نبوی کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی ۴۱۳
۱۴- بدعتی ذکر الٰہی سے اعراض کرتا ہے ۴۱۴
۱۵- بدعتی حق کو چھپاتے ہیں اور اپنے متبعین سے اسے خفیہ رکھتے ہیں ۴۱۵
۱۶- بدعتی کا عمل اسلام سے نفرت دلاتا ہے ۴۱۵
۱۷- بدعتی امت میں تفریق پیدا کرتا ہے ۴۱۵
۱۸- علانیہ اپنی بدعت کے پرچار کرنے والے کی توبہ جائز ہے ۴۱۶
۱۹- بدعتی اپنی خواہشات کا پابند اور شریعت کا باغی ہوتا ہے ۴۱۶
۲۰- بدعتی اپنے آپ کو شارع کے مرتبہ میں سمجھتا ہے ۴۱۶

☆☆☆ساتواں بحث: **تقویٰ کا نور اور گناہوں کی تاریکیاں** ۴۱۷
☆☆پہلا مطلب: تقویٰ کا نور: ۴۱۷
☆پہلا مسلک: تقویٰ کا مفہوم: ۴۱۷
تقویٰ کی لغوی تعریف ۴۱۷
تقویٰ کی اصطلاحی تعریف ۴۱۷
☆دوسرا مسلک: تقویٰ کی اہمیت: ۴۱۸
اولی: اللہ نے تمام اگلوں پچھلوں کو تقویٰ کی وصیت فرمائی ہے ۴۱۹
دوم: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے ۴۲۱
سوم: نبی کریم ﷺ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس کی رغبت ۴۲۲
چہارم: سب سے زیادہ جو چیز جنت میں لے جائے وہ تقویٰ ہے ۴۲۶
پنجم: تقویٰ جسمی لباس سے بھی اہم ہے ۴۲۶
ششم: تقویٰ کھانے پینے سے بھی اہم ہے ۴۲۷
☆تیسرا مسلک: متقیوں کے اوصاف: ۴۲۸
۱-ارشاد باری: ﴿ ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين ﴾ ۴۲۸
۲-ارشاد باری: ﴿ ليس البر ان تولوا وجوهكم ... ﴾ ۴۲۹
۳-ارشاد باری: ﴿ قل أؤنبئكم بخير من ذلكم ... ﴾ ۴۳۰
۴-ارشاد باری: ﴿ وسارعوا إلى مغفرة من ربكم ... ﴾ ۴۳۱
۵-ارشاد باری: ﴿ إن المتقين في جنات وعيون ﴾ ۴۳۳
☆چوتھا مسلک: تقویٰ کے ثمرات: ۴۳۴
(۱) قرآن کریم سے استفادہ اور ہدایت۔ ۴۳۴
(۲) متقیوں کو اللہ کی معیت۔ ۴۳۴
(۳) قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بلند مقام و مرتبہ۔ ۴۳۵
(۴) نفع بخش علم کے حصول کی توفیق۔ ۴۳۵
(۵) تقویٰ جنت اور اس کی تمام نعمتوں۔ ۴۳۶
(۶) متقیوں سے اللہ کی محبت ۴۴۲
(۷) دشمنوں کے مکر و فریب اور ایذا رسانی سے بے خوفی ۴۴۳

(۸) تقویٰ آسمان سے نصرت و مدد کے نزول کا سبب ہے ۴۲۲
(۹) تقویٰ ظلم و سرکشی اور اللہ کے بندوں کو ایذا ۴۲۵
(۱۰) اعمال صالحہ کی قبولیت ۴۲۵
(۱۱) کامیابی کا حصول ۴۲۵
(۱۲) تقویٰ تقویٰ شعار کو ہدایت کے بعد گمراہی ۴۲۶
(۱۳) خوف و ملال سے سلامتی ۴۲۶
(۱۴) تقویٰ آسمان و زمین سے برکتوں کے ۴۲۷
(۱۵) اللہ کی رحمت کا حصول ۴۲۷
(۱۶) تقویٰ اللہ عزوجل کی ولایت سے سرفرازی ۴۲۸
(۱۷) تقویٰ متقی کو حق و باطل کے درمیان فرق ۴۲۸
(۱۸) تقویٰ شیطان لعین کی ضرر رسانی سے انسان کی ۴۵۰
(۱۹) دنیوی زندگی اور آخرت میں بشارت ۴۵۰
(۲۰) اجر بلا لب کی حفاظت ۴۵۱
(۲۱) متقیوں کے لئے دنیا و آخرت میں نیک انجام ۴۵۲
(۲۲) متقیوں کو دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی ۴۵۳
(۲۳) تقویٰ دوستوں اور غمگساروں کے درمیان فرق ۴۵۳
(۲۴) تقویٰ اللہ کے شعائر کی تعظیم کا سبب ہے ۴۵۴
(۲۵) تقویٰ ہی سے اعمال درست اور قبولیت سے ۴۵۵
(۲۶) تقویٰ اللہ عزوجل کے پاس اعزاز و اکرام کا ۴۵۶
(۲۷) تقویٰ کے ذریعہ ہر دشواری سے نجات ۴۵۶
(۲۸) تقویٰ کے ذریعہ معاملات میں آسانی ۴۵۷
(۲۹) تقویٰ سے متقی کے گناہ معاف اور اجر ۴۵۷
(۳۰) تقویٰ متقیوں کو ہدایت یابی اور نصیحت ۴۵۷
☆ تیسرا مطلب: گناہوں کی تاریکیاں ۴۵۹
☆ پہلا مسئلہ: معاصی کا مفہوم اور اس کے نام ۴۵۹
اول: معاصی (گناہوں) کا مفہوم ۴۵۹

معاصی کا لغوی مفہوم	۴۵۹
معاصی کا شرعی مفہوم	۴۵۹
ثانیاً: گناہوں کے نام	۴۶۰
۱- فسق و نافرمانی	۴۶۰
۲- حوب	۴۶۱
۳- ذنب	۴۶۱
۴- خطیئہ	۴۶۱
۵- سیئہ	۴۶۲
۶- اثم	۴۶۲
۷- فساد	۴۶۲
۸- شر	۴۶۳
☆ دوسرا مسلک: معاصی (گناہوں) کے اسباب:	۴۶۳
پہلی قسم: ابتلاء و آزمائش اس کی کئی صورتیں ہیں:	۴۶۳
۱- بھلائی و برائی کے ذریعہ آزمائش	۴۶۳
۲- مال و اولاد کے ذریعہ آزمائش	۴۶۳
۳- کچھ کچھ وراثت (سابقہ) فتنوں سے عام DNA ہے	۴۶۴
دوسری قسم: گناہوں میں مبتلا ہونے کے اسباب:	۴۶۴
۱- اللہ عزوجل پر ایمان و یقین کی کمزوری	۴۶۴
۲- شبہات	۴۶۵
۳- شہوات (خواہشات نفس)	۴۶۵
۴- شیطان گناہوں میں واقع ہونے کا سب سے عظیم سبب ہے	۴۶۷
شیطان انسان کو سات گھاٹیوں میں سے کسی ایک گھاٹی میں گرفتار کرنا چاہتا ہے	۴۶۸
پہلی گھاٹی: اللہ عزوجل کے ساتھ شرک و کفر کی گھاٹی	۴۶۸
دوسری گھاٹی: بدعت کی گھاٹی	۴۶۸
تیسری گھاٹی: کبیرہ گناہوں کی گھاٹی	۴۶۸
چوتھی گھاٹی: صغیرہ گناہوں کی گھاٹی	۴۶۸

پانچویں گھاٹی: مباح اور جائز امور کی گھاٹی... ۴۶۸
چھٹی گھاٹی: غیر افضل اور مفضول... کی گھاٹی ۴۶۹
ساتویں گھاٹی: مختلف تشکیکوں کے ذریعے بے شعور... ۴۶۹
☆ تیسرا مسلک: گناہوں کے راستے ۴۶۹
اول: نفس امارہ (برائی پر آمادہ کرنے والا نفس)... ۴۶۹
دوم: شیطان کے دو روپ ہیں جن سے وہ لوگوں کو جہنم میں داخل کرتا ہے تین ہیں: ۴۷۰
سوم: شیطان کے انسان تک پہنچنے کے راستے تین ہیں: ۴۷۰
پہلا جانب: اسراف و فضول خرچی ۴۷۰
دوسرا جانب: غفلت ۴۷۱
تیسرا جانب: کسی بھی قسم کی فضول چیز میں پڑنا ۴۷۱
چہارم: وہ راستے جن کی بندے نے حفاظت کرلی تو بچا گئوں... ۴۷۱
۱- نگاہ: ۴۷۱
۲- دل کی دھڑکن: ۴۷۲
۳- الفاظ (گفتگو): ۴۷۳
۴- قدم (چلنا پھرنا): ۴۷۴
☆ چوتھا مسلک: گناہوں کے اصول: ۴۷۵
☆ پانچواں مسلک: گناہوں کی قسمیں: ۴۷۷
پہلی قسم: جلی گناہ: ۴۷۷
دوسری قسم: شیطانی گناہ: ۴۷۷
تیسری قسم: وحشیانہ گناہ: ۴۷۸
چوتھی قسم: حیوانی گناہ: ۴۷۸
☆ چھٹا مسلک: گناہوں کے انواع: ۴۷۸
گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں: کبائر اور صغائر... ۴۷۸
☆ ساتواں مسلک: فرد و معاشرہ پر گناہوں کے اثرات: ۴۸۲
اولاً انسان کی ذات پر گناہوں کے اثرات: ۴۸۲
(الف) دل پر گناہوں کے اثرات: ۴۸۲

(۱) دل پر گناہوں کا نقصان اسی طرح ہے جس طرح جسموں پر زہر کا نقصان	۴۸۲
(۲) علم سے محرومی:	۴۸۲
(۳) دل میں ہر قسم کی وحشت:	۴۸۳
(۴) دل میں تاریکی:	۴۸۴
(۵) گناہ دل کو کھوکھلا اور کمزور کر دیتا ہے:	۴۸۵
(الف) بندے کے دل میں اللہ جل جلالہ کی عظمت و وقار کو کمزور کر دیتا ہے۔	۴۸۵
(ب) گناہ بندے کے دل میں خیر کے ارادوں کو کمزور اور گناہ کے ارادوں کو مضبوط بنا دیتا ہے۔	۴۸۵
(ج) گناہ اللہ اور دار آخرت کی طرف دل کے سفر کو کمزور کرتے ہیں یا اس کی راہ میں آڑے آتے ہیں۔	۴۸۶
(۶) دنیا میں دل کو اللہ سے روکتا ہے۔	۴۸۶
(۷) گناہ نافرمانی و معصیت سے الفت و انسیت پیدا کرتا۔	۴۸۷
(۸) گناہ کے عادی لوگوں پر گناہ کا کثیر ہو جانا۔	۴۸۸
(۹) گناہ و معصیت ذلت و خواری کا سبب ہے۔	۴۸۸
(۱۰) گناہ عقل کو خراب کر دیتے ہیں اور اس میں اثر انداز۔	۴۹۰
(۱۱) گناہ دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔	۴۹۰
(۱۲) گناہ دل کی غیرت کو مٹا دیتے ہیں۔	۴۹۱
(۱۳) گناہ دل سے حیا کو ختم کر دیتے ہیں۔	۴۹۴
(۱۴) گناہ دلوں میں خوف اور رعب ڈال دیتے ہیں۔	۴۹۵
(۱۵) گناہ دل کو مریض بنا دیتا ہے اور اسے اس کی صحت۔	۴۹۵
(۱۶) گناہ نفوس انسانی کو جہنم کا دلیل بنا دیتے ہیں	۴۹۶
(۱۷) دل کو مضمحل اور اس کی صورت بگاڑ دیتا	۴۹۷
(۱۸) گناہ دل کو الجھن دیتے ہیں	۴۹۷
(۱۹) گناہ سینے کو تنگ کر دیتے ہیں	۴۹۷
(ب) دین پر گناہوں کے اثرات:	۴۹۸
(۲۰/۱) گناہ سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔	۴۹۸
(۲۱/۲) گناہ اطاعت سے محروم و نامراد کر دیتے ہیں	۴۹۸
(۲۲/۳) گناہ گار بندے کے اللہ کے یہاں ذلیل۔	۴۹۹

(۳۳/۳) گناہ بندے کو رسول اللہ ﷺ کی لعنت کا مستحق۔ ۴۹۹
(۳۳/۵) رسول اکرم ﷺ اور فرشتوں کی دعا سے محرومی: ۵۰۲
(۲۵/۶) گناہ خود فراموشی اور اللہ عزوجل کے اپنے بندے کو بھلا دینے کا سبب ہے ۵۰۳
(۲۶/۷) گناہ گناہ گار کو احسان کے دائرہ سے خارج۔ ۵۰۳
(۲۷/۸) گناہ موحدوں کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے ۵۰۳
(الف) اجر عظیم: ۵۰۳
(ب) ان سے دنیا و آخرت کی برائیاں دور کرنا: ۵۰۵
(ج) ان سے اللہ کی دوستی اور اللہ تعالیٰ جسے اپنا دوست رکھتا ہے اسے ذلیل نہیں کرتا: ۵۰۵
(د) ان کے لئے درجات بخشش اور باعزت روزی ہے۔ ۵۰۵
(ھ) ان کے لئے اللہ کی معیت: ۵۰۵
(و) دنیا و آخرت میں رفعت و سربلندی: ۵۰۵
(ز) عزت: ۵۰۶
(ح) اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے دو حصے اور ایک ایسا نور عطا فرمائے گا۔ ۵۰۶
(ط) خوف کی شدت (قیامت) کے روز انہیں خوف سے امن و سکون عطا فرمائے گا: ۵۰۶
(ی) قرآن ان کے لئے ذریعہ ہدایت اور شفا ہے۔ ۵۰۶
(۲۸/۹) گناہ بندے اور اس کے رب کے درمیان قطع تعلق پیدا کرتا ہے۔ ۵۰۷
(۲۹/۱۰) گناہ گنہ گار کو شیطان کا اسیر بنا دیتا ہے ۵۰۷
(۳۰/۱۱) گناہ گنہ گار کو جہنم اور بدترین جگہ والوں میں سے بنا دیتا ہے ۵۰۷
(۳۱/۱۲) گناہ کراہت و بیزاری کو جنم دیتا ہے ۵۰۷
(۳۲/۱۳) گناہ گار سے اللہ کی نفرت و کراہت ۵۰۸
(ج) جسم پر گناہوں کے اثرات: ۵۰۸
(۳۳/۱) شرعی سزائیں۔ ۵۰۸
حدود: ۵۰۹
کفارے: ۵۰۹
تعزیری سزائیں: ۵۰۹
(۳۳/۲) قدری سزائیں۔ ۵۰۹

(۳/۳۵) گناہ جسم کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ ۵۱۰
(د) روزی پر گناہوں کے اثرات: ۵۱۱
(۱/۳۶) گناہ روزی سے محروم کر دیتے ہیں۔ ۵۱۱
(۲/۳۷) گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔ ۵۱۱
(۳/۳۸) گناہ مال کی برکت کو زائل کر دیتے ہیں اور کمی۔ ۵۱۳
(ھ) فرد پر گناہوں کے عام اثرات: ۵۱۳
(۱/۳۹) گناہ عمر، روزی، علم، عمل اور طاقت کی برکتیں مٹا دیتا ہے ۵۱۳
(۲/۴۰) گناہ ملامت و پشیمانی کا سبب ہیں۔ ۵۱۴
(۳/۴۱) گناہ انسان پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیتے ہیں۔ ۵۱۴
(۴/۴۲) گناہ بندے کو اس کے نفس کے سامنے کمزور کر دیتا ہے۔ ۵۱۵
(۵/۴۳) مکر کرنے والے کے ساتھ اللہ کا مکر دھوکے باز۔ ۵۱۶
(۶/۴۴) دنیا اور عالم برزخ میں تنگ زندگی اور آخرت میں عذاب۔ ۵۱۶
(۷/۴۵) گناہ گار کے معاملات کی دشواری۔ ۵۱۷
(۸/۴۶) گناہ عمر کم کر دیتا ہے اور اس کی برکت مٹا دیتا ہے۔ ۵۱۷
(۹/۴۷) اللہ مخلوق کے دلوں سے گناہ گار کی ہیبت ختم کر دیتا ہے۔ ۵۱۸
(و) اجتماع پر گناہوں کے اثرات: ۵۱۸
(۱/۴۸) "میں اپنی امت کے کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں"۔ ۵۱۹
(۲/۴۹) "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟"۔ ۵۱۹
ثانیاً: سماج و معاشرہ پر گناہوں کے اثرات: ۵۲۰
(۱/۵۰) گناہوں کے سبب قوموں کی تباہی۔ ۵۲۰
(۲/۵۱) نعمتوں کا زوال۔ ۵۲۱
(۳/۵۲) عام ہلاکت انگیز عذاب کا نزول۔ ۵۲۳
(۴/۵۳) ہزیمت و پسپائی کا نزول۔ ۵۲۴
(۵/۵۴) گناہ اور معاصی گذشتہ قوموں کی ورثات ہیں۔ ۵۲۶
(۶/۵۵) گناہوں کے اثرات حیوانات، درختوں، زمین اور تمام مخلوقات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ۵۲۶
(۷/۵۶) گناہ و معاصی قبر کے عذاب کا سبب ہیں۔ ۵۲۶

☆ آنکھوں کا مسئلہ۔ علاج: ۵۴۶
اول: سچی خالص توبہ اور استغفار۔ ۵۴۶
۱- توبہ کرنے والوں سے اللہ کی محبت: ۵۴۸
۲- بندہ کی توبہ سے اللہ عزوجل کی فرحت وسرت: ۵۴۸
۳- اللہ عزوجل کا گناہوں کو نیکیوں میں بدل دینا: ۵۴۸
۴- تمام گناہوں سے سچی خالص توبہ کرنے والا دخول جنت سے سرفراز ہوتا ہے: ۵۴۹
دوم: خلوت وجلوت میں اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنا۔ ۵۳۰
سوم: معروف (بھلائی) کا حکم دینا اور منکر (برائی) سے روکنا۔ ۵۳۰
چہارم: نبی کریم ﷺ کی اتباع وپیروی کرنا۔ ۵۳۱
پنجم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کی پناہ لینا۔ ۵۳۱
۱- دعا پریشانی کو دور کرنے اور مطلب کے حصول کا سب سے عظیم ذریعہ ہے۔ ۵۳۱
۲- دعا نفع بخش دواؤں میں سے ہے۔ ۵۳۱
۳- مصیبت کے ساتھ دعا کے تین مراتب ہیں: ۵۳۲
۴- دعا میں الحاح وزاری سب سے نفع بخش علاج ہے۔ ۵۳۲
۵- دعا کی آفتیں۔ ۵۳۳
۶- دعا کی قبولیت کے اوقات کا اہتمام کرنا۔ ۵۳۳
۷- وہ اہم ترین امور جن کا بندہ اپنے رب سے سوال کرتا ہے: ۵۳۳
فہرست مضامین ۵۳۵

مترجم کی علمی کاوشیں ایک نظر میں

الف: کتابیں:

۱- توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۲- سنت کا نور اور بدعت کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۳- اخلاص کا نور اور اخروی نجات سے متعلق علمی کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۴- ایمان کا نور اور نفاق کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۵- تقویٰ کا نور اور گناہوں کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۶- اسلام کا نور اور کفر کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۷- نور و ظلمات کتاب و سنت کے آئینہ میں	ترجمہ	مطبوع
۸- جہنم کے کنارے کتاب و سنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۹- سود کی تباہ کاریاں، کتاب و سنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۰- دعا کے آداب و شرائط، کتاب و سنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۱- مسئلہ تکفیر اہل سنت اور گمراہ فرقوں کے مابین ایک جائزہ (کتاب و سنت کی روشنی میں)	ترجمہ	مطبوع
۱۲- ہدایت کا نور اور ضلالت کی تاریکیاں، کتاب و سنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۳- خضاب کی شرعی حیثیت، کتاب و سنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۴- بچوں میں ایمانی تربیت کے تقاضے	ترجمہ	مطبوع
۱۵- مسجد نبوی اور مدینہ منورہ کی دیگر مساجد کی زیارت کا حکم	ترجمہ	غیر مطبوع
۱۶- جمہوریت کی حقیقت: ایک شرعی جائزہ	ترجمہ	غیر مطبوع
۱۷- علم تخریج حدیث اور فقہ کی اہمیت	ترجمہ	غیر مطبوع
۱۸- اسلام کی طرف رجوع کا پیغام	ترجمہ	غیر مطبوع

ب: فولڈرس:

مختلف دینی موضوعات پر درج ذیل دس دعوتی و اصلاحی فولڈرز:

۱- زکاۃ کی فرضیت اور اہم مسائل
۲- رمضان المبارک کے احکام و مسائل
۳- سودی لین دین میں حرمات اور کبائر کے موبقات
۴- زیارت مسجد نبوی کے احکام و آداب
۵- مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ کی دیگر مساجد کی زیارت کا حکم
۶- ولایت اور کرامت ایک علمی و تحقیقی جائزہ
۷- تعزیۃ الشہداء اور چھاتی پیٹنے کی شرعی حیثیت
۸- حج و عمرہ اور زیارت مسجد نبوی
۹- جائز و ناجائز کو دیکھنے کی حقیقت
۱۰- جائز و ناجائز تصرفات